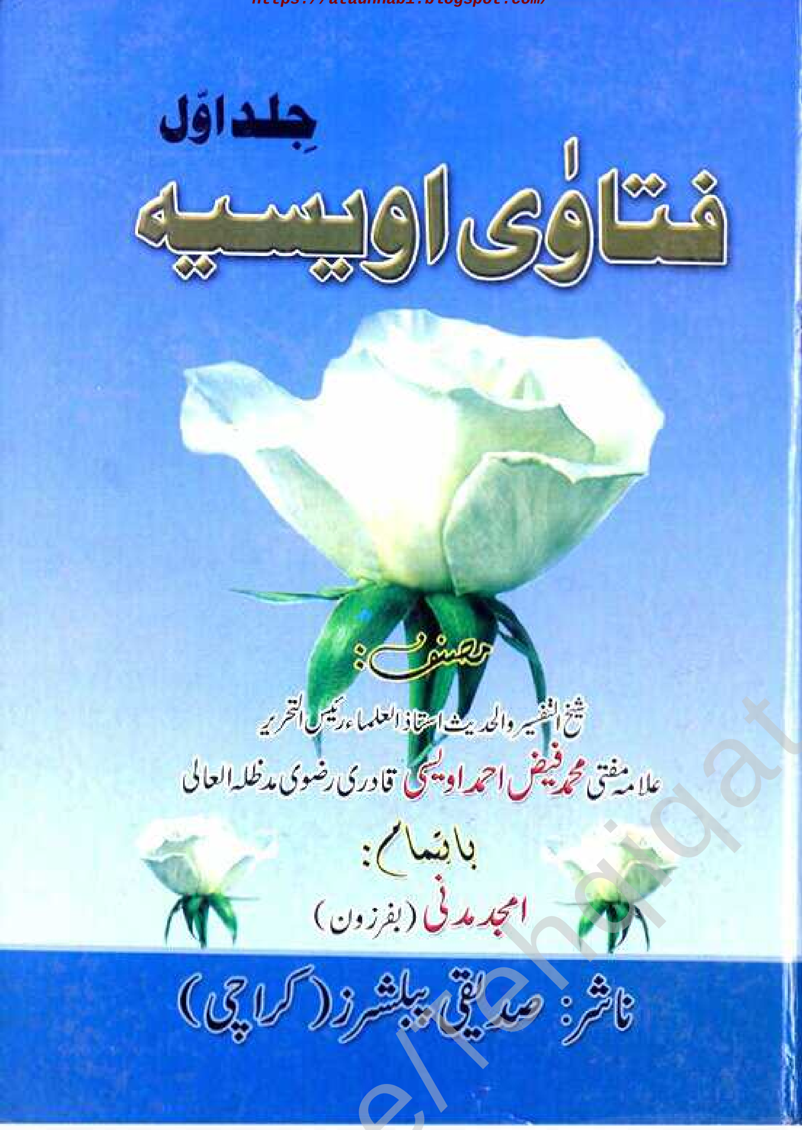


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاوی اویسیہ جلد اول

از

فقیہ العصر علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

صدیقی پبلشرز گلستان جوہر کراچی

فون: 0300-2292637

کتاب کا نام .... فتاوی اویسیہ جلد اول

مصنف .... حضرت علامہ مفتی فیض احمد اویسی دامت برکاتھم العالیہ

کمپوزنگ .... صدیق حامد

ناشر .... صدیق پبلشرز کراچی

صفحات ....

ھدیہ ....

ملنے کا پتہ :

مکتبہ قادریہ نزد فیضان مدینہ کراچی

مکتبہ غوثیہ نزد فیضان مدینہ کراچی

مکتبہ اویسیہ بھاول پور

مکتبہ ضیاء القران کراچی

مکتبۃ المدینہ بوھر گیٹ ملتان

مکتبۃ المدینہ حیدر آباد

عرض ناشر

اللہ تعالی کا کروڑہا کروڑ احسان اور لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے ہمیں اپنے دین متین کی خدمت کا شرف عطا فرمایا اور لاکھوں درود وسلام ہوں اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ پر جو عالم کان وما یکون ہیں یہ نبی کریم ﷺ کا کرم اور آپ کے وارث علماء ومشائخ کی نگاہ فیض اثر ہے کہ ہمارا اشاعتی ادارہ صدیقی پبلشرز دن بدن ترقی کی راہوں پر گامزن ہے وللہ الحمد علی ذلک

چونکہ انسان تجربات سے سیکھتا ہے لہذا ہمیں بھی اس اشاعتی میدان میں قدم رکھ کر بہت کچھ سیکھنے کو ملا ابتداء میں کچھ کمزوریاں نظر آئیں جن کو ہم نے آہستہ آہستہ دور کرنے کی کوشش کی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی اپنی مطبوعات بہتر سے بہتر اور معیاری بنا کر عوام اہلسنت کے سامنے پیش کرتے رہیں گے ان شاء اللہ عزوجل۔

زیر نظر کتاب ''فتاوی اویسیہ'' حضرت فیض احمد ملت قبلہ وکعبہ فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی کی جانب سے ایک عظیم علمی خزانہ تھا جو کہ صدیقی پبلشرز نے طبع کرنے کا ارادہ کیا ہے اگرچہ اس کی طبع میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر یہ فیض ملت کا فیض ہے کہ ہر پریشانی ومشکل کو حل کرنے میں کامیاب ہوگئے الحمدللہ علی احسانہ اب یہ فتاوی آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے مگر میرے اس کام کو مکمل کرنے میں خصوصی توجہ ونظر عنایت میرے استاد محترم محقق عصر جناب قبلہ مفتی قاسم قادری مصنف (ایمان کی حفاظت، مطبوعہ صدیقی پبلشرز کراچی)

اور علامہ عاصم یسین عطاری دام ظلہ العالی نے فرمائی اور ان کے علاوہ دیگر علمائے کرام واحباب کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ علامہ مولانا حنیف قادری صاحب۔ حضرت مولانا اطہر ہاشمی صاحب۔ مولانا امتیاز المدنی۔ امجد مدنی صاحب۔ ابن علی جناب عدنان بٹ صاحب۔ جناب مولانا شبیر احمد عطاری صاحب (اسٹیل ٹاؤن والے)۔ فداء الرسول اویسی۔ اکرام المحسن فیضی۔ طیب طاہر۔ راشد یسین۔ جناب مولانا عمران یوسف صاحب۔ محمد عدنان (وہاڑی) اللہ تعالی ان سب حضرات کو جزائے خیر فرمائے اور اسی طرح اسلام کی خدمت کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

قارئین گرامی!

صدیقی پبلشرز نے فیض ملت قبلہ فیض احمد اویسی صاحب کے اس فتاوی اویسیہ کے علاوہ بھی کتب طبع کرنے کی

سعادت حاصل کی ہے جو کہ نہایت تحقیق پر مبنی ہیں۔ حضور ﷺ ہر شے کی بولی جانتے ہیں۔ نزول عیسی علیہ السلام کے بعد کے مشاغل۔ شادی خانہ آبادی۔ مردوں کی زندوں سے ملاقاتیں۔ اور قریب ہی ان شاء اللہ امام اہلسنت اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کی کتب کو اشاعت کرنے اور حضرت فیض ملت کی دوسری کتب کی اشاعت کا تہیہ کیا ہے امید ہے کہ آپ حضرات اپنی نیک مشاورت اور دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ اللہ عزوجل ہمیں اور آپ کو دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرمائے۔ آمین

محمد صدیق حامد

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتوی دینا ایک نہایت اہم عظیم دینی فریضہ ہے

جو یقیناً ہر کسی کے بس کی بات نہیں درحقیقت یہ ایک مجتہد مفتی کا کام ہے لیکن علمی فقدان کی وجہ مجتہدین کا وجود تقریباً ناپید ہو چکا ہے ہمارے دور میں جو مفتیان کرام فتوی جاری کرتے ہیں وہ مفتی کا درجہ رکھتے ہیں اور مقلد مفتی کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نے کسی ماہر فقیہہ استاد سے علم فقہ حاصل کیا ہو نیز فقہ کا فطری ذوق اور اس پر مکمل عبور رکھتا ہو تاکہ صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کر سکے کسی قابل مفتی صاحب کی خدمت میں زانوئے تلمذ کے مدارج طے کیے بغیر فقط کثرت مطالعہ کی بنیاد پر فتوی دینا درست نہیں کیونکہ فتوی دیتے وقت تمام جزئیات پر اس کی نظر نہ ہوگی جس کی وجہ سے غلطی کا امکان بہرحال موجود رہے گا مناقب الامام الاعظم رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استفسار کیا گیا کہ کسی شخص کو فتوی دینا اور قاضی بننا کب جائز ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا جب وہ حدیث اور قیاس سے پوری طرح واقف ہو جائے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال کو جب پوری طرح جانتا ہو اور اسے اچھی طرح ذہن نشین بھی ہوں اگرچہ اب مذہب مکمل ومدلل ہو چکا اور مفتی کے لئے حدیث قیاس سے کما حقہ واقفیت ضروری نہ رہی کیونکہ اسے محض یہی حکم ہے کہ جیسا مجتہد مفتی نے فرمایا ہے اسے ویسا ہی نقل کر دے اور اپنی طرف سے کسی رائے کا اظہار نہ کرے لیکن اس کے باوجود اگر مقلد مفتی فقط کثرت مطالعہ کی بنیاد پر فتاوی دے گا تو لازماً خطا کرے گا (الا ما شاء اللہ) اس لئے اسے چاہئے کہ لازماً کسی فقیہہ استاد کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہو کر باقاعدہ افتاء کی تربیت حاصل کرے اور فتوی نویسی کی مشق کرے تاکہ غلطی کا امکان معدوم نہیں تو کم از کم ضرور ہو جائے

یاد رہے کہ فتوی لکھنے میں کسی مفتی کی اہلیت کا اعتبار صرف اسی وقت کیا جائے گا جب اس کے صحیح جوابات کی تعداد غیر صحیح جوابات سے زیادہ ہو جائے اگر صورتحال اس کے برعکس ہو تو ایسا شخص فتوی لکھنے کا اہل نہیں ہے اور نہ ہی اسے فتوی لکھنا چاہیے تاکہ طرح طرح کے مفاسد کا دروازہ کھلنے سے پہلے ہی ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے نہایت

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آجکل جو شخص فقہ کی دو چار کتابیں پڑھ لے وہ خود کو مفتی لکھنا اور کہلوانا شروع ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب ایسے نام نہاد مفتی اور نیڈی مجتہد تحقیق کے نام پر دینی مسائل میں غور وخوض کرتے ہیں تو لازماً قلابازیاں کھاتے ہیں جو امت کی رائے کو تقسیم کرنے اور ان میں انتشار پھیلانے کا باعث بنتی ہیں انہیں چاہئے کہ شہرت اور ناموری کے چکر میں اپنی آخرت کو نہ بھولیں علاوہ ازیں ایک مفتی کو چاہیے کہ فتوی لکھتے وقت مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھے اور معامل طرف کا خصوصی لحاظ کرے مرجوح قول پر (سوائے مخصوص حالات کے) فتوی دینے سے گریز کرتا رہے اور ہمیشہ مفتی بہ قول پر فتوی دے مختلف فیہ مسائل کی صورت میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دے اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کا قول نہ ہونے کی صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو بطور دلیل پیش کرے ایک ہی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ اور صاحبین کے مابین اختلاف کی صورت میں دلیل اقوی کا اعتبار کرے جب تک کسی مسئلہ سے متعلق صریح جزئیہ نہ ملے اس وقت تک اس پر فتوی نہ لکھے نیز صریح جزئیہ نہ ملنے پر بطور دلیل نظائر کو پیش نہ کرے البتہ مدار عرف کا اعتبار کرتے ہوئے نصوص شرعیہ کے موافق نظائر پیش کرنے میں حرج نہیں فتوی نہایت سہل انداز میں لکھے تا کہ مستفتی مکمل طور پر اسے سمجھ سکے قرآنی آیات واحادیث اور عربی عبارات کا ترجمہ لازمی لکھے غیر ضروری طوالت ودلائل سے گریز کرے اور سب سے اہم ترین بات یہ کہ زمانے کے نشیب وفراز سے بخوبی آگاہ ہو تا کہ اسے لوگوں کے عرف وتعامل کی خبر ملی رہے شرح عقود رسم المفتی میں ہے کہ علماء نے فرمایا (من جهل با هل زمانه فهو جاهل) یعنی جو شخص اہل زمانہ کے متعلق نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔

فتوی ہمیشہ ایسے علمائے کرام اور مفتیان عظام سے لیں جنہیں فقہ پر عبور اور ملکہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے گرد و پیش کے حالات سے بھی خوب آگاہی ہو لیکن صد افسوس کہ ہمارے زمانے میں ایسے مفتیان کرام کی تعداد چند لمحوں میں انگلیوں پر شمار کی جا سکتی ہے اس لئے ان حالات میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ قابل ترین مفتی صاحبان کے فتاوی جات کو کتابی شکل میں محفوظ کر لیا جائے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے راہنمائی حاصل کریں اور صحیح دینی احکام جان سکیں ورنہ نام نہاد مفتی صاحبان اسلامی احکام کی اصل شکل وصورت مسخ کر کے رکھ دیں گے انہیں خدشات کے پیش نظر اکابرین اہلسنت (رحمہم اللہ عزوجل) کی کتب کو از سر نو طباعت کروا کر بہتر انداز میں پیش کیا جا رہا ہے اس کے علاوہ کئی کتب ایسی بھی ہیں جو بیسوں سال گزر جانے کے باوجود آج تک اشاعت کے مر

حلے میں داخل نہ ہو سکیں عالم اسلام کی عظیم ترین اور کثیر التصانیف شخصیت شیخ القرآن والحدیث فیض ملت فقیہ امت حضرت علامہ مولانا مفتی فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ کے ہزاروں صفحات پر مشتمل فتاوی اویسیہ کا شمار بھی انہیں کتب میں ہوتا چلا آ رہا ہے بقول حضرت فیض ملت مدظلہ العالی یہ شاہکار فتاوی جات آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے الحمد للہ عزوجل ایک طویل انتظار کے بعد اس عظیم مجموعہ فتاوی کی اشاعت کا وقت آن پہنچا ہے فی الحال "صدیقی پبلشرز" کراچی کے تعاون سے فتاوی اویسیہ کی پہلی جلد منظر عام پر لائی گئی ہے جو اعتقادیات پر مبنی ہے فتاوی اویسیہ بلا شک وشبہ ایک گرانقدر اضافہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے یہ وہ انمول خزانہ ہے جس میں آپ ہر قسم کے انمول موتی موجود پائیں گے یہ وہ گلدستہ ہے جو بیک وقت تفسیر، حدیث، فقہ، کلام منطق وفلسفہ اور صرف ونحو جیسے مہکتے پھولوں پر مشتمل ہے جن کی خوشبو دوران مطالعہ قاری وخواص کے لئے یکساں مفید ثابت ہوگا عوام الناس کی سہولت کے پیش نظر نہایت سہل انداز اپنایا گیا ہے غیر ضروری بحث اور طوالت سے قصداً گریز کیا گیا ہے لیکن جہاں ضرورت محسوس کی گئی وہاں دلائل کے انبار لگانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی حضرت فیض ملت مولانا فیض احمد اویسی مدظلہ العالی نے علم فقہ سراج الامت حضرت علامہ مولانا سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا ہے جبکہ افتاء کی تربیت محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا نتیجہ ہے یہ دونوں مبارک ہستیاں ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتی ہیں جبکہ خود حضرت فیض ملت کی ذات مبارکہ محتاج تعارف نہیں ہے مختلف علوم وفنون پر مشتمل آپ کی تصانیف کی طویل فہرست آپ کے علمی مقام ومرتبہ اور جلالت کا منہ بولتا ثبوت ہیں آپ کی ذات یقیناً ہمارے لئے سرمایہ افتخار ہے آپ یادگار سلف ہیں نہایت متقی پرہیزگار نیک خو اور سادہ شخصیت کے حامل ہیں اور سادگی بھی ایسی کہ پہلی ملاقات کا شرف پانے والا حیرت کے سمندر میں ڈوب جائے آپ عالم اسلام کی وہ واحد شخصیت ہیں جنکی تصانیف وتالیف کی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ پہنچ چکی ہے اور یہ سلسلہ ابھی تا حال جاری ہے اللہ عزوجل انہیں نظر بد سے محفوظ فرمائے ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے اور ان سے زیادہ سے زیادہ مسلک اعلیحضرت اہلسنت وجماعت کی خدمت لیتا رہے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر محمد ابوبکر صدیق عطاری

حالات زندگی

تبلیغ دین وہ دینی فریضہ ہے جس کے لیے اللہ رب العزت عزوجل نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل مبعوث فرمائے سب سے آخر میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بن کر تشریف لائے اور یوں نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رشد وہدایت کا یہ سلسلہ بحیثیت ورثاء انبیاء علیہم السلام آپ کی امت کے علماء نے جاری رکھا اور یہی وہ امتیازی وصف ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی وجہ افضلیت ٹھہرا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے

كنتم خيرامة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله.

(پارہ ٤ سورۃ آل عمران آیت ١١٠)

ترجمہ۔ کنز الایمان تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو تم لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ عزوجل پر ایمان رکھتے ہو۔"

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کا حق ادا کرنے میں مصروف عمل ہیں کیونکہ یہ سعادتیں ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتیں بلکہ یہ رب کائنات عزوجل کے فضل رحمت پر منحصر ہے کہ جسے چاہے اس عظیم فریضہ کی خدمت کے لیے منتخب فرمالے۔ امام اعظم وامام ابو یوسف جیسے فقہاء امام بخاری وامام مسلم جیسے محدثین امام غزالی وداتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہم جیسے صوفیاء اعلی حضرت علیہ الرحمۃ الرحمان وامیر اہلسنت دام ظلہ العالی جیسے پیشوا ومقبولان بارگاہ ہیں جنہیں تبلیغ دین کے لیے منتخب فرمایا گیا۔ یہ آسمان رشد وہدایت کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جن کی دینی خدمات سے ایک دنیا مستفید ہوتی چلی آ رہی ہے۔ انہیں میں سے ایک عظیم ہستی عالم اسلام کی معزز ترین شخصیت شیخ التفسیر والحدیث، فقیہ العصر، محقق دوراں، حضور فیض ملت الحاج، ابو الصالح مولانا مفتی فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ کی ہے دنیائے اسلام آپ سے بخوبی واقف ہے آپکی خدمات اسلامیہ مثل آفتاب وماہتاب ہیں جس کی کرنوں اور ضیاء پاشیوں سے ایک عالم منورو مستفید ہو رہا ہے ایسی جلیل القدر اور عظیم ہستیاں کبھی کبھی اور کہیں کہیں ہی پیدا ہوتی ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپکی دینی خدمات اور کارنامے اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کی تفصیل لکھنے کے لئے دفتر درکار ہونگے۔ مختصر طور پر آپ کا تعارف حسب ذیل ہے

اسم گرامی!

ابو الصالح مفتی فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

ابو الصالح، آپ کی کنیت ہے جبکہ اویسی نسبت طریقت ہیں۔ نسبتاً عباسی۔ اور مسلکاً حنفی ہیں والد گرامی کا نام مولانا نور احمد صاحب ہے جو عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ وہ خاندان ہے جو ابتداء ہی سے علم وعمل کا گہوارہ چلا آ رہا ہے جو کہ چیدہ چیدہ خاندانوں ہی کا خاصہ ہے۔

ولادت با سعادت!

حضور فیض ملت ۱۳۵۱ بمطابق ۱۹۳۲ کو ضلع رحیم یار خان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے جسکی پسماندگی کا یہ عالم تھا کہ گرد وپیش کے لوگ اس کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ لیکن حضور فیض ملت کے دم قدم سے اس گاؤں کی شہرت پاکستان بھر میں تو کیا دنیا بھر میں پہنچ کر رہی اس گاؤں کا موجودہ نام حضور فیض ملت نے شہزادہ اعلحضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمان اور اپنے دادا مرحوم مولانا محمد حامد میاں علیہ الرحمہ کی نسبت سے حامد آباد تجویز فرمایا ہے۔ اب یہی نام عوام میں رائج اور مشہور ہو چکا ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ ایک عالم باعمل اور صوفی باصفا کی زبان سے جاری ہوا ہے۔ رب کائنات عزوجل نے اس بابرکت نام کو خلعت مقبولیت سے نوازتے ہوئے زبان خلق پر جاری فرمایا۔

تعلیم وتر تیب اور نسبت طریقت۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ جبکہ حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے کے بعد علوم عربیہ کے حصول پر توجہ فرمائی۔ اس سلسلہ میں مولانا الحاج خورشید احمد صاحب۔ مولانا عبد الکریم صاحب۔ اور سراج الفقہا مولانا احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تلمذ کے مدارج طے فرمائے۔ بعد ازاں دورہ حدیث کیلئے محدث اعظم مولانا سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ دورہ حدیث کے علاوہ آپ نے فتاوی نویسی کی عملی ترتیب بھی یہیں سے حاصل کی۔ سلسلہ ارادت کے اعتبار سے آپ حضرت خواجہ الحاج میاں محمد الدین اویسی مدظلہ العالی سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔ علاوہ

ازیں شہزادہ اعلحضرت مولانا مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کے ذریعے قادری نسبت سے بھی فیضیاب ہوئے۔

دینی خدمات۔

اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے آپکی دینی خدمات کا سلسلہ نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہے تبلیغ دین کا کوئی ایسا پلیٹ فارم نہیں جس پر آپ نے اسلام کے حق میں موثر آواز بلند نہ فرمائی ہو آپ خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں۔علوم عقلیہ ونقلیہ پر خصوصی مہارت حاصل ہے جس طرح آپ سے مستفیض ہونے والے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے اسی طرح آپکی جنبش قلم سے جنم لینے والی تصانیف و تالیفات کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ایک محتاط اندازے کے مطابق آپکی تصنیف کردہ کتب کی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ پہنچ چکی ہے۔دو ہزار سے زائد کتب کا تذکرہ تو علم کے موتی نامی کتاب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔تقریبا کوئی ایسا فن اور کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔جہاں آپ نے عوام الناس کی نفسیات کو ملاحظہ فرماتے ہوئے نہایت مختصر کتب تصنیف فرمائی ہیں وہیں علماء خواص کے لیے۔تفسیر و شروح احادیث کی شکل میں طویل ترین کتب بھی احاطہ تحریم میں لائے ہیں۔آپکی تصنیف کردہ کتب علمی و تحقیقی مواد پر مشتمل انمول خزانہ ہے۔

آپ کی چند اہم کتب حسب ذیل ہیں۔

(۱) تفسیر فیوض الرحمن (۲) فتاوی اویسیہ (۳) التوضیح الکامل شرح مائۃ عامل (۴) شرح حدیث افک
(۵) شرح الیساغوجی (۶) فضل الحی شرح صرف بہائی (۷) رفع الضاد فی مخرج الضاد
(۸) صدائے نووی شرح مثنوی معنوی (۹) حدیۃ السالکین فی توضیح منیۃ الطالبین (۱۰) نعم الحامی شرح جامی
(۱۱) غوث العباد فی ابحاث المیلاد (۱۲) نیل المرام (۱۳) شمائل اویسی (۱۴) مواعظ اویسیہ۔

اس کے علاوہ آپ کی بیشمار کتب ایسی بھی ہیں جن میں آپ نے باطل فرقوں کا علمی و تحقیقی اعتبار سے نہایت مدلل انداز میں رد فرمایا ہے بالآخر آپ کے قلم کے کی مار بدمذہبوں کی شکست فاش کا سبب بنی

تیری زد میں اگر ظالم کی گردن آنہیں سکتی!
قلم کی تیلیوں سے پھونک دے اس کے نشیمن کو

حضور فیض ملت کا عشق رسول اللہ

حضرت والا ایک بلند پایہ اور متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت متقی و پرہیزگار اور عشق حقیقی کے نشہ میں مخمور ایک ایسے عاشق رسول ﷺ بھی ہیں آپ جو ہر وقت مدینے کی یادوں میں کھوئے رہتے ہیں۔آپ کو مدینے سے والہانہ عشق ہے جس کی جھلک آپ کی گفتگو اور تحریر دونوں میں واضح طور نظر آتی ہے مدینے کی یاد انہیں اکثر و بیشتر تڑپاتی رہتی ہے آتش عشق جب ذرا جوش پکڑتی ہے تو فورا در محبوب ﷺ پر حاضری کے لئے پہنچ جاتے ہیں سرکار ﷺ کے خصوصی کرم کے بطفیل بیسیوں مرتبہ مدینے پاک کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں آپکی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ خود کو مدینے کا بھکاری لکھنا پسند فرماتے ہیں۔بارگاہ رسالت میں حاضری کے وقت خوشی سے آنسو رواں ہونے کے ساتھ ساتھ زبان حال سے یوں پکار رہے ہوتے ہیں۔

مرادیں مل رہی ہیں شاد شادان کا سوالی ہے
لبوں پر التجا ہے ہاتھ میں روضہ کی جالی ہے
فقیر و بے نواؤ اپنی اپنی جھولیاں بھر لو
کہ باڑا بٹ رہا ہے فیض پر سرکار عالی ہے
خدا شاھد کہ روز حشر کا کھٹکا نہیں رہتا
مجھے جب یاد آتا ہے کہ میرا کون والی ہے

تفقہ فی الدین.

آپکو تفسیر و حدیث کے علاوہ فقہ پر بھی مکمل عبور حاصل ہے جس کا ثبوت آٹھ ضخیم جلدوں میں ہزاروں صفحات پر مشتمل آپ کے فتاوی جات ہیں جو فتاوی اویسیہ کے نام سے موسوم ہیں یہ مجموعہ فتاوی علمی و تحقیقی مواد پر مشتمل بحر بیکراں ہے۔جو قسم قسم کے انمول موتیوں سے مالا مال ہے۔اللہ تعالی نے آپکو خصوصی علوم سے بہرہ مند فرمایا ہے۔ایک ہی مسئلہ پر دلائل کے انبار لگاتے چلے جانا آپکی علمیت و قابلیت اور مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ایک جوش . ایک ولولہ :

آپ اگرچہ بڑھاپے کی عمر میں داخل ہو چکے ہیں لیکن آپ کا انداز تقریر و تحریر اب بھی جوان ہے۔کیونکہ ہر موضوع سخن پر آپ کی گرفت نہایت مضبوط ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریروں سے ایک جوش اور ایک ولولہ

حاصل ہوتا ہے۔آپ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے اپنی تحریروں میں اس امت کے نوجوانوں کی ڈھارس بندھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔انہیں ظلمت کی اندھیر نگری میں عظمت و سربلندی کے روشن مینار کھڑے کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالی حضور فیض ملت کو صحت و تندرستی سے نوازے تاکہ امت مسلمہ ان کے فیض سے فیضیاب ہوتی رہے۔بدمذہبوں کی طرف سے رکاوٹوں کا سلسلہ حسب سابق کسی نہ کسی شکل میں جاری رہتا ہے۔اللہ تعالی ان کے عزائم خاک میں ملائے اور قبلہ حضور فیض ملت مولانا مفتی فیض احمد اویسی دامت برکاتھم العالیہ کی حفاظت فرمائے۔ہمارا ایمان ہے کہ جب تک خالق کائنات عزوجل نہ چاہے اس وقت تک کوئی کسی کو کوئی نقصان یا فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ۔

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

(مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی)

نوٹ:ہماری تمام قارئین سے گزارش ہے کہ فتاوی اویسیہ کی اس جلد میں کسی قسم کی کوئی بھی غلطی ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں۔انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصیح کر دی جائے گی۔

آپکی دعاؤں کے طلب گار
جملہ اراکین صدیقی پبلشرز کراچی

نذرانہ عقیدت

م - منارۂ نور فیض احمد اویسی
ح - حبل المتین فیض احمد اویسی
م - مہربان تجھ پر رسول خدا ہیں
د - دلیل مبین فیض احمد اویسی
ف - فضلیت میں فاضل طریقت میں کامل
ی - یہ منصب تیرا فیض احمد فیض احمد اویسی
ض - ضیاء امام بو حنیفہ او رشمع
ا - احمد رضا فیض احمد اویسی
ح - حکمت کا منبع تحریر کا شہ
م - منبر غوث فیض احمد اویسی
د - درخشاں علوم کے مخزن تمہی ہو
ا - انعام خدا فیض احمد اویسی
و - وحید العصر اور سرمایہ دیں
ی - ید طولی تو فیض احمد اویسی
س - سر حشر تشنہ نگاہیں جو ڈھونڈیں
ی - یہ احقر نوید فیض احمد اویسی

(محمد جعفر نوید اویسی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

فقیر نے فتاوی نویسی کا فن اپنے بزرگوں سے سیکھا سن ۱۹۵۰ میں درس نظامی کی آخری کتابیں سراج الفقہاء علامہ مفتی سراج احمد صاحب مکھن بیلوی ثم خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پڑھ رہا تھا اسی دوران آپ کے فتاوی کے طریقہ کار کو نہ صرف دیکھا بلکہ انکی نوازشات سے بہرہ ور ہوتا رہا آپ نے علم المیراث بھی فقیر کو اپنی جدید تحقیق کے مطابق پڑھایا اور بار بار پڑھایا اور ساتھ ہی مسائل کے استخراج کا طریقہ بھی سمجھایا (الحمد للہ علی ذلک)

حضرت سراج الفقہاء مفتی سراج احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کا لوہا غیر بھی مانتے ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی فقاہت کے بعد اہلسنت کے محققین علماء و مشائخ نے آپ کی فقاہت کو تسلیم فرمایا۔ اگرچہ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی بالمشافہ زیارت سے مشرف نہ ہو سکے لیکن آپ کے فیوضات علمی سے غائبانہ مستفیض ہوتے رہے بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے آپ کے ایک دقیق سوال کی تحقیق لکھ کر بھیجی تو اس وقت سے غیروں سے منہ موڑ کر پکے سنی بن گئے اس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ الدرة البیضاء فی فقه احمد رضا (مطبوعہ) میں لکھی ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عشق میں بریلی شریف بھی حاضر ہوئے لیکن حضور امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کا وصال ہو چکا تھا اور حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف سے کہیں دور باہر تشریف لے گئے تھے فقیہ اعظم صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ خود فرماتے ہیں اس وقت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ محدث اعظم پاکستان صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں زیر تعلیم تھے۔ انہوں نے ہماری خوب خدمت کی۔ بہرحال ایسے فقیہ اعظم سے فقیر نے فتوی نویسی کی سمجھ بوجھ پائی۔ پھر ۱۹۵۱ء میں فقیر محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دورۂ حدیث شریف کے لئے حاضر ہوا تو دوران تعلیم آپ کے فتاوی لکھنا اور ان کا نقل کرنا فقیر کے ذمہ تھا۔ الحمد للہ آپ کے فیوض و برکات سے بھی ایک عرصہ تک بہرہ ور ہوتا رہا۔ یہ فقیر کی خوش بختی ہے کہ آپ نے بذریعہ مولانا

علامہ محمد معین الدین الشافعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اس وقت آپ کے دست راست تھے اور جامعہ رضویہ کے امور کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی۔ سے فرمایا کہ اویسی ایک سال یہاں گزارے تاکہ مزید فیوض و برکات سے نوازا جائے لیکن افسوس کہ فقیر اتنا عرصہ گزارنے سے معذور تھا کہ والدین (رحمہما اللہ) بڑھاپے کی آخری منزل میں تھے اور فقیر کی خدمات کے ضرورت مند تھے اس لئے معذرت کر لی اور آپ نے خاطر قبول فرما کر نیک دعاؤں سے اجازت بخشی اور اپنی نیک دعاؤں سے دار العلوم کے قیام کا اشارہ فرمایا فقیر نے والدین کے بڑھاپے کی وجہ سے مجبوراً دیہات حامد آباد ضلع رحیم یار خان میں ۱۹۵۲ء میں دار العلوم منبع الفیوض کا اجراء کر دیا فقیر کی تعلیم و تدریس کے اثرات دور دور تک پھیلے اور ساتھ ہی فتاوی نویسی کا سلسلہ بھی جاری رہا جو تا حال جاری ہے اس کی اشاعت جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اہلسنت کے اہل ثروت کا حال زبوں ہے اور اہلسنت کے غرباء و مساکین اپنی استطاعت پر اشاعتی امور میں فقیر کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ الحمد للہ عزوجل فقیر کی تین ہزار تصانیف سے صرف آٹھ سو تصانیف (تفسیر فیوض الرحمن، ۳۰) جلد و شرح حدائق بخشش (۲۵) جلدوں میں سے فی الحال (۱۴) جلدیں شائع ہو چکی ہیں (۱۱) جلدیں شائع ہونی ہیں) اس کے علاوہ چھوٹے بڑے رسائل و کتب شائع ہو چکے ہیں ان کی اشاعت میں امیر کارواں قافلہ حاجی احمد صاحب اور حاجی محمد اسلم اور حضرت علامہ سید حمزہ علی قادری سلمہم اللہ اور بین الاقوامی مشہور نعت خواں الحاج محمد اویس رضا قادری کراچی باب المدینہ پاکستان کا زیادہ حصہ ہے۔ ان کے ساتھ میانوالی میں پیر طریقت سید محمد منصور اویسی قادری نے بھی اپنی استطاعت پر چند رسائل شائع کئے ہیں فتاوی اویسیہ کی آٹھ ضخیم جلدیں اشاعت کی منتظر تھیں اللہ بھلا کرے اراکین صدیقی پبلشرز کراچی کا کہ انہوں نے اس کی اشاعت کی حامی بھری ہے۔ فی الحال پہلی جلد ان کے سپرد کر رہا ہوں اللہ سے دعاء ہے کہ مولیٰ عزوجل بطفیل حبیب اکرم ﷺ و بوسیلہ حضور غوث اعظم سید الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ان کی غیبی مدد فرمائے تاکہ یہ کام احسن طریقہ سے پایہ تکمیل تک پہنچ سکے اور (مکمل فتاوی) فقیر اپنی زندگی میں ان کی اشاعت پر اہل اسلام کو اس سے استفادہ کرتے ہوئے آنکھوں سے دیکھ سکے آمین بجاہ حبیبہ الکریم الرءوف الرحیم الامین صلی اللہ علیہ سلم و آلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ و علماء امتہ اجمعین۔ مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ بہاولپور پاکستان المحرم الحرام شریف ۱۴۲۵ھ بروز جمعرات قبل صلوۃ العصر۔

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب العقائد

مسئلہ: ﴿۱﴾:

شان باری تعالیٰ میں جمع کا صیغہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ مثلاً یوں کہنا خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سائل نور بخش پکالاڑاں

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شان باری تعالیٰ میں جمع کا صیغہ استعمال کرنا جائز تو ہے مگر بہتر یہ ہے کہ واحد کا صیغہ استعمال کیا جائے تاکہ توحید پر دال ہو تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ ''اللہ تعالیٰ کے لئے صیغہ جمع اللہ تعالیٰ تو یا آپ؟ کہنا کیسا'' کا مطالعہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۱۳ رجب

مسئلہ: ﴿۲﴾: اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا کیسا ہے؟

سائل نذیر احمد صاحب خانپور کٹورہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

نامناسب ہے کیونکہ ہمارے عرف میں میاں کہیں باپ کو اور کہیں شوہر کو کہا جاتا ہے اور عرف شرع پر غلبہ رکھتا ہے چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر مستقل ایک کتاب بنام ''نشر العرف'' لکھی ہے بنابریں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال نہیں کرنا چاہئے اگرچہ عوام ان دونوں معنوں میں ''اللہ میاں'' نہ کہیں لیکن تاہم عرف کے خلاف ہے اسی لئے ایسے لفظ سے احتراز لازم ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۱۴ شعبان ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: ﴿۳﴾

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یخد عون اللہ والذین امنوا۔ ترجمہ فریب دیا چاہتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو (پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۹) اس میں خادع باب مفاعلہ ہے اور باب مفاعلہ کا تقاضا ہے

کہ دھوکہ جانبین سے ہو۔ یہ مانا کہ منافقین دھوکہ کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ معنی لینا کفر ہے۔

سائل محمد بخش رحیم یارخان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مفسرین نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں (۱) یہاں تجرید ہے یعنی باب مفاعلہ کو مجرد معنے میں لیا گیا ہے جیسے ''عاقبت اللص'' یعنی میں نے چور کو سزا دی اس میں ''عاقبت'' واحد متکلم کا صیغہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ چور کو متکلم نے سزا دی لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ چور نے بھی متکلم کو سزا دی۔ اور تجرید کی بحث علم معانی میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ (۲) یہاں پر مضاف محذوف ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل تفاسیر میں اس کی تصریح ہے (۱) خازن میں مذکورہ بالا سوال کیا پھر اس کا جواب بھی لکھا۔ چنانچہ صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:

فان قلت کیف یخادعون اللہ فہو یعلم الضمائر والسرائر فمخادعۃ اللہ ممتنعۃ ؟قلت: ان اللہ ذکر نفسہ و اراد بہ رسول اللہ ﷺ و ذالک تفخیم لامرہ و تعظیم لشانہ و قیل اراد بہ المؤمنین فکانہم خادعوا اللہ و ذالک انہم ظنوا ان النبی ﷺ والمؤمنین لم یعلموا احوالہم ۔(۲) تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے: بل المراد اما مخادعۃ رسولہ ﷺ علی حذف المضاف او علی أن معاملۃ الرسول ﷺ معاملۃ اللہ من حیث انہ خلیفتہ کما قال تعالیٰ ﴿من یطع الرسول فقد اطاع اللہ﴾

(پارہ ٥ سورۃ النساء آیت ۸۰)

﴿ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ﴾

(پارہ ۲٦ سورۃ الفتح آیت ۱۰) الخ (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۷)

(۳) تفسیر مدارک میں ہے:

یخادعون اللہ ای رسول اللہ فحذف المضاف کقولہ ﴿واسئل القریۃ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۸۲) کذا قال أبو علی رحمہ اللہ وغیرہ أی یظہرون غیر ما فی أنفسہم .فالخداع اظہار غیر ما فی النفس، و قد رفع اللہ منزلۃ النبی ﷺ حیث جعل

خداعہ خداعہ و ہو کقولہ: ﴿ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم﴾ (سورۃ الفتح آیت ۱۰) (تفسیر المدارک ج ۱ ص ۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿٤﴾:

بعض لوگ اللہ میاں کہتے اور لکھتے ہیں۔ ان میں بعض مولوی بھی ہیں جبکہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ممنوع اور معیوب لکھا ہے اس سلسلے میں حق کیا ہے؟

سائل دین محمد لاہور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت مولانا اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے جو تحریر فرمایا ہے وہی حق ہے یعنی یہ کہ اسم جلالت (اسم اللہ) کے ساتھ میاں (اللہ میاں) مکتوب ہو یہ ممنوع ومعیوب ہے۔ (احکام شریعت)

﴿**اضافہ اویسی غفرلہ**﴾ احکام شرعیہ کا دارومدار عرف پر ہے عرف کو اتنی فوقیت ہے کہ لغت اصلیہ کو ترک کر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اصول فقہ کی ہر کتاب مثلاً اصول الشاشی، نور الانوار وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گا،، اس سے مراد ہوتی ہے کہ تیرے گھر نہ آؤں گا۔ یہ عرف ہے اور یہ اتنا غالب ہے کہ اگر کوئی کسی کے گھر سے باہر کھڑے ہو کر پاؤں اس کے گھر میں رکھ دے حانث نہ ہوگا حالانکہ لغوی معنی پر حانث ہو جانا چاہئے لیکن نہیں ہوتا اس لئے کہ لغوی معنی پر عرفی معنی کو غلبہ حاصل ہے ہاں اگر کوئی اس کے گھر میں گھوڑے، جیپ، کار وغیرہ پر سوار ہو کر داخل ہو تو حانث ہو جائے گا اگرچہ گھر میں قدم نہیں رکھا تو ثابت ہوا کہ شرعاً عرفی معنی کا غلبہ ہے۔ اب لفظ میاں کا عرف دیکھئے۔ یہ لفظ کبھی بیوی کیلئے اس کے شوہر پر بولتے ہیں مثلاً کسی عورت سے پوچھا جاتا ہے کہ میاں کا کیا حال ہے؟ تو اس سے اس کا شوہر مراد ہوتا ہے کبھی خود عورت بھی کہتی ہے کہ میرے میاں یہ کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یونہی ہمارے بعض علاقوں میں اس کا اطلاق والد اور معزز شخصیت پر ہوتا ہے اور یہ اطلاق بہت مشہور بھی ہے کہ بعض میاں

صاحبان صاحب اقتدار بھی رہے ہیں وزارت عظمیٰ تک بھی پہنچے۔ بعض علاقوں میں اس کا اطلاق بے زور اور کمزور آدمی پر بھی ہوتا ہے مثلاً کوئی اپنے سے کسی غالب آدمی سے کام نہیں نکلوا سکتا تو لوگ کہتے ہیں کہ وہ تو میاں آدمی ہے وہ بیچارہ کیا کرسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب ثابت ہوا کہ میاں کا اطلاق عرف عام میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ہوتا ہے اس لئے اسکا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ لاشعوری میں کبھی نوبت کفر تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ علاوہ ازیں فقہاء کرام کا قاعدہ ہے کہ جو لفظ مخلوق کے لئے مستعمل ہوا سے اللہ تعالیٰ پر استعمال کرنا کفر ہے۔ مثلاً حاضر و ناظر کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لئے بعض فقہاء کرام کے نزدیک کفر ہے۔ اس لئے کہ حاضر الحضور سے ہے بمعنی کسی جگہ پر مقیم اور ناظر النظر سے ہے بمعنی آنکھ سے دیکھنا یہ دونوں باتیں مخلوق کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ ان اوصاف سے پاک ہے۔ بعض فقہاء نے تاویلاً ان کا اطلاق جائز رکھا ہے چنانچہ رد المحتار (شامی) میں ہے کہ "اگر حاضر و ناظر اپنے معنی میں ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا کفر ہے اگر بتاویل مستعمل ہو تو جائز ہے۔" اسکی مزید تفصیل فقیر کی تصنیف"

تسکین الخواطر فی تحقیق الحاضر و الناظر

(مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور) میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۵﴾:

کیا کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یا نہیں؟

سائل اکبر حامد آباد ضلع رحیم یار خان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس کا جواب مخالفین کے معتمد علیہ مولانا عبدالحئی لکھنوی نے اس طرح کا سوال کر کے لکھا (الجواب)

واجب تعالیٰ بر پیدا کردن شریک خود قادر نیست همه جمله متکلمین تصریح ایں امر میازند که حلت مقدوریت امکان است پس شریک الباری نه ممتنع است مقدور نخواهد شد و

نیز شریک الباری ممتنع است بالاجماع و قدرت الٰہی بر ممتنع نیست امام فخر الدین رازی و علامه تفتازانی نویسند

لا شی من الواجب والممتنع بمقدور له تعالیٰ لزوال امکان الترک فی الاول والفعل فی الثانی انتهی

و ملا علی قاری در شرح فقه اکبر تحریر می کند

قد قیل کل عام یخص کما خص قوله تعالیٰ ان اللّٰه علی کل شیء قدیر بما شاء ه یخرج ذاته و صفاته و مالم یشاء من مخلوقاته و ما یکون من المحال وقوعه فی کائناته والحاصل ان کل شیء تعلقت به مشیته تعلقت به قدرته والا فلا یقال هو قادر علی المحال لعدم وقوعه ولزوم کذبه انتهی.

و علامه کمال ابن ابی شریف تلمیذ صاحب فتح القدیر در شرح رساله حاشیة تصنیف استاذ خودی نویسند.

متعلق العلم اعم من متعلق القدرة فان العلم یتعلق بالواجب والممکن والممتنع والقدرة انما تتعلق بالممکن دون الواجب انتهی.

اگر در قلب اختلاج این

امر شیٔ که عدم قدرت واجب تعالیٰ بر شریک الباری مستلزم عجزاللّٰه و هو المستلزم للنقص۔

در د مان آں گفته آید که عدم قدر بر امریکه لائق تعلق حادث نباشد نقص نیست بلکه عین کما لست در کتب کلام و فقه صریح است عبد الغنی نابلسی در مطالب و قیه می آرند

قال المحققون المراد بالممکن مالا یجب وجوده ولا عدمه لذاته فدخل ما لا یتصور من الممکنات لا لذاته بل لغیره کممکن تعلق علم اللّٰه تعالیٰ لعدم و قوعه کایمان ابی جهل و وقع لابن حزم ما هو بیّن البطلان حیث قال انه تعالیٰ قادر علی ان یتخذ ولداً

لو لم یقدر علیه لکان عجزاً و قد نقله بعض الاغبیاء من المبتدع فانظر الی اختلال هذا المبتدع.

معلوم ہوا! کہ اس مسئلہ میں اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ کلام الٰہی میں وجود کذب (جھوٹ) محال بالذات ہے خواہ کلام نفسی ہو یا لفظی لیکن نام نہاد علماء وہابیہ نے اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کی طرف ایسے مکروہ عیب کو منسوب کیا۔ جس کا تصور بھی مسلمانوں کے واسطے تنزل ایمان کا باعث ہے۔ چنانچہ بعض لوگ تو صرف امکان کذب ہی کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن بعض وقوع کے بھی قائل ہیں مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی جن کا دستخطی ومہری فتویٰ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ کے کتب خانہ میں اب تک موجود ہے اور اس کے فوٹو اکثر علماء اہلسنت کے پاس محفوظ ہیں۔ اسے کتاب "دیوبندی مذہب" میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ وقوع کذب باری تعالیٰ کا قول تو بالاتفاق فریق مخالف موجودہ بھی مردود ہے خواہ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کا ہو یا کسی اور کا البتہ "امکان" میں جھگڑا ہے یعنی کیا خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے یا محال، ہم اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا اس سے قطعی پاک ہے مگر وہابیہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے (فتاوی رشیدیہ، جہد المقل، براھین قاطعہ، یکروزہ وغیرہ) جس کی تمام عبارت بلا کم و کاست ہم نے اپنے رسالہ "دیوبندی بریلوی فرق" میں درج کردی ہے۔ قبل اس کے کہ میں اپنے اکابر کے بتائے ہوئے دلائل پیش کروں سلف صالحین رحمھم اللہ تعالیٰ کے اقوال و آراء پیش کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اسلاف رحمھم اللہ تعالیٰ کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔

(۱) قاضی بیضاوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ﴿و من اصدق من اللہ حدیثا﴾

(پارہ ۵ آیت ۸۷ سورۃ النساء) **انکار ان تکون احداکثر صدقا منه فانه لا یتطرق الکذب الی** خبرہ بوجه لانه نقص و هو علی اللّٰه تعالیٰ محال.

(**ترجمہ**) اور کون زیادہ سچا ہے اللہ سے بات میں۔ اس بات کی نفی ہے کہ کوئی ایک خدا تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو کیونکہ جھوٹ کسی طرح خدا کی خبر کی طرف راہ نہیں پاتا۔ کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور وہ خدا کیلئے محال ہے

(محشی)

(۲) امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں

(المسئلة السادسة) قوله ﴿و من اصدق من الله حدیثا﴾

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ بات میں سچا ہے (پارہ ۵ آیت ۸۷ سورۃ النساء)

استفهام علی سبیل الانکار والمقصود منه بیان انه یجب کونه تعالی صادقا و ان الکذب و الخلف فی قوله محال و اما المعتزلة فقد بنوا ذلک علی اصلهم و اما اصحابنا فدلیلهم الخ

(**ترجمہ**) چھٹا مسئلہ اللہ تعالیٰ کا قول ومن اصدق الایة بیان ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا واجب ہے اور کذب اور خلف اللہ تعالیٰ کے قول میں محال ہے۔ لیکن معتزلہ پس انہوں نے اس کو اپنے اصول پر قائم کیا ہے اور ہمارے اصحاب پس ان کی یہ دلیل ہے آخر تک۔ وہ یہ ہے کہ چیز کا حسن و قبح عقلی اور ذاتی ہے نیز یہ کہ مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دینا خدا پر واجب ہے۔ ان اصول کو "تاریخ المعتزلہ" ترجمہ سید رئیس احمد جعفری میں دیکھئے۔۱۲ اویسی غفرلہ

امکان کذب کا قول کفر ہے: (۱) اور وہی فخر العلماء اسی تفسیر مذکور میں فرماتے ہیں:

فقد جوزو الکذب هذا خطأ عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا فان العقلاء اجمعوا علی انه تعالی منزه عن الکذب انتهی.

(**ترجمہ**) پس بے شک انہوں نے کذب کو جائز کہا اور یہ بہت بڑی خطا ہے بلکہ قریب بہ کفر ہے اس لئے کہ عقلاء نے اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کذب سے منزہ ہے۔

(۳) تفسیر خازن میں ہے ﴿و من اصدق من اللہ حدیثا﴾ (سورۃ النساء آیت ۸۷ پارہ ۵)

ای لا احد اصدق من الله تعالی فانه لا یخلف المیعاد و لایجوز علیه الکذب انتهی.

(**ترجمہ**) اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے از روئے کلام کے یعنی نہیں ہے کوئی زیادہ سچا اللہ تعالیٰ سے اس لئے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا اور نہ اس پر کذب جائز ہے۔

(۵) (تفسیر روح المعانی جلد ۷ ص ۱۰۶) میں لکھتے ہیں:

الاول انه نقص والنقص ممنوع اجماعا والثانی انه لو اتصف بالکذب سبحانه

لکان کذبہ قدیما اذ لا یقوم الحادث بذاتہ تعالیٰ فیلزم ان یمتنع علیہ الصدق فان ما ثبت قدمہ استحال عدمہ ([illegible])

(**ترجمہ**) اس لئے کہ جھوٹ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے لئے ممنوع ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ جھوٹ سے متصف ہو سکتا ہو (اس سے پاک ہے) تو اس کا کذب قدیم ہوگا کیونکہ حوادث کا قیام خدا کے ساتھ محال ہے۔ تو لازم آئے گا کہ اس کا صدق محال ہو کیونکہ جس کا قدیم ہونا ثابت ہے اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ اس طرح اس کا جھوٹ قدیم و مستحیل العدم ہوگا۔ یعنی کذب کا وجوب و لازمیت صدق کے استحالہ و انعدام کے بغیر ممکن نہیں تحقیقا لمعنی التضاد اور استحالہ صدق باطل بلکہ یہی صدق واجب ہے لہذا امکان کذب منتفی ہو گیا کیونکہ نقص بالاتفاق محال ہے لہذا کذب کا امکان بھی محال ہوا کیونکہ خدا پر نقص بالاتفاق محال ہے
عقلیات مخالفین یہ مانتے ہیں کہ کلام لفظی کلام نفسی کا مجاز ہے یعنی کلام نفسی کو کلام لفظی سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم متقدمین کے بیان کر چکے ہیں و معلوم ہے اگر بقول مخالفین کذب (جھوٹ) کلام لفظی میں ممکن مانا جائے تو کلام نفسی میں بھی ماننا پڑے گا اس لئے کہ کلام لفظی ان کلام نفسی کا آئینہ ہے جو کچھ اس میں ہے آئینہ میں بھی وہی ظاہر ہوگا اور کلام نفسی میں کذب کا وقوع کسی احمق کے ذہن میں آ سکتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کلام نفسی میں کذب کہاں جبکہ مخالفین مانتے ہیں کہ کذب ممکن حادث مخلوق ہے اور کلام نفسی قدیم غیر مخلوق ہے چنانچہ معتزلہ سے عرصہ دراز تک یہی جھگڑا رہا اس لئے تو ہم اول سے یہی کہتے ہیں کہ یہی وہابی دیوبندی وہی پرانے شکاری (معتزلی) ہیں ایجاد کے جال نئے ہیں۔ یہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت قدیم یعنی واجب الابدیہ مستحیل الزوال ہے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ کذب حادث اور مخلوق ہے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ حوادث کا خدا تعالیٰ سے قیام محال ہے۔ چنانچہ (شرح مقاصد [illegible]) میں ہے:

یمتنع قیام الحوادث بذاتہ تعالیٰ

(**ترجمہ**) ذات باری تعالیٰ سے حوادث کا قیام محال ہے اسی طرح (مسامرہ ج ۱ ص ۸۲) میں ہے اور ان کے علاوہ علم کلام کی کتابوں میں اسی طرح موجود ہے۔ اور مخالفین یہ بھی مانتے ہیں کہ جو قدیم ہو اس کا عدم محال ہے چنانچہ (مسامرہ جلد ۱ ص ۹۶) میں ہے و ما ثبت قدمہ استحال عدمہ ان تمام معاملات کو سامنے رکھ کر اب مخالفین سے پوچھا جائے کہ کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ممکن ہے تو وہ اس

کی صفت ہوگی کیونکہ ہر فعل اگر چہ امکانی ہو وہ فاعل کی صفت ٹھہرتا ہے اس بناء پر اللہ تعالیٰ کی ذات کو کذب سے موصوف کرنے پر اس کی قدامت ماننا لازمی ہوگا اور اس کی تمام صفات قدیم ہیں حالانکہ کذب کو مخالفین بھی حادث اور مخلوق مانتے ہیں اور پھر یہ بھی مان چکے ہیں کہ حوادث کا ذات باری تعالیٰ سے قیام محال ہے۔ نتیجہ نکلا کہ ذات باری تعالیٰ کے لئے کذب تحت قدرت نہ ماننا لازمی اور ضروری ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ۶

موحد کسے کہتے ہیں اور اس کے کیا معنی ہیں؟

سائل حسن نواز تلہ گنگ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

موحد وہ انسان ہے جو خداوند کریم کی ذات لایزال کو واحد لاشریک و قدیم دل سے یقین کرے اور زبان سے بھی اقرار کرے اور اس کے احکام ادا کرنے میں رائی بھر دل و آنکھ ادھر ادھر نہ ہو اور ہر ایک امر میں اسی پر بھروسہ کرے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک و صاف ہو چنانچہ کتاب مجالس الابرار میں مذکور ہے

و لیس المراد بالموحد من یقول بلسانہ لا الہ الا اللہ فقط و کمال التوحید الاستقامۃ علی فعل المامورات و ترک المنہیات الخ و بترک الذنوب والسیئات و یجتنب صغیرھا و کبیرھا و قلیلھا و کثیرھا و ھذا ھو الایمان الحقیقی و التوحید الیقینی

(کتاب مجالس الابرار ص ۶۹۴)

(**ترجمہ**) یعنی موحد اس کو نہیں کہتے جو صرف زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ دے بلکہ کمال توحید یہ ہے کہ احکام شریعت کی پابندی اور ممنوعات سے کنارہ کشی اختیار کرے اور چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے اور اسی کا نام توحید الیقین اور ایمان یقینی ہے۔ لیکن اسلام میں محبوب لفظ مسلم و مومن ہے اس لئے خود

کو موحد کہلوانا بدعت ہے بالخصوص آج کل وہابیوں کا شعار ہے فلہذا خود پر اس اطلاق سے بچے بلکہ یہ اطلاق معتزلہ نے اپنی خصوصیت و امتیاز کے لئے اختیار کر رکھا ہے اور ہمارے دور میں نجدی وہابی اپنے لئے اتنا غلو کرتے ہیں کہ اپنی بعض چیزوں کے نام توحید پر رکھتے ہیں مثلاً کہتے ہیں توحید یہ مسجد وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ بدعت وہابیہ ہے۔ اسی لئے وہی قدیم نام مسلمان اور اسلام بہتر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ

مسئلہ ۷

(۱) کیا خدا تعالیٰ کا وجود ہے؟ یعنی ہاتھ پاؤں ناک وغیرہ (۲) خدا پر شخص کا لفظ بولنا جائز ہے کہ نہیں؟ شاہ رفیع الدین کی مترجم حمائل شریف میں بعض جگہ خدا پر یہ لفظ بولا گیا ہے۔

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) خدا تعالیٰ کا وجود یقینا ہے مگر ہاتھ پاؤں ناک وغیرہ سے اس کی ذات منزہ و پاک ہے۔

(۲) لغت کی کئی کتابیں دیکھی گئی ہیں مگر کوئی ایسا معنی نہیں ملا جس معنی میں یہ لفظ خدا پر بولا جا سکے۔ ممکن ہے کوئی ایسا معنی ہو لیکن بہتر ہے کہ لفظ شخص اللہ تعالیٰ پر استعمال نہ کیا جائے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ مورخہ ۳ رجب ۱۳۸۸

مسئلہ ۸

گرامی قدر حضرت مولانا صاحب مدظلہ العالی!

السلام علیکم۔ برائے کرم مندرجہ ذیل مسائل و معلومات پر قرآن و سنت کی روشنی میں مختصر مگر آسان تر الفاظ میں مفاد عامہ کے پیش نظر جو عنقریب شائع کر کے انشاء اللہ مسلمانوں تک بذریعہ رسالہ شمع ہدایت مفت پہنچانے کی کوشش کی جائے گی فتویٰ صادر فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دیگا یہ خیال رکھیں کہ عورتوں اور بچوں کو آسانی سے سمجھ آ سکے۔

(۱) اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ و قرآن مجید کے متعلق سمجھائیں کہ ایک ایسا آدمی جس نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنے وہ یہ سمجھ سکے کہ اللہ تعالیٰ کیا چیز ہے اور حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید کیا ہیں؟

(۲) ایمان، کفر، اسلام اور مسلمان کی کیا کیا تعریف ہے؟

(۳) نماز کس چیز کا نام ہے خدا عزوجل و حبیب خدا ﷺ کو کس قدر پیاری ہے؟

(۴) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی صرف خدا کے رسول ہیں یا ان سے قبل بھی کوئی رسول اور نبی دنیا میں آئے؟ تقریباً کتنے؟ قرآن مجید میں کن رسولوں اور انبیاء کا ذکر ہے؟ آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی رسول دنیا میں آئے گا؟

(۵) اس دنیا کا خاتمہ بھی ہوگا یا نہیں اور اس کے بعد کون سا دن اور زمانہ آئے گا؟ اس دن اور زمانہ میں خدا عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم ماننے والے یعنی اسلام پر ست کیسے ہوں گے؟ اور جو خدا عزوجل یا رسول ﷺ یا ان کے احکام کو نہ ماننے والے ہوں گے ان کا کیا حشر ہوگا؟

(۶) کیا مسلمان ہونے کیلئے کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اور مسلمان ہونے کے بعد کون سے خصوصی احکام ہیں جن کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا انسان کے زندہ رہنے کیلئے ہوا، پانی اور غذا؟

(۷) علاوہ حیض و نفاس اور بے ہوشی کے کیا زندگی میں (وقت بلوغ سے مرنے تک) کسی وقت کی نماز معاف بھی ہے؟ مسلمان اور کافر کے درمیان ظاہری فرق کا کس عمل سے پتہ چلتا ہے؟

برائے کرم صفحہ کے دونوں اطراف میں لکھیں اور حتی الوسع مختصر ہوں۔

سائل احقر العباد عبدالجلیل عفی عنہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مکرمی جناب صوفی صاحب سلمہ الکریم

سلام مسنون گرامی نامہ تشریف لایا بے حد مصروفیتوں کے باوجود آپ کے سوالات کے جواب حاضر ہیں۔

(۱) **اللہ تعالیٰ** واجب الوجود ہے یعنی وہ ایسی ہستی ہے جو قدیم ہے جس کی ابتداء ہے نہ انتہا، ہماری عقول و ادراک سے وراء الوراء ہے تمام کائنات کا خالق ہے ہر ایک شئی اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں مزید تفصیل بہار شریعت حصہ اول میں دیکھیں۔

رسول علیہم السلام : اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری مخلوق انسان کیلئے اپنے رسول بھیجے منجملہ ان میں حضرت محمد ﷺ بھی ہیں جو بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے کے لئے تشریف لائے۔ اب قیامت تک ان کی تعلیم جاری رہے گی آپ کے بعد کسی دوسرے رسول کی ضرورت نہیں رہی اس لئے کہ آپ کی تعلیم جامع ہے مزید تفصیل بہار شریعت میں دیکھیں۔

قرآن : قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے اپنے بندوں کی رہبری کیلئے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمایا اس میں وہ قواعد و ضوابط درج ہیں جن پر عمل کرنے سے بندہ اپنے مولیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) **ایمان و اسلام و کفر** : ایمان و اسلام ایک ہی شے ہیں شریعت میں اس کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معبود برحق اور حضور نبی کریم ﷺ کو سچا رسول ، مان کر زبان سے اس کا اقرار اور دل میں اس کی تصدیق کرنا۔ کفر اس کے برعکس کا نام ہے اور حضور کی لائی ہوئی شریعت کے انکار کو بھی کفر کہتے ہیں۔

(۳) **نماز** : نماز نہایت عاجزی سے عبادت کرنے کا نام ہے جس کو عمل میں لانے سے بندہ اپنے مولیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو نماز سے بہت پیار ہے کہ تمام عبادتوں سے اس کا درجہ بلند فرمایا یہاں تک کہ اسے معراج المومنین کا لقب عطا فرمایا۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ فضائل نماز (زیر طبع) میں ہے۔

(۴) **انبیاء کی تعداد** : پہلے عرض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے بے شمار رسول بھیجے جن کی گنتی اللہ تعالیٰ اور اس کا پیارا رسول اللہ ﷺ ہی جانتے ہیں ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ایک لاکھ یا دو لاکھ چوبیس ہزار نبی تشریف لائے لیکن ہمیں گنتی کے ساتھ نہیں بلکہ مطلق یوں ایمان رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا سب نبیوں پر ایمان ہے۔ قرآن مجید میں بعض انبیاء علیہم السلام جیسے محمد ﷺ عیسیٰ و موسیٰ و یوسف و داؤد و شعیب علیہم السلام اور بعض کا ذکر صراحۃً تو نہیں البتہ ان کے واقعات مذکور ہیں۔ ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں جو آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کے ممکن ہونے کا عقیدہ رکھے تو وہ کافر اور خارج از اسلام مرتد بے دین ہے۔

(۵) یہ دنیا ضرور ختم ہوگی اور اس کے خاتمہ پر قیامت کا دن ہوگا جس میں ہمارے اس دنیا میں رہنے کی

ہوش کے بعد کی ایک ایک گھڑی کا حساب ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں وہ بہشت میں جائیں گے اور جو نہیں مانتے وہ دوزخ میں۔ ہاں جن کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے تو وہ بھی بہشت میں جائیں گے لیکن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں جیسے کافر ، مشرک ، منافق اور مرتد وغیرہ وہ کبھی دوزخ سے خارج نہیں ہوں گے۔ مزید تفصیل بہار شریعت میں ہے۔

(۶) صرف کلمہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کیلئے کافی نہیں بلکہ اس کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے مفہوم و معنی پر اقرار اور اس کی دل سے پوری تصدیق کرنا ضروری ہے پھر باقی تمام احکام جو حضور ﷺ ہماری فلاح و بہبود کیلئے لائے ہیں ان کو بھی ماننا ضروری ہے انکار کرنا کفر لازم کرتا ہے۔ پھر احکام نبوی روحانی غذائیں ہیں ان سے روحانیت کو بقاء اور ترقی نصیب ہوتی ہے (۷) حیض و نفاس اور بیہوشی کے علاوہ بعد بلوغ کسی ایک سے بھی نماز کی معافی نہیں ہے خواہ وہ کتنے ہی اونچے مراتب طے کرے نماز ساقط نہیں ہوتی۔ مومن اور کافر کے مابین فرق کرنے والی نماز ہی تو ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ نماز کے علاوہ تمام احکام شرعیہ پر عمل کرنا ایمان کی علامت ہے اور ان پر عمل نہ کرنا کفر کی علامت ہے۔ اگر چہ فی الحقیقت کافر نہ ہو تب بھی اس نے اسلامی شعار کو منقطع کیا ہے

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ خیر خلقہ سیدنا محمد ﷺ وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ﴿ ۹ ﴾ :

آپ کہتے ہیں اللہ و رسولہ اعلم یہ ناجائز ہے کیونکہ کسی صحابی نے حضور ﷺ کے سامنے یہ پڑھا تھا و من یعصھما فقد ضلّ و غوی تو حضور سرور عالم ﷺ نے سنا تو فرمایا بئس الخطیب اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ ملایا جائے۔؟

سائل محمد ندیم محلہ جل پورہ بہاولپور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(الزامی) (۱) اس حدیث کا اصل مقصد و محمل بعد کو عرض کروں گا پہلے سمجھ لیجئے کہ یہ ضمیر پھر بھی تثنیہ

کی ہے اللہ تعالیٰ نے تو قرآن مجید میں اپنا و اپنے حبیب ﷺ کا نام لے کر واحد کی ضمیر لائی ہے

کما قال اللہ تعالیٰ : واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ

ترجمہ اللہ اور اس کے رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے

(پارہ ۱۰ آیت ۶۲ سورۃ التوبہ)

(الزامی) (۲) متعدد احادیث مبارکہ میں اللہ و رسول دونوں مذکور ہو کر پھر ضمیر تثنیہ بیک وقت لائی گئی ہے

کما قال النبی ﷺ ثلث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما متفق علیہ مشکوۃ کتاب الایمان (الفصل الاول ص ۱۲)

خود رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث شریف کی تشریح فرمائی۔ فالتمسوا رضاء اللہ فی حبھما

(رواہ ابو داؤد)

(الزامی) (۳) حضور سرور عالم ﷺ نے اپنے خطبات میں ہے

من یطع اللہ و رسولہ فقد رشد و من یعصھما فانہ لا یضر الا نفسہ

اس حدیث شریف میں وہی الفاظ ہیں جن سے حضور ﷺ نے اس خطیب کو روکا اس سے معلوم ہوا کہ خطیب کو روکنا اس ضمیر کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کی وجہ کچھ اور تھی جسے فقیر آگے چل کر عرض کرے گا۔

حضرت علامہ قاضی محمد مہدی ...... میں لکھتے ہیں کہ

ذھب ابن عبد السلام الی ان ھذا الجمع خاص بالنبی ﷺ فلا یسوغ لغیرہ وقد جاء ت احادیث عنہ ﷺ بجمع ضمیرہ مع ضمیر اللہ تعالیٰ

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ﴿ ۱۰ ﴾ :

شرک کے کیا معنی ہیں اور مشرک کیلئے نجات ہے یا نہیں؟

سائل حنیف قمری ماڈل ٹاؤن اے بہاولپور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرک کے معنی ہیں خدا کے سوا دوسرے کو بھی اس کا ہم سر سمجھ کر پوجنا یعنی الوہیت باری میں کسی دوسرے کو بھی اسکے ساتھ شریک کرنا جیسا کہ بت پرست لوگ بتوں کو قرار دیتے ہیں یا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ اس کی عبادت میں غیر کو مستحق عبادت قرار دیتے ہیں چنانچہ عقائد نسفی میں لکھا ہے

الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس (عقائد نسفی ص ۶۱) اور بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام

اور مشرک جنت میں نہیں جائے گا چنانچہ سورۃ نساء میں مذکور ہے

قال اللہ تعالیٰ : انّ اللہ لا یغفر ان یُشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء ط و من یُشرک باللہ فقد ضلّ ضلالاً بعیداً ○

ترجمہ اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

(پارہ ۵ آیت ۱۱۶ سورۃ النساء)

آج کل بات بات پر شرک کا فتویٰ جاری ہو جاتا ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ﴿ ۱۱ ﴾ :

والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ کا اسلامی مفہوم کیا ہے؟

سائل اظہر قوال بہاولپور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ پروردگار عالم ہر شے کا خالق ہے باری تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے

خالق کل شیء فاعبدوہ ج (پارہ ۷ آیت ۱۰۲ سورۃ الانعام)

خدا ہر شے کا خالق ہے اس کو پوجو۔ لفظ کل استغراق کے لئے ہے اور استغراق میں اصل استغراق حقیقی ہے لہذا ثابت ہوا کہ بالتخصیص خدا تعالیٰ کائنات کے ہر فرد کا خالق ہے خواہ وہ فرد خیر ہو یا شر۔ اس مسلک پر یہ شبہ وارد ہوا کہ خدا تعالیٰ کو خالق شر ماننے کی صورت میں اس کا شریر ہونا لازم آئے گا

تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا

اس شبہ سے بچنے کے لئے مخالفین کو تخلیق کا کام تقسیم کرنا پڑا۔ تخلیق خیر خدا کو دے دی اور تخلیق شر اپنے ذمہ لے لی مجوسیوں نے وہ خدا ان کے خالق خیر کا نام یزدان اور خالق شر کا اہرمن رکھا حالانکہ ذرا سے غور و تامل سے واضح ہو سکتا ہے کہ یہ شبہ سفسطہ، مغالطہ و دھوکا ہے اس لئے کہ شریر وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ شر قائم ہو نہ کہ وہ جو اس کا خالق ہو۔ وضاحت کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہوں مثلاً ہمارے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے ہم خود تو بیٹھے رہتے ہیں مگر اسے پکڑ کے کھڑا کر دیتے ہیں اگرچہ اس کے کھڑے ہونے کا سبب ہم بنے ہم نے اسے کھڑا کیا مگر ہمیں نہیں بلکہ اسے کہا جائے گا کیونکہ قیام اس میں پایا گیا نہ کہ ہم میں۔ خدا تعالیٰ نے شر کو پیدا کیا مخلوق کے جن افراد میں وہ شر پائی جائیں گی انہیں شریر کہا جائے گا نہ کہ خالق کو شریر کہا جائے گا اس لئے کہ شر کا قیام خدا تعالیٰ سے نہیں۔ مزید تفصیل فقیر کی تفسیر اویسی جلد اول (مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور) میں ملاحظہ ہو۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۲ رمضان ۱۳۹۴ھ

مسئلہ ﴿۱۲﴾

اہل قبلہ کی کیا تعریف ہے اور بدعتی کس کو کہتے ہیں؟

(سائل بشیر حسین، بارنی ضلع ملتان)

الجواب بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جن میں ایمان ہو اور ایمان کی تعریف فقہائے کرام نے یوں فرمائی ہے تصدیق بالقلب و اقرار باللسان۔ اور ایمان کی حقیقت کا دارومدار ان امور میں ہے جو ایمان مفصل

میں ہیں یعنی:

امنت باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالی

یعنی صمدیت عز شانہ کی معرفت فرشتوں کا وجود اور ان کے اقسام اور ان کے مقامات کی معرفت اور کتب منزلہ کی واقفیت اور انبیاء کرام اور رسل عظام کی معرفت حشر و نشر کی معرفت اور نیکی بدی جو کچھ ہے سب اس کی تقدیر میں ہے۔ اور فتاوی معیار الحق ص ۳ میں لکھا ہے کہ:

التصدیق بما جاء بہ النبی من عند اللہ۔

اور جس میں صرف اقرار زبان کا ہو وہ منافق ہے

لقولہ تعالی: ﴿اذا جاءک المنافقون قالوا﴾ بالسنتھم علی خلاف ما فی قلوبھم ﴿نشھد انک لرسول اللہ﴾ (تفسیر جلالین پارہ ۲۸ آیت ۱ سورۃ المنافقون)

و بقولہ تعالی: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (پارہ ۵ آیت ۱۴۵ سورۃ النساء)

اور یہودی بیت المقدس یعنی مغرب کی طرف اور نصاری مشرق کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اسی کو نیکی سمجھ کر اپنے آپ کو اہل قبلہ کہلاتے تھے تو ان کے وہم و خیال باطل کو خداوند کریم نے بایں طور رد فرمایا

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ الخ (پارہ ۲ آیت ۱۷۷ سورۃ البقرہ)

یعنی فرمایا کہ یہی صرف نیکی کی بات نہیں کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرو بلکہ نیکی وہ ہے کہ اللہ تعالی پر ایمان لاؤ۔ اور تمام کتب سماویہ و حشر و نشر، فرشتوں و نبیوں پر یقین رکھو اور ان کے ضمن میں بہت سی چیزیں ہیں جن کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہوتا ہے اور علامہ فخر الدین رازی صاحب اپنی تفسیر کبیر میں تحت آیہ کریمہ اہل قبلہ کی تعریف یوں لکھتے ہیں:

ان استقبال القبلۃ لا یکون برا اذا لم یکن عارفۃ معرفۃ اللہ و انما یکون برا اذا اتی بہ مع الایمان و سائر الشرائط۔

یعنی اگر اللہ تعالی کی معرفت نہ ہو تو صرف استقبال قبلہ کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ استقبال قبلہ تو اس وقت نیکی ہے جبکہ یہ ایمان اور اس کی شرائط کے ساتھ ہو گا۔

کیونکہ دارومدار اعمال صالحہ کا ایمان پر ہے اور اہل قبلہ کی تعریف حضرت ملا علی قاری یوں فرماتے ہیں:

ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو ضروریات الدین الخ۔

تحقیق اہل قبلہ وہ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ہے ان چیزوں پر جو ضروریات دین سے ہیں۔ جیسے عالم اور اجساد کا حادث ہونا اور علم الہی کا محیط ہونا جزئیات اور کلیات کو اور جو اس کی مثل ہیں اور اگر کوئی شخص ہمیشہ عبادت کرتا رہے اور ضروریات دین سے انکار کرے تو وہ شخص مسلمان نہیں ہوگا اور کتاب ردالمحتار ص ۹۸۵ میں لکھا ہے

و کل من کان من اھل قبلتنا لا یکفر بھا ای بالبدعۃ المذکورۃ المبنیۃ علی شبھۃ اذ لا خلاف فی کفر المخالف لضروریات الاسلام۔

یعنی جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو اس کے کفر میں کسی کا اختلاف نہیں اگرچہ وہ تمام عمر عبادت میں مصروف رہے۔ اور فتاوی معیار الحق ص ۹ میں لکھا ہے کہ درمختار میں ہے

مبتدع ای بدعتہ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبھۃ۔

یہ تعریف اہل بدعت کی ہے کہ بدعت یہ ہے کہ معتقد ہونا خلاف اس کے جو معروف ہو رسول کریم ﷺ سے قال الشیخ جیسے شیعوں کا پاؤں پر مسح کرنا اور مسح خفین سے انکار کرنا (ردالمحتار) مگر یہ خلاف بسبب عناد کے نہ ہو بلکہ شبہ کے ہو:

قولہ لا بمعاندۃ اما لو کان معاندا للادلۃ القطعیۃ التی لا شبھۃ لہ فیھا اصلا کانکار حدوث العالم و نحو ذلک فھو کافر قطعا (ردالمحتار)۔

الغرض منکر حشر اور منکر قیامت کافر اور گمراہ ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے **کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام و انکار خلافۃ عمر والصدیق** اور صاحب شامی و خلاصہ نے یوں لکھا ہے **و ان انکر خلافۃ الصدیق او عمر فھو کافر**۔ یعنی اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو بے شک وہ کافر ہے اور صاحب شفا، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کی شان اور علم و ذات و احکام میں نکتہ چینی کرے یا عیب لگاوے یا حقیر سمجھے یا کسی کو مانے اور کسی کا انکار کرے یا آپ کے لباس مبارک کو برا جانے یا آپ کے رتبہ کو گھٹائے تو بے شک ان

صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے اور کتب عقائد و کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ یا صغیرہ کو حلال سمجھے یا مباح جانے یا کسی حکم شریعت پر استہزاء اور تمسخر کرے یا جس حکم کا ثبوت اجماع امت سے ظاہر ہو چکا ہو اس سے انکار کرے یا کسی نبی علیہ السلام کی شان کو اپنی شان سے نیچا جانے یا حضور ﷺ کے اسم مبارک کو بے ادبی سے پکارے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علمائے عظام کی اہانت کرے یا کسی کافر و مبتدع کے افعال و اقوال بد کو اچھا سمجھے یا شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار کرے یا ان پر طعن اور تبرے بکے یا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر طعن کرے اور کہے کہ اس نے قرآن مجید سے چند سورتیں نکال دی ہیں اور قرآن مجید کو اس صورت میں ناقص تصور کرے یا حضور ﷺ کی ذات کو خاتم النبیین تصور نہ کرے یا حضور ﷺ کے بعد کسی اور کو بھی نبی تصور کرے اور انکار معجزات انبیاء علیہم السلام و انکار معراج جسمی حضور ﷺ و کرامات اولیاء کرام کرے یا خداوند کریم کی ذات کیلئے کوئی جہت مقرر کرے یا اسکی ذات کی اوصاف حادث سمجھے یا قرآن کریم میں لفظی یا معنوی تحریف کرے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء سے بہتر تصور کرے تو ان تمام صورتوں میں انسان بے دین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تصانیف حضرت علامہ مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدد مائۃ حاضرہ و فتاوی عالمگیری و درمختار و جوہرہ نیرہ و شرح قدوری و اشباہ و نظائر و بحرالرائق و تبیین الحقائق و خزینۃ المفتین و عقود دریہ حکم المرتدین میں ملاحظہ فرمائیں:

الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفرۃ منھا انھم ینکرون خلافۃ الشیخین و منھا انھم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر الخ ملتقطا۔ (العقود الدریہ جلد ۱ ص ۹۲، ۹۳ مطبوعہ مصر)

اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا چنانچہ درمختار میں مذکور ہے

موانعہ الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاما و کفرا (درمختار ص ۲۳۸)

اور عالمگیری میں ہے کہ **المرتد لا یرث من مسلم و لا من مرتد کذا فی المحیط**

(عالمگیری جلد ۶ ص ۳۵۸)

اور برجندی شرح نقایہ و ظہیریہ میں ہے کہ یہ لوگ رافضی ہیں بوجہ عقائد کفریہ کے اسلام سے خارج ہیں۔

و هولاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احكامهم احكام المرتدين كذا فى الظهيرية

اور مجمع الانہر میں ہے کہ

من شک فی کفره و عذابه فقد كفر (مجمع الانہر جلد ا ص ۶۱۸)

یعنی جس میں کفر ہے اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے اور اس طرح شفا شریف میں ہے اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ جو مبتدع کی بات پر راضی ہو جائے وہ بھی ان میں شمار کیا جائے گا۔

من احسن كلام الهواء و معنوی او کلام به معنی صحیح ان کان ذالک کفرا من القائل كفر المحسن اور بعض لوگ بے ساختہ کہہ دیا کرتے کہ

من صلى صلوتنا و استقبل قبلتنا و اكل ذبيحتنا فذلك المسلم

جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے تو یہ کہنا کہاں تک صحیح مانا جائے گا جبکہ کتب عقائد اسلامیہ و کتاب وسنت سے یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ نہ مجرد استقبال قبلہ سے مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ باوجود انکار ضروریات دین مومن بن سکتا ہے۔

و الله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۱۳

ایک شاعر کہتا ہے ۔ اللہ کا پہلا خیال تو ہے۔ یہ خطاب حضور ﷺ کو ہے اس سے شاعر کا ارادہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سب سے پہلے حضور ﷺ کو پیدا فرمایا کسی نے کہا ہے کہ شاعر کا مقصد نیک ہے لیکن بعض صاحبان شاعر کو ملامت کرتے ہیں۔

سائل عبدالمجید

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

شاعر کا مصرعہ مذکور شرعاً صحیح ہے اور اہلسنت کے عقیدہ پر ہے لیکن اس میں غلطی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ خیال کا اطلاق کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ پر ایسے الفاظ کا اطلاق ناجائز ہے جو حدوث پر دلالت کریں۔ مثلاً یہی

لفظ خیال حادث ہے کہ دل میں آیا اور گیا گویا اس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم اور لا ابتدا لہا ولا انتہا ہیں اس لئے ہمارے علماء کرام نے اللہ تعالیٰ سے کذب وغیرہ کا صدور و وقوع ممتنع کہا ہے اس میں بھی یہی علت ہے بہر حال شاعر کو ایسے اطلاق سے احتراز کرنا چاہیے اور خیال کے بجائے ارادہ یا اس کا کوئی ہم معنی لانا چاہیے تاکہ شرعی اصول کی وجہ سے اس کی گرفت نہ ہو اس بار یکی کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ شاعر اشعار ایسے بنائے جو اصول شرع کے خلاف نہ ہوں ورنہ وہ اس کی وجہ سے گرفت میں ہے و الشعراء يتبعهم الغاون ۝ (پارہ ۱۹ آیت ۲۲٤ سورۃ الشعراء)

و الله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ۱٤

اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے یا قسم کھاتا ہے کہنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل اشرف علی تاؤن بہاولپور

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ناجائز ہے یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قسم یاد فرماتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کھانا پینا مخلوق کی صفت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔

و الله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ

مسئلہ ۱۵

کیا اللہ تعالیٰ کو عاشق کہنا جائز ہے بعض شعراء کے کلام میں وارد ہوا ہے؟

سائل شاہد احمد پور

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

دور حاضر میں الحمد للہ نعت خوانوں اور شعراء کی بہتات ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس

نے اپنے حبیب ﷺ کی شان بلند و بالا کرنے کے لئے بہت اسباب بنائے ہیں لیکن جو نعت خواں اور شعراء حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے ہیں انہیں اپنی عاقبت بخیر کی فکر کرنی چاہیے۔ داڑھی منڈا ... وضو ہو کر پڑھتے اور اشعار گھٹیا اور دنیاوی لالچ میں صرف اپنی روزی بنانے کی خاطر ... خود کو مجرموں میں شامل کرتے ہیں ... حرف بحرف ... خدا مصطفےٰ ... ﷺ منظور ہو تو سیدنا حسان رضی اللہ عنہ اور دیگر مداحین رسول ﷺ کے ساتھ حشر نصیب ہوگا۔ اللہ پر لفظ عشق کا اطلاق ناجائز ہے امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور پرنور ﷺ کو معشوق کہنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے لکھا ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی ہے (فتاوی رضویہ جلد ... ص ...) کتاب انوار الجمال ... میں علمائے شوافع واحناف سے نقل کیا گیا ہے۔

لو قال انا اعشق الله او يعشقنى فمبتدع (**ترجمہ**) اگر کہا جائے کہ میں اللہ کا عاشق ہوں یا کہ اللہ تعالیٰ کا معشوق ہوں تو ایسا شخص بدعتی ہے۔ چونکہ زمخشری معتزلی بد مذہب ہے اس کا مذہب جواز کا ہے اور کئی شاعر اس بد مذہب کے ساتھ قیامت میں اٹھنے کا شوق ہو اور اس کا مذہب پیارا لگتا ہو تو بے شک کہے۔ دور حاضر میں کچھ شعراء جاہل ہونے کے ساتھ ساتھ ضدی بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عشق لفظ محبت کے معنی میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ محبت وحب بولنا جائز ہے تو پھر اس پر لفظ عشق کیونکر ناجائز ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہی دلیل اسی بد مذہب زمخشری نے دی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دلیل ایسے شاعروں کے دلوں میں ابلیس نے ڈالی ہے ورنہ ان جاہلوں کو کیا معلوم کہ زمخشری کون تھا؟ زمخشری مذکور نے تفسیر کشاف میں دلیل میں لکھا ہے کہ

ثم اذا ثبت اجراء محبة العبد لله تعالى على حقيقتها لغة فالمحبة فى اللغة اذا تاكدت سميت عشقا الخ۔

(**ترجمہ**) جب اللہ تعالیٰ پر لغت میں حقیقی معنی پر محبت کا اطلاق جائز ہے تو عشق بھی جائز ہے کیونکہ محبت زیادہ موکد ہو تو وہ عشق ہی ہے۔

ہمارے علماء کرام احناف وشوافع اور دیگر رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس اطلاق کی سخت مخالفت فرمائی ہے اس کے

رد میں تصریح ہے چنانچہ "الانتصاف" میں علامہ احمد محمد بن المنیر نے زمخشری کی خوب خبر لی اور اس اطلاق کا انکار استاذ الحرمین علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ سے "الاعلام" میں بھی منقول ہے۔

و الله تعالىٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۱۹ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

﴿ حیاۃ النبی ﷺ ﴾

مسئلہ ﴿۱۶﴾:

انک میت و انهم میتون۔ (پارہ ۲۳ آیت ۳۰ سورۃ زمر)

فرقہ وہابیہ نجدیہ کہتا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ مر چکے ہیں اور وہ کچھ امداد نہیں دے سکتے اور ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام۔

سائل عبدالغفار

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

(۱) ہمارے ہاں آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ بے شک میرے حبیب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم سے انتقال فرمانے والے ہو اور وہ کافر مرنے والے ہیں۔

(۲) موت کا معنی: (کتاب مجمع الابحار جلد سوم و مفردات راغب ص ٤۹۲) میں موت کے کئی معنی بیان کیے گئے ہیں اور یہاں پر معنی نقل مکانی وتبدیلی حالات کے ہیں۔

(تفسیر عرائس البیان جلد ۲ ص ۱۹۹) میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب ﷺ آپ انوار وتجلیات الہیات میں مستغرق اور محو ہو کر حیات ابدی کے مراتب کا انتہاء حاصل کرنے والے ہیں اور وہ نا آشنائے دین اس نعمت سے محروم رہ کر جہنم میں جانے والے ہیں۔

(۳) حدیث شریف (۱) میں آتا ہے کہ مومن کو فنا نہیں بلکہ اسے حیات ابدی حاصل ہوتی ہے

المومن لایفنی بالموت حقیقة بل هو حی با لحیاة الابدیة (الحدیث)

حدیث شریف (۲) (شرح برزخ ص ۲۸) اور اسی کتاب کے (ص ۲۹) میں حدیث مرفوع بایں معنی وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایماندارو! تم فنا کیلئے نہیں ہو تم ہمیشہ کی حیات میں داخل ہونے

والے ہو اور موت تمہاری یہ ہے کہ جیسے ایک گھر سے دوسرے میں چلے جاتا ہو یعنی ان ینتقل من دارہ الی دارہ الاخری (الحدیث) اور کبھی موت بمعنی حیات آتا ہے مثلاً موتو ا قبل ان تموتوا ۔ قرآن مجید میں ہے کہ لم تمت فی منامھا ۔ (پارہ ۲۴ آیت ۴۲ سورۃ زمر)

فائدہ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ موت بمعنی اخراج روح کے ہی نہیں آتا بلکہ موت حیات ابدی کے حاصل کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً قرآن مجید میں وارد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں انہیں مردہ مت خیال کرو اور ان کو مردہ مت کہو کیونکہ وہ زندہ ہیں روزی کھاتے ہیں فرحین و یستبشرون کے انعامات پر بے حد خوش ہوتے ہیں پس جبکہ شہداء مجاہدین جن کا کئی درجہ مرتبہ مراتب نبوت سے کم ہے اور ادنیٰ ہے اور ان کیلئے زبان سے مردہ اور دل میں مردہ خیال کرنا منع اور حرام ہے تو انبیاء علیہم السلام اور خاص کر آقائے نامدار ﷺ کو مردہ کہنا تو ہر حال میں حرام اور منع ہے۔

آیات قرآنی:

(۱) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ۔

(پارہ ۲ آیت ۱۴۵ سورۃ البقرۃ)

(۲) ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون

(پارہ ۴ سورۃ آیت ۱۶۹ ال عمران)

حدیث شریف:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ المجاھد من جھد نفسہ فی طاعۃ اللہ یعنی مجاہد وہی ہے جس نے جہاد کیا اپنے نفس سے اللہ کی اطاعت میں (مشکوۃ شریف جلد اول باب الایمان)

فائدہ :پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام سب کے سب زندہ ہیں انہیں مردہ کہنا یا مردہ تصور کرنا پرلے درجہ کی بے ایمانی ہے اور گمراہی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۱ ھ

مسئلہ: ﴿۱۷﴾:

قرآن مجید میں ہے کہ انک میت و انھم میتون

(پارہ ۲۳ آیت ۳۰ سورۃ زمر)

یعنی اے نبی آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ کفار بھی مرنے والے ہیں دیکھئے! اس آیت مبارکہ میں آنحضرت ﷺ کو میت کہا گیا ہے اور میت صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کا ثبوت موصوف کے لئے دائمی ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ موت سے دائمی متصف ہیں اور آپ کو موت سے غیر متصف ماننا صفت مشبہ کے معنی کے خلاف ہے؟

سائل عبدالحفیظ سندھ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

آیہ مذکورہ مناطقہ کی اصطلاح میں قضیہ مطلقہ عامہ ایک ایسے قضیہ کا نام ہے جس میں محمول موضوع کے لئے کسی نہ کسی وقت ثابت ہوتا ہے تو پھر مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی نہ کسی وقت موت ثابت ہے اور یہ ہرگز اہل سنت کے عقیدے کے خلاف نہیں بلکہ ان کے مسلک کے بالکل مطابق ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ دائمی موت سے موصوف ہیں پھر تو یہ قضیہ دائمہ مطلقہ ہو جائے گا اور دائمہ مطلقہ مطلقہ عامہ کی نقیض ہوتا ہے۔ پھر تو اس طرح اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو محال ہے۔

جواب (۲): صفت مشبہ میں نحاۃ کے دو مذاہب ہیں ایک محققین کا دوسرا جمہور نحاۃ کا، اہل تحقیق کہتے ہیں اس میں حدوث اور دوام اور استمرار دونوں نہیں ہوتے بلکہ مطلق اتصاف ہوتا ہے جو مرتبہ اشتراک میں ہے چنانچہ صاحب متن متین فرماتے ہیں والتحقیق

ان المراد بالثبوت مطلق الاتصاف نعم عند قرینۃ الاستمرار

یعنی تحقیق یہ ہے کہ صفت مشبہ کی تعریف میں ثبوت سے استمرار مراد نہیں بلکہ مطلق اتصاف مراد ہے ہاں اگر قرینہ استمرار ہو تو پھر استمرار مراد لیا جائے گا۔ نجم الائمہ المعروف بالرضی شرح کافیہ میں اسی رائے کی تائید کرتے ہیں اس معنی پر حضور ﷺ کے لئے مطلق موت کا ثبوت ہے اور اس کے ہم قائل ہیں لیکن آن کی آن پھر وہی شان اعلیٰ شان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے

لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے اسکی تفصیل فقیر کی شرح حدائق بخشش میں پڑھئے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ جمادی الاخر ۱۴۱۱ ھ

مسئلہ: ﴿۱۸﴾:

کھڑے ہو کر صلوۃ و سلام جو آج کل مروج ہے بدعت ہے فلہٰذا اس کا ترک ضروری ہے؟

سائل عبدالشکور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اہلسنت میلاد شریف بلکہ ہر تقریر کے بعد سلام و قیام کرتے ہیں اس پر بھی مخالفین کو اعتراض ہے حالانکہ محفل میلاد میں ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو کر حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیہ صلوۃ و سلام پیش کرنا باعث رحمت و برکت اور اجر و ثواب ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما ٥

(پارہ ۲۲ آیت ۵۶ سورۃ الاحزاب)

(ترجمہ) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں نبی ﷺ پر اے ایمان والو! نبی ﷺ پر تم بھی درود و سلام بھیجو اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو کام کرنے کا حکم دیا ہے ایک نبی ﷺ پر درود بھیجنا۔ غور کیجئے کہ صلوا کے بعد تصلیہ نہیں فرمایا اور سلموا کے بعد تسلیما مفعول مطلق بیان فرما کر سلام کے پڑھنے میں تاکید فرما دی کہ سلام ضرور پڑھنا کیونکہ مفعول مطلق کی اصل غرض تاکید ہے چونکہ خدائے تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ جانتا تھا کہ سلام پڑھنے کے منکرین اور پڑھنے والوں کو روکنے والے پیدا ہوں گے اس لئے اس نے ایمان والوں کو تاکیداً حکم دیا کہ ایمان والو منکر چاہے کچھ کہیں لیکن تم سلام ضرور پڑھنا اور بار بار پڑھنا بحمد اللہ تعالیٰ مومنین اس حکم الٰہی کی تعمیل دل و جان سے کر کے بے شمار رحمتیں و

برکتیں حاصل کرتے ہیں کیونکہ صلوۃ و سلام کا فرمان ایمان والوں کے حصے میں ہے۔

صلوۃ و سلام کے فضائل از احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم علیہ التحیات والتسلیم اس حالت میں تشریف لائے کہ چہرہ اقدس سے خوشی و مسرت کے آثار خاص طور پر نمایاں تھے۔ فرمایا میں اس وجہ سے مسرور ہوں کہ میرے پاس حضرت جبریل امین آئے اور عرض کی:

فقال ربک ان یقول اما یرضیک یامحمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرا و لا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ عشرا قلت بلی

(نسائی، دارمی، احمد، مشکوۃ ص ۸۶ کنز الاعمال ص ۱۸۱ جلد ۲)

انہوں نے کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس پر راضی ہیں کہ آپ کی امت کا کوئی شخص آپ پر درود بھیجے تو میں اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجوں اور آپ کی امت کا کوئی شخص آپ پر سلام بھیجے تو میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں (فرمایا) میں نے کہا کیوں نہیں (میں اس پر راضی ہوں)۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص آپ پر درود اور سلام ایک ایک مرتبہ بھیجتا ہے اس پر دس مرتبہ اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور دس مرتبہ اس پر اللہ سلام بھیجتا ہے۔ اور کنز العمال میں انہی سے روایت ہے اس میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار سلام بھیجیں گے۔

(جلد ۲ ص ۱۸۱)

معلوم ہوا کہ درود و سلام پڑھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار فرشتے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

(۲) حضرت ابن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ قال من سلم علی عشرا فکانما اعتق رقبۃ نبی ﷺ.

یعنی جس نے مجھ پر دس مرتبہ سلام بھیجا یہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے بردہ آزاد کیا۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الصلوۃ علی النبی ﷺ امحق الذنوب من الماء البارد للنار والسلام علیہ افضل من

عتق الرقاب ۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۶۱) حضور ﷺ پر درود پڑھنا گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آپ پر سلام پڑھنا بردہ آزاد کرنے سے افضل ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغون عن امتی السلام۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کے بہت سے فرشتے زمین پر سیاحت کرتے ہیں اور میری امت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ملائکہ سیاحین سلام پڑھنے والوں کی تلاش کرتے ہیں اور پھر ان کا سلام بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کرتے ہیں۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال قال رسول اللہ ﷺ مامن مسلم یسلم علی فی شرق و غرب الاانا و ملئکۃ ربی نرد علیہ السلام (جلاء الافہام ابن قیم ص ۳۵)

حضور ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان مشرق و مغرب میں ایسا نہیں ہے جو مجھ پر سلام بھیجے اور میں اور میرے رب کے فرشتے اس کو سلام کا جواب نہ دیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر وہ مسلمان جو آپ کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرتا ہے حضور ﷺ اور اللہ کے فرشتے اس کو جواب سلام سے مشرف فرماتے ہیں۔

(فائدہ) قرآن کریم کی ایک آیت اور پانچ احادیث مبارکہ سے صلوۃ و سلام کا محبوب و مطلوب ہونا اور اس کے پڑھنے سے بے شمار اجر و ثواب کا ملنا ثابت ہوا۔

چنانچہ ایسے مبارک فعل کو بدعت و شرک کہا جائے اور مسلمانوں کو خیر کثیر سے روکا جائے یہ کام شیطان اور اس کے پیروکاروں کا ہے تعظیماً دست بدستہ کھڑے ہو کر سلام پڑھنا تو سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم ہے اور آپ کی تعظیم بحکم رب العالمین ہم پر واجب ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و تعزروہ و توقروہ ان کی تعظیم و توقیر کرو۔ چنانچہ علامہ سید احمد دحلان مکی اپنی کتاب الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں:

(۲) و من تعظیمہ ﷺ الفرح بلیل و لادتہ، قرأۃ المولد و القیام عند ذکر ولادتہ ﷺ

شب ولادت میں اظہار فرحت کرنا اور میلاد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا حضور ﷺ کی

تعظیم ہے۔

(۳) علامہ عثمان بن حسن محمد دمیاطی اپنے رسالے "اثبات قیام" میں فرماتے ہیں

القیام عند ذکر ولادۃ سید المرسلین ﷺ امر لا شک فی استحبابہ واستحسانہ و ندبہ یتصل کفاعلہ من الثواب و ندبہ الخیر الاکبر لانہ تعظیم النبی الکریم و ذی الخلق العظیم الذی اخرجنا اللہ بہ من ظلمات الکفر الی الایمان و خلصنا اللہ نار الجہل الیٰ جنات المعارف و الایقان حضور ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ایک ایسا امر ہے جس کے مستحب و مستحسن و مندوب ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور قیام کرنے والے کو ثواب کثیر اور فضل کبیر حاصل ہوگا کیونکہ یہ قیام تعظیم ہے کس کی تعظیم؟ اس نبی کریم صاحب خلق عظیم ﷺ کی جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ظلمات کفر سے ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب سے ہمیں دوزخ جہل سے بچا کر بہشت معرفت و یقین میں داخل فرمایا اس کے بعد دلائل نقل کر کے فرمایا قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اہل السنۃ و الجماعۃ علی استحسان القیام المذکور و قد قال ﷺ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ ۔ بلاشبہ امت محمدیہ کے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے یہ قیام مستحسن ہے اور بے شک حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

(۴) علامہ سید جعفر برزنجی اپنے رسالے عقد الجواہر میں فرماتے ہیں:

قد استحسن لقیام عند ذکر ولادتہ الشریفۃ ائمۃ ذوو روایۃ و درایۃ فطوبیٰ لمن کان تعظیمہ ﷺ غایۃ مرامہ.

بیشک حضور ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ایسے آئمہ نے بہتر سمجھا جو صاحب روایت و درایت تھے تو شادمانی اس کے لئے ہے جس کا انتہائی مقصود حضور ﷺ کی تعظیم ہے۔

(۵) علامہ علی بن برہان الدین حلبی اپنی کتاب انسان العیون المعروف بسیرت الحلبیہ میں فرماتے ہیں۔

قد وجد القیام عند ذکر اسمہ ﷺ من عالم الامۃ و مقتدی الائمۃ دینا و ورعا تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و تابعہ علیٰ ذلک مشائخ الاسلام فی عصرہ.

بلاشبہ حضور ﷺ کے اسم پاک کے ذکر کے وقت قیام کرنا امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے پایا گیا ہے جو اس امت مرحومہ کے عالم دین ہیں اور قیام پر ان کے زمانے کے مشائخ اسلام نے ان کی متابعت کی ہے۔

(۶) علامہ جمال بن عبداللہ عمر مکی حنفی مفتی حنفیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

القیام عند ذکر مولدہ ﷺ استحسنہ جمع من السلف انھو بدعۃ حسنۃ ۔

ذکر میلاد حضور ﷺ کے وقت قیام کرنے کو جماعت سلف نے مستحسن کہا تو وہ بدعت حسنہ ہے۔

(۷) علامہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی مفتی مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

استحسنہ کثیر من العلماء و ہو حسن لما یجب علینا تعظیمہ ﷺ

اس قیام کو بہت سے علماء نے مستحسن رکھا اور وہ بہتر ہے کیونکہ ہم پر حضور ﷺ کی تعظیم واجب ہے۔

(۸) علامہ مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی مفتی حنابلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ ﷺ اذ یحضر روحانیتہ ﷺ عند ذلک یجب التعظیم و القیام.

ہاں ذکر ولادت حضور ﷺ کے وقت قیام ضروری ہے کیونکہ روح حضور اقدس ﷺ جلوہ فرما ہوتی ہے پس اس وقت قیام و تعظیم لازم ہے۔

(۹) امام اجل فقیہ محدث سراج العلماء مولانا عبداللہ سراج مفتی حنفیہ فرماتے ہیں:

توارثہ الائمۃ الاعلام و قررہ الائمۃ والحکام من غیر نکیر منکر و رد راد و لھذا کان حسنا و من یستحق التعظیم غیر النبی ﷺ و یکفی اثر عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

یہ قیام بڑے بڑے اماموں میں برابر چلا آ رہا ہے اور اسے ائمہ و حکام نے برقرار رکھا اور کسی نے رد و انکار نہ کیا لہٰذا مستحب ٹھہرا اور نبی ﷺ کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جو چیز مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔ اسی طرح علامہ مفتی عمر بن ابی بکر شافعی اور سید المحققین مولانا احمد بن زید شافعی اور مدرس مسجد نبوی

مولانا محمد بن عرب شافعی اور مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی رحمہم اللہ نے اس قیام کے مستحب و مستحسن ہونے کی تصریح فرمائی ہے اس مضمون اور ان تمام باتوں کی نفیس تحقیق کے لئے دیکھو رسالہ "اقامۃ القیامۃ" مصنفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ۔ یہ تمام ائمہ اور اکابر علماء اور چاروں مذاہب کے مفتیان کرام تعظیماً کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو مستحب و مستحسن فرما رہے ہیں اور سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی تعظیم ہے اب اگر اس قیام تعظیمی کو شرک و بدعت کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کی تعظیم کرنا شرک و بدعت ہے تو سوائے اس کے اور کیا کہیں کہ۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ

اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

(۱۰) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہئے نہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے دور رکھنا ہے جیسے قیام مولود شریف، اگر بوجہ آنے نام آنحضرت ﷺ کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اس سردار عالم و عالمیان روحی فداہ کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ (امداد المشتاق) نیز فرماتے ہیں: البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں (امداد المشتاق) دیکھئے جناب حاجی صاحب فرما رہے ہیں کہ قیام مولود شریف سے روکنا خیر سے باز رکھنا ہے کیونکہ یہ حضور ﷺ کی تعظیم ہے اور قیام کے وقت آپ ﷺ کی تشریف آوری کا عقیدہ رکھنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ آپ تشریف لا سکتے ہیں اب اگر قیام میلاد کو شرک و بدعت کہا جائے تو شرک و بدعت کو خیر کثیر کہنے والا کون؟

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

نوٹ : یہ مضمون رسالہ کی صورت میں بار بار شائع ہوا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی سلام کہنے والا سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے تو میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال ما من مسلم یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام.

یعنی جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ فرما دیتا ہے پس میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ القول البدیع میں منقول ہے:

رد الله علیه روحه لاجل سلام من یسلم علیه استمرت فی جسد ﷺ لا انها تعاد ثم تنزع ثم تعاد.

یعنی سلام بھیجنے والے کے سلام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روح مبارک کو آپ کے جسم پر علی سبیل الاستمرار والدوام لوٹا دیا ہے ایسا نہیں کہ روح کو لوٹایا جائے پھر نکالا جائے پھر اس کو لوٹایا جائے۔ چونکہ سلام امت و سلام ملائکہ علی الدوام آپ کے وجود اقدس پر بھیجا جاتا ہے ایک لمحہ کیلئے بھی انقطاع نہیں ہوتا تو اس سے لازمی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کی روح مبارک علی سبیل الاستمرار آپ کے جسد اقدس میں موجود رہتی ہے (۲) یا حدیث مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ کی روح پر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ وتجلیات اللہ سے متوجہ فرما دیتا ہے جو امتی آپ پر سلام عرض کر رہا ہوتا ہے اس کی طرف ایک شعبہ لوٹنے گا جملہ شعبوں کا لوٹنا لازم نہیں آتا اور ظاہر ہے کہ اس شعبہ کا لوٹنا باعث اطلاع عام ہو جائیگا اس استغراق مطلق کا زوال لازم نہ آئے گا حالت استغراق سے کچھ توجہ ادھر ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ مکمل طور پر سلام سنتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں مزید انباء الاذکیا للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کیجئے۔

و الله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ﴿۱۹﴾:

ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا ہو اس کے کان میں حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی پہنچا تو کیا وہ شخص درود شریف پڑھے یا تلاوت قرآن جاری رکھے؟

سائل عبدالمنعم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

اسے چاہئے کہ قرآن مجید کی تلاوت جاری رکھے اس پر اسم گرامی سننے پر درود شریف پڑھنا ضروری نہیں ہاں بعد فراغ درود شریف پڑھ لے تو بہتر ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ رجل یقرا القرآن و سمع اسم النبی ﷺ ذکر الناطفی انه لا یجب ﷺ لان قراة القرآن علی النظم والتالیف افضل من الصلوة النبی ﷺ فاذا فرغ من قرآن و صلی علیه کان حسنا و ان لم یصل لاشیء علیه۔ (فتاویٰ قاضی خان بهامش العالمگیریہ ج۳ ص ۴۲۲)

و الله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شوال المکرم ۱۴۰۸

مسئلہ : ﴿۲۰﴾:

جناب سرکار دو عالم فخر بنی آدم رحمۃ للعالمین سید المرسلین پیارے محمد رسول اللہ ﷺ (فداہ روح ابی و امی) کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ لفظ صلعم لکھنا کیسا ہے؟

سائل اختر حسین ملتان

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

حضور انور ﷺ کے نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ صلعم وغیرہ لکھنا سخت ناجائز ہے پورے درود شریف کے بجائے "یا صلعم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بجائے "عم یا ع م وغیرہ لکھنا درود شریف میں اختصار شرعاً ناجائز و تخفیف شان رسالت ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پہلا شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ علامہ سید طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں من کتب علیه السلام بالهمزة والمیم یکفر لانه تخفیف و تخفیف الانبیاء کفر۔

یعنی کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور معاملہ شان انبیاء کے متعلق ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے شک نہیں کہ اگر معاذ اللہ قصدا استخفاف شان ہو تو قطعاً کفر ہے مگر یہ لوگ جو کاہلی نادانی جاہلی سے ایسا کرتے ہیں اسی حکم (کفر) کے مستحق نہیں البتہ بے برکتی خیر عظیم سے محرومی و زبوں قسمتی ہے اس میں شک نہیں ہے جن لوگوں کے نام محمد، احمد، علی، حسن، حسین وغیرہ ہوتے ہیں وہ اپنے ناموں پر " " بناتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے کہ اس جگہ تو یہ شخص (مسمی) مراد ہے اس پر درود کا اشارہ کیا معنی رکھتا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل فقیر کے رسالے "کراہت صلعم" مطبوعہ میں دیکھ لیں

و الله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۶ جمادی الآخر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ : ﴿۲۱﴾:

الملفوظ ص ۳۸ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سید محمد بن عبد الباقی زرقانی سے نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں اس کی وضاحت فرمائیں؟ **سائل** محمد سعید سکھر۔

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

آیت ولهم فیها ازواج مطهرة وهم فیها خالدون (پارہ ۱ سورۃ بقر آیت ۲۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جنتی کو جنت میں پاک بیبیاں ملیں گی۔ حضور ﷺ کا جنتی ہونا بھی اظہر من الشمس ہے اور الطیبات للطیبین کے قانون کے تحت ازواج مطہرات کا پاک ہونا بھی واضح ہے و مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے گھر اور منبر کے درمیان بھی جنت ہے اور اب چونکہ حضور ﷺ جنت میں ہوئے اور ہر جنتی کو بیویاں ملنا ثابت ہو گیا لہذا حضور ﷺ کے لئے ازواج مطہرات کا پیش کیا جانا بھی واضح ہو گیا۔ اس پر جماع کا اضافہ مخالفین کرتے ہیں اور شب باشی سے استدلال کرتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ شب باشی کا معنی صرف جماع نہیں ہے بلکہ شب گزارنے کے معنی میں بھی آتا ہے البتہ مطلب صاف ظاہر ہے۔

و الله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ﴿۲۲﴾:

اللہ تعالیٰ کے فرمان انک لا تهدی من احببت و لکن الله یهدی من یشاء.

(پارہ ۲۰ سورۃ قصص آیت ۵۶)

سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ جس کیلئے ہدایت چاہیں تو ہدایت نہیں دے سکتے۔ اسطرح آپ مختار کل ثابت نہ ہوئے۔

سائل صاحبزادہ محمد امین سیالوی جھنگ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

علماء مشائخ اہلسنت کے عقائد میں حبیب رب غفار سرکار ابد قرار ﷺ کو امور تکوینیہ ہوں یا تشریعیہ کا باذنہ تعالیٰ اختیار حاصل ہے جن کے دلائل باصرہ بے حد و حساب ہیں یہاں چند آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ مقدسہ اور تصریحات علماء و مشائخ اہل سنت کا رثواب تحریر کرتا ہوں سر دست مخالفین کی پیش کردہ آیت کا ملاحظہ ہو:

(۱) مسلمات سے ہے کہ قرآن عظیم کی آیات میں تضاد و تناقض ممتنع ہے بلکہ ہر آیت جملہ دوسری آیات بینات کی موید و مصدق ہے چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الله نزل احسن الحدیث کتبا متشابها مثانی

(پارہ ۲۳ آیت ۲۳ سورۃ فاطر)

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے متشابھا کا ترجمہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے

فلانه یشبه بعضه بعضا فی الحسن و الصدق (اتقان جلد ۱ ص ۵۱ مصر)

اس بنا پر حق حقیقت یہ ہے کہ قرآنی آیات میں ایک دوسرے کے ساتھ نہ تضاد ہے نہ تناقض جس آیت کو مخالفین پیش کرتے ہیں اس کے بالمقابل قرآن پاک میں سورۃ شوریٰ شریف میں ہے:

و انک لتهدی الی صراط مستقیم ،

(پارہ ۲۵ آیت ۵۲ سورۃ الشوری)

"میرے حبیب پاک بیشک آپ ہی صراط مستقیم کی ہدایت فرماتے ہیں"۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ جہاں مخالف پہلی آیت پیش کرتے ہیں انہیں یہ دوسری آیت بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ مولی تعالی جل مجدہ تو اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کو حادی صراط مستقیم فرما رہا ہے۔ منکر نبی کا اظہار خیال بصورت دیگر ہے کیونکہ ان کا عقیدہ وثنے نبی کے امکان سے وابستہ ہے

(۲) یہاں وجہ سے بھی پیش کردہ آیات وتصریحات اور مشائخ اہلسنت کے عقائد وارشادات کے انکار میں مسلمانوں کو تاریکی میں رکھنے کے لئے بالعموم ارشاد ربانی کی غلط ترجمانی کرتے ہوئے مخالف کہتا ہے انک لاتھدی (الخ) کہ حضور منزل ہدایت تک پہنچانے سے قاصر ہیں (معاذ اللہ)۔ پیش کردہ آیت میں موہم ہے حضرات فن تفسیر کا قاعدہ ہے کہ خصوص کی نفی سے عموم کی نفی نہیں ہوتی (تفسیر اتقان) ملاحظہ ہو۔

(۳) انک لا تھدی (الخ) مخالف یہ اعتراض سورۃ قصص کی ایک آیت سے کرتا ہے جو کہ سورت شوریٰ سے پہلے اتری ہے چنانچہ علامہ سیوطی اپنی تفسیر اتقان کے صفحہ ۲۵ جلد اول میں سورتوں کی ترتیب کے فوائد مرتب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں (پچھلی آیات) کہ پچھلے ارشادات پہلے فرمودات کیلئے یا تو ناسخ ہیں یا ان کے اجمال کی تفصیل یا پھر ذاتی وعطائی کا فرق واضح کرنا مطلوب ہے تاہم ایسے ہی انک لا تھدی ارشاد ربانی میں ذاتی تصرفات کی نفی ہے اور

انک لتھدی الی صراط المستقیم

(پارہ ۲۵ آیت ۵۲ سورۃ الشوریٰ)

میں عطائی ہدایت کا اثبات موجود ہے اور یہ طریقہ قرآن کریم میں عام استعمال ہوتا ہے ان تمام قوانین کی تفصیل فقیر نے اپنی تفسیر "احسن البیان" میں عرض کر دی ہے۔

(۴) اہلسنت کے نزدیک ہدایت بمعنی خلق اھدایت ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

اختیارات نبی ﷺ

مسئلہ ۲۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایڈیٹر فاران ماہر القادری نے اپنے توحید نمبر میں "مغالطے" کے عنوان سے حسب ذیل عبارت لکھی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا شعر مذکور شرک آمیز عقائد پر محمول ہوتا ہے؟ **و ھو ھذا**: اہل بدعت کا خاصہ ہے کہ جب شرک آمیز عقائد اور بدعات پر انہیں ٹوکیئے تو وہ چراغ پا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالی کے محبوبوں کو تم اس قدر بے اختیار سمجھتے ہو۔ ان لوگوں نے مجازی محبوبوں کے انداز پر اللہ اور رسول اور اولیاء اللہ کے روابط کو قیاس کیا ہے اس کا اظہار اپنے شعروں میں وہ اس طرح کر چکے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

سائل عبدالرحمن قندھاری آغا پورہ حیدر آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

منکرین کا خاصہ ہے کہ جب اللہ تعالی کے محبوبوں کے وہ مراتب خصوصی اور بلند شانیں اور خدا کے دربار میں ان کی عزت و وجاہت جو عام انسانوں کو نہیں ملتی بیان کی جاتی ہے تو سن کر شرک وکفر کی مشینیں چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ افسوس کہ ان آیات واحادیث کی خبر نہیں جن کو اللہ تعالی اور اس کے رسول اعلیٰ ﷺ نے محبوبان خدا کی افضلیت ومنزلت میں فرمایا:

حدیث قدسی: سید المفسرین علامہ امام رازی تفسیر کبیر میں زیر آیت **وللآخرۃ خیر لک من الاولی**۔ (پارہ ۳۰ آیت ٤ سورۃ الضحی) فرماتے ہیں:

لانک تفعل فی الدنیا ارید و افعل فی الا خرۃ ما ترید یعنی دنیا میں تم ہمارے ارادہ کے مطابق عمل کرتے ہو اور آخرت میں جو تم کہو گے وہ ہم کریں گے۔

حدیث شریف: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **ما اریٰ ربک الا یسارع فی ھواک** یعنی میں آپ کے خدا کو دیکھتی ہوں کہ وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔

تردید اعتراض: جو اعتراض کیا گیا ہے وہ بالکل ہی لغو وباطل ہے اس سے ان کی شعر فہمی اہل علم پر اچھی

طرح آشکارا ہوگئی غالباً انہیں یہ خبر ہی نہیں کہ یہ شعر کس عظیم ہستی کا ہے؟ یاد رکھیئے کہ یہ شعر ان کا ہے جو عرب و عجم کے علمائے کرام سے مجدد کا خطاب پا چکے ہیں علمائے حرمین نے جن سے سندیں حاصل کیں ہر مسئلہ علمی جن کی تحقیق نے آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا جو علم قرآن وحدیث اور فقہ وکلام میں ماہر ہیں جس پر فتاوی رضویہ جو بارہ ضخیم جلدوں میں ہے اور ہر جلد تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے شاہد عادل ہے جس کے کمال شاعری کا لوہا استاد داغ دہلوی نے بھی مانا جن کی شاعری گل وبلبل شمع وپروانہ حسن وعشق مجازی سے مبرا و منزہ تھی خدا کی حمد اور نعت صاحب لولاک جن کا موضوع سخن تھا۔

شعر کی تشریح: سائل کا فن شاعری سے کیا واسطہ اگر فن معانی وبیان وبدیع وعروض کے چند سوالات کر لیئے جائیں تو منہ دیکھنے لگیں اب اس شعر کی تفسیر وتحلیل قرآن وحدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ کاش کہ خشک توحید کے خشک خیالات دماغ سے نکال کر مندرجہ ذیل تشریح کا مطالعہ کریں یا کسی عربی درسگاہ کے استاد یا طالب علم سے اس شعر کی تشریح سمجھیں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

انا اعطینک الکوثر

(پارہ ۳۰ آیت ۱ سورۃ الکوثر)

ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا اعطینا از روئے قواعد صرف ثلاثی مزید فیہ ہے عطا ثلاثی مجرد فقہ میں بتایا گیا ہے کہ لفظ عطا تصدق نفل اور ہبہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور عقد ہبہ اس سے ایسا ہی منعقد ہوتا ہے جیسے لفظ ہبہ سے اور ہبہ مفید ملک ہے یعنی موہوب لہ موہوب کا مالک ہو جاتا ہے تو اعطینا کا معنی اس نہج پر ہوا وھبنا اور وھبنا کا معنی ہے ملکنا یعنی ہم نے مالک بنا دیا۔

ملک کی تین صورتیں: ملک کی تین صورتیں ہوتی ہیں یعنی اگر کوئی کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو بذریعہ خرید یا بذریعہ وراثت یا بذریعہ ہبہ۔ یہ تینوں چیزیں مفید ملک ہیں اللہ تعالی نے اپنی ملک کوثر کا مالک حضور ﷺ کو کیا ہے یہ ملک نہ بذریعہ خرید ہوئی اور نہ ہی بذریعہ وراثت کہ اللہ ہی سب کا وارث ہے مورث مرے تو وارث کو ملے اللہ تعالی تو ازلی ابدی ہے تملیک کی دو قسمیں تو معدوم ہیں رہ گیا ہبہ تو فرمایا "ہم نے ہبہ کیا"۔ خرید وفروخت کا تعلق محبت سے نہیں دشمن سے بھی سودا لیا جاتا ہے وراثت کی تقسیم مورث کے اختیار میں نہیں اس وجہ سے مورث کے اگر کچھ ورثاء نافرمان اور دشمن ہوں تو پھر بھی حصہ مل جاتا ہے جبکہ ہبہ کا تعلق

صرف محبت سے ہے کہ دشمن کو ہبہ نہیں کیا جاتا ہبہ کرنے والے کو موہوب لہ سے محبت ہوتی ہے تو اب یہ سمجھئے کہ اب اس شعر کے معنی ہوئے کہ اے نبی ﷺ ہم نے تمہیں مالک بنا دیا کیونکہ تم ہمارے محبوب ہو اور ہم محب ہیں تعصب کے بڑا ثیم نہ ہوں تو پہلے مصرعہ "میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب" کا مطلب صاف طور پر سمجھ میں آ سکتا ہے یہ مصرعہ انا اعطینک کا پورا پورا ترجمہ ہے۔ ملا علی قاری نے اس حدیث شریف کہ انا حبیب اللہ (الخ) کے تحت "مرقات شریف" میں خلیل ومحبوب کا فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

الخلیل یکون فعلہ لرضاء اللہ والحبیب یکون فعل اللہ لرضاہ قال اللہ تعالی "فلنولینک قبلۃ ترضاھا (پارہ ۲ آیت ۱٤٤ سورۃ بقرہ) ولسوف یعطیک ربک فترضی

(پارہ ۳۰ آیت ٤ سورۃ الضحی)

یعنی خلیل کا فعل اللہ تعالی کی رضا کے لئے ہے حبیب وہ ہے کہ اللہ تعالی کا فعل اس کی رضا کے لئے ہے پھر اس مضمون پر دو آیات قرآنی سے استدلال فرمایا جو نمایاں طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالی اپنے محبوب ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔ حضور ﷺ کی ملکیت، اختیار اور تصرف وعطا پر ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے!

قال کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ فاتیتہ بوضوئہ و حاجتہ فقال لی سل (و اللفظ للطبرانی فقال یوما یا ربیعۃ سلنی فاعطیک رجعنا الی لفظ مسلم) فقال او فقلت اسالک مرافقتک فی الجنۃ فقال او غیر ذلک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود یعنی صحیح مسلم شریف و سنن ابو داؤد و سنن ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی من سیدنا ربیعۃ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ۔

یعنی ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے پاس رات کو حاضر رہتا اور (ایک شب) حضور ﷺ کے لئے آب وضو وغیرہ ضروریات حاضر لایا (رحمۃ للعالمین ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے ہم تجھے عطا کریں میں نے عرض کیا میں حضور ﷺ سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں فرمایا کچھ اور، میں نے عرض کی میری مراد تو

صرف یہی ہے کہ یہ حدیث باشد از وغیرہ اتمنائے یعنی

سوال ہوں تیرا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو　　　معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھ کو

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

فائدہ اس حدیث شریف میں حضور ﷺ کا بلا قید و تخصیص مطلق سل ارشاد فرمانا یعنی مانگ کیا مانگتا ہے صرف ظاہر کرتا ہے کہ حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سبھی مرادیں حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں جب ہی تو بلا تقیید ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے؟ یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خوب فرمایا ہے کہ

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری!!

بدرگاهش بیا و هر چه میخواهی تمنا کن

یہ شعر تھا اب آپ کے قلم فیض رقم سے حدیث مذکور کی محدثانہ تشریح بھی ملاحظہ فرمایئے

اطلاق سوال که فرمود سل بخواه تخصیص نکرد بر خاص معلوم میشود که کار همه بدست همت و کرامت اوست ﷺ هر چه خواهد و هر کرا خواهد باذن پروردگار خود دهد

فان من جودک الدنیا و ضرتها　　　و من علومک علم اللوح والقلم

شاہ صاحب نے جو شعر درج فرمایا وہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب بردہ شریف کا ہے یعنی یا رسول اللہ ﷺ دنیا و آخرت دونوں حضور کے خوان جود و کرم سے ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کے تمام علوم جن میں "ما کان و ما یکون" یعنی جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیام قیامت تک ہونے والا ہے حضور ﷺ کے علوم سے ایک معمولی حصہ ہیں۔

اسی طرح علامہ علی قاری حنفی مکی رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ

یوخذ من اطلاقه ﷺ الامر بالسؤال ان الله تعالی مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق حضور ﷺ نے مانگنے کا مطلق حکم دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عام قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرما دیں۔

فائدہ غرضیکہ جب حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوئے اور خدا محب اور یہ عطا و ہبہ محبت کی وجہ سے ہے تو خدا دے رہا ہے اور حضور ﷺ لے رہے ہیں خدا مالک بنا رہا ہے اور حضور ﷺ مالک ہو رہے ہیں تو ہمیں تمہیں دونوں کے درمیان کیا مداخلت؟ کہ وہ محب، وہ محبوب ہم تم کون؟ جو مداخلت کریں اور کہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک نہیں بنا سکتا یا حضور مالک نہیں بن سکتے اس میں شرک لازم آئے گا اور توحید کے خلاف ہو جائے گا ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ام یحسدون الناس علی ما اتاهم الله من فضله

(پارہ ۵ آیت ۵۴ سورۃ النساء)

یا لوگ منع کرنے والے اور حد مقرر کرنے والے کون "لا مانع لما اعطیت۔"

نہیں میرا تیرا دوسرے مصرعہ "یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا" میں "میں الفاظ" نہیں میرا تیرا" خاص زبان کا محاورہ ہے جو بمعنی عدم مداخلت استعمال کیا جاتا ہے جیسے عام طور کہتے ہیں "ہم جانیں اور وہ جانیں تمہیں اس سے کیا" مگر افسوس کہ مسٹر ماہر محاورات زبان اور نکات شعری کو بھی نہیں سمجھ سکے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک ان کا فن شاعری میں انہماک "نقش بر آب کشیدن" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ماہر کو شاید اتنا بھی یاد نہیں کہ حضور ﷺ کی شان میں لفظ "مالک کون و مکان" وہ خود استعمال کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو "مجموعہ نسمات ماہر" ص ۵۵ مطبوعہ حیدر آباد دکن "نظم کا عنوان ہے" اے ان ہدا آخری شعر ملاحظہ فرمایئے

مالک کون و مکاں بادشہ عرش سریر　　　نام لیوا ہیں ترے بند غلامی میں اسیر

فائدہ کیا بہتر ہو کہ اپنے کہے ہوئے شعر کو ماہر صاحب یادگار جاہلیت کہہ کر نظر انداز کر دیں۔ ہمارے نظر میں تو ان کا دور رندی اور عہد پارسائی دونوں ہی فریب نفس ہیں بقول جوش ملیح آبادی:

وہ بھی دھوکا تھا اور یہ بھی دھوکا!

ماہر صاحب توحید ممد کے اس باب میں یوں بھی رقم طراز ہیں کہ "ان کو اسی میں لطف آتا ہے کہ کوئی نہ کوئی نکتہ پیدا کر کے اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو ایک ہی سطح پر لے آئیں"۔

لطیفہ ماہر صاحب کے اس نظریے کی روشنی میں عہد صحابہ سے آج تک جن لوگوں نے فضائل رسول

بیان کیے محدثین، ائمہ فقہاء، صوفیاء اور علماء مفسرین جنہوں نے حضور ﷺ کے اوصاف میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں وہ سب اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو ایک سطح پر لانے والے ہوئے

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و لعنة الله علی الکاذبین

ہر سنی کا عقیدہ صف محدثین تو عظیم بزرگ ہستیاں ہیں کوئی ادنیٰ مسلمان ایسی جرأت نہیں کر سکتا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو ایک سطح پر لے آئے مگر افسوس کہ مسٹر ماہر صاحب اتہام تراش رہے ہیں اور بڑی جرأت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

ہر سنی مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ　　　لایمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!!!

اس شعر کا مصرعہ اول بھی خاص طور سے توجہ کے قابل ہے مصرعہ ثانی تو اکثر غیر سنی لوگ بھی پڑھتے ہیں۔

حقیقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

له ما فی السموت و ما فی الارض

(پارہ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت ۴)

یعنی جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے اس کا مالک اللہ ہی ہے اس کے باوجود آج ہر شخص یہ کہتا ہے کہ اس مکان کا مالک میں ہوں اس زمین کا مالک میں ہوں یہ کارخانہ میرا ہے دعویٰ ملکیت پر کوئی فتویٰ نہیں لگاتا تو جس خدا نے کسی کو مکان کا کسی کو دوکان کا کسی کو کارخانے کا کسی کو بہت بڑے سامان کا کسی کو سارے ملک کا اور اس پر حکم و فرمان کا مالک بنا دیا ہے تو اسی خدا نے ہی محبوب ﷺ کو سارے جہان اور مکان کا مالک بنا دیا ہے اس شعر کی مزید تشریح فقیر کی شرح حدائق بخشش میں ملاحظہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

مسئلہ ۲۴:

جناب اویسی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مندرجہ ذیل آیات کی کچھ وضاحت درکار ہے:

(۱) یا ایها النبی لم تحرم ما احل الله لک تبتغی مرضات ازواجک○

(پارہ ۲۸ سورۃ التحریم آیت ۱)

(۲) و ما ینطق عن الهوی○ان هو الا وحی یوحی○

(پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۳-۴)

(۳) افلا یتدبرون القران ط و لو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا○

(پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۲)

(۱) حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خواہش یا مرضی کی وجہ سے چند کلمات ارشاد فرمائے جو کہ کسی مباح چیز کو اپنی ذات مقدسہ کیلئے استعمال نہ کرنے سے متعلق تھے۔ بظاہر تو یہ الفاظ وحی نہیں تھے کیونکہ ان میں ازواج مطہرات کی خواہش شامل تھی اور وحی وہ ہے جو آیت نمبر (۱) میں مذکور ہے مگر سورۃ النجم کی مندرجہ بالا آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حضور ﷺ کی خواہش کے تحت تو کچھ ارشاد فرماتے ہی نہیں اور نہ فرما سکتے۔ اور سہ تحتی آیت نمبر (۳) کے تحت ارشاد ہو رہا ہے کہ قرآن پاک کی کوئی آیت دوسری سے نہیں ٹکراتی بلکہ ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا تمام آیات میں مکمل ہم آہنگی اور مطابقت ہے۔ اس مطابقت کی وضاحت فرمائیں۔

(ب) اب ایک ادنیٰ امتی اس بات سے پوری طرح تو سمجھ ہے کہ حضور ﷺ کا ہر قول و فعل امت کیلئے سنت اور واجب العمل ہے اور یہ کسی چیز حرام کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے یہاں وہ مندی بلا رہیں قرار دے سکتے ہیں کیونکہ یہ محض کہ حضور ﷺ نے فوری طور پر ازواج مطہرات کی خواہش کے تحت کسی مباح چیز کو اپنی ذات مقدسہ کیلئے استعمال نہ کرنے سے متعلق اعلان فرما دیا اس میں کیا راز تھا؟

سائل عبدالوحید۔

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

رسول اکرم ﷺ کا ہر قول و فعل تعلیم امت کے لئے ہوتا ہے۔ ما ینطق عن الهوی الخ اگرچہ مخصوص من البعض ہے یعنی یہ بھی ہمارے مضمون کے خلاف نہیں اس لئے کہ امت کو اجتہاد و قیاس کی تعلیم کے لئے جو کچھ ہو وہ بھی ما ینطق عن الهوی کے عین موافق ہے کیونکہ آپ اگر اجتہاد و قیاس نہ کرتے تو

امت کے لئے بہت سی مشکلات کھڑی ہو جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج

(پارہ ۶ آیت ۶ سورۃ المائدہ)

اس لئے آپ کے اجتہادی وقیاسی احکام بھی منجانب اللہ تھے۔

آیت تحریم میں آپ کا اپنے لئے شہد وغیرہ کو حرام فرمانا ایک قاعدہ کلیہ کے تحت تھا وہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے منجانب اللہ اجازت تھی کہ وہ اپنے لئے کسی مصلحت کے تحت کسی چیز کو جائز و ناجائز فرمادیں تو روا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ

(پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۹۳)

اس قاعدہ پر آپ نے صرف اپنے لئے شہد وغیرہ کو حرام فرمایا اور وہ بھی تعلیم امت کے لئے تھا کہ ازواج سے بہتر حسن معاشرت میں اگر انسان اپنے آپ کو مشقت و تکلیف میں ڈالے تو روا ہے۔ جیسا کہ تبتغی مرضات ازواجک سے واضح ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو حبیب ﷺ کا مشقت میں پڑنا منظور نہ تھا اس لئے تحریم سے تحلیل کا حکم فرمایا۔ حلال کو حرام قرار دینا بہت بڑا جرم ہے اور انبیاء علیہم السلام سے جرم کا صدور ممتنع ہے چہ جائیکہ سید الانبیاء ﷺ سے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ تحریم از خود نہیں بلکہ سابقہ قاعدہ کے تحت فرمائی۔ والتفصیل فی المطولات

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۲۵

جناب اویسی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مندرجہ ذیل آیات کی وضاحت درکار ہے۔

(۱) عبس و تولی ○ ان جاءہ الاعمی ○ (پارہ ۳۰ سورۃ عبس آیت ۱،۲)

(۲) و ما ینطق عن الھوی ○ ان ھو الا وحی یوحی ○ (پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۳،۴)

(۳) افلا یتدبرون القرآن ط و لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ○

(پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۲)

(۱) ایک مرتبہ حضور ﷺ سرداران قریش کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے کہ ایک نابینا صحابی (عبداللہ ابن مکتوم) رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور کچھ سوالات شروع کر دیئے کسی مصلحت کے تحت آقا ﷺ کی پیشانی پر ناراضگی (تیوری) کے آثار نمودار ہوئے اور چہرہ مبارک پھیر لیا۔ سورۃ نجم کی مندرجہ بالا آیات کے تحت حضور ﷺ کا ہر قول خواہ جہری ہو یا قول خفی (کوئی فعل یا عمل ہو) وحی ہے۔ چونکہ پیشانی مبارک پر ناراضگی (تیوری) کے آثار اور چہرہ مبارک پھیرنا دونوں فعل ہیں لہٰذا مندرجہ بالا آیت نمبر (۲) کے تحت یہ بھی وحی ٹھہرے۔ مگر سورۃ عبس کی آیات بھی وحی ہیں جو کہ بظاہر پہلی وحی کے خلاف نظر آتی ہیں نیز مندرجہ بالا آیت نمبر (۳) جو کہ سورۃ النساء کی ہے اس کی رو سے قرآن پاک کی کوئی آیت دوسری آیت سے ٹکراتی نہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا تمام آیات میں مکمل ہم آہنگی اور مطابقت ہے۔ اس مطابقت و ہم آہنگی کی وضاحت فرمادیں۔

(ب) مروجہ مفہوم کے تحت پیشانی پر تیوری کے آثار اور منہ پھیر نا کسی ناگواری کیفیت یا تکلیف کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے مگر ان دونوں کیفیات کو صرف بینائی سمجھ سکتا ہے کیونکہ یہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں سننے سے نہیں۔ لہٰذا ایک نابینا نہ تو ان کو دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی ان کیفیات سے شناسا ہو کر اپنی اصلاح کر سکتا ہے اس جواب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ تو نابینا تھے وہ ان افعال سے شناسا نہیں ہو سکتے تھے وہ تو بھی ممکن تھا کہ حضور ﷺ کوئی کلمہ زبان اطہر سے ارشاد فرماتے۔ اس حقیقت سے جب ایک ادنیٰ امتی واقف ہے آقا تو بدرجہ اولیٰ واقف تھے۔ ظاہر ہے جب حضور ﷺ نے یہ افعال فرمائے ہیں تو اس میں کوئی بہت بڑا راز تھا وہ کیا تھا؟

سائل عبدالقادر

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ آیت مکیہ ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ احکام الہیہ اور آیات قرآنیہ جستہ جستہ نازل ہوئیں اور یہ کہ آیت کے نزول سے پہلے حضور سرور دو عالم ﷺ کو آپ کے رب کریم عزوجل سے اجازت ہوتی تھی کہ جس طرح چاہیں کریں۔ مثلاً مدینہ طیبہ میں آئے تو آپ نے از خود بیت المقدس کو مد نظر کر کے نماز پڑھنی شروع

فرمائی جس پر سولہ یا سترہ ماہ عمل رہا اس سے پہلے آپ کو حکم ربانی تھا وانذر عشیرتک الاقربین آپ اس حکم کے مطابق رؤسائے قریش کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ ابن مکتوم نابینا صحابی رضی اللہ عنہ حسب عادت مسائل کا سوال کرتے تو آپ کو ناگوار گزرتا لیکن زبان سے نہ فرماتے کہ اسکا ول نہ دکھے اور تیوری چڑھ جانا ایسے اوقات میں طبعی امر ہے اس سے دوسروں کو سبق دینا بھی مطلوب تھا کہ ایسا نے تکلفا سوال کرنا نہایت ناگوار گزرتا ہے کہ والضحی اور والشمس و ضحاھا جس چہرہ کی قسم یاد فرمائی وہ تیوری میں ہو یہ اس کے حسن و جمال پر حرف ہے اس لئے فرمایا عبس و تولی ذرا نہ فرمادی (تفسیر روح البیان ملخصا) یہ آیت بھی ما ینطق عن الھوی کے منافی نہیں کہ آپ کا تبلیغ فرمانا نص قطعی سے تھا اس حکم پر عمل ضروری تھا آپ کے نورانی چہرہ پر چونکہ نابینا کی وجہ سے تیوری آگئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس محبوب صورت کو اپنی مرضی کے مطابق رکھنے کیلئے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا اس سے تو الٹا محبوب اکرم ﷺ کی شان محبوبی واضح ہوتی ہے۔ (تفسیر روح البیان وغیرہ)

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۲۶

ایک مولوی نے کہا ہے کہ قیامت میں کوئی کسی کو نہ پوچھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یوم لا تملک نفس لنفس شیئا (پارہ ۳۰ سورۃ الانفطار آیت ۱۹) الملک یومئذ الحق للرحمن (پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۲۶) اور خشعت الاصوات للرحمن (پارہ ۱۶ سورۃ طہٰ آیت ۱۰۸) یہ آیات موجود ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن کا مالک وہی ہے اس دن کوئی کسی چیز کا مالک نہ ہوگا اس روز اختیار صرف خدا کی ذات کو ہوگا اور سب کی آوازیں خدا کے سامنے پست ہوں گی۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ اس روز نبیوں کے سوا کوئی بات نہ کریگا اور وہ بھی رب سلم رب سلم کہتے ہوں گے۔

سائل عبدالحکیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مولوی کہتے ہیں کہ جیسے ہم اپنے اعمال کی وجہ سے قیامت کے روز پریشان نظر آئیں گے اور

[illegible] مولوی صاحب کو [illegible]

[illegible]

[illegible] میں شفاعت کی [illegible]

لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عھدا [illegible]

یعنی خدا کے یہاں شفاعت کے [illegible]

[illegible] فرمایا۔

ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق و ھم یعلمون

[illegible]

(یعنی) [illegible]

[illegible]

اس آیت سے [illegible] شفاعت [illegible]

[illegible]

[illegible] ﷺ [illegible]

[illegible]

(۱) حضور ﷺ [illegible]

[illegible]

(۲) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

یرقی ھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ علی کوم فوق الناس

(حضور ﷺ [illegible] قیامت [illegible])

([illegible])

(۳) حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں

انا و امتی یوم القیامۃ علی کوم مشرفین ما من الناس احد الا ود انہ منا [illegible]

(میں اور میری امت روز قیامت بلندیوں پر ہوں گے سب سے اونچے کوئی ایسا نہ ہوگا جو یہ تمنا نہ کرے کہ کاش وہ ہم میں سے ہوتا۔

(۴) صحیح مسلم شریف میں ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال دیئے دوبار عرض کی اللھم اغفر لامتی اللھم اغفر لامتی (الٰہی میری امت بخش دے الٰہی میری امت بخش دے)

و اخرت الثالث یوم یرغب الی فیہ الخلق حتی ابراھیم

اور تیسرا اس دن کے لئے اٹھا رکھا جس میں تمام خلق میری طرف نیاز مند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی۔

(۵) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

ان محمدا ﷺ یوم القیمۃ یجلس علی کرسی الرب بین یدی الرب.

(بے شک محمد ﷺ روز قیامت رب کے حضور رب کی کرسی پر جلوس فرمائیں گے) معالم میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہے یقعدہ علی کرسی (اللہ تعالیٰ انہیں کرسی پر بٹھائے گا) ﷺ وعلی الہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

(۶) عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال ان اللہ عزوجل اتخذ ابراھیم خلیلا و ان صاحبکم ﷺ خلیل اللہ و اکرم الخلق علی اللہ ثم قرأ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا قال یقعدہ علی العرش۔

یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور بے شک تمہارے آقا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور تمام خلق سے زیادہ اس کے نزدیک عزیز و جلیل ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت عرش پر بٹھائے گا۔

(معالم التنزیل و مواہب لدنیہ)

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۲۷

ایک شخص شفاعت رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سائل شوکت رضا آزاد کشمیر

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مطلق شفاعت کا منکر مرتد و کافر ہے اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ محقق علی الاطلاق حافظ ابن الہمام محمد بن عبدالواحد الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ فرماتے ہیں کہ شفاعت اور اللہ تعالیٰ کا دیدار اور عذاب قبر اور کرام کاتبین کے انکار کرنے والے کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ مرتد ہے اس لئے کہ یہ امور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ (فتح القدیر جلد نمبر ۱ ص ۲۴۷ طبع مصر) اور اہل کبائر کے لئے شفاعت، رویت باری تعالیٰ، عذاب قبر اور کرام کاتبین کا انکار کرنے والا شخص کافر ہے۔

(الرسائل بحر العلوم ص ۹۹ مصنفہ مولانا عبدالعلی بحر العلوم لکھنوی متوفی ۱۲۳۵ھ)

شفاعت کا ثبوت قرآن مجید میں صراحت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (پارہ ۳ سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۵)

ترجمہ : وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے مگر اس کے حکم سے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندے رب کے ہاں ضرور شفاعت فرمائیں گے۔ دوسرے یہ کہ ان کی شفاعت ہر شخص کی نہ ہوگی یعنی جو کسی بغیر اذن نہ ہوگی بلکہ اذن خداوندی سے ہوگی۔ لہٰذا جو بالکل شفاعت کا انکاری ہے وہ بے ایمان ہے یعنی کافر ہے۔

ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ

(پارہ ۲۲ سورۃ سبا آیت ۲۳)

ترجمہ اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لئے وہ اذن فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ شفیع اور مشفوع دونوں کے لئے اذن الٰہی ضروری ہے لہٰذا شفاعت صرف صالحین کریں گے اور صرف مومنوں ہی کی کریں گے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۲۸

کیا دکھ درد کے وقت حضور ﷺ اور اولیاء کرام کو پکارنا جائز ہے۔ اور اس سے کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے یا نہیں دلیل کیلئے صحیح حدیث لکھئے؟

سائل عبدالماجد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جائز ہے اور اس سے فائدہ بھی ہوتا ہے چنانچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مشہور روایت امام بخاری کی الادب المفرد سے ثابت ہے کہ ان کا پاؤں سن ہوگیا تو ان سے کہا گیا

اذکر احب الناس الیک یزل عنک فصاح یا محمداہ.

(کذا فی الشفا ص ۱۹ ج ۲ و شرح الشفا للعلی القاری ص ۳۵۵ ج ۳ و نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۵ و کتاب الاذکار للنووی ص ۱۳۵ و حصن حصین مطبوعہ مصر ص ۳۰)

و قال فی خطبتہ اخرجتہ من الاحادیث الصحیحۃ

(ص ۲ و مطبوعہ اردو اصح المطابع کراچی ص ۳۷۵ و تحفۃ الذاکرین ص ۲۳۹)

اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

کانہ رضی اللہ عنہ قصد بہ اظہار المحبۃ فی ضمن الاستغاثہ

(شرح شفا ص ۳۵۵ ج ۳)

حدیث شریف میں ہے:

عن زید بن علی عقبۃ بن غزوان عن النبی ﷺ انہ قال اذا ضل احدکم شیئا او اراد عونا و ھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا تراھم رواہ الطبرانی و رواہ ابن السنی عن ابن مسعود مرفوعا و رواہ البزار عن ابن عباس مرفوعا کذا فی اذکارات الدعوات للامام النووی و الحرز الثمین للعلی القاری

و فی الحصن الحصین و اذا اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی کذا فی نجوم الشہابیہ۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حرز ثمین میں رقم طراز ہیں

قال بعض العلماء حدیث حسن یحتاج الیہ المسافرون و روی عن المشائخ انہ محبوب قرن بہ النجاح ذکرہ میرک والمراد بعباد اللہ ھم الملائکۃ او المسلمون من الجن و رجال الغیب المسلمون بالابدال.

آپ حضرت زید بن علی عقبہ ابن غزوان سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے یا مدد کی ضرورت ہو اور وہاں کوئی دوست نہ ہو تو کہے یا عباد اللہ اعینونی (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو یہ الفاظ تین مرتبہ کہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے طبرانی نے اسے روایت کیا ابن سنی نے ابن مسعود سے مرفوعا اور بزار نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کیا اسی طرح امام نووی نے کتاب الاذکار و الدعوات میں اور ملا علی قاری نے حرز ثمین میں بیان کیا۔ حصن حصین میں ہے جب کوئی شخص مدد چاہتا ہو تو کہے:

یا عباد اللہ اعینونی ،یا عباد اللہ اعینونی (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو)

بعض علماء فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے مشائخ فرماتے ہیں کہ مجرب ہے اس سے کامیابی حاصل ہوتی ہے عباد اللہ سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن اور رجال غیب جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔

فائدہ اس جگہ کلمہ او منع خلو کیلئے ہے منع جمع یا شک کے لئے نہیں اس حدیث سے اولیاء سے استعانت اور انہیں پکارنے کا جواز ثابت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامت ہے کہ طویل ترین مسافت کے باوجود حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ندا کی تو آپ نے سن لی۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں:

مثل رؤیۃ عمر رضی اللہ عنہ و ھو علی المنبر فی المدینۃ و جیشہ بنھا و ند حتی قال لا میر جیشہ یا ساریۃ الجبل الجبل تحذیرا من وراء الجبل لمکر العدو و ھناک

سماع سارية كلامه مع بعد المسافة ۔

(۱) جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہ آپ مدینہ منورہ میں منبر پر تشریف فرما تھے اور لشکر پانچ سو میل سے زیادہ دور نہاوند میں تھا آپ نے امیر لشکر کو پکارا یا سارية الجبل اے ساریہ پہاڑ کی طرف توجہ کرو اور پہاڑ کے پیچھے دشمن کے حملہ سے آگاہ کیا اور حضرت ساریہ کا طویل مسافت کے باوجود سن لینا یہ سب کچھ کرامت ہے۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ پر منبر صحابہ کرام کے مجمع کثیر کے سامنے تھی ان میں انکار کی گنجائش نہیں۔ صاحب تفسیر خازن ارشاد باری تعالیٰ ونادی اصحب الجنة اصحب النار (پارہ ۸ آیت ۴۴ سورۃ الاعراف) (جنتی دوزخیوں کو پکاریں گے) کے تحت فرماتے ہیں

و هذا النداء يكون بعد استقرار اهل الجنة في الجنة واهل النار في النار (قالوا نعم) يعني قال اهل النار مجيبين لاهل الجنة نعم وجدنا ذلك حقا فان قلت اذا كانت الجنة في السماء والنار في الارض فكيف يمكن ان يبلغ هذا النداء او كيف يصح ان يقع قلت ان الله تعالى قادر على ان يقوى الاصوات او الاسماع فيصير البعيد كالقريب۔

یہ نداء اس وقت ہوگی جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں قیام پذیر ہو جائیں گے کافر کہیں گے ہاں ہم نے رب تعالیٰ کے فرمان کو حق پالیا۔ اگر تو کہے کہ جب جنت آسمانوں میں ہے اور دوزخ زمین پر تو پکارنا کس طرح صحیح ہوگا اور یہ ندا کس طرح پہنچے گی میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ آواز میں قوت پیدا کر دے یا کانوں کو طاقت دیدے تو بعید قریب کی طرح ہو جائے گا۔ ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ اور اولیاء کرام کو دور سے پکارنا اور ان سے استمداد وغیرہ جائز ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب ندائے یا رسول اللہ ﷺ مطبوعہ دیکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

کمالات و معجزات

مسئلہ ۲۹

حضور اکرم ﷺ کے علاوہ اور کون حضرات ہیں جو پیدائشی مختون (ختنہ شدہ) تھے؟

سائل عبدالمنان سرگودھا

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جو پیدائشی مختون (ختنہ شدہ) تھے وہ یہ ہیں۔ (۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت شیث علیہ السلام (۳) حضرت ادریس علیہ السلام (۴) حضرت نوح علیہ السلام (۵) حضرت سام علیہ السلام (۶) حضرت لوط علیہ السلام (۷) حضرت یوسف علیہ السلام (۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۹) حضرت شعیب علیہ السلام (۱۰) حضرت سلیمان علیہ السلام (۱۱) حضرت ہود علیہ السلام (۱۲) حضرت صالح علیہ السلام (۱۳) حضرت زکریا علیہ السلام (۱۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۱۵) حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام (۱۶) حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ ان میں سترہویں خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ بلکہ ان حضرات کے علاوہ عام مسلمانوں میں بعض کے لئے سنا گیا ہے کہ وہ مختون پیدا ہوئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصوب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۳۰

کیا معجزات و کرامات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے تحت قدرت ہوتے ہیں کہ جب چاہیں ظاہر کر دیں؟

سائل ۔ حامد ملتان

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہم اہلسنت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں ہاں انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام اس کے نائب اور خلیفہ ہیں ان سے جو امور خرق العادۃ صادر ہوئے ہیں ان کی تخلیق اللہ کا فعل ہے وہ عرف شرع میں اگر انبیاء سے صادر ہوئے تو معجزات اور اگر اولیاء سے صادر ہوں تو کرامات کہلاتے ہیں:

بعضهم الى ان المعجز فيما ذكر من المثال ليس هوا لحركة بالقصد او المشي لكونها مقدورة له بخلق الله فيه القدرة عليها انما المعجز هناک هو نفس القدرة

عليها وهذه القدرة ليست مقدورة له وذهب آخرون الى ان نفس هذه الحركة معجزة من جهة كونها خارقة للعادة ومخلوقة الله تعالى وان كانت مقدورة للنبي وهو الاصح

(شرح مواقف جلد ۸ ص ۲۲۳، ۲۲۴ طبع مصر)

ترجمہ [illegible]

(وشرط قوم) في المعجزة (ان لايكون مقدورا للنبي) اذلوكان مقدوراله كصعوده الى الهواء ومشيه على الماء لم يكن نازلا منزلة التصديق من الله تعالى وليس بشيء لان قدرته مع عدم قدرة غيره عادة معجز قال الامدي هل يتصور كون المعجزة مقدورة للرسول ام لا اختلف الائمة فيه ذهب بعضهم الى ان المعجزفيما ذكر من المثال ليس هو الحركة بالصعود او المشي لكونها مقدورة له بخلق الله فيه القكرة عليها انما المعجز هنا ک هو نفس القكرة عليها وهذه الوكرة ليست مقدورة له وذهب آخرون الى ان نفس هذه الحركة معجزة من جهة كونها خارقة العادة ومخلوقة الله تعالى وان كا نت مقدورة النبي وهوالا صح.

(شرح مواقف جلد ۸ ص ۲۲۳، ۲۲۴ طبع مصر)

ترجمہ : اور بعض لوگوں نے معجزہ میں یہ شرط لگائی کہ وہ نبی کی قدرت میں نہ ہو کیونکہ اگر معجزہ نبی کا مقدور ہو جیسے ہوا پر اڑنا، یا پانی پر چلنا تو وہ نبی کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والا قرار نہ پائے گا۔ مگر یہ شرط بیکار ہے۔ اس لئے کہ جب غیر نبی اس پر عادۃ قدرت نہیں رکھتا تو ایسی صورت میں نبی کا اس پر قادر ہونا اس کے معجزہ ہونے کے منافی نہیں! آمدی نے کہا کہ معجزہ کا نبی کی قدرت میں ہونا ممکن ہے، یا نہیں۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ (ہوا پر اڑنے یا پانی پر چلنے کی) مثال

مذکور میں اڑنے یا چلنے کی حرکت معجزہ نہیں۔ کیونکہ وہ اس قدرت کی وجہ سے نبی کی مقدور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کے اندر پیدا کیا ہے

واللہ تعالیٰ اعلم با لصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۳۱

ہمارے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ پیدائش سے پہلے کے نبی ہیں اور چالیس سال کے بعد صرف نبوت کا اظہار فرمایا جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ آپ چالیس سال سے پہلے تو جانتے تک نہ تھے کہ نبی بننے والا ہوں ان دونوں میں حق پر کون ہے؟

سائل ۔ چشتی بابا ، نفیس کراچی

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

برحق مذہب یہی ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے اور اسی وقت سے ہی نبوت سے موصوف ہیں چالیس سال کے بعد نبوت ظاہر فرمائی چنانچہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ:

قال الامام فخرالدين الرازي الحق ان محمدا ﷺ قبل الرسا لة ما كا ن على شرع نبي من الانبياء عليهم السلام وهو المختا ر عند المحققين من الحنيفة لا نه لم يكن من امة نبي قط لكنه كا ن في مقا م النبوة قبل الرسالة وكا ن يعمل بما هو الحق الذي ظهر عليه في مقام نبوته بالوحي الخفي والكشوف الصادقة من شريعة ابراهيم عليه السلام وغير ها كذانقله القونوى في شرح عمدة النسفي وفيه دلا لة على ان نبوته لم تكن منحصرة فيما بعد الاربعين كما قال جماعة بل اشارة الى انه من يوم ولا دته متصف بنعة نبوته بل يدل حديث "كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد" على انه ﷺ متصف بوصف نبوة في عالم الارواح قبل خلق الا شباح؟ وهذاوصف خاص له لانه محمول

علی خلقه للنبوة واستعداده للرسالة کما یفهم من کلام الامام حجة الاسلام فانه حینئذ لایتمیز عن غیره حتی یصلح ان یکون ممدوحا لهذا النعت بین الانام کذا فی شرح الفقه الاکبر لعلی القاری رحمه الله تعالی

حضور نبی اکرم ﷺ قبل از اعلان نبوت محققین حنفیہ کے نزدیک کسی نبی کی پیروی نہیں فرماتے تھے کیونکہ آپ کسی کے امتی تو تھے نہیں بلکہ تمام انبیاء آپ کے امتی تھے علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ آپ اس وقت بھی وصف نبوت سے متصف تھے جب آپ کو اس وقت وحی خفی اور کشف صادق کے ذریعے ابراہیمی شریعت وغیرہ کے احکام کے مطابق عمل کرنا پڑتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے چالیس سال کی عمر کے بعد صرف اظہار نبوت فرمایا ورنہ اس سے قبل تو وصف نبوت سے متصف تھے یہ بات بالکل غلط ہے کہ آپ چالیس سال کے بعد نبی بنے بلکہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نہ صرف اندرایں عرصہ نبی ہوئے بلکہ عالم ارواح میں بھی آپ کی نبوت کا چرچا تھا بلکہ اس سے بھی قبل چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بھی اسی طرح فرمایا اسے ملا علی قاری حنفی نے شرح فقہ اکبر میں تفصیل سے لکھا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: ﴿۳۲﴾:

(۱) قبلے کتنے ہوئے ہیں؟

(۲) خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو ذوقبلتین کیوں کہا گیا؟

(۳) اس آیت مبارکہ وما انت بتابع قبلتهم وما بعضهم بتابع قبلة بعض (پارہ ۲ آیت ۱۴۵ سورۃ بقرہ) سے قبلہ ہذا کا یہود و نصاریٰ دونوں قوموں کا قبلہ ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن ہر ایک کا قبلہ جس نام بتایا جائے کہ یہود کا قبلہ کونسا ہے اور نصاریٰ کا کونسا؟

سائل عبد المجید

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

(۱)**قبلے دو هی هونے هیں:** ۱۔ بیت المقدس ۲۔ کعبہ یعنی مسجد حرام۔ قبل ہجرت مکہ میں تاجدار

دو عالم ﷺ کعبہ کی طرف نماز ادا کیا کرتے تھے بعد ہجرت مدینہ طیبہ میں بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ نماز ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد بحکم آیت قدسی قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنولینک قبلة ترضها فول وجهک شطر المسجد الحرام (پارہ ۲ سورۃ بقرہ آیت ۱۴۴) کعبہ یعنی مسجد حرام کی طرف نماز ادا کرتے تھے اسلئے ذوقبلتین آپ ﷺ کا لقب ہے۔

(۱) قبلہ نصاریٰ مشرق بیت المقدس ہے اور قبلہ یہود مغرب بیت المقدس ہے۔ جو آیت میں ذکر ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ نصاریٰ سے مغرب بیت المقدس کی جانب کی تابعداری کریں گے

(۲) صاحب مدارک التنزیل تحت آیہ کریمہ لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب (پارہ ۲ سورۃ بقرہ آیت ۱۷۷) کے تحریر فرماتے ہیں:

والخطاب لاهل الکتاب لان قبلة النصاری مشرق بیت المقدس وقبلة الیهود مغربه الخ۔ وایضا ذکر صاحب الخازن تحت ایة با ذکر هذا خطاب لاهل الکتاب لان النصاری صلی قبل المشرق والیهود قبل المغرب الی بیت المقدس الخ

نصاریٰ کے قبلہ کا نام مشرق بیت المقدس ہے اور یہود کے قبلہ کا نام مغرب بیت المقدس ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۳۳﴾:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضور ﷺ کو نور حسی معنوی دونوں مانیں یا صرف حسی یا صرف معنوی؟

سائل غلام نبی سکھر

الجوب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حضور سرور عالم ﷺ کی شریعت اقدس بھی حق ہے اور آپ کا نور ہونا بھی حق اور آپ جمیع کمالات کے جامع ہیں اسی لئے آپکو حسی و معنوی دونوں نور ماننا چاہئے۔ معنوی نور کے متعلق تو کسی کو اختلاف نہیں حسی کے دلائل میں ایک روایت وشہادت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنھا سے بھی ہے چنانچہ محدث ابن جوزی علیہ الرحمہ

روایت نقل فرماتے ہیں کہ:

قالت آمنه لقد رایت وضع رسول الله ﷺ نورا اضاءت له قصور الشام حتی رایتها

(الوفا باحوال المصطفی ﷺ باب الحادی والعشرون ص ۹۶)

ترجمہ بے شک نبی کریم ﷺ افضل الصلوۃ والتسلیم کی والدہ طاہرہ نے دیکھا کہ جب انہوں نے نبی پاک ﷺ کو جنا تو حضور کے نور سے شام کے محلات منور اور روشن ہو گئے۔

محدث بیہقی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنھا کی درج فرمائی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: انی رایت خرج منی نور اضاءت له قصور الشام۔

ترجمہ میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۳۴﴾:

کیا حضور سرور دو عالم ﷺ کو نور حسی مانا جائے یا معنوی بعض لوگ آپکے معنوی نور ہونے کے تو قائل ہیں لیکن آپکے حسی نور ہونے کے قائل نہیں؟

سائل محمد اکبر طاہر جھنگ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حضور جمیع عالمین کے اصل اور سرچشمہ ہیں آپ اس دنیوی عالم میں بشریت کے لباس میں ہیں تو آپ نور معنوی بھی ہیں اور حسی بھی جیسا کہ صحیح روایات میں ہے:

(۱) ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ چودھویں رات کا چاند اپنی پرکیف شعاعیں بکھیر رہا تھا۔ موسم خوشگوار فضا پرسکون اور وقت راحت آفریں تھا۔ سرور عالم، تاجدار بطحا، ماہ عرب، مہر رسالت حضور محمد مصطفی ﷺ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ سیاہ چادر مقدس شانوں پر تھی۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا ایک طرف بیٹھ گیا سرور عالم ﷺ یمن کے نمائندوں سے بات چیت کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ لائق عبادت صرف اللہ ہی ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔ قادر وقدوس ہے کسی کا محتاج نہیں۔ نفع اور نقصان موت اور زندگی

سب اسی کے اختیار میں ہے۔ اس معبود برحق کو چھوڑ کر فانی اور خود ساختہ بتوں کو پوجنا انسانی عقل کی سب سے بڑی توہین ہے۔ حضور ﷺ کا انداز بیان بے حد اثر آفریں تھا۔ میں کبھی حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کو دیکھتا اور کبھی چودھویں رات کے چاند کو۔ اللہ کریم شاہد ہے کہ حضور ﷺ کا چہرہ چاند سے زیادہ روشن تھا

(۲) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا بیان فرماتی ہیں

سردی کا موسم تھا۔ ہوا کے سرد جھونکے چل رہے تھے۔ میں عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر بے خبر ہو کر سو گئی تھی۔ تہجد کے وقت آنکھ کھل گئی۔ نماز پڑھی پھر چراغ کو قریب رکھ کر کپڑا سینے میں مشغول ہو گئی۔ یکایک سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ چراغ اٹھا کر سوئی کو تلاش کرنا چاہا۔ لیکن چراغ بھی بجھ گیا اسی دوران سرور عالم ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے حضور کے چہرے اقدس سے اس قدر نور ظاہر ہو رہا تھا کہ مجھے اپنی سوئی نظر آ گئی۔ (۳) سیدنا ابو ہریرہ فرماتے کہ مجھے حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی زندگی کے اعمال وفرائض سے فارغ ہو کر جو وقت حاصل ہوتا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گذارتا۔ جب حاضر ہوتا حضور ﷺ نگاہ کرم سے دیکھ لیتے دل کو خوشی حاصل ہوتی کئی مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ بعض اجتماعات میں بھی شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی ہم تاریک راتوں میں حضور ﷺ کے ساتھ راستوں سے گزرتے حضور ﷺ کا چہرہ اقدس اس قدر روشن تھا کہ ہمیں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی یہ نور حسی کے چند دربانظارے تھے نور معنوی سے بھی آپ موصوف ہیں اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جب آفتاب ہدایت طلوع ہوا سرزمین عرب پر ظلمت کے بادل چھائے ہوئے تھے تہذیب وتمدن اور انسانی اخلاق کا جنازہ نکل چکا تھا۔ وحشت و بربریت اور قتل وخونریزی کا خوفناک طوفان برپا تھا عورت کی مظلومیت اپنی آخری حد پر پہنچ گئی تھی سرمایہ داری کا جاہ وجلال اپنے شباب پر تھا ان حالات میں سرور دو عالم ﷺ جلوہ افروز ہوئے حضور ﷺ نے اپنے نور ہدایت کے زور سے گمراہی کی ظلمت کا خاتمہ کیا سنگدل ظالموں کو رحمدل بنا دیا جو غارت گر تھے وہ امن کے محافظ بن گئے جو زانی اور بدکار تھے وہ طہارت اور پاکیزگی کے عرش اعظم پر پہنچ گئے جو خود غرض تھے وہ سراپا ایثار بن گئے عورتوں کی مظلومیت ختم ہو گئی غریبوں کے لئے عزت واحترام کے جذبات پیدا ہو گئے وغیرہ وغیرہ اسکی مزید تحقیق وتفصیل (تفسیر اویسی مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور) آیت نور میں یا فقیر کی تصنیف (حضور ﷺ حسی نور هیں۔)

میں دیکھئے۔

والله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۴ رجب ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ۳۵:

جب ساری مخلوق حضور ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی تو ناپاک خبیث شخص کی برائی وقباحت حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوگی (معاذ اللہ) اور یہ آپ کی سخت توہین ہے؟

سائل عبدالکریم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ سارا عالم حضور ﷺ کے آفتاب سے فیض پا رہا ہے اس توہین کا کیا معنی؟ جیسے ہم کہیں سورج کی شعاعیں تمام کرہ ارضی میں جمادات ونباتات اور کل معدنیات جملہ موالید اور جواہر اجسام کے حقائق لطیفہ اور خواص واوصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہیں تو کیا کسی شے کی بری خاصیت کا اثر سورج کی شعاعوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کسی شے کی برائی شعاعوں پر اثر انداز نہیں تو جب برائی اثر انداز نہیں تو بری قباحت اور برائی کا تصور نہیں ہو سکتا اسی معنی کو حضور ﷺ کیلئے سمجھئے۔

اسے ہم دوسرے طور پر سمجھا دیں وہ یہ کہ زہریلی اشیاء کا زہر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات ونباتات وغیرہ کے الوان وطعوم وروائح کھٹا میٹھا مزہ، اچھی بری بو سب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہیں لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لئے عار کا موجب نہیں کیونکہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں کہا جا سکتا البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے ہیں اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تو ان میں بعض ایسے اوصاف وخواص پائے جاتے ہیں۔ جن کی بنا پر انہیں قبیح ناپاک اور برا کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا۔ اسی طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور علیہ السلام کی ذات پاک پر نہیں پڑ سکتا۔ اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں۔ تو انوار محمدی کی شعاعیں عالم موجودات کی برائیوں اور نجاستوں

سے معاذ اللہ کیونکر متاثر ہو سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور علیہ السلام کے نور میں حقائق اشیاء پائی جاتی ہیں اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور ناپاک نہیں ہوتی نجاستیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں۔ نجاستوں کا جو کھاد کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اسی کے نجس اجزا پودوں کی غذا بن کر غلہ اناج، پھول پھل سبزیوں اور ترکاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں اور وہی اجزائے غلیظہ اور غلہ پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں۔ جنہیں پاک سمجھ کر ہم کھاتے پیتے اور کسی قسم کا تردد ذہن میں نہیں لاتے۔ ثابت ہوا کہ ناپاکی کے اثرات صور وتعینات پر آتے ہیں۔ جو محض امور اعتباریہ ہیں حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں اسلئے کل مخلوقات کا نور محمدی ﷺ سے موجود ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔ حدیث جابر رضی اللہ تعالے عنہ میں جو بار بار تقسیم کا ذکر آیا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ نور محمد ﷺ تقسیم ہوا بلکہ اللہ تعالے نے جب نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا تو اس میں شعاع در شعاع بڑھتا گیا اور وہی مزید شعاعیں تقسیم ہوتی رہیں اس مضمون کی طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ فرمایا دیکھئے زرقانی علی المواہب جلد اول ص ۴۶ رہا یہ شبہ کہ نور محمدی ﷺ سے روح محمدی ﷺ مراد ہے لہذا حضور ﷺ کا نور ہونا ثابت نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف نور نبیک من نورہ وارد ہے جس طرح نورہ میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے اللہ تعالی مراد ہے اسی طرح نور نبیک میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے ذات پاک حضرت محمد مصطفے ﷺ مراد ہے اسکی مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "شرح حدیث جابر" میں پڑھیے۔

والله تعالى اعلم با لصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۳۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضور ﷺ جملہ مخلوق کے نبی ہیں یا صرف اپنے دور سے تا قیامت کی مخلوق کے نبی ہیں؟

سائل عبدالعلیم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حضرت ابن ابی شریف قدسی مسامرہ شرح مسایرہ صفحہ ۲۴۱ میں فرماتے ہیں (الی رسول الله الى الخلق) محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ مسایرہ مع شرحہ صفحہ ۳۶ میں فرماتے ہیں:

نشهد ان محمدا رسول الله ارسله الى الخلق اجمعين

امام ابن حجر مکی رضی اللہ تعالے عنہ فتاوی حدیثیہ صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں کہ

انه صلى الله عليه وسلم معوث اليهم (اى الى الملا نكة) ورجحه التقى السبكى وزادانه صلى الله عليه وسلم مرسل الى جميع الانبياء والامم السابقة وان قوله (بعثت الى الناس كافة) شامل لهم من لدن آدم الى قيام الساعة ورجحه ايضا البارزى وزادانه مرسل الى جميع الحيوانات والجمادات.

نیز وہی امام ابن حجر مکی ایک اثر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اثر میں یہ بیان ہوا کہ عالم بالا کے ذرہ ذرہ پر حضور ﷺ کا نام لکھا ہوا ہے:

وفى هذا الاثر فائدة لطيفة هى انه ﷺ ارسل الى الحور العين والى الولدان وصح كذلك انه لم يدخل احد الجنة ولم يستقر بها ممن خلق فيها الا من آمن به ﷺ ولعل من فوائد الاسراء ودخوله الجنة تبليغ جميع من فى السموات من الملائكة ومن فى الجنان من الحور العين والولدان ومن فى البرزخ من الانبياء رسالته ليومنوابه ويصدقوه فى زمنه مشافهة بعد ان كانوا مومنين به قبل وجوده.

(فتاوى حديثيه صفحه ۱۸۳)

نیز وہی امام ابن حجر مکی ارشاد فرماتے ہیں:

الذى رجحه شيخ الاسلام التقى السبكى وجماعته من محققى المتاخرين: انه ارسل اليهم (اى الى الملائكه) ويدل له ظاهر قوله تعالے (ليكون للعالمين نذيرا) وهم الانس والجن والملائكة ومن زعم انه ﷺ ارسل الى بعض الملائكة دون بعض فقد

تحكم من غير دليل كما ان من ادعى خروج الملائكة كلهم من الآية يعجز عن دليل يدل على ذلك ...... كفى بالاخذ بظاهر الآية دليلا لا سيما و خبر مسلم الذى لا نزاع فى صحته صريح فى ذلك و قوله ﷺ (ارسلت الى الخلق كافة) فتأمل قوله (الخلق) وقوله (كافة) ومن ثم اخذ من هذا شيخ الاسلام الجمال البارزى انه ﷺ أرسل الى جميع المخلوقات حتى الجمادات الخ

(فتاوى حديثيه ص ۱۳۳)

والله تعالى اعلم با لصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ [illegible]

مسئلہ ۳۷:

حضور سرور عالم ﷺ کی مثل کہنا کیسا ہے؟

سائل عبدالرزاق

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

بے ادبی اور گستاخی ہے اس لئے کہ مثل کا معنی ہے۔ ند۔ اور مثل اسے کہتے ہیں جو کسی کے ساتھ تمام صفات میں برابر ہونے والا (غیاث اللغات ص ۴۲۵)۔ اس سے پتہ یہ چلا کہ جو ان کی مثلیت کا دعویدار ہو وہ ان کی تمام صفات کا دعویدار ہے جو کہ دعوی نبوت کے نتیجے کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ جو نبی ﷺ کا مماثل ہوگا اس میں صفت نبوت بھی پائی جائے گی اور یہ ناممکن ہے کہ ایک عام آدمی اپنی زبانی یا شیطان کے دھوکہ میں آکر نبوت کے منصب کی برابری کا دعوی کرے ان کی مثل ہو جائے اور جو ایسا کرے گا وہ قطعاً یقیناً کافر ہے۔

والله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۳۸:

اہلسنت کے نزدیک خاتم النبیین کا مفہوم کیا ہے؟

سائل حبیب اللہ بہاول پور

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

خاتم النبیین کا لغت کی جملہ کتب میں وہی معنی ہے جو اہلسنت نے بیان کیا ہے اہل لغت مذہبی تعصب سے ہٹ کر معانی بیان کرتے ہیں فقیر اس مقام پر صرف کتب لغت سے خاتم کا معنی بیان کرتا ہے

(۱)الصحاح میں ہے: **ختمه الله بالخير** خدا اسکا خاتمہ بالخیر فرمائے (۲)**ختمت القرآن ای بلغت آخره** یعنی میں نے قرآن مجید کو آخر تک پڑھ لیا ہے۔

(۳)**اختمت الشئی نقیض افتحه**: اختتام، افتتاح کی نقیض ہے۔ (۴)**الخاتم بکسر التاوفتحها والختام**

والخا تا م کله بمعنی وخاتمة الشئی آخره یعنی خاتم بالکسر وبالفتح اور ختام وخاتام سب کا ایک ہی معنی ہے اور کسی چیز کے آخر کو خاتمۃ الشئی کہتے ہیں حضور سرور عالم ﷺ اسی معنی پر خاتم ہیں کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے آخر میں تشریف لائے ہیں۔

صاحب الصحاح کا نام حماد بن اسماعیل الجوہری ہے ۳۹۳ھ میں وفات ہے۔ خاتم کے اسی طرح کے معنی لسان العرب میں لکھے ہیں لسان العرب کے مصنف کا نام ہے ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری وفات ۷۱۱ھ میں ہے اس کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱)**ختا م الوادی اقصاه وختام القوم وخا تمهم آخر هم**"

وادی کے آخری کونہ کو ختام الوادی اور قوم کے آخر فرد کو ختام وخاتم (بالکسر وبالفتح) کہتے ہیں محمد ﷺ خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام اسی مناسبت سے حضور سرور عالم ﷺ کو خاتم الانبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کہا جاتا ہے التہذیب کے حوالہ سے صاحب لسان العرب نے لکھا کہ:

والختم والخاتم من اسما ء النبی ﷺ وفی التنزیل العزیز ولکن رسول الله وخاتم النبیین ای آخر هم ومن اسما ئه العاقب ایضا ومعنا ه آخر الا نبیاء ترجمہ ختم اور خاتم حضور نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں ارشاد ہوا ولکن **رسول الله وخاتم النبیین ۔ترجمہ**: یعنی سب نبیوں سے پچھلا۔ اور حضور کے اسماء گرامی میں

"عاقب" بھی ہے اس کے معنی بھی آخر الانبیاء ہیں۔

علامہ احمد بن علی المقری الفیومی (م ۷۷۰ھ) کتاب "المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر" میں لکھتے ہیں

ختمت القرآن، حفظت خاتمته وهي آخره **ترجمہ**: میں نے قرآن مجید ختم کرلیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے آخر تک قرآن مجید حفظ کرلیا ہے۔ اہل لغت کی تصریحات سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ خاتم کی تا پر زبر ہو یا زیر یعنی اسے خاتَم پڑھا جائے یا خاتِم دونوں صورتوں میں اس کا معنی آخری ہے۔ اس معنی کی تائید میں قرآن مجید میں ایک ارشاد ربانی ہے "وختامه مسک" (سورۃ المطففین)

"ای آخره وعاقبته مسک، یختم لهم فی آخر مشاربهم بریح المسک۔

(ابن جریر طبری)

ترجمہ "اہل جنت کو جو شراب پلایا جائے گا اس کے آخر میں انہیں کستوری کی خوشبو آئے گی۔"

اہل لغت نے ختم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا بھی بیان کیا ہے۔ اس مہر یا مہر لگانے والے سے مراد کسی منصب دار یا دائرہ خانہ کی مہر نہیں ہے کہ کسی درخواست پر لگائی یا لفافہ وغیرہ پر اور منصب کا [illegible] ہے [illegible] اس مہر سے مراد وہ مہر ہے جس سے کسی شے کو ختم یا بند کیا جاتا ہے۔ [illegible]

"ختمه یختمه ختما وختاما طبعه فهو مختوم ومختم شدد للمبالغة"

ترجمہ: یعنی ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگائی جائے اس کو مختوم اور مبالغہ کے طور پر مختم کہتے ہیں"۔ مزید لکھا:

"ومعنی ختم وطبع فی اللغة واحد وهو التغطية على الشئ والاستيثاق عن ان لا يدخله شئ كما قال جل وعلا ام على قلوب اقفالها"

ترجمہ طبع اور ختم کا لغت میں ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شے کو اس طرح ڈھانپنا اور مضبوطی سے بند کردینا کہ اس میں باہر سے کسی چیز کا داخلہ ممکن نہ رہے۔ زمانہ سلف میں خلفاء، امراء اور سلاطین اپنے خطوط لکھنے کے بعد کسی کاغذ یا کپڑے کی تھیلی میں رکھ کر مہر لگا دیتے تھے تاکہ مہر کی موجودگی میں اس میں ردوبدل ممکن نہ رہے۔ اگر کوئی تغیر وتبدل کرنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے

گا۔ اس پر احکام سلطانی میں تغیر وتبدل کرنے اور امانت میں خیانت کرنے کا سنگین جرم عائد ہوگا۔ اس صورت میں خاتم النبیین کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ حضور اکرم محمد مصطفی ﷺ کی تشریف آوری سے یہ سلسلہ بند ہوگیا۔ اب اس پر مہر لگادی گئی ہے تاکہ کوئی کذاب، جھوٹی نبوت کر کے سلسلہ انبیاء میں داخل نہ ہوسکے۔ اگر کوئی کذاب وخائن اس زمرہ میں داخلہ کی کوشش کرے گا تو پہلے مہر نبوت کو توڑے گا۔ اس طرح اللہ تعالی کی مہر کو توڑنے کی پاداش میں کذاب، خائن اور دجال بن کر جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا۔

ختم اور طبع کے اسی معنی کی تائید قرآن مجید کی ان آیات سے ہوتی ہے جن میں اللہ تعالی نے کافروں کے دلوں پر مہر لگانے کا بیان فرمایا ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے:

"**ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم**"

(پارہ ۱ آیت ۷ سورۃ البقرہ)

ترجمہ" اللہ نے انکے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

کفار ضلالت اور گمراہی میں ایسے ڈوبے ہوئے ہیں کہ حق کے دیکھنے، سننے اور سمجھنے سے اس طرح محروم ہوگئے جیسے کسی کے دل اور کانوں پر مہر لگی ہو اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہو۔ حق ان کے دل، کان اور آنکھ میں نہیں آسکتا۔

علامہ ابن جریر طبری اس آیت کے معنی میں لکھتے ہیں:

"**ای طبع الله على قلوبهم واسماعهم فلا يكون للايمان اليها مسلک ولا للكفر منها مخلص كما يطبع ويختم على الاوعية والظروف**۔"

(مختصر تفسیر طبری)

"اللہ تعالی نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کردی۔ پس ایمان ان میں داخل نہیں ہوسکتا، نہ کفران کے دلوں سے نکل سکتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جس طرح برتنوں کا منہ بند کردیا جائے تو ان میں نہ کچھ ڈالا جاسکتا اور نہ ہی ان میں سے کچھ نکل سکتا ہے۔" اس صورت میں خاتم النبیین کا معنی ہوگا کہ حضور اکرم محمد ﷺ نبوت

پر ایسی مہر ہیں کہ کوئی مدعی نبوت اب زمرہ انبیاء میں داخل نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی نبی اس زمرہ سے نکالا جاسکتا ہے۔

لغوی معنی کی تحقیق کے بعد مفسرین کبار کے چند اقوال ملاحظہ ہوں، اجلہ علمائے تفسیر کا اس پر اجماع ہے کہ آیت مذکورہ میں خاتم النبیین سے مراد پچھلا نبی ہے۔

امام المفسرین ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"**خاتم النبیین ﷺ الذی ختم الله عليه النبوة فلا تفتح لا حد بعده الى قيا م الساعة**.

(مختصر تفسیر طبری)

ترجمہ:" خاتم النبیین وہ ذات ہے جس پر اللہ تعالی نے نبوت کا سلسلہ بند کردیا ہے پس قیامت تک اب کسی کے لئے نہ کھولا جائے گا"۔

اسماعیل بن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

"**فهذه الا ية نص فی انه لا نبی بعده واذا كا ن لا نبی بعده فلا رسول بعده بالطريق الاولى**"۔

(تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: یہ آیت اس بارے میں نص قطعی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم سید الکونین ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جب آپ کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو کسی رسول کا آنا بطریق اولی محال ہے۔

اما م المحققین قاضی نا صر الدین ابو الخیر عبد الله بن عمر بن محمد شیر ازی بیضاوی (م ۶۹۱ھ) اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں:

"**آخر هم الذی ختمهم او ختمو ابه على قراة عاصم بالفتح**" (تفسیر بیضاوی)

ترجمہ: حضور ﷺ انبیاء میں سب سے آخری ہیں، یا حضرت عاصم کی قرأت کے مطابق، تا کے فتح کے ساتھ (خاتَم) اس کا معنی ہوگا کہ آپ کے آنے سے باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا۔

عمدۃ المفسرین امام فخر الدین رازی، امام المحدثین امام محمد بن احمد محلی شافعی، محمود آلوسی اور دیگر مفسرین نے بھی اس آیت کا یہی معنی لکھا ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۳۹

آپ کے نبی پاک ﷺ کی تعریف میں بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں حالانکہ حضور سید عالم ﷺ اپنی تعریف میں مبالغہ آرائی سے روکتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے

عن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال رسول اللہ ﷺ لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے نہ بڑھاؤ جیسے نصاری نے عیسی بن مریم علیہما السلام کو بڑھایا۔ میں اللہ تعالی کا صرف "عبد" ہوں لہذا تم مجھے عبد اللہ اور اس کا رسول کہو۔ یہ حدیث صحیحین (بخاری ومسلم) کی متفق علیہ ہے۔ رسول اکرم سید عالم ﷺ نے اس حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے الوہیت اور معبودیت کے درجہ تک نہ بڑھاؤ جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالی کا بیٹا کہہ کر انہیں الہ اور معبود بنایا اور مقام عبدیت ورسالت سے بڑھا کر معبودیت اور الوہیت تک پہنچا دیا۔

سائل عبدالخالق

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جو لوگ اس حدیث کو پڑھ کر رسول اکرم سید عالم ﷺ کی شان رسالت اور کمال عبدیت بیان کرنے سے روکتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ شان رسالت اور کمالات عبدیت کے مقام اور مرتبہ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں مبالغہ ممکن نہیں۔ اس لئے کہ عبدیت ورسالت کا کوئی کمال ایسا نہیں جو اللہ تعالی نے اپنے حبیب سید عالم ﷺ کو عطا نہ فرمایا ہو۔ تو مقام عبدیت ورسالت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے کوئی حد نہیں نہ اس میں زیادتی اور مبالغہ متصور ہے۔ البتہ الوہیت اور معبودیت کی صفت اگر کوئی شخص معاذ اللہ رسول اکرم ﷺ کے لئے ثابت کرے تو یقیناً اس نے مبالغہ کیا۔ اور حضور ﷺ کو حد سے بڑھایا لیکن کسی مسلمان کے حق میں یہ گمان کرنا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو الوہیت اور معبودیت کے

درجہ تک پہنچایا ہے۔ بڑا جرم اور گناہ عظیم ہے۔ کسی ایسے مسلمان، جو **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اپنی زبان سے پڑھتا ہو اور دل سے اس کا یقین رکھتا ہو، کے حق میں ان کا گمان شدید قسم کی سوء ظنی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا **ان بعض الظن اثم**۔ مختصر یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس بیان کرنے میں مبالغہ ممکن نہیں بجز اس کے کہ حضور ﷺ کے لئے الوہیت ثابت کی جائے۔ حدیث میں خود اس امر کی تصریح موجود ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا **کما اطرت النصاری** (الحدیث) ظاہر ہے کہ نصاری نے عیسی علیہ السلام کو خدا مانا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

و اذقال اللہ یعیسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ۔

(پارہ ۷ آیت ۱۱۶ سورۃ المائدہ)

ثابت ہوا کہ حدیث مبارک میں حضور سرور دو عالم ﷺ کو الہ ماننے سے نہی وارد ہے یہ نہیں کہ ماسوائے الوہیت حضور ﷺ کی شان تسلیم کرنے سے منع کیا گیا ہو حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر وہ خوبی اور کمال جو الوہیت کے ماسوی ہے۔ وہ حضور ﷺ کے لئے ثابت ومحقق ہے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

فقولوا عبد اللہ ورسولہ۔

پس بگوئید مرا بندہ خدا ورسول او وبندگی مقام خاص وصفت مخصوصہ آنحضرت ست کہ بندہ حقیقی اوست وازھمہ اتم واکمل ست دریں صفت و کمال مدح وبیان علو مقام آنحضرت دراسناد ایں صفت ست واطرو مبالغہ بمدح آنحضرت راہ ندارد ھر وصف کمال کہ اثبات کنند وبھر کمال کہ مدح گویند از رتبہ او قاصر است الا اثبات صفت الوھیت کہ درست نیاید۔ بیت مخواں او را خدا از بھر امر شرع وحفظ دیں دگر ھر وصف کش میخواھی اندر مدح او انشا کن بحقیقت ہیچ یکی جز خدا حقیقت او را ندانند وثنائے او

نتوانند گفت زیرا کہ او را چنانچہ اوست ہیچ کس نشناخت ﷺ "انتہی

(اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۹۴،۹۳)

ترجمہ: پس مجھے خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ مقام عبدیت رسول اللہ ﷺ کا مقام خاص اور حضور ﷺ کی صفت مخصوصہ ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ اللہ تعالی کے عبد حقیقی ہیں اور اس وصف عبدیت میں سب سے زیادہ اتم واکمل ہیں اور آنحضرت کی کمال مدح اور علو مقام اسی صفت عبدیت کی طرف اسناد کرنے میں ہے۔ حد سے بڑھانا اور مبالغہ کرنا حضور ﷺ کی مدح شریف میں راہ نہیں پاتا۔ جس صفت کمال کو حضور ﷺ کے لئے اثبات کریں اور جس کمال صفت کے ساتھ حضور ﷺ کی تعریف کریں وہ حضور ﷺ کے مرتبہ سے قاصر ہے بجز اثبات صفت الوہیت کے کہ یہ درست نہیں۔ بیت

مخواں او را خدا از بھر امر شرع وحفظ دیں

دگر ھر وصف کش میخواھی اندر مدح او انشا کن

یعنی امر شرع اور دین کو محفوظ رکھنے کے لئے انہیں خدا نہ کہو۔ اس کے علاوہ جو صفت چاہو حضور ﷺ کی مدح میں بیان کرو۔ الحقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی ان کی حقیقت کو نہ جانتا ہے نہ ان کی تعریف کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ حقیقت میں جیسے ہیں انہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ خدا تعالی کو ان کی طرح کوئی نہیں پہچانتا۔ انتہی

(اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۹۴،۹۳)

حضرت شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضور سید عالم ﷺ کی مدح میں جو کمالات اور خوبیاں بیان کی جائیں وہ سب حضور ﷺ کے مرتبہ سے قاصر ہیں اور جس قسم کے کمالات تاجدار مدینہ ﷺ کے لئے اہل سنت قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت مانتے ہیں۔ ان میں سے کوئی وصف بھی صفت الوہیت نہیں۔ لہذا اہل سنت مذکورہ کے ساتھ حضور ﷺ کی مدح وثنا کو معاذ اللہ اطراء اور مبالغہ کہنا دروغ بے فروغ ہے۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم ۔ واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

چھوڑ دے اس چیز کو (یعنی الوہیت کو) جس کا دعوی کیا تھا نصاری نے اپنے نبی حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اور حکم کر ہر اس چیز کے ساتھ جو تو چاہے حضور ﷺ کی مدح وثناء میں اور اس پر اچھی طرح پختہ اور مضبوط ہو۔ اسکے متعلق مزید تحقیق فقیر کی کتاب "لا یمکن الثناء" کا مطالعہ کیجئے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ رجب ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: ﴿۴۰﴾:

سنا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کا تلوا مبارک زمین پر نہیں لگتا تھا کیا اس کے متعلق کوئی حدیث ہے یا خالی خیال ہے؟

سائل نثار احمد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

تلوے کے بیان میں روایتیں مختلف ہیں شمائل ترمذی میں ہے **خمصان الاخمصین** آیا ہے۔ جس کے معنی اہل لغت نے یہ لکھے ہیں کہ تلوا مبارک اونچا تھا چلنے میں زمین سے نہ لگتا تھا۔ قدم مبارک کا یہ اعجاز تھا کہ پتھر اس کے نیچے موم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آج تک متعدد مقامات پر قدم مبارک کا نقش موجود ہے جس سے مسلمان برکت حاصل کرتے ہیں اسکی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "حلیہ حبیب کبریا" اور "معجزہ قدم مبارک" میں ملاحظہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ۔ ۲۳ رجب ۱۳۹۲ھ

مسئلہ: ﴿۴۱﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے ہاں چند لوگ مکتب فکر دیوبند سے متعلق ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے تاریک سایہ کے قائل ہیں آپ ایسے دلائل بھیجئے جن سے ہم انہیں سمجھا سکیں۔

سائل عبدالقدیر

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اگر آپکے احباب ضدی اور ہٹ دھرم نہیں تو ان کو درج ذیل حوالہ جات پڑھائیے:

دارالعلوم دیو بند کا فتوی جو "عزیز الفتاوی" میں درج ہے ملاحظہ ہو:

(سوال): (۴۶۴) وہ حدیث کونسی ہے جسمیں یہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا۔

(الجواب): (۱) امام سیوطی نے خصائص کبری میں آنحضرت کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں حدیث نقل فرمائی ہے۔

اخرج الحكيم الترمذی عن ذكوان ان رسول الله ﷺ لم يكن يرى له ظل فی شمس ولا قمر۔

حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ سایہ نہیں دیکھا گیا نہ سورج کی چمک میں نہ چاندی کی روشنی میں۔

(۲) اور تواریخ حبیب الہ میں مفتی عنایت احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔

(۳) عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں:

پیغمبر ما نداشت سایہ
تا شک بدل یقین نیفتد
یعنی ہر کس کہ پیرو اوست
پیدا است کہ بازمیں نیفتد۔

ترجمہ:۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام سایہ نہیں رکھتے تھے تا کہ یقینی دل پر شک نہ ہو یعنی ہر کس آپکے قدموں کی خاک ہے ظاہر کہ پاؤں زمین پر نہیں پڑتے۔ کتبہ عزیز الرحمن (عزیز الفتاوی ج۸ ص ۲۰۲)۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۳ شوال

مسئلہ ﴿۴۲﴾

زکریا علیہ السلام کا ذیل کی آیت سے غیر مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

قال رب اجعل لی اية . قال ايتک الا تكلم الناس ثلاثة ايام الا رمزا

(پارہ ۳ آیت ۴۱ سورۃ ال عمران)

حضرت زکریا نے حضرت یحیی کی ولادت پر کوئی نشانی مانگی اور عرض کی آیت (نشانی یا معجزہ) مقرر کر دے اللہ تعالی نے فرمایا تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے سوا اشاروں کے بات نہ کرسکو گے

سائل دین محمد سکھر

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حضرت زکریا علیہ السلام کے بات نہ کر سکنے میں ان کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ محض اللہ تعالی کا فعل تھا۔ اس قسم کے معجزات اور آیت میں نبی علیہ السلام کے اختیار میں نہ ہونا نبوت کے شان کے منافی نہیں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ﴿۴۳﴾

کیا بی بی زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا؟

سائل دین محمد سکھر

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جی ہاں، حضرت یوسف علیہ السلام کا بی بی زلیخا رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تھا اس پر فقیر کا رسالہ "رفع التعسف" کا مطالعہ کیجئے۔ چند حوالہ جات یہاں حاضر ہیں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ یوسف کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفی القصته ان الملک توجه و ختمه و ولاه مكان العزيز وعزله و مات بعد فزوجه

امراته زليخا فوجدها عذراء وولدت له ولدين (تفسیر جلالین ص ۱۹۴)

"قصہ یوں ہے کہ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور مہر دی اور عزیز کی جگہ والی بنادیا اور عزیز کو معزول کر دیا وہ عزیز کچھ دن بعد مر گیا تو بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کا نکاح عزیز مصر کی بیوی زلیخا سے کر دیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو بالکل کنوارہ پایا"۔

اس لئے کہ عزیز مصر زلیخا کا خاوند بالکل نامرد تھا (اویسی غفرلہ)

تفسیر صاوی میں ہے:

فولدت له ولدين ذكرين أفرائيم وميشاوبنتاواسمهارحمة زوجة ايوب عليه السلام وميشا هو جد يوشع بن نون. (تفسیر صاوی جلد ۳ ص ۹۶۴ سورۃ یوسف تحت آیت ۵۶)۔

یعنی زلیخا کے ہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے دو صاحبزادے فرائیم اور میشا پیدا ہوئے اور ایک بیٹی رحمت پیدا ہوئیں۔ رحمت ایوب علیہ السلام کی بیوی تھیں اور میشا، حضرت یوشع بن نون کے دادا تھے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ﴿۴۴﴾

پہلی دفعہ کا خواب یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی بندہ سفید مصلی پر نماز پڑھنے کے لیے چلا تو سرکار ﷺ کے ہمراہ دوسرے حضرت نے فرمایا کہ اس مصلی پر نہ جاؤ دوسری جگہ جاؤ جو سیاہ رنگ کا تھا۔ دوسری دفعہ پھر سرکار ﷺ کی زیارت ہوئی سرکار ﷺ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے ایک سیاہ کمبل مجھ پر ڈال دیا لیکن میری آنکھوں میں اندھیرا تھا سرکار ﷺ کا چہرہ صاف نہیں دیکھ سکا۔

سائل عبد المصطفی قادری ملتان

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

تعبیر از قلم علامۃ الدہر حضرت سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی۔ رحمۃ للعلمین کی کمال شفقت ہے کہ اپنے کسی غلام کو اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں بے شک حضور ﷺ کی زیارت خواب میں

بہت بڑی سعادت ہے لیکن اگر حضور ﷺ کی زیارت کرنے والا اپنے قلب و روح کی صفائی نہیں رکھتا تو اس کے باطن میں پوری پوری صفائی اور نورانیت نہیں ہوتی کچھ تکدر اور ظلمت ان کے اندر موجود ہے تو شرف زیارت کے ساتھ اسے یہ تنبیہ بھی فرما دی گئی ہے کہ ابھی تک صفائی باطن کے معاملہ میں تیری حالت خستہ ہے اور تیرا مقام ابھی تک صفائی باطن اور روح کی روشنی کے رتبہ میں قابل اصلاح ہے دونوں خوابوں میں اس کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے حضور سرور دو عالم ﷺ کی زیارت خواب میں ہونا بڑی خوش قسمتی کی علامت ہے قسمت والوں کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے ورنہ بہت بڑے بڑے زہاد اور عباد اسی میں مر گئے اللہ تعالی ہم سب کو اس نعمت سے نوازے۔ آمین!

امام قرطبی نے فرمایا: یعنی حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہو جانے میں یہ فائدہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کو تسلی ہے کہ وہ حضور ﷺ کی محبت میں سچا ہے اور آئندہ حضور ﷺ کے مشاہدہ شوق میں نیک عمل کرنے کی کوشش کرے۔

فائدہ: مذکورہ بالا عنوان میں مختلف امور ہیں جن کی علیحدہ علیحدہ تعبیریں حاضر ہیں:

[ا] (۱) حضور ﷺ کی زیارت حقیقی زیارت ہے اور بڑی خوش قسمتی ہے احادیث درج ذیل ہیں:

قال عليه السلام من رانی فی المنام فلن يدخل النار۔

جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ دوزخ میں ہرگز نہیں جائے گا۔

(۲) قال عليه السلام من رانی فقدرأی الحق

یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی خواب میں دیکھا۔

(۳) قال عليه السلام من رانی فی منامه فقدرأی الحق ولا ينبغی للشيطان ان يتصور بصورتی.

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان کو میری طرح بننے پر قدرت نہیں دی گئی۔

[ب] (۳) نماز کی کئی قسمیں ہیں فرض، سنن اور نوافل وغیرہ پھر ان میں سے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں ویسے ہی خواب میں نماز پڑھنے کی اچھی تعبیر ہے حضرت علامہ محمد بن سلیم فتحنا الكلام فی تعبير

الاحلام ج ۱ صفحہ ۸۶ میں فرماتے ہیں کہ

الاصل فی الرویا بالصلوۃ فی المنام انها محمودة دينا ودنيويا۔

خواب میں نماز پڑھتا دیکھنا اچھا ہے دین و دنیا کی بھلائی ہے نیز اس طرف دلالت ہے کہ خواب دیکھنے والا ملازمت اور نوکری میں اچھے عہدے پر فائز ہوگا قرض دار ہے تو ادائیگی قرض ہوگی، امانت دی ہو یا اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کوئی فریضہ ترک کرتا ہو تو ادا کریگا۔

(فائدہ) نماز کا ارادہ بھی نماز پڑھنے کے حکم میں ہے اور خواب مذکور میں کئی نکات ہیں مثلاً

(۱) سفید مصلی سے سیاہ مصلی کی طرف بھیجنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ شب بیداری کرو اور سیاہ مصلی سے رات کی عبادت مقصود ہے۔

(۲) سیاہ کمبل عطا کرنا بھی بھلائی ہے چنانچہ شیخ ابن سیرین قدس سرہ فرماتے ہیں:

وان رای النبی ﷺ وقداعطاه شيأ من متاع الدين فهو خير يناله بقدر اعطاه

یعنی اگر حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے خواب دیکھنے والے کو کوئی دین سے متعلق شے عنایت فرمائی ہے تو سمجھو کہ وہ خیر ہے جسے خواب دیکھنے والا عطا کی گئی شے کی مقدار حاصل کرے گا۔

(۵) دوسری دفعہ کے خواب میں حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت سے محروم رہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ابھی تک آپ کے دل پر گناہ اور معاصی کا رنگ باقی ہے اسے صاف کرنے کی کوشش کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ﴿۴۵﴾

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمد بخش، رسول بخش، نبی بخش نام رکھنا شرک ہے اس لیے کہ بخشنے والا تو اللہ ہے یہاں مغفرت کی نسبت حضور ﷺ کیطرف ہے اس لئے یہ شرک ہے۔

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کی شفاعت حق ہے اور یہاں بخش کا معنی حصہ بھی ہوسکتا ہے جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مسمی شخص حضور کے حصہ کا ہے اور یہ نیک تفاؤل کے طور پر ہے اگر بخش بخشنے والا ہو تو

قیامت میں حضور ﷺ کا امت کو بخشوانا حق ہے یہاں نسبت مجازی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جس کا نام محمد ہوگا یا محمد عربی ﷺ کا نام لیوا ہوگا اسے اللہ اپنے کرم سے ضرور بخش دیگا مواھب لدنیہ میں ہے

روی ان قوما من حملة القران يدخلونها فينسيهم الله ذكر محمد ﷺ حتى يذكرهم جبرئيل عليه السلام فيذكرونه فتخمدالنار وتنزوى عنهم۔ (زرقانی ص ۱۶۳)

ترجمہ : روایت ہے کہ ایک قوم حافظ قرآن دوزخ میں داخل ہوگی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذکر محمد ﷺ بھلا دیا ہوگا یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام انہیں، (ذکر محمد ﷺ) یاد کرائیں گے تو وہ اس کو یاد کریں گے (آنحضرت ﷺ کے نام کی برکت سے) آگ بجھ جائیگی اور ان سے ہٹ جائیگی۔

ایک اور روایت مواھب لدنیہ اور شرح زرقانی میں مروی ہے:

روينا مما اخرجه الحافظ ابو طاهر سلفی وابن بكير فی جزرد من طريق حميد الطويل عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال يو قف عبدان بين يدى الله تعالىٰ فيامرالله بهما الى الجنة فيقولان ربنا بما استا هلنا الجنة و لم نعمل عملاًيجازينا الجنة فيقول الله تعالىٰ او خلاالجنة فانى آليت على نفسى ان لايدخل النار من اسمه احمد ولا محمد وروى ابونعيم عن نبيط ابن شريط قال قال رسول ﷺ قال الله تعالىٰ وعزتى وجلالى لا عذبت احدا تسمى باسمك فى النار.

ترجمہ روایت ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دو بندے روبرو اللہ تعالیٰ کے کھڑے کیے جائیں گے حکم ہوگا لے جاؤ ان کو جنت کے طرف۔ وہ عرض کریں گے اے رب کس سبب سے ہم قابل جنت ہوئے حالانکہ کوئی عمل ہم نے ایسا نہیں کیا جس کا بدلہ جنت ہو ارشاد ہوگا میں نے قسم یاد فرمائی ہے اپنی ذات کی کہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا وہ شخص جس کا نام احمد یا محمد ہو اور نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت وجلال کی قسم یاد فرمائی ہے کہ نہ عذاب کریگا دوزخ میں اس شخص کو جو آپ کے نام کے ساتھ موسوم ہوگا۔

ازالہ : ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ فضیلت تسمیہ (محمد و احمد) کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب موضوع ہیں مگر علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ یہ قول قابل اعتبار نہیں البتہ بعض حفاظ نے جو لکھا ہے کہ کوئی حدیث اس

باب میں صحیح نہیں یہ بات اور ہے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ کتب اصول میں مصرح ہے اور ایسی حدیث کیوں کر موضوع ہو سکتی ہے جسے اکابر محدثین جیسے حاکم براء بن عدی، ابو منصور ابو سعید ابو یعلی طرابلی، ابن جوزی السلفی۔ ابونعیم خرائطی ابن عبید وغیرھم نے موقوفا و مرفوعا روایت کیا ہے (زرقانی شرح مواھب)۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ﴿۴۶﴾

حضور سرور عالم ﷺ کی نعل اقدس کے نقشہ میں بسم اللہ شریف یا کلمہ شریف یا کوئی آیت قرآنی لکھنا کیسا ہے؟

سائل نثار احمد سندھ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جائز ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بدر الانوار میں لکھتے ہیں بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہل ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شے سے اجل واعظم وارفع واعلی ہے یونہی تمثال (نقشہ نعل اقدس) میں بھی احتراز چاہئے تو یہ قیاس مع الفارق ہے اگر حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور ﷺ کی نعل اقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال وتمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم نے جانوران صدقہ کی رانوں پر حبس فی سبیل اللہ داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

اخبرنا مالاء بن اسمعيل ثنا مندل بن على الغزى حدثنى جعفر بن ابى المغيرة عن سعيد بن جبير قال كنت اجلس الى ابن عباس فاكتب فى الصحيفة حتى تمتلئ ثم

اقلب نعلى فاكتب فى ظهور هما.

یعنی سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھتا اور (تحصیل علم کے لئے فکری علمی باتیں) رجسٹر پر لکھتا جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر میں اپنے دونوں جوتوں کے تلوں پر لکھتا۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

﴿علم غیب﴾

مسئلہ ﴿۴۷﴾

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کو قیام ساعت کا علم نہ تھا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسا کہ سورۃ لقمان کی آیت اور بخاری کی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

آیت قرآنی وحدیث بخاری کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ چند حوالہ جات حاضر ہیں جن سے ثابت ہے کہ نہ صرف علم قیام الساعۃ بلکہ باقی جملہ علوم حضور علیہ الصلوۃ والسلام بعطائے الٰہی جانتے ہیں بلکہ آپ کے طفیل آپ کی امت کے بعض اولیاء کرام بھی جانتے ہیں:

(۱) (السراج المنیر شرح جامع صغیر ص ۲۳۵ ج ۴) میں ہے کہ وقد اعطى علمها بعد ذلک. اس کے بعد اس کا علم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا ہوا۔

قرآن کی آیات بھی شاہد ہیں کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ماکان ومایکون کے جملہ علوم سے نوازا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(پارہ ۲۹ آیت ۲۶۔ ۲۷ سورۃ الجن)

اس آیت میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نہیں مطلع کرتا ہے کسی کو اپنے مخصوص علم پر مگر جسے پسند کرتا ہے رسولوں میں سے" آیت میں "غَيْبِهٖ" کے لفظ سے واضح ہے کہ غیب کی اضافت ہ ضمیر کی طرف

مخصوص علم کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ روح البیان اور خازن میں ہے:

عالم الغیب ای ھو عالمہ فلا یظھر لا یطلع علی غیبہ المختص بہ بدلالۃ الاضافۃ.

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اللہ کی عطا سے نہ صرف علم الساعۃ (قیامت کا علم) جانتے ہیں بلکہ بعطائے الٰہی ماکان و ما یکون کے ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں آیت سورہ لقمان کے جوابات تفاسیر سے ملاحظہ ہوں:

(۱) امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ:

والذی تؤکد ھذا التأویل انہ تعالی انما ذکر ھذہ الایۃ عقب قولہ ان ادری وقت وقوع القیمۃ ثم قال بعدہ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا۔

(تفسیر کبیر ص ۳۳ ج ۸)

تفسیر روح البیان میں ہے:

وقد ذھب بعض المشائخ الی ان النبی ﷺ کان یعرف وقت الساعۃ باعلام اللہ تعالی.

(روح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۸۹)

امام قسطلانی فرماتے ہیں:

(ولایعلم متی تقوم الساعۃ) احد (الا اللہ) الا من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علی ما یشاء من غیبہ.

(ارشاد الساری جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

فائدہ: اس آیت میں غَیبِہ سے مراد غیب خاص ہے جو مخصوص ہے ساتھ باری تعالیٰ کے اور وہ اپنے علم مخصوص سے اپنے اس رسول کو کہ جس کو وہ پسند فرماتا ہے اس کو مطلع کرتا ہے اور علامہ رازی کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ صرف وقت وقوع قیامت پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور ما سوا اس کے غیب مخصوص کے جس رسول کیلئے اللہ پسند فرماتا ہے اس کو عطا کرتا ہے اور یہاں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں (کما فی تفسیر حسینی) واللہ اعلم وحکمہ احکم اور کمالین سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمانا بھی بعید نہیں۔ الا من ارتضی من رسول نص قاطع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر مطلع فرماتا ہے۔ دوسری وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ. یعنی لاعلم لغیرہ بہ والدلیل علی تقدیرہ کونہ جوابا عن السائل متی یمطر؟ (کمالین) یعنی پانی کب برسے گا؟ امارات قیامت میں مذکور

ہے کہ یاجوج وماجوج کی موت سے دنیا میں گندگی پھیلی ہوگی نہایت عفونت و بدبو ہر جگہ ہوگی تو پیپ وابہود ور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ مینہ (بارش) برسادیگا کہ کوئی خیمہ یا گھر بغیر ٹپکے نہ رہے گا۔

ثم یرسل اللہ علیھم مطرا الا یکن منہ بیت مدر ولا وبر فیغسلہ (ابن ماجۃ)

تیسری یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ. شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

و گفت بما در ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ در شکم تو پسر است چوں پزای را بیارا ور انزدمن چوں زائیدہ آورداور انزد آنحضرت ﷺ پس اذان گفت در گوش راست وے و اقامت در گوش چپ وے و چشا یند اور از لعاب شریف خود و نام نہاد عبداللہ و گفت ویر اابو الخلفا (مدارج النبوۃ)

وقال حتی یکون منھم السفاح حتی یکون منھم المھدی رواہ الخطیب و ابو نعیم (مواھب لدنیہ) فائدہ یہ وسعت ہے علم مافی الارحام کی کہ حمل کے علاوہ سفاح ومہدی تک کی خبر دی اور نام تک بتادیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ﴿۴۸﴾

دیوبندی وہابی طعنہ دیتے ہیں کہ اہلسنت حضور علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر مانتے ہیں اس لیے یہ مشرک ہیں۔ (معاذ اللہ)

سائل عبدالغفار

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہمارا عقیدہ ہماری کتابوں میں واضح ہے اعلیٰحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اس کی وضاحت فرماتے ہیں علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی ہے وہ واجب، یہ ممکن، وہ قدیم، یہ حادث، وہ نامتناہی، یہ متناہی، وہ نا مقدور، یہ مقدور، وہ ضروری البقا، یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر، یہ ممکن

التغیر، وہ ممتنع التبدل، یہ ممکن التبدل ان کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو۔ بصیرت کے اندھے اس علم ما کان و مایکون کا معنی ثابت جاننے کو معاذ اللہ! علم الٰہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں حالانکہ العظمۃ للہ تو علم الٰہی جس میں غیر متناہی علوم تفصیلی فردانی بالفعل کے غیر متناہی سلسلے غیر متناہی جسے گویا مصطلح حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب کہیے بالفعل بالدوام ازلاً ابداً موجود ہیں شرق تا غرب وسمٰوات وارض وعرش تا فرش وماکان ومایکون من اول یوم الی آخر الایام کے ذرے ذرے کا حال تفصیلی جاننا وبالجملہ مکتوبات لوح ومکنونات قلم کو تفصیلاً محیط علوم محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک چھوٹا ٹکڑا ہے یہ تو ان کے طفیل سے حضرات مرسلین کرام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ واکمل السلام بلکہ ان کی عطا سے ان کے غلاموں بعض اعاظم اولیائے عظام قدست سرھم کو ملا اور ملتا ہے ہنوز علوم محمدیہ میں وہ بحار زخار نا پیدا کنار ہیں جن پر ان کی فضیلت مطلقہ کی بنا ہے اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام اجل محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا و ضرتھا ومن علومک علم اللوح و القلم.

(**ترجمہ**) یارسول اللہ ﷺ دنیا وآخرت دونوں حضور ﷺ کے خوان جود وکرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح وقلم تمام علم جن میں ما کان وما یکون مندرج ہے حضور ﷺ کے علوم سے ایک حصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلک وصحبک وبارک وکرم مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں فرماتے ہیں

توضیحہ ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فیہ من النقوش القدسیۃ الصورۃ الغیبیۃ وبعلم القلم ما اثبت فیہ کما شاء والا ضافۃ لا دنی ملابسۃ و کون علمھا من علومہ ﷺ ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات و حقائق و دقائق واسرار و معارف تعلق بالذات و الصفات وعلمھاانما یکون سطرا من سطور علمہ ونھرا من بحور علمہ ثم مع ھذا ھو من برکۃ وجودہ ﷺ۔

(**ترجمہ**) یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ لوح کے علوم سے مراد نقوش قدس وصور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ عزوجل نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقے یعنی محلیت نقش واثبات کے باعث ہے اور ان دونوں میں جس

قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم محمدی ﷺ سے ایک پارہ ہونا اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کے علوم بہت اقسام کے ہیں علوم کلیہ وعلوم جزئیہ وعلوم حقائق اشیاء وعلوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات وصفات حضرت عزت عز جلالہ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے جملہ علوم علوم محمدیہ کی سطروں سے ایک سطر اور ان کے دریاؤں سے ایک نہر ہیں پھر باوجود اس کے وہ حضور ﷺ ہی کی برکت وجود سے تو ہیں کہ حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے نہ ان کے علوم ﷺ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم منکران مریض القلب عریض الشب اسی پر اپنا پیٹ پھاڑے مرے جاتے تھے کہ ہائے ہائے محمد رسول ﷺ کے لیے روز ازل سے قیامت تک کے تمام ماکان و ما یکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے اب نصیبوں کے سر پر ہوئیں کہ بحمد اللہ تعالیٰ وہ جمیع علم ماکان ومایکون علوم محمد رسول اللہ ﷺ کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (پارہ ۲۳ آیت ۱۸۲ سورۃ النحل)

وَ خَسِرَ ھُنَا لِکَ الْمُبْطِلُوْنَ (پارہ ۲۴ آیت ۷۸ سورۃ المومن)

فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ۝ (پارہ ۱ آیت ۱۰ سورۃ البقرہ)

وَ قِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پارہ ۱۲ آیت ۴۴ سورۃ ھود)

نصوص حصر یعنی جن آیات واحادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ علم غیب خاصہ خدا ہے مولیٰ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا قطعاً حق اور بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان کا اس پر ایمان ہے مگر منکر متکبر کا اپنے دعوے باطلہ پر ان سے استدلال اور اس کی بنا پر حضور پرنور ﷺ کے لیے علم ما کان ومایکون (علم کلی) ماننے والے پر حکم کفر وضلال محض جنون وخام خیال بلکہ خود مستلزم کفر وضلال ہے علم باعتبار منشاء دو قسم ہے (۱) ذاتی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور (۲) عطائی کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو اور باعتبار متعلق بھی دو قسم ہے (۱) علم مطلق یعنی محیط حقیقی تفصیلی فعلی فردانی کہ جمیع معلومات الٰہیہ عزوجل کو (جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناہیہ وہ بھی متناہی بار داخل اور خود کنہ ذات الٰہی واحاطہ تمام صفات الٰہیہ نامتناہی سب کو شامل فرداً فرداً تفصیلاً بالفعل مستغرق ہو اور (۲) مطلق علم یعنی جاننا اگرچہ محیط باحاطہ حقیقیہ نہ ہو ان تقسیمات میں علم ذاتی وعلم مطلق بمعنی مذکور بلاشبہہ اللہ عزوجل کے لیے خاص ہیں اور ہرگز کسی غیر خدا کے لیے ان کے

حصول کا کوئی قائل نہیں ہم ابھی بیان کر آئے کہ علم ماکان و ما یکون بمعنی مسطور اگرچہ کیسا ہی تفصیلی بروجہ اتم و اکمل ہو علوم محمدیہ کی بھی وسعت عظیمہ کو نہیں پہنچتا پھر علوم الہیہ ہیں (جل وعلاو ﷺ) اور مطلق علم ہرگز حضرت حق عز وعلا سے خاص نہیں بلکہ قسم عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے مولیٰ عز وجل کا علم عطائی ہونے سے پاک ہے تو نصوص حصر میں یقیناً قطعاً وہی دو قسم اول مراد ہو سکتی ہیں نہ یہ قسم اخیر اور بداہتہً ظاہر کہ علم تفصیلی جملہ ذرات ما کان و ما یکون بمعنی مزبور بلکہ اس سے ہزاراز ہزار افزون علم بھی کہ بعطائے الٰہی مانا جائے اسی قسم سے اخیر ہوگا تو نصوص حصر کو مدعائے مخالف سے اصلاً مس نہیں بلکہ وہ جہالت پر نص ہیں یہ معنے با آنکہ خود بدیہی و واضح ہیں آئمہ دین نے ان کی تصریح فرمائی امام اجل ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوی میں اور امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں

معناها لا یعلم ذلک استقلالا وعلم احاطة بکل المعلومات الا اللہ تعالیٰ اما المعجزات و الکرامات فبا علام اللہ تعالیٰ لھم علمت و کذا ما علم باجراء العادة

یعنی آیت میں غیر خدا سے نفی علم غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا اور ایسا علم کہ تمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو یہ اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ رہے انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں یہاں تو اللہ عزوجل کے بتائے سے انہیں علم ہوا ہے ہوا یو ہیں وہ باتیں کہ عادت کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے مخالفین کا استدلال محض باطل و خیال محال ہونا تو یہیں سے ظاہر ہو گیا مگر فقیر نے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال ان ضلال کے خود اقراری کفر و ضلال کا تمغا ہے نیز انہیں میں روشن کیا کہ خلق کے لیے ادعائے علم غیب پر فقہا کا حکم کفر بھی درجۂ اولائے حق حقیقت میں اسی صورت علم ذاتی اور درجہ آخرائے طرز فقہائی میں علم مطلق بمعنی مرقوم کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ محققین کے کلام میں منصوص ہے بکر پر بکر کا وہ زعم مردود جس میں مصطفےٰ ﷺ کی نسبت کچھ نہیں جاننے کا لفظ ناپاک ہے وہ بھی کلمۂ کفر و ضلال جیسا کہ ہے بکر نے جس عقیدے کو شرک و کفر کہا اور اس کے رد میں یہ کلام بد فرجام بکا خود اسی میں تصریح تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت حق جل شانہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے لاجرم بکر کی یہ نفی شامل علم عطائی بھی ہے اور خود بعض شیاطین الانس کے قول سے استناد بھی اس تعمیم پر دلیل جلی ہے کہ اس قول مثل بول میں خواہ یوں اور خواہ ووں دونوں صورت پر حکم شرک دیا ہے اب اس لفظ قبیح کے کلمہ کفر صریح ہونے میں کیا تامل ہو

سکتا ہے قرآن عظیم کی روشن آیتوں کی تکذیب بلکہ سارے قرآن کی تکذیب اور رسالت نبی ﷺ کا انکار بلکہ نبوت تمام انبیا کا انکار سید عالم ﷺ کی تنقیص مکان بلکہ رب العزۃ عز جلالہ کی توہین شان ایک دو کفر ہوں کہ گنے جائیں والعیاذ باللہ رب العالمین یوں ہی اسکا قول بدتر از بول کہ اپنے خاتمہ کا بھی حال نہ معلوم تھا صریح کلمہ کفر و خسار اور بے شمار آیات قرآنیہ و احادیث متواترہ کا انکار ہے آیہ کریمہ۔

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ (پارہ ۲۶ آیت ۲ سورۃ الفتح)

مع حدیث صحیحین بخاری و مسلم کہ بحمد اللہ ان مردودوں کی خاص صفراشکنی ہی کے لیے اتری اور مروی و مدوّن ہوئی اور پر گزری بعض اور سنیے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (پارہ ۳۰ آیت ٤ سورۃ الضحی)

اے نبی بے شک آخرت تمہارے لیے دنیا سے بہتر ہے

وقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ (پارہ ۳۰ آیت ۵ سورۃ الضحی)

بیشک نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے

و قال تعالیٰ اللہ: یوم لا یخزی اللہ النبی و الذین آمنو معه نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم (پارہ ۲۸ آیت ۸ سورۃ التحریم)

جس دن اللہ رسوانہ کریگا نبی اور ان کے صحابہ کو ان کا نور ان کے آگے اور دہنے جولان کریگا۔

وقال اللہ تعالیٰ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

(پارہ ۱۵ آیت ۱۰ سورۃ بنی اسرائیل)

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب تعریف کے مکان میں بھیجیگا جہاں اولین وآخرین سب تمہاری حمد کرینگے

وقال اللہ تعالیٰ تبارک الذی ان شآء جعل لک خیرا من ذلک جنت تجری من تحتھا الانھر و یجعل لک قصوراہ (پارہ ۱۸ آیت ۱۰ سورۃ فرقان)

علی قراء ۃ الرفع قراء ۃ ابن کثیر و ابن عامر و روایۃ ابی بکر عن عاصم۔

بڑی برکت والا ہے وہ کہ اپنی مشیت سے تمہارے لیئے اس خزانہ و باغ سے (جنکی طلب یہ کافر کر رہے ہیں) بہتر چیزیں کردے جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں اور وہ تمہیں بہشت بریں کے اونچے اونچے

محل بخشے کالی غیر ذلک من الایات اور احادیث کریمہ میں تو جس تفصیل جلیل سے حضور اقدس ﷺ کے فضائل و خصائص وقت وفات مبارک و برزخ مطہر و حشر منور و شفاعت و کوثر خلافت عظمیٰ و سیادت کبریٰ و اولیت دخول جناں و رویت رحمٰن وغیرہا وارد ہیں انھیں جمع کیجیے تو ایک دفتر طویل ہوتا ہے یہاں صرف ایک حدیث تبرکاً سن لیجیے جامع ترمذی شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذاوفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا مستشفعھم اذاحبسو وانا مبشر ھم اذاایئسو الکرامۃ و المفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذبیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون اولؤلؤمنثور

جب لوگوں کا حشر ہوگا تو سب سے پہلے میں مزار اطہر سے باہر تشریف لاؤں گا اور جب وہ سب دم بسکون رہیں گے تو ان کا خطبہ خواں میں ہونگا اور جب وہ روکے جائیں گے تو ان کا شفاعت خواہ میں ہوں گا اور جب وہ نا امید ہو جائیں گے تو انھیں بشارت دینے والا میں ہوں گا عزت دینا اور تمام کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا بارگاہ عزت میں میری عزت تمام اولاد آدم سے زائد ہے ہزار خدمت گار میرے اردگرد طواف کریں گے گویا وہ گرد و غبار سے پاکیزہ ولوٹے میں محفوظ رکھے ہوئے یا جگمگاتے موتی ہیں بکھیرے ہوئے۔ بالجملہ بکر پر بکر کے گمراہ بددین ہونے میں اصلاً شبہ نہیں اور اگر کچھ نہ ہوتا تو صرف اتنا ہی کہ تقویۃ الایمان پر جو حقیقۃً تفویۃ الایمان ہے اسکا ایمان ہے یہی اسکا ایمان سلامت نہ رکھنے کو بس تھا جیسا کہ فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ وغیرہا کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھد یھم طریق الھالکینا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

رہا وہ ذریت شیطان کے اپنے اس بزرگ لعین کے علم ملعون کو علم اقدس حضور عالم ماکان و مایکون ﷺ سے زائد کہے اسکا اس کفرستان ہند میں کیا ہو سکتا ہے ان شاء اللہ القہار روز جزا وہ ناپاک نانہجار اپنے کیفر کفری گفتار کو پہنچے گا

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ (پارہ ۱۹ آیت ۲۲۷ سورۃ الشعراء)

یہاں اس قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحۃً محمد رسول اللہ ﷺ کو عیب لگانا ہے اور حضور ﷺ کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہو تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (پارہ ۱۰ آیت ٦١ سورۃ التوبہ)

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دکھ کی مار ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسوله لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔

(پارہ ۲۲ آیت ۵۷ سورۃ الاحزاب)

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کی رسول کو اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے دنیا و آخرت میں اور ان کی لیے تیار کر رکھی ہے ذلت والی مار شفاء امام اجل قاضی عیاض اور شرح علامہ شہاب الدین خفاجی مسمی نسیم الریاض میں ہے

فجمیع من سب النبی ﷺ او شتمه (او عابه)ھو اعم من السب فان من قال فلان اعلم منه ﷺ فقد عابه و نقصه و لم یسبه وفھو سابا و الحکم فیه حکم الساب .من غیر فرق بینھما کان سنه نبی منه فصلا ۔ای صورۃ ولاتمتری ۔فیه تصریحا کان اوتلویحا وھذاکله اجماع من العلماء والحکم والفتوی من لدن اصحابة۔

یعنی جو شخص نبی ﷺ کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے اور یہ گالی دینے سے کمتر ہے کہ نسبت کہا کہ فلاں کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے تو اس نے ضرور حضور کو عیب لگایا یا حضور کی مذمت کی اگرچہ گالی دینے والے کے حکم میں اسکی اور گالی دینے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں نہ ہم اس سے کسی صورت کا استثناء کریں نہ ہم شک و تردد کو راہ دیں خواہ صاف صاف کہا ہو خواہ کنایہ سے ان سب احکام پر تمام علما و ائمہ فتوی کا اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آج تک برابر چلا آیا ہے اتنی بہت بڑی وضاحت کے باوجود اگر کوئی نہیں مانتا تو وہ اپنی بدقسمتی پر ماتم کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ﴿۴۹﴾

قرآن مجید میں متعدد آیات میں تصریح ہے کہ علم غیب اللہ تعالی کے سوا اور کسی کو نہیں نبی ہو یا ولی یا کوئی اور چنانچہ فرمایا:

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو و يعلم ما في البر والبحر وما تسقط من ورقة الا يعلمها ولا حبة في ظلمت الارض ولا رطب ولا يابس الا في كتب مبين.

(پارہ ۷ آیت ۵۹ سورۃ الانعام)

ترجمہ : اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

نیز ارشاد فرماتا ہے

له غيب السموات والارض. (پارہ ۱۵ آیت ۲۶ سورۃ الکہف)

ترجمہ : اسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب۔

سائل عبدالمجید

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ان آیات مبارکہ اور ایسی دیگر آیات جن میں اللہ تعالی کے عالم الغیب ہونے کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی ذاتی طور پر غیب کو جاننے والا ہے اور قرآن مجید کی جن آیات سے رسول کریم ﷺ کے غیب جاننے کا ثبوت ہے ان سے مراد یہ ہے کہ محبوب خدا ﷺ کو اللہ تعالی کی عطا سے غیب کا علم ہے چنانچہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جناب رسالتمآب ﷺ بعطائے الہی ما کان و ما یکون کے عالم ہیں یعنی جو کچھ ہو چکا اس کو بھی جانتے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے اس کی بھی خبر رکھتے ہیں کوئی چیز آپ کے علم سے باہر نہیں۔

عطائی علم کا ثبوت : جہاں تک اللہ تعالی نے علم غیب کو اپنے ساتھ خاص فرمایا دوسری آیات میں اپنے محبوب بندوں کو عطا فرمانے کا بھی ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا:

﴿آیات مبارکہ﴾

وعلمک ما لم تکن تعلم و کان فضل الله علیک عظیما. (پارہ ۵ آیت ۱۱۳ سورۃ النساء)

ترجمہ : (اے) محبوب اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

فائدہ : امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **ای من الاحکام و الغیب.** یعنی احکام اور علم غیب اس آیت کے تحت تفسیر حسینی میں ہے: یہ "**ما کان اور ما یکون** کا علم ہے کہ حق تعالی نے شب معراج حضور ﷺ کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا گیا۔ پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لیے"۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کو شریعت کے علوم کے ساتھ ساتھ غیب کے تمام علوم سے بھی سرفراز فرمایا ہے۔

۲۔ اور فرمایا: **ما کان الله لیطلعکم علی الغیب و لکن الله یجتبی من رسله من یشاء۔**

(پارہ ۴ آیت ۱۷۹ سورۃ آل عمران)

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

فائدہ : اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالی اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اس کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

۳۔ اور فرمایا: **وما هو علی الغیب بضنین.** (پارہ ۳۰ آیت ۲۴ سورۃ التکویر)

ترجمہ: اور یہ نبی ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

فائدہ : صاحب تفسیر خازن اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انه یاتیه علم الغیب و لا یبخل به علیکم و یخبر کم به و لا یکتمه. الخ

یعنی "رسول کریم ﷺ کے پاس علم غیب آتا ہے اور تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے اور تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں چھپاتے نہیں"۔

بخیل اسے ہی کہا جا سکتا ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر وہ مناسب خرچ نہ کرے اور جو خرچ کرے اسے

بخیل نہیں کہا جاتا۔ قرآن مجید میں اس مقام پر حضور علیہ السلام سے بخل کی نفی اسی لیے فرمائی گئی ہے کہ آپ کے پاس خدا تعالی کے عطا کردہ علم غیب کے خزانے ہیں اور آپ لٹانے میں بخل نہیں کرتے۔ اور اپنی کریمانہ شان سے غیب کی خبریں بیان فرما دیتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

الرحمن علم القران خلق الانسان علمه البیان

(پارہ ۲۷ آیت ۱۔۲۔۳۔۴ سورۃ الرحمن)

رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان (محمد ﷺ) کو پیدا کیا، ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

فائدہ : اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے **قال ابن کیسان خلق الانسان یعنی محمدا** ﷺ **علمه البیان یعنی بیان ما کان و ما یکون لانه** ﷺ **کان یبین عن الاولین والاخرین و عن یوم الدین۔**

(تفسیر معالم ج ۴ ص ۲۶۷)

ابن کیسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور علمه البیان سے ما کان وما یکون یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے کا بیان، اس لیے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دیتے ہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ خالق کائنات نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کو قرآن سکھایا اور قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان ہے۔

۵۔ اور فرمایا۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء (پارہ ۱۴ آیت ۱۱۴ سورۃ النحل)

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

فائدہ : معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے رسول کریم ﷺ کو ہر چیز کا علم عطا فرما دیا۔

۶۔ اور فرمایا:

ولا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین (الانعام ۵۹ پارہ ۷)

اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

فائدہ : اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہے:

وقیل هو عبارة عن کل شیء لان جمیع الاشیاء اما رطبة و اما یابسة ۔

رطب و یابس یعنی خشک و تر سے مراد ہر شئے ہے اس لیے کہ تمام اشیا یا تر ہیں یا خشک۔

اور کتاب مبین کی تفسیر میں فرمایا:

ان المراد بالکتاب المبین هو اللوح المحفوظ لان الله تعالی کتب فیه علم ما یکون و ماقد کان الخ. (خازن ج ۲ ص ۲۲)

انتباہ : اس تفسیر کے مطابق کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے جب کہ آپ کا علم مبارک اس سے کہیں زیادہ اور وسیع تر ہے چنانچہ امام بوصیری رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں قصیدہ بردہ شریف پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

و من علومک علم اللوح و القلم اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے۔

فائدہ : جنہیں رسول اللہ ﷺ کی تعلیم نصیب ہوئی انہوں نے بھی علوم سے وافر حصہ پایا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو شئت لا و قرت لکم ثمانین بعیرا من علم النقطة التی تحت الباء

(روح البیان و اتقان)

اگر میں چاہوں تو تمہارے لیے اسی (۸۰) اونٹ اس نقطہ (کے علم کی تفسیر کی کتابوں سے) جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے لاد دوں۔

اور سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور قرآن مجید کے عظیم مفسر ہیں، فرماتے ہیں۔

لو ضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب الله تعالی۔ (الاتقان ج ۲ ص ۱۶۱)

اگر میرے اونٹ کی مہار گم ہو جائے تو یقیناً میں اسے قرآن مجید سے پا لوں گا۔

یہ ہے حضرت علی وابن عباس رضی اللہ عنہم کا علم قرآن اور علمی مقام جو نبی نہیں صحابی ہیں ۔ جنہوں نے قرآن مجید حضور ﷺ سے پڑھا اور سیکھا ۔ اب غور فرمائیں جب شاگردوں اور غلاموں کی علمی وسعت اتنی عظیم ہے تو معلم کائنات کے علم وفضل کا مقام کتنا رفیع اور بلند ہوگا ۔

﴿ احادیث مبارکہ ﴾

اسی عطائے الٰہی کے مطابق حضور نبی پاک ﷺ کے علم غیب کی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

حدیث (۱) : عن عمر قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذالک من حفظه و نسیه من نسیه.

(رواه البخاری و مشکوة شریف)

ترجمہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم ﷺ نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی ، یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے اسکو بھلا دیا ۔

حدیث (۲): عن عمرو بن الاخطب الانصاری قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ یوما الفجر و صعد علی المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القیمة قال فاعلمنا احفظنا ۔

(رواه مسلم ،ازمشکوة شریف ص ۵۴۳)

ترجمہ: روایت ہے کہ عمرو بن اخطب انصاری سے کہا نماز پڑھائی ہم کو رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے ایک روز فجر کی اور چڑھے منبر پر ۔ پس خطبہ فرمایا یہاں تک کہ آ گیا وقت ظہر کی نماز کا پھر اترے اور نماز پڑھائی ظہر کی اور پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لیے یہاں تک کہ آ گیا وقت عصر کی نماز کا پھر اترے اور نماز پڑھائی عصر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لیے یہاں تک کہ غروب ہوا آفتاب (یعنی تمام دن خطبہ ہی میں گزرا) پس خبر دی ہم کو ساتھ اس چیز کے کہ ہونے والی ہے قیامت تک (یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب اور غرائب قیامت تک کے مجمل یا مفصل بیان فرمائے) ۔ پس اس میں بہت سے معجزے ظاہر

ہوئے کہا عمرو نے پس دانا ترین ہمارا (اب) بہت یاد رکھنے والا ہے یعنی اس دن کو ۔ ذکرہ الطیبی ۔ اور کہا سید جمال الدین نے اولیٰ یہ ہے کہ کہا جاوے بہت یاد رکھنے والا ہمارا اب اس قصہ کو دانا ترین ہمارا ہے ۔ (ترجمہ از مظاہر الحق مطبوعہ نو لکشور ربع چہارم ص ۶۱۳)

فائدہ : ہم نے مظاہر حق کا ترجمہ فوائد کے ساتھ لکھدیا تا کہ مخالفین کو انکار کی گنجائش نہ ہو کیونکہ مظاہر حق ان کے اپنے ہم عقیدہ مولوی قطب الدین دہلوی کی تصنیف ہے ۔

حدیث (۳): بخاری شریف آیۃ لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم کی تفسیر میں ہے:

قام علی المنبر فذکر الساعة و ذکر ان بین یدها امورا عظاما قال ما من رجل احب ان یسأل عن شیء فلیسئال عنه فو الله لا تسئلوانی عن شیء الا اخبر تکم ما دمت فی مقامی هذا فقام رجل فقال این مدخلی قال النار فقام عبدالله ابن حذافة فقال من ابی قال ابوک حذافة ثم کثر ان یقول سلونی سلونی.

(خازن پ ۷ رکوع ۳)

آپ ﷺ ممبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر یہ کہ ہم تم کو اس کی خبر دیں گے ۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں ۔ عبداللہ ابن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو! پوچھو!

فائدہ :جہنمی یا جنتی یعنی سعید یا شقی ہونا اسی طرح بتانا کہ کون کس کا بیٹا ہے، علوم خمسہ میں سے ہے ۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا لیکن حضور نبی پاک ﷺ نے بلا تأمل بیان فرما دیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ ما شئتم کہہ کر اپنے علم کلی کا دعویٰ فرما دیا ۔ اگر آپ کا علم محدود ہوتا تو آپ اس طرح کا دعویٰ نہ کرتے ۔

حدیث (۴)

عن حذیفة قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامه ذلک

الی قیام الساعة الاحدث به حفظه من حفظه و نسیه من نسیه قد علمه اصحابی هولاء انه لیکون منه الشیء قد نسیه فراه فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذاغاب عنه ثم اذا راه عرفه . متفق علیه

(ازمشکوۃ شریف ص ۴۶۱ کتاب الفتن فصل اول)

حضرت حذیفہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ ﷺ کھڑا ہونا یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا اور خبر دی ان فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر یہ کہ بیان فرمایا اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور فراموش کیا جس نے فراموش کیا کہا حذیفہ نے کہ تحقیق جانتا ہے اس قصہ کو میرے ان یاروں نے یعنی جو کہ موجود ہیں صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے لیکن بعضے نہیں جانتے ہیں اس کو مفصل اس لئے کہ واقع ہوا ہے ان کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسان سے ہے اور میں بھی انہی میں سے ہوں کہ جو اس میں سے کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو تحقیق شان یہ ہے کہ البتہ واقع ہوتی ہے ان چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی آنحضرت محمد ﷺ نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں اس کو پس دیکھتا ہوں اس چیز کو پس یاد لاتا ہوں میں اس کو جیسے کہ یاد لاتا ہے شخص چہرہ شخص کا ۔ یعنی بطریق اجمال وابہام کے جبکہ غائب ہوتا اس سے اور فراموش کرتا ہے اس کو ساتھ تفصیل وتشخیص کے پھر جب کہ دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے اس کو شخص یعنی اسے ہی میں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں لیکن جب کہ واقع ہوتی ہے کوئی بات ان میں سے پہچان لیتا ہوں کہ وہ وہی ہے جس کی حضرت ﷺ نے خبر دی تھی نقل کی یہ بخاری ومسلم نے ۔

(مظاهر الحق ص ۳۱۳)

۵ ۔حدیث مشکوۃ شریف فضائل سید المرسلین ﷺ عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشار قها و مغا ربهاانتهی بقدر الحاجة ۔

روایت ہے ثوبان سے کہا کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے بے شک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا ۔ پس دیکھا میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں (یعنی تمام زمین) کو دیکھا ۔

۶ ۔حدیث (مشکوۃ شریف ۔ ص ۶۹ باب المساجد) عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول اللہ ﷺ رایت ربی عزوجل فی احسن صورة قال فیم یختصم الملاء الاعلیٰ قلت انت اعلم قال فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدی فعلمت مافی السموات والارض وتلا وکذلک نری ابراهیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین (رواه الدارمی مرسلا)

عبدالرحمن بن عائش سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا فرمایا سرور اکرم ﷺ نے کہ پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور حضرت نے اس کے مناسب آیۃ وکذلک نری الخ تلاوت فرمائی ۔ (مظاہر حق)

۷ ۔حدیث ۔عن ابی هریرة قال جاء ذئب الی راعی غنم فاخذ منها شاة فطلبه الراعی حتی انتزعها منه قال فصعد الذئب علی واقعی واستشفر فقال قد عمدت الی رزق رزقنیه الله اخذ ته ثم انتز عته منی فقال الرجل تالله ان رایت کالیوم ذئب یتکلم فقال الذئب اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبر کم بمامضی وما هو کائن بعد کم قال فکان الرجل یهودیا فجاء الی النبی ﷺ فاخبره واسلم فصدقه النبی ﷺ

ایک بھیڑیا ایک بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا اور اس نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑی پس چرواہے نے اس بھیڑیئے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا ۔ کہا ابوہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اس کو لے لیا پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا چرواہے نے تعجب سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے آج تک اس طرح کبھی بھیڑیئے کو کلام کرتے نہیں دیکھا بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے کہ وہ شخص گذشتہ اور آئندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ تمہارے بعد ہوگا دنیا اور عقبیٰ میں سب کی خبریں

دیتا ہے ابو ہریرہ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا یہ واقعہ دیکھ کر خدمت اقدس کریم ﷺ میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ کو اس تمام واقعہ کی خبر دی اور اسلام لایا۔ حضور ﷺ نے اس کی خبر کی تصدیق کی۔ جانور اور جانوروں میں بھی درندے تو حضور ﷺ کو عالم ماكان وماهو يكون جانیں اور بیان کریں۔ مگر انسان ابھی تردد میں ہی رہے۔ علامہ علی قاری (مرقاة المصابيح ص ٤٧٥) میں يخبركم بمامضى وما هو كائن کی شرح یوں کرتے ہیں:

يخبركم بما مضى اى بما سبق من خبر الا ولين من قبلكم وما هو كا ئن بعد كم اى من نباء الا خرين في الدنيا و من احوال الاجمعين في العقبے

یعنی اس سے معلوم ہو کہ حضرت ﷺ گذشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبی کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں۔

۸۔ حدیث:

حضور ﷺ وما يحرک الطائر جناحيه الا ذكر لنا منه علما۔

یعنی حضور ﷺ نے ہم سے اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرندا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت محمد ﷺ نے ہم سے اس کا بیان نہ فرمایا ہو۔

ازالہ: مخالفین کو تردد ہوگا کہ حضرت ﷺ نے دنیا کے جملہ حالات کیسے؟ بیان فرمادیئے اوپر کی حدیثوں میں گزرا کہ اس روز قیامت تک کے سب حالات بتائے یہ بات ضرور تعجب انگیز ہوئی کہ ایک دن کا وقت اتنی وسعت کب رکھتا ہے؟ کہ یہ حضرت ﷺ کا معجزہ تھا کہ حضرت محمد ﷺ نے ایک ہی دن میں تمام حالات بیان فرمادئے اللہ جل شانہ نے حضرت محمد ﷺ کو یہ قدرت مرحمت فرمائی تھی (عمدة القاری شرح بخاری جلد ۷ ص ٢١٤) میں ہے:

فيه دلالة على انه اخبر فى المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات من ابتدا ئها الى انتها ئها و فى ابراد ذلک كله فى مجلس واحد امر عظيم من خوارق العادة كيف وقد اعطى مع ذلک جوامع الكلم ﷺ۔

یعنی اس حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ آنحضرت ﷺ نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کی ابتداء

سے آخر تک خبر دینا اور جملہ حالات ایک مجلس میں بیان فرمانا معجزہ ہے کیوں نہ ہو جب کہ آپ ﷺ کو اللہ نے علم عطا فرمایا ہے۔

ف: جب کل کائنات کے ذرہ ذرہ کو ایک دن میں بیان کرنا معجزہ ہے تو وہابیہ کو انکار کیوں اس قسم کے معجزات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتے ہیں چنانچہ:

مشکوۃ باب بدأالخلق و ذکر الا نبیاء علیهم السلام ص ٥٠٨ میں ہے:

عن ابى هريرة عن النبى ﷺ قال خفف على داود الزبور فكان يا مر بد وابه فتسر ج فيقر اء الزبور قبل ان تسرج دوابه ولا يا كل الا من عمل يديه رواه البخارى

ابو ہریرہ سے مروی ہے سرور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا آپ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے پس زین کسی جاتی آپ پڑھنا شروع کرتے اور زین کس چکنے سے پہلے آپ زبور ختم کر لیتے اور اپنے کسب سے کھاتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی کرامت: اسی حدیث کے تحت (مظاهر الحق جلد چہارم ص ٤٨٩) میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کے لئے زمانہ کو طے وبسط کرتا ہے یعنی کبھی بہت سازمانہ تھوڑا ہو جاتا ہے اور کبھی تھوڑا بہت سا۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ ایک رکاب میں پاؤں رکھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم کر لیتے اور ایک روایت میں ہے ملتزم کعبہ سے اس کے دروازہ تک جانے سے پہلے پڑھ لیتے۔

مرقاة المفاتيح جلد ٥ ص ٣٤٤ میں ہے:

قال التور پشتى بالقران الزبور لا نه قصد اعجازه من طريق القراة وقد دل الحم علے ان الله تعالىٰ يطوى الزمان لمن يشاء من عباده كما يطوى المكان لهم ولهذاباب لاسبيل الى ادراكه الا با لفيض الربانى۔

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نفحات الانس فی حضرات القدس میں نقل کرتے ہیں:

عن بعض المشائخ انه قرء بقران حين استلم الحجرالا سودو الر كن الى حين وصول محاذات باب الكعبه الشريفة والقبلة المنيفة وسمعه ابن اشيخ شهاب الدين

السهروردى منه كلمة كلمة وحرفامن اوله الى اخره قدس الله تعالىٰ اسرارهم ونفعنا ببروز انوارهم.

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۵۰﴾

زید کہتا ہے حضور علیہ السلام کو دل کی باتیں بعطائے الٰہی معلوم ہو جاتی تھیں۔ عمرو کہتا ہے کہ ایسا ماننا شرک ہے ان میں سچا کون ہے؟

سائل عبدالشکور

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

زید کہتا ہے حدیث مبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ رکھتا تھا مجھے میری کنیز نے کہا کہ حضور علیہ السلام سے عرض کیجئے۔ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن ہیبت سے کچھ نہ بول سکا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو لیکن میں بدستور خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا تم فاطمہ کے نکاح کے لیے میرے پاس آئے ہو۔ میں نے عرض کی یہی ارادہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی کے دل کی بات بتادی۔

غزوہ بدر میں جب مشرکین مکہ کو شکست فاش ہوئی اور وہ مکہ پہنچ گئے عمیر بن وہب مقام حجر میں صفوان بن امیہ کے پاس آکر بیٹھا صفوان نے کہا مقتولین بدر کے بعد عیش حرام ہے عمیر نے کہا واللہ! ان کے قتل ہو جانے کے بعد زندگی میں خیر نہیں اگر میرے ذمہ قرض نہ ہوتا اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے نہ ہوتے تو میں ضرور مدینہ جا کر محمد ﷺ کو قتل کر ڈالتا اگر وہاں پہنچ کر مجھے حالات ناسازگار پیش آئیں تو میں یہ بہانہ کر سکتا ہوں کہ میں اپنے فرزند کے پاس آیا ہوں جو اسیر ہے، صفوان، عمیر کے اس قول سے خوش ہوا اور اس سے کہا تیرا قرض میرے ذمہ ہے اور تیرے عیال کے نان ونفقہ اور کفالت کا میں ذمہ دار ہوں، صفوان نے عمیر کو سواری دی اس کے لیے سامان مہیا کیا اور عمیر کی تلوار پر صیقل کرایا گیا اور اس اس کو زہر کا بجھاؤ دیا گیا۔ عمیر

نے صفوان سے کہا چند روز تک تو مجھے چھپا دے پھر عمیر مدینہ طیبہ پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازے پر اترا اور اپنی سواری کو باندھ دیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر رسول اکرم ﷺ کا قصد کیا۔ فاروق اعظم نے جب عمیر کو اس قبیح ارادے سے آتے دیکھا تو اس کو پکڑ کر بارگاہ نبوت میں پیش کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے عمیر سے پوچھا تو کس ارادے سے آیا ہے عمیر نے کہا میں اپنے قیدی فرزند کے پاس آیا ہوں جو آپ کے پاس ہے آپ نے فرمایا سچ بتا تو کس نیت سے آیا ہے؟ عمیر نے کہا میں اپنے قیدی کے بارے میں آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے مقام حجر کے پاس صفوان کے ساتھ کیا شرط طے کی تھی۔ عمیر سن کر ڈر گیا اور اس نے پوچھا میں نے صفوان سے کیا شرط طے کی تھی؟ آپ نے فرمایا تو نے صفوان کو اس شرط سے میرے قتل پر برانگیختہ کیا تھا کہ وہ تیری اولاد کا متکفل رہے اور تیرا قرض ادا کر دے لیکن خدا تعالے نے تمہارے ان ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا، عمیر نے یہ سن کر کہا اشهد انک رسول الله، تحقیق گفتگو میرے اور صفوان کے درمیان حجر میں ہوئی اور اس گفتگو کو میرے اور صفوان کے سوا تیسرا کوئی نہ جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس گفتگو کی خبر دے دی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ پھر مکہ کی طرف پلٹ کر گیا اور اس نے لوگوں کو دعوت اسلام دی اس کے ہاتھ پر بہت سے آدمی مسلمان ہوئے۔ پھر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو فرمایا اسے دین کی باتیں سکھاؤ اور اسکے قیدی چھوڑ دو۔ (رواه البيهقى و الطبرانى)

فائدہ: حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو دولت اسلام صرف اسی معجزہ سے نصیب ہوئی یعنی غیبی امر سے اور وہ بھی ایسا جو صرف اسے اور اسکے راز دان کو معلوم تھا۔ لیکن جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف اسکا راز فاش فرمایا بلکہ وہ جگہ اور وقت بھی بتا دیا جس دن انہوں نے اپنے راز دان سے شروط طے کیں لیکن آج اس عقیدے کو شرک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ یہ تحریک اسلام دشمنی ہے یا کچھ اور پھر طرفہ یہ کہ نہ صرف عمیر رضی اللہ عنہ بلکہ ہر خوش قسمت شخص کو اسی عقیدہ کی بدولت اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۵۱﴾

کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ما کان و ما یکون کا علم تھا؟

سائل بشیر مغل

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جی ہاں، المواہب اللدنیۃ میں ہے:

ولا یعزب عنه ﷺ مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء من حیث مرتبة وان کان یقول انتم اعلم بامور دنیاکم من حیث بشریته انتھی۔

(روح البیان جلد ۹ صفحہ ۲٤) میں ہے

وکذا صار علمه محیطاللمعلومات الغیبیة الملکوتیة کما جاء فی حدیث اعتصام الملئکة انه فوضع کفه علی کفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت علم الا ولین والاخرین وفی روایة علم ماکان و ما سیکون

اورروح البیان جلد۴صفحہ۳۱۴اورمعالم التنزیل میں ہے **ولاحاطة العلم بشئی من جمیع جهاته** (صفحہ ۷۱) اورتفسیر نیشا پوری میں ہے آیۃ **فاوحی ای عبده ما اوحی** کے نیچے لکھا ہے **والظاهرانها اسراروحقایق و معارف لا یعلمها الا الله ورسوله** اورتفسیر کبیر میں ہے **معناہ اوحی الله تعالی الی محمد ﷺ ما اوحی الیه للتفخیم و التعظیم** اورایسا اکثر تفاسیر میں لکھا ہے مدارک و خازن وغیرهما میں ہے **و علمک من صفات الامور و اطلعک علی ضمائرالقلوب** اورجیسے ازالۃ الخفی عن علم المصطفے ص۳۶ پر فوحی کی مسک الختام شرح بلوغ المرام ص۲٤۳ سے جونقل کیا ہے وہ من وعن بیان کر دیتا ہوں:

و نیر انحصرت همیشه نصب العین مومنان و قرة العین عابدان است در جمیع احوال و اوقات خصوص در حالت عبادت که نو رانیت و انکشاف دریں عمل بیش ، وقوی تراست و بعضی عرفا قدس سرهم گفته اند که خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیه است علیه الصلوة والسلام در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس بحضرت درذات مصلیان

موجود حاضر است پس مصلی یابد که ازیں معنی آگاه باشد وازیں شهود غافل نبود تابانوار قرب و اسرار معرفت حضور روز اهدگردو ارے ورراه عشق مرحله قرب و بعد نست مبی بنمث عیان و وعامی فرسمث اور امام احمد مسند .اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابو ذرغفاری رضی الله عنه اور ابو یعلی و وطبرانی حضرت ابودرداء رضی الله تعالیٰ عنه سے راوی

لقد ترکنا رسول ﷺ وربمایحرک طائر جنا حیه فی السماء الا ذکر لنا منه علما

نبی ﷺ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ پر کو حرکت نہ دیتا تھا جسکا علم حضور ﷺ نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔ نسیم الریاض شرح شفاقاضی عیاض میں ہے:

هذا مثل لبیان کل شئ تفصیلاً تارة واجمالا اخری .

فائدہ۔ یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی پاک ﷺ نے ہر خبر بیان فرمادی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔ مواہب امام احمد قسطلانی میں ہے کہ:

ولاشک ان الله تعالیٰ اطلع ازید من ذالک والقی علیه علم الاولین والاخرین (کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور کو اس سے بھی زیادہ علم دیا اور اگلوں پچھلوں کا علم حضور ﷺ پر القاء فرمایا۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ۔ ۱۵ رجب ۱۴۰۷ھ

مسئلہ : ﴿۵۲﴾

جو۷۲ دوزخی فرقے حدیث میں مذکور ہیں وہ کوئی نیا اسلام پیش کریں گے یا اسی اسلام کے دعویدار ہوں گے؟ کیونکہ حضور ﷺ نے ان کو امت کے لفظ سے بار بار ذکر کیا ہے مگر جو لوگ نیا مذہب پیش کریں گے یہ وہ ہوں گے جو خدا اور رسول کو نہیں مانیں گے اس لیے وہ امت محمدیہ میں داخل نہیں پہلی قسم کا نام امت اجابت ہے اور دوسری کا نام امت دعوت، اس مقام پر ایک اور مشکل مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ ۷۳

فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم نجات پانے والی جماعت (فرقہ ناجیہ) ہیں اور ہم ہی ماانا علیه و اصحابی کی صحیح مثال ہیں۔

سائل عبدالوحید

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

علمائے اہلسنت نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کا جواب خود حدیث میں ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ ان میں سے ناجی فرقہ (ھی الجماعة) الجماعت ہے اور جماعت سے مراد ہمیشہ کثرت افراد ہوا کرتے ہیں اور کثرت افراد اہلسنت و جماعت ہی ہیں جو مذاہب اربعہ کے مشرق و مغرب میں مقلد ہیں اور یہ کثرت گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں ایسی روشن دلیل ہے کہ جس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ﴿۵۳﴾

حدیث شریف میں جماعت کا لفظ آیا ہے کیا اس سے مراد اہل حق ہیں اگرچہ ان کی قلت ہو؟

سائل عبدالقادر

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

یہ مطلب صحیح نہیں کیوں کہ وہ خود نبی کریم ﷺ نے ایک اور حدیث شریف میں جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ میری امت کو یا بالفاظ دیگر امت محمدیہ کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے جو شخص جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں پھینکا جائے گا (رواہ الترمذی) اس سے ثابت ہوا کہ ناجی فرقہ اہلسنت و جماعت ہے کیونکہ عالم اسلام میں ہر جگہ اس کی کثرت ہے اقول وباللہ التوفیق۔ فقیر اویسی غفرلہ کہتا ہے کہ حدیث شریف مبنی بر خبر غیب ہے اور نبی کریم ﷺ کے لئے علم غیب کا عقیدہ صرف اور صرف اہلسنت کو نصیب ہے باقی موجودہ دور میں بعض فرقے تو سرے سے اس حدیث کے قائل ہی نہیں اگر کوئی قائل ہے بھی تو اسے ضعیف کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں اگر بعض

اسے صحیح مانتے ہیں تو حضور ﷺ کے علم غیب کو نہیں مانتے۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ﴿۵٤﴾

اگرچہ حدیث میں لفظ جماعت یا لفظ اجتماع مذکور ہے لیکن احادیث میں یہ تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کثرت افراد ہیں۔

سائل عبدالکریم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حدیث میں ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ اتبعوا السوادا لاعظم فانه من شذ شذفی النار (رواہ ابن ماجه)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم کثیر التعداد جماعت کی تابعداری کرو ورنہ جو الگ رہا واصل جہنم ہوگا۔

وعن ابی بصرة قال قال رسول الله ﷺ سالت ربی ان لا تجتمع امتی علی ضلالة فاعطانیها رواه الطبرانی .

ابوبصرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی تھی کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہو تو خدا نے مجھے عطیہ بخش دیا۔ (رواہ طبرانی)

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ من فارق الجماعة فمات مات میتة جاهلیة. (رواہ البخاری)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مر جائے تو بے دینی کی موت مرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ۵۵

کیا حضور سرور عالم ﷺ نے تہتر (۷۳) فرقوں کی خبر دی ہے؟

سائل شاکر اسلم بہاولپور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہاں حدیث شریف میں ہے:

عن عبداللہ بن عمر وقال قال رسول اللہ ﷺ لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کا ن منھم من اتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلک و ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة وتفرق امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلھم فی النار الا امة واحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیه و اصحابی۔ (رواہ الترمذی)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت پر وہ انقلاب آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا ہو بہو یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کر گذریں گے امت بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں پر منقسم ہوگئی اور میری امت ۷۳ ملت پر تقسیم ہوگی اور وہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے مگر ایک فرقہ بچ رہے گا حاضرین نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے اصولوں پر قائم ہیں (رواہ الترمذی) اور حضرت امام احمد اور حضرت ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے۔

فائدہ ۔ حدیث مذکور کا مصداق ہمارے دور کے وہابی، دیوبندی، مودودی تبلیغی جماعت کے افراد ہیں جیسا کہ انہیں اس کی تصدیق میں تامل نہ ہوگا جنہیں ان کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے کیونکہ جو بھی جو بھی ان کی ایک دو مجلسوں میں نشست و برخاست کرے گا اس پر ان کے عقائد وغیرہ کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہو جاتا ہے پھر

ایسا موثر کہ مدت تک زائل نہ ہو۔ اللہ اہل اسلام کو ان فرقوں سے بچائے (آمین)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۳ رجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ ۵۶

کیا نبی پاک ﷺ کے علم غیب کا ثبوت احادیث میں بھی ہے؟

سائل فرحان علی اسلام آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

وہ احادیث جن میں نبی کریم ﷺ نے عذاب قبر، سوالات قبر اور ملائکہ کی خبر دی ہے یا جن میں آپ ﷺ نے قبل از وقوع فتوحات اسلامیہ کی خبر دی ہے یا اخیر زمانہ کی خبریں دی ہیں اور سب کچھ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا نبی کریم ﷺ نے بتایا تھا جنگ بدر میں کفار کے قتل کے جو جو مقامات بتائے تھے وہ کافر وہیں وہیں قتل ہوئے تھے یہ تمام غیبی خبریں ہیں مزید تفصیل فقیر کی کتاب "غایۃ المامول فی علم الرسول" کا مطالعہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۵۷

نبی پاک ﷺ مسلمانوں کی فتح جانتے ہوتے اور کفار کے قتل کے مقامات اگر جانتے ہوتے تو سجدہ میں گڑگڑاتے ہوئے مسلمانوں کی فتح اور کفار کے قتل کی دعا نہ کرتے؟

سائل محمود شاہ پنڈی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضور ﷺ کا دعا کرنا مسلمانوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور اظہار عاجزی تھی کیا آپ ﷺ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں تاہم آپ ﷺ نماز میں یہ الفاظ دہرایا کرتے تھے کہ

اھدنا الصراط المستقیم

(سورۃ فاتحہ آیت ۵)

گویا حضور ﷺ کا اس وقت دعا مانگنا تعلیم امت کے لئے تھا کہ ایسے مواقع پر انسان اپنی قوت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق پر بھروسہ کرے۔

فائدہ ۔ علم غیب رسول اللہ ﷺ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عالم الغیب فلایظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول

(پارہ ۲۹ آیت ۲۶۔ ۲۷ سورۃ الجن)

تمہارا خدا عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اس رسول کو جسے وہ پسند کرے۔

اور فرمایا:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسله من یشاء

(پارہ ۴ آیت ۱۷۹ سورۃ آل عمران)

یعنی خدا تو تم کو علم غیب پر مطلع کرنے کے قریب بھی نہیں ہے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس رسول ﷺ کو چاہے انتخاب کر لیتا ہے۔

تو کیا نبی کریم ﷺ برگزیدہ اور منتخب شدہ رسول تھے؟ اگر یوں کہا جائے کہ ہاں نبی کریم ﷺ پہلی آیت کے استثناء میں داخل ہیں کیونکہ آپ برگزیدہ اور پسندیدہ رسول ہیں۔ جس کا ثبوت اس آیت میں ہے الا من ارتضی من رسول (لیکن اپنے رسولوں میں سے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے) کیونکہ آپ ﷺ ہی رسول تھے ہیں اگر اس کا انکار کیا جائے تو پھر ہم پوچھیں گے کہ پھر حضور ﷺ کے سوا دونوں آیات میں کس رسول مجتبے و مرتضے کا ذکر ہے۔

مزید برآں مسئلہ کے لئے ہم نے چند روایات مختصراً عرض کی تھیں اسی مسئلہ میں مزید احادیث ملاحظہ کیجئے

احادیث مبارکہ

حضور سرور عالم ﷺ کا عالم برزخ کے متعلق قبر کی تنگی اور منکر نکیر کے سوالات کی خبر دینا اور نیک بندے کی قبر کا ستر گز تک وسیع ہونے اور بدکار پر تنگ ہونے کی خبر دینا یا احوال قیامت میں خدا کے

سامنے پیش ہونے، میزان عمل، پل صراط، حوض، شفاعت، جنت اور اس کی نعمتیں اور دوزخ اور اس کی آگ کی خبر دینا یا چند معاملات کی خبر دینا مثلاً حاطب بن بلتعہ کی چٹھی واپس لینا جو اس نے پوشیدہ طور پر مشرکین مکہ کو لکھی تھی، ابوجہل کو بتایا کہ اس کی مٹھی میں کنکریاں ہیں، اسی طرح بادشاہ کسریٰ کے قتل کی خبر دینا خاص اس شب کو جب کہ وہ مارا گیا یا موت نجاشی شاہ حبشہ کی خبر دینا یا یہ خبر دینا کہ دیمک اس معاہدہ کو کھا گئی ہے جو قریش نے آپ ﷺ کے خلاف لکھ کر بیت اللہ شریف میں آویزاں کیا تھا، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا اور ان کے دو ساتھیوں کی خبر دینا، حضرت خالد سیف اللہ کے ہاتھ پر فتوحات کے حاصل ہونے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر قلعہ خیبر کے فتح ہونے کی خبر دینا یا بکری کے گوشت میں زہر ملانے کی خبر دینا جو یہودیوں نے آپ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا تھا یا یہ آپ کا خبر دینا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خارجیوں کو قتل کریں گے، اخیر زمانوں میں فتنوں کے پیدا ہونے کی خبر دینا غرضیکہ اس قسم کی کئی خبریں آپ نے دیں جو اس شخص پر مخفی نہیں جو علوم اسلامیہ میں مہارت و واقفیت رکھتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۵ رجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ ۵۸

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید میں بعض آیات حضور ﷺ بلکہ تمام مخلوق سے علم غیب کی نفی کرتی ہیں اور بعض آیات سے اثبات معلوم ہوتا ہے اس کا جواب کیا ہے؟

سائل اویس رضا میر پور خاص

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جملہ آیات منفیہ میں علم بالاستقلال و بالذات کی نفی مراد ہے مطلقاً کی نفی نہیں مفسرین و علمائے راسخین کی تصریحات ملاحظہ ہوں

(۱) تفسیر بیضاوی میں ہے

لا اعلم الغیب تکون فیه دلالة علی ان الغیب بالاستقلال لایعلمه الا اللہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو علم غیب بالاستقلال (بذات خود) ہو وہ اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) تفسیر نموذج جلیل میں ہے:

معناه لا يعلم الغيب بلا دليل الا الله او بلا تعليم الا الله او جميع الغيب الا الله.

آیت کے معنی یہ ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم ماننا یا جمیع غیب غیر متناہی کو محیط ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

(۳) جامع الفصولین میں ہے یجاب بانه يمكن التوفيق بان المنفى هو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفى هو المجزوم به لا المظنون و يؤيده قوله تعالىٰ اتجعل فيها من يفسد فيها الاية لانه غيب اخبر به الملئكة ظنا منهم او باعلام الحق فينبغى ان يكفر لو ادعاه مستقلا لا لو اخبر به باعلام فى نومه او يقظته بنوع من الكشف اذ لا منافاة بينه و بين الاية.

یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور آئمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لیے بذات خود علم غیب مانا جائے خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیہ کریمہ کرتی ہے کہ فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد وخونریزی کریں گے ملئکہ غیب کی خبر بولے مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے کہ ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

(هذه المعجزة) فى اطلاعه ﷺ على الغيب (معلومة على القطع) بحيث لا يمكن انكارها او التردد فيها لا حد من العقلاء (لكثرة رواتها و اتفاق معانيها على الاطلاع على الغيب) و هذه لا ينافى الايت الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله و قوله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير فان المنفى علمه من غير واسطة و اما اطلاعه ﷺ باعلام الله

تعالىٰ له فامر متحقق بقوله تعالىٰ فلا يظهر علىٰ غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔

و الله اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ۵۹

فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کیلئے غیب ماننا کفر ہے؟

سائل سرفراز علی کوئٹہ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

فقہائے کرام کی مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نبی ﷺ کے بارے میں علم غیب ذاتی کا عقیدہ رکھے تو وہ کافر ہے ورنہ عطائی علم غیب ماننے والے کو کوئی فقیہ کافر نہیں کہتا۔ مجموعہ فانی جلد دوم میں ہے کہ

در فتاوی حجۃ میگویند کہ صحیح آنست کہ این مرد کافر نشود زیرا کہ اعمال بندگان بر پیغمبر ﷺ عرض می کنند

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے کہ والصحيح انه لا يكفر لان الانبياء يعلمون الغيب و يعرض عليهم الاشياء فلا يكون كفرا۔

والله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۶۰

ایک مولوی نے کہا نبی ﷺ کو کوئی علم غیب نہیں کیونکہ غیب کی کنجیاں صرف اللہ کے پاس ہیں خود اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے:

و عنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو ؟ (پارہ ۷ آیت ۵۹ سورۃ الانعام)

سائل سرفراز علی کوئٹہ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

یہ ایک دھوکہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت پڑھ لی جائے دوسری آیات کو چھوڑ دیا جائے اللہ تعالیٰ نے

دونوں مقامات پر فرمایا ہے کہ اس نے اپنے نبیوں بالخصوص حضور ﷺ کو غیب کا علم عطا فرمایا چنانچہ فرمایا

(۱) عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔

(پارہ ۲۹ آیت ۲۶-۲۷ سورۃ الجن)

(۲) ما كان الله ليطلعكم على الغيب و لكن الله يجتبى من رسله من يشاء

(پارہ ۴ آیت ۱۷۹ سورۃ آل عمران)

یہاں بھی وہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر عطا کیے کوئی نہیں جانتا ہاں محبوبان خدا اس کے عطا کرنے سے جانتے ہیں چنانچہ عرائس البیان میں ہے۔

قال الحريرى لا يعلمها الا هو او يعلمها من صفى و خليل و حبيب و ولى

حریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفاتیح غیب سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا یا وہ جانتا ہے جسے اللہ مفاتیح غیب پر خود مطلع کرے وہ اللہ تعالیٰ کے صفی وخلیل وحبیب وولی ہیں۔ اسی تفسیر میں اسی مضمون سے پہلے لکھا کہ قبل اظهاره تعالى ذلک لهم اور علم تفسیر کا قاعدہ ہے کہ جہاں کسی امر کی نفی ہو پھر دوسری جگہ اس کا اثبات تو نفی میں ذاتی اور اثبات میں عطائی مراد ہوتی ہے یہاں یہی قاعدہ ہے مزید تفصیل ہم نے اپنی کتاب احسن التحریر میں لکھ دی ہے۔

والله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۶۱

ایک صاحب نے تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ نامی کتابوں میں دکھایا ہے کہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ کو تو اپنے خاتمہ کا علم نہ تھا چہ جائیکہ دوسروں کا اور آیت سے ثابت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قل ما كنت بدعا من الرسل و ما ادرى ما يفعل بى و لا بكم

(پارہ ۲۶ آیۃ ۹ سورۃ الاحقاف)

تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا اور مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہونا ہے میرے اور تمہارے ساتھ؟

سائل سرفراز علی کوئٹہ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

(۱) تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ دیوبندی وہابی فرقہ کی کتابیں ہیں انہیں میں تو رسول اللہ ﷺ کی کئی سو گستاخیاں لکھی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ آئندہ کے حالات بالخصوص خاتمہ کا علم نہ ہونا (توبہ توبہ) ہاں آیت جو لکھی گئی ہے وہ حق ہے لیکن اس پر تمام مفسرین ومحدثین اور اسلاف صالحین رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے (جمل حاشیہ جلالین رسالہ ابن حزم وغیرہ وغیرہ) اس کی ناسخ انا فتحنا لک فتحا مبينا الخ ہے اور منسوخ آیات سے استدلال گمراہی ہے۔

(۲) آیت میں درایت کی نفی ہے رد المحتار ص ۴۷ میں الدراية هو حسبان العقل بالقياس على غيره یعنی اٹکل اور قیاس سے کسی شی کو معلوم کرنا۔ اور یہ معنی واضح کرتا ہے کہ نبی ﷺ اٹکل وقیاس سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے جانتے ہیں یہی ہمارا مدعا ہے کہ نبی ﷺ کو عطائی علم ہے۔

(**لطیفہ**) جیسے وہابی دیوبندی آیت مذکورہ پیش کرکے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے قرآن سے ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں تو ایسے ہی کفار اس آیت کے نزول کے وقت خوش ہوئے تھے چنانچہ:

تفسیر خازن جلد رابع مطبوعہ مصر ص ۱۳۱ میں لکھا ہے کہ جب آیت ما يفعل بى ولا بكم الخ اتری تو مشرکین بہت خوش ہوئے اور کہا (جیسا کہ آج اس آیت کو بڑے طمطراق اور خوشی سے پیش کیا جاتا ہے) کہ ہمارا اور محمد ﷺ کا معاملہ واحد ہے اور اس کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں کیونکہ نہ اس کو اپنے انجام کی خبر ہے نہ ہم کو۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے آیت ليغفر لک الله ما تقدم من ذنبک الخ (پارہ ۲۶ آیت ۲ سورۃ الفتح) نازل فرمائی تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

هنيا لک يا رسول الله قد علمت ما يفعل بک فماذا يفعل بنا فانزل الله عزوجل ليدخل المومنين و المومنات جنات تجرى من تحتها الانهار و انزل و بشر المومنين بان لهم من الله فضلا كبيرا فبين الله ما يفعل به و بهم و هذا قول قتادة والحسن و عكرمة قالوا انما قال هذا قبل ان يخبر بغفران ذنبه وانما اخبر بغفران ذنبه عام الحديبية فنسخ ذلک۔

یعنی اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو مبارک ہو تحقیق آپ نے جان لیا جو کچھ آپ کے ساتھ کیا جائے گا اور جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جائے اتاری اللہ تعالیٰ نے آیت : لیدخل المومنین والمومنات الخ (پارہ ۲٦ آیت ٥ سورۃ الفتح)

اور و بشر المومنین و المومنات بان لھم من اللہ فضلا کبیرا.

(پارہ ۲۲ آیت ٤٧ سورۃ الاحزاب)

پس ظاہر کیا اللہ تعالیٰ نے وہ معاملہ جو آپ کے ساتھ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ کیا جائے گا۔ یہ قول قتادہ، حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہم کا ہے یہ اس وقت کہا گیا کہ جب آپ کو آپ کے اور صحابہ کرام کے معاملہ کی خبر نہ دی گئی تھی۔ تو جب حدیبیہ کے سال خبر دی گئی تو آیت ما یفعل بی و لا بکم منسوخ قرار پائی۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ٦۲

حدیث تابیر نخل صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ رسول خدا ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں تابیر نخل کا رواج تھا یعنی نر چھوہارے کے شگوفے مادہ درخت کے شگوفے میں ملائے جاتے تھے آپ نے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کیا۔ مگر اس سال پھل میں کمی ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا جو تم کرتے تھے وہی کرو۔ انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی تم اپنی دنیا کی باتیں مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ دیکھو کس طرح حضور ﷺ نے خود اپنے سے علم غیب کی نفی فرمائی؟

سائل سرفراز گل حیدر آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ تعلیم حضور ﷺ کی خرق وخلاف قواعد پرمبنی تھی اور اس منع فرمانے میں آپ نے صحابہ کرام کو توکل کی ترغیب دی تھی۔ شیخ سنوسی کا قول ہے کہ اگر لوگ سال یا دو سال ٹھہر جاتے اور تابیر نخل نہ کرتے تو تابیر نخل کی محنت سے ہمیشہ کیلئے سبکدوش ہو جاتے۔ مگر جب ایک دفعہ بسبب کھجوروں کے کم پیدا ہونے کی وجہ سے

ان لوگوں نے صبر نہ کیا تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے دنیا کے کاموں کو خود ہی جانو۔

ملا علی قاری (شرح شفا جلد ثانی کے ص ۲۳۸) پر فرماتے ہیں:

فلو صبر علی نقصان سنۃ او سنتین رجع النخیل حالہ الاول و فی القصۃ اشارۃ الی التوکل و عدم المبالغۃ فی الاسباب و غفلۃ ارباب المعالجۃ من الاصحاب.

مطلب یہ کہ اگر وہ سال دو سال صبر کرتے تو کھجوریں بغیر تابیر کے ہی برآور ہوا کرتیں اور اس قصہ میں اشارہ ہے توکل اور عدم مبالغہ فی الاسباب کی طرف اور چونکہ بعض نے صحابہ کرام میں سے جو ارباب معالجہ تھے بے توجہی سے کام لیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے تلقیح کی محنت اٹھانی پڑی اور حضور ﷺ نے یہ کہہ کر کہ تم اپنی دنیا کے کاموں کو خود ہی جانو۔ اپنی بے تعلقی ظاہر فرمائی اور یہ حکم کوئی وحی الٰہی سے تو بتایا نہیں۔ جس کا خلاف کرنے سے صحابہ کرام پر کوئی گرفت ہوتی۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الا و نبی ﷺ دانا تر است از ہمہ در ہمہ کارہائی دنیا و آخرت

دیکھا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا و آخرت کے امور میں حضور ﷺ سے زیادہ کوئی عالم نہیں۔ فصل الخطاب میں علامہ قیصری سے نقل کیا ہے:

ولا یعزب عن علمہ ﷺ مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء من حیث مرتبۃ و ان کان یقول انتم اعلم بامور دنیاکم.

یعنی آنحضرت ﷺ کے علم سے ایک ذرہ بھر مقدار بھی آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ نہیں۔ اگرچہ بشریت کے لحاظ سے فرمادیں انتم اعلم بامور دنیاکم۔

مولوی صاحب دیکھا یہ ہے حدیث کی تصریح اس حدیث کے متعلق بتاؤ متقدمین میں سے کس عالم نے اس حدیث کو نعوذ باللہ حضور ﷺ کی لاعلمی پر محمول کیا ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ٦۳

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا میرے سامنے کوئی معاملہ پیش ہوتا ہے اور

ایک فریق زبان آوری سے اپنی دلیل خوب بیان کرتا ہے میں سمجھتا ہوں وہی حق پر ہے اس کے موافق فیصلہ کر دیتا ہوں لیکن فی الواقع ایسا نہ ہو تو میرے فیصلہ سے وہ چیز جائز نہیں ہو سکتی ماکان و ما یکون کے علم کی کیسی صاف نفی ہے اگر ماکان و ما یکون کا علم ہوتا تو آپ کو خلاف فیصلہ کا اندیشہ یوں ہوتا وغیرہ وغیرہ؟

سائل رب نواز جعفر آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

قاعدہ ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کے بعض امور میں حکمت ہوتی ہے اس سے علم یا عدم علم کی بات نہیں چنانچہ یہاں حضور ﷺ کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی شخص زبان آوری سے کسی کا حق لینے کا ارادہ نہ کرے ہمارا سوال ہے کہ کیا تمام عمر حضور ﷺ نے خلاف حق فیصلہ کیا بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ کے فیصلہ میں خلاف حق کا احتمال نص قطعی سے محال ہے اور وہ آیت یہ ہے:

فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم۔

(پارہ ٥ آیت ٦٥ سورۃ النساء)

ارشاد ہے کہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے ہر معاملے میں آپ کو منصف اور حاکم نہ جانیں اور قسم اٹھا کر فرمایا بھلا کوئی ایماندار ایک لمحہ کیلئے بھی آپ کے فیصلے میں غلطی کے احتمال کو دخل دے سکتا ہے اصل الفاظ حدیث کے یہ ہیں:

فان قضیت لاحد منکم بشیء من اخیہ یہ قضیہ شرطیہ ہے جو صدق مقدم کو مستلزم نہیں ہوتا اور اس میں مقدم کا امکان ضروری نہیں۔ مثلاً قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین

کیا نعوذ باللہ اس آیت سے خدا کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ حدیث شریف بدیں ہے کہ شرطیات صدق مقدم کو مستلزم نہیں ہوتے کیا اگر کسی مخالف کو ہمت ہے تو حضور ﷺ کا کوئی خلاف حق فیصلہ دکھائیں۔ جب نہیں دکھا سکتے تو ماننا پڑے گا کہ حدیث شریف کا مقصد تعلیم امت ہے کہ غلط سلط بیان سے غیر کا حق نہ کھاؤ اور کسی حاکم کے سامنے اگر اپنی بلیغ تقریر سے کسی کا مال مار لیا تو پھر قیامت میں سخت سزا ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ٦٤

بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا مشورہ لینا لاعلمی کی دلیل ہے کہ وہ بھی خلاف ثابت ہوا۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو مشورہ کیوں لیتے؟ نیز فیصلہ کے خلاف ہونے سے معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب ہے ہی نہیں؟

سائل ۔ بابر زمان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

تفصیل تو فقیر کی تفسیر اویسی میں ہے اجمالی جواب یہ ہے کہ مشورہ کا اللہ تعالیٰ پر اعتراض آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے مشورہ کیوں لیا۔

کما قال و اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ.

(پارہ ۱ آیت ۳۰ سورۃ البقرہ)

فائدہ جیسے اللہ تعالیٰ کے مشورے میں حکمت تھی ایسے ہی نبی پاک ﷺ کو ارشاد ربانی تھا اور بموجب حکم وشاورھم فی الامر۔ صحابہ کرام سے مشورہ لیا کرتے تھے اور اس میں امتحان ہوتا تھا کہ کس کی کیا رائے ہے اس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے موافق منشاء الٰہی ثابت ہوئی۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ٦٥

بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی آپ کو اگر علم تھا تو آپ مغموم کیوں رہے؟ پہلے ہی بتادیتے اور آپ حضرت عائشہ پر ناراض بھی ہوئے۔

سائل مولوی ثناء اللہ بہاول پور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

معاذ اللہ ! آپ بی بی پر ناراض ہوئے توبہ ! توبہ ! حدیث میں ناراضگی کا مفہوم کہاں؟ بلکہ آپ نے تو

التابلی بی کی طرف داری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے فرمایامن یعذرنی من رجل بلغنی تم میں سے کون ہے جو میری اہلیہ کے بارے میں میری مدد کرے اس پر جو مجھے اذیت پہنچی۔ اور واضح الفاظ میں قسم کھا کر فرمایافو اللہ ما علمت فی اھلی الاخیرا بخدا ! میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتا۔ افسوس ہے کہ حضور ﷺ توقسمیں کھائیں اوران لوگوں کو اعتبار نہ آئے تو ثابت ہوا کہ انہیں اپنے ایمان پر اعتبار نہیں۔

فائدہ: ہاں ان لوگوں نے حضور ﷺ پر بدگمانی کی کہ آپ نے بی بی سے ان دنوں میں بے توجہی کیوں فرمائی تو اس کی وجہ وہی ہے کہ اس میں حکمت تھی یہی کہ بی بی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں بیان کرے تا کہ پھر قیامت تک بی بی پر کسی قسم کی بدگمانی نہ ہوا یسے ہی آپ کا مغموم الحزن ہونا منافقوں کی جھوٹی باتوں کی وجہ سے تھا جیسے ان کی باتوں سے عموماً ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آپ ان سے متحمل ہوتے ہیں جو وہ کہتے ہیں۔ اس مسئلہ پر فقیر کی ایک ضخیم تصنیف ہے "شرح حدیث افک" مطبوعہ اس کا مطالعہ کیجئے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ : ﴿۶۶﴾

مشکوۃ شریف میں ہے کہ ایک عورت نے حضور سرور عالم ﷺ کے سامنے اشعار پڑھے اس میں ایک مصرعہ تھافینا نبی یعلم ما فی غد ہمارے میں ایسا نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔ اس مصرعہ کے کہنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا۔ یہ مسئلہ ہمیں ایک مولوی وہابی نے بتایا ہے آپ اس کا جواب تفصیلی جواب لکھ کر بھیجئے ؟

سائل عبدالکریم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضور نبی پاک ﷺ کے علم ما فی الغد پر سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث واقوال علماء موجود ہیں ان سب کو فقیر نے ایک کتاب "نور الھدی فی علوم ما اذا تکسب غدا" میں جمع کر دیئے

ہیں۔ مخالفین کی عادت ہے کہ عوام بیچاروں کو ایسے سوالات کر دیتے ہیں جن کا مقصد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور پھر خیانت یہ کہ ادھورا مضمون سناتے ہیں دراصل اس مضمون کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اشعار پڑھنے والی عورتیں شہیدوں، مجاہدوں کے متعلق اشعار پڑھ رہی تھیں موضوع کے خلاف اس عورت نے یہ مصرعہ پڑھ دیا تو آپ نے انہیں اسی لئے روکا کہ موضوع کے خلاف کیوں پڑھا؟ اس کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ دف بجانے کے درمیان ذکر رسول ﷺ یہ کچھ موزونیت نہیں رکھتا یا اس لئے کہ انہیں سبق دینا مقصود تھا کہ براہ راست علم غیب اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب ہونا چاہئے۔ اس کے اور بھی وجوہ ہیں۔ مذکورہ بالا جوابات حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں لکھے:

و انما منع القائلۃ بقولھا و فینا نبی الخ لکراھۃ نسبۃ علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ و انما یعلم الرسول من الغیب ما اعلم او لکراھۃ ان یذکر فی اثناء الضرب و اثناء مرثیۃ القتلیٰ لعلو منصبہ عن ذلک ۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں جو حضور ﷺ نے ما فی الغد کے لئے صاف صاف بیان فرمائیں:

(۱) مشکوۃ شریف میں ہے:

وعن معاذ بن جبل قال لما بعثہ رسول اللہ الی الیمین خرج معہ ﷺ یوصیہ ومعاذ راکب ورسول اللہ ﷺ یمشی تحت راحلۃ فلمافرغ قال یا معاذ انک عسی ان تمر بمسجد ی ھذاو قبری فبکی معاذ جشعالفراق رسول اللہ۔

خلاصہ مختصر یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو وصیت فرماتے ہوئے ان کے ساتھ وداع کرنے کو نکلے جب وصیت فرما چکے تو فرمایا کہ اے معاذ رضی اللہ عنہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہوگی اور شاید تم میری اس مسجد اور قبر پر گزرو گے یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی فراق کے خیال میں بہت روئے۔ کیسی صریح خبر ہے کہ آپ نے اپنے وصال ظاہری کے بارے میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ کو اطلاع دی۔

مشکوۃ شریف میں ہے:

ان رسول ﷺ کان یرینامصارع اھل بدر بالامس یقول مصرع فلان غداان شاء اللہ

تعالیٰ قال عمر والذی بعثہ بالحق ماخطأ وا الحدود التی حد ھا ﷺ الحدیث۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہم کو ساتھ لیجا کر بتاتے تھے کہ کل فلاں شخص یہاں مرا پڑا ہوگا یعنی بدر میں اور فلاں شخص یہاں مرے گا کیوں مولوی صاحب اب معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو ان غیوب خمسہ پر بھی اطلاع کامل ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ﴿۶۷﴾

[ایک دیوبندی مولوی کا فتوی اور اس کا رد]

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین کہ علوم خمسہ خداوند کریم کے ساتھ مختص ہیں۔ یا کوئی اور بھی جانتا ہے۔ **سائل** عبدالماجد

(جواب) علوم خمسہ خداوند کریم کے ساتھ مختص ہیں اور کوئی ہستی نہیں جانتی۔ نہ کوئی نبی جانتا ہے اور نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی ولی۔ اور نہ کوئی امام۔ شہید وغیرہ۔ غرضیکہ کوئی مخلوق بھی نہیں جانتی۔ جیسا کہ قرآن اور حدیث رسول اللہ ﷺ اس پر شاہد ہیں۔ دلیل (۱) خداوند قدوس فرماتا ہے:

ان اللہ عندہ علم الساعۃ ۔ وینزل الغیث ۔ ویعلم مافی الا رحام ۔ وماتدری نفس ماذاتکسب غدا ۔ وماتدری نفس بای ارض تموت ۔ ان اللہ علم خبیر (پ ۲۱ آیت ۳۴ سورۃ لقمان) اسی آیت کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

مفاتیح الغیب خمس ولا یعلمھا الا اللہ ۔ لایعلم الا اللہ ۔ ولایعلم ماتغیض الارحام الا اللہ ۔ ولایعلم متی یأتی المطر الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض تموت ۔ ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ ۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص ۲۸۱)

نیز دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مفاتیح الغیب خمس ۔ پھر نبی کریم ﷺ نے سورۃ لقمان والی پوری آیت تلاوت فرمائی (بخاری جلد ۲ ص ۶۶۶) ام المومنین والمومنات حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: من حدثک انہ یعلم مافی غد کذب ثم قرأت وما تدری نفس ماذا تکسب غدا (پارہ ۲۱ سورۃ لقمن آیت ۳۴)۔ یعنی حضرت عائشہ بھی فرماتی ہیں کہ یہ چیزیں خداوند

قدوس کے ساتھ مختص ہیں لہذا ان کو کسی اور کے واسطے ثابت کرنے والا کذاب اور جھوٹا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رئیس المفسرین فرماتے ہیں

ھذہ الخمسۃ لا یعلمھا ملک مقرب ولا نبی مصطفی ﷺ فمن ادعی انہ یعلم شیا من ھذہ فقد کفربالقرآن لانہ خالفہ (تفسیر خازن جلد ۵ ص ۱۸۳)

الخلاصہ علوم خمسہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا لہذا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا قائل حسب ذیل دلائل کی روشنی میں خارج از اسلام ہے اور اہلسنت وجماعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

[illegible]

[illegible]

[مذکورہ بالا فتوی کا رد]

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

منکرین کے انکار کا دائرہ وسیع ہے ان کا انکار چونکہ مبنی برضد اور تعصب ہے اسی لئے ان کو منوانا ہمارے بس کا کام نہیں کیونکہ ضد اور ہٹ دھرمی ایک ایسا مرض ہے جس سے چھٹکارا اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے بلکہ حکیم مطلق کی طرف اس کی صحت وسلامتی کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ورنہ علوم خمسہ ہوں یا کوئی اور علم غیب اللہ کا خاصہ ہے لیکن یہ تو کسی نے بھی نہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو نوازتا ہی نہیں سوائے مدرس عربیہ کے۔ جملہ اہل اسلام متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علوم سے نوازا چنانچہ ملاحظہ ہو:

(۱) شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی مشہور ومعروف کتاب مدارج النبوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

ھرچہ در دنیا است از زمان آدم تا اوان نفخہ اولی بروے ﷺ منکشف ساختند تاھمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردد یاران خود را نیز بعضے از اں احوال خبر داد۔

جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نفخہ اولی کے وقت تک حضور ﷺ پر سب منکشف فرما دیا یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک حضور ﷺ کو معلوم ہو گئے اور اپنے صحابہ کو بھی حضور ﷺ نے ان میں سے بعض احوال کی خبر دی۔

(۲) [illegible] فرماتے ہیں: وهو بكل شيء عليم [illegible] بہت [illegible] چیز
[illegible] و حكم [illegible] و حكم صفات حق و [illegible] و فعل
و [illegible] وجميع علوم الظاهر و الباطن و الاول والآخر [illegible]
ومصداق فوق كل ذي علم عليم [illegible] عليه من الصلوات افضلها ومن التحيات
انمٰها واكملها۔

اور حضور ﷺ جانتے ہیں تمام چیزوں [illegible] اللہ تعالیٰ کی شان سے [illegible]
[illegible] اور [illegible] اور تمام علوم [illegible] اول و آخر [illegible] حضور ﷺ [illegible]
[illegible] فوق كل ذي علم عليم [illegible] آیت
[illegible]

(۳) [illegible] وجئنا بك على هؤلاء شهيداً کے تحت [illegible] میں مرقوم ہے:

لان روحه ﷺ شاهد على جميع الارواح والقلوب والنفوس لقوله ﷺ اول ما خلق
الله روحي۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب ہم ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور
ﷺ کی روح انور تمام عالم میں ہے [illegible] کوئی روح کوئی دل کوئی نفس ان کی نظر اقدس سے مخفی نہیں ہے
[illegible] مشاہدہ [illegible] اس مشاہدہ کا سبب یہ
ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح اقدس کو پیدا فرمایا۔ جب حضور
ﷺ سب سے پہلے پیدا ہوئے تو [illegible] حضور اقدس ﷺ [illegible] لہٰذا ان سے کسی
چیز کا پوشیدہ رہنا کیونکر متصور ہو سکتا ہے (۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فیوض
الحرمین میں فرماتے ہیں:

العارف ينجذب الى حيز الحق فيصير عبد الله فيتجلى له كل شيء۔

یعنی عارف جب حق تک پہنچ جاتا ہے [illegible] تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔
حضور سید عالم ﷺ جو سید العارفین ہیں ان کی شان اقدس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جب عارف کا یہ حال ہے

[illegible] جب وہ مقام قرب میں اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچ جاتا ہے اور قرب [illegible] تو اس پر ہر شے
روشن ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام اشیاء ان پر روشن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ اعزاز عطا
فرمایا ہے۔

(۵) [illegible] امام قسطلانی فرماتے ہیں:

وقال بعضهم ليس في الاية دلالة على ان الله تعالى لم يطلع نبيه ﷺ على حقيقة
الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه الله ولم يامره ان يطلعهم وقد قالوا في علم الساعة
نحو هذا والله اعلم۔

اور [illegible] نے فرمایا آیت کریمہ:

يسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربي

([illegible])

میں اس بات پر دلالت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ
ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مطلع فرمایا ہو اور آپ کو اس بات کا امر نہ فرمایا ہو کہ آپ
دوسروں کو مطلع فرمائیں۔ علم قیامت کے متعلق بھی انہوں نے ایسی ہی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور
ﷺ کو وقت قیامت کا علم دے کر اس کے بتانے کا حکم نہ فرمایا ہو۔

(۶) امام قرطبی شارح مسلم اور امام قسطلانی شارح بخاری اور ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ نے اپنی شروح میں
ارقام فرمایا اور امام قرطبی کی عبارت امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری نے عینی کے (ص ۳۳۷) پر نقل
فرمائی:

فمن ادعى علم شيء منها غير مسند الى رسول الله ﷺ كان كاذبا في دعواه

یعنی مغیبات خمس میں سے جو کوئی کسی شے کے علم کا دعویٰ کرے اور اس علم کو رسول اللہ ﷺ کی طرف
نسبت نہ کرے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوگا۔

ف اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ حضور ﷺ پانچوں غیب جانتے ہیں اور ان میں سے اپنے جس
غلام کو چاہیں بتا سکتے ہیں بلکہ حضور ﷺ کی تعلیم سے ان کے علم کا دعویٰ کرنے والا کاذب ہونے سے

بچ گا۔

(۷) امام الحدیث سیدی احمد مالکی [illegible] غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
ان کا ملفوظ شریف روایت کرتے ہیں:

هو ﷺ لا يخفى عليه شيء من الخمس المذكورة في الاية الشريفة وكيف يخفى
عليه ذلك والاقطاب السبعة من امته الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف
بالغوث فكيف بسيد الاولين والآخرين الذي هو سبب كل شيء ومنه كل شيء۔

یعنی آیہ کریمہ میں جو مغیبات خمس مذکور ہیں ان میں سے کوئی شے حضور ﷺ پر مخفی نہیں اور یہ چیزیں
حضور ﷺ پر کیسے مخفی رہ سکتی ہیں حالانکہ حضور ﷺ کی امت شریفہ کے سات قطب ان مغیبات خمس کو
جانتے ہیں حالانکہ وہ غوث سے مرتبہ میں نیچے ہیں۔ پھر غوث کا کیا کہنا۔ پھر حضور ﷺ کا کیا پوچھنا جو تمام
اولین و آخرین سارے جہان کے سردار ہیں اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر چیز انہیں سے ہے۔

(۸) علامہ شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر صاوی جلد ۲ ص ۲۹۵ پر آیہ کریمہ
يسئلونك عن الساعة ايان مرساها کے تحت ارقام فرماتے ہیں:

لم ينتقل من الدنيا حتى اعلمه الله بجميع المغيبات التي تحصل في الدنيا والآخرة
فهو يعلمها كما هي عين يقين لما ورد "رفعت لي الدنيا فانا انظر فيها كما انظر الى كفي
هذه" وورد انه اطلع على الجنة وما فيها والنار وما فيها وغير ذلك مما تواترت به
الاخبار ولكن امر بكتمان البعض (صاوی ج ۲ ص ۱۳۳ پارہ ۹ سورۃ الاعراف تحت آیت
۱۸۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ لاہور)

یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کو وقت قیامت کا علم دینے سے پہلے کی ہے لہٰذا آیہ کریمہ کا مضمون اس
مسلک کے خلاف ہرگز نہیں کہ حضور ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ اللہ
تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دنیا و آخرت کے تمام مغیبات نہ بتا دیئے۔ لیکن ان میں سے بعض چیزوں کے
چھپانے کا حکم حضور ﷺ کو دیا گیا تھا۔

(۸) علامہ عشماوی کی کتاب مستطاب عجب العجائب شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میں فرماتے ہیں:

قيل انه ﷺ اوتي علمها (اي الخمس) في آخر الامر لكنه امر فيها بالكتمان وهذا
القول هو الصحيح۔

کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہوا مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا
اور یہی قول صحیح ہے۔

قرآن و حدیث و ارشادات علمائے مفسرین و محدثین و حضرات عارفین سے ہم نے اپنا مسلک ثابت
کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کو تمام مخلوقات اور ساری کائنات کے جمیع احوال کا علم عطا
فرما دیا۔ اور تصریحات علمائے اسلام سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوئی کہ قرآن و حدیث کے نصوص میں جو
عموم ہے اس میں مغیبات خمس شامل ہیں اور صحیح مسلک یہی ہے۔

ازالہ اوہام: دو آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو مسئلہ میں درج ہیں حق ہیں لیکن مخالفین کی عادت ہے
کہ وہ اصول اسلام سے ہٹ کر دلائل دیتے ہیں ورنہ قانون اسلام تو یہ بتاتا ہے کہ آیات قرآنیہ و احادیث
نبویہ دو طرح کی ہیں (۱) مکیہ (۲) مدنیہ۔ مکیہ آیات میں اجمال ہوتا ہے مدنیہ میں تفصیل اور یہ
آیت مکیہ ہے چنانچہ شان نزول بتاتا ہے مندرجہ بالا آیت میں قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے
ذکر فرمانے میں کوئی نکتہ تو ہونا چاہیے آخر ان پانچ کے سوا غیب تو اور بھی بہت کثرت سے ہیں یہاں تک کہ
ان پانچ کے جملہ افراد سب مل کر اور غیبوں کے ہزاروں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے اور
وہ ہر چیز پر شاہد ہے حساب اعمال غیب ہے اور نامہ اعمال غیب ہے اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا
غیب ہے اور فرشتے غیب ہیں اور ان کے سوا رب کے لشکر غیب ہیں اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی
حد ہی تک ہم نہیں گن سکتے نہ کہ اور معلوم ہیں۔ کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ
سے بڑھ کر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ صرف یہی پانچ ذکر
فرمائے تو نہیں اس لئے نہ گنایا کہ یہ غیبت وخفا کے اندر زیادہ داخل ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں
کا تھا اور کافروں کا تھا اور کافر علم غیب کا ادعا رکھتے ہیں رمل اور نجوم سے۔ قیافہ سے، عیافہ سے، زجر سے، طیر
سے، پانسوں سے اور ان کے سوا اپنی اور ہوسوں سے جو اندھیروں سے ڈھانپی ہوئی تھیں اور وہ چیزیں جو

[illegible] ذات و صفات الٰہی اور آخرت اور فرشتے پر بحث کرتے تھے اور
ان چیزوں سے [illegible] کی طرف [illegible] علموں میں کوئی [illegible] وہ کوئی بات
[illegible] اب تو ان کے حال
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی طرف کوئی [illegible] اور ان چیزوں کے ساتھ
[illegible] قیامت [illegible] تھے یعنی وہ
انہوں کی موت [illegible] قیامت [illegible] زمین کی موت [illegible] جوتش نجوم جانتا
ہے [illegible] معلوم [illegible] بہت زیادہ
اور کوئی ایک [illegible] ایک شخص کی موت [illegible] جس پر وہ اپنے
رحم میں بھی یقین [illegible] اس واسطے کہ [illegible] جزئی باتوں
میں ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں [illegible] اتفاق
ہوتا ہے کہ جو ستارہ [illegible] کی طرف [illegible] علامت سے خالی ہو تو
ایک طرف سے [illegible] دوسری جانب [illegible] دلالت ہیں اور ایک
جانب کو ترجیح دیتے ہیں اور [illegible] حکم لگا دیتے ہیں [illegible] انقلاب
عام [illegible] یہاں ایک قاعدہ [illegible] قرآن عظیم [illegible] دونوں اونچے
ستارے [illegible] جمع ہو جیسا کہ زمانہ
طوفان حضرت نوح [illegible] علوم [illegible]
[illegible] اس کے بعد [illegible] اور
اس طرف [illegible] ستارہ [illegible] ان کے اور
باتیں اس لئے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں اور یہ زبردست جاننے والے کا
اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے تو قیامت کے [illegible] ان پر ترجیح کی فرمائی کہ تمہارے ان علموں کی اگر

قیامت ہوتی جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم نہیں ہو [illegible] جاتا
مر تو نہیں جانتے تم تو یوں ہی اٹکل دوڑاتے ہو تو ان پانچ چیزوں [illegible] اللہ
خوب جانتا ہے اور [illegible] حدیث شریف میں [illegible] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ
چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا [illegible] ان امور میں کوئی غیب
نہیں جانتا سوائے نبی کریم ﷺ کے [illegible] پانچ چیزوں سے جو تعلق [illegible] اللہ تعالیٰ نے
عطا فرمایا ہے اور ہمارا سب کا ایمان ہے اس لئے کہ [illegible] غیب ہو تو انہیں بھی اللہ
کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تو کیا [illegible] اللہ ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی اور [illegible] جانتا تو بات بھی اسی
طرف پہنچی [illegible] تحقیق [illegible] بذات خود [illegible]
چنانچہ [illegible] (مشہور تفسیر) میں آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ کے تحت ہے کہ۔

نزلت لما قال الحارث ابن عمرو للنبی ﷺ متی الساعة؟ وانا قد القیت الحب فی الارض فمتی السماء تمطر؟ و امرأتی حامل فہل حملہا ذکر ام انثی؟ و ای شیء اعمله غدا؟ ولقد علمت بای ارض ولدت فبای ارض اموت؟

([illegible] سورۃ لقمان [illegible])

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حارث بن عمرو نے رسول اللہ ﷺ سے کہا قیامت کب ہوگی؟ اور میں نے زمین میں بیج بوئے ہیں آسمان بارش کب برسائے گا؟ اور میری بیوی حاملہ ہے اس کے پیٹ میں مذکر ولد ہے یا مونث؟ اور کل میں کیا عمل کروں گا؟ اور میں یہ تو جانتا ہوں کہ میں کونسی زمین میں پیدا ہوا (آپ یہ بتائیں کہ) میں کونسی زمین میں مروں گا؟

تفسیر خازن اور لباب النقول فی اسباب النزول میں بھی اسی طرح ہے۔

اس تفسیر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان پانچ چیزوں کے متعلق جب حارث بن عمرو نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا کہ ان کو وہی جانتا ہے کیونکہ یہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو ایسے امور کی خبر دی جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل فرما کر واضح کر دیا کہ کفار آئندہ ایسے سوال

کرنے کے مجاز نہ ہیں۔ مذکورہ آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ کے ماتحت مفسرین کرام کی تفاسیر کو ملاحظہ فرمایئے چنانچہ صاحب تفسیرات احمدیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولک ان تقول ان علم هذه الخمسة و ان كان لا يملكه الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه و اوليائه بقرينة قوله تعالى ان الله عليم خبير على ان يكون الخبير بمعنى المخبر ٥ (تفسیرات احمدیہ)

ترجمہ اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں کو اگرچہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے مطلع فرما دے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا ہے اور بتانے والا ہے (خبیر بمعنی مخبر) اب جو حدیث مشکوٰۃ شریف میں آئی ہے کہ حضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے کہ ان پانچ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا آیت مذکورہ تلاوت فرمائی، علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل هیچکس اینها را نداند و آنها از امور غیب اند کہ جز خدا کسی آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسی را بوحی و الہام بداند

(اشعۃ اللمعات [illegible] لکھنو)

ترجمہ مراد یہ کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازے سے کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے وحی یا الہام سے بتا دے۔

جلال الملۃ والدین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روض النضیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں

اما قوله ﷺ الا هو فمفسر بانه لا يعلمها احد بذاته و من ذاته الا هو لكن قد تعلم باعلام الله تعالى فان ثمه من يعلمها ٥ (روض النضیر شرح جامع صغیر)

ترجمہ نبی ﷺ کا فرمانا کہ ان پانچ غیبوں کو اس (اللہ) کے سوا کوئی نہیں جانتا مفسر ہے بایں طور پر کہ بذات خود اپنی ذات سے انہیں اس (اللہ) کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے مگر کچھ لوگ ہیں جن کو خدا کے بتائے

سے بھی ان (علوم خمسہ) کا علم ملتا ہے۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اسی حدیث خمس لا یعلمھن کے تحت فرماتے ہیں کہ

فمن ادعی علم شیء منها غیر مسند الی رسول الله ﷺ کان کاذبا فی دعواه

(المرقات شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور ﷺ کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ۶۸

مولوی اشرفعلی تھانوی نے حفظ الایمان میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے ان عبارات کے متعلق وضاحت فرمادیں؟

سائل رفیق راجہ کشمیر

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ لوگ ضروریات دین کے منکر اور مرتد کافر ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ انہیں کافر کہے جیسا کہ تمام منکرین ضروریات دین کا حکم ہے جن کے بارے میں علمائے معتمدین نے فرمایا جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ شفاء السقام و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہ مستند کتابوں میں ہے: ''اور جو ان میں شک کرے یا انہیں کافر کہنے میں تامل کرے یا ان کی تعظیم کرے یا ان کی تحقیر و توہین سے منع کرے تو شرع میں ایسا شخص بھی کافر و بے دین ہے۔''

یہاں استاذی شاگردی اور دیگر کوئی عذر قابل قبول نہیں بعض لوگ عبارات مذکورہ کو گستاخانہ مان کر قائلین کی رعایت میں اتنا لکھ اور کہہ دیتے ہیں کہ ''مندرجہ بالا عبارات سے مجھے کوئی اتفاق نہیں ہے''۔ یہ بھی

ایک مذاق لگتا ہے جو آپ تو اپنی عبادت یا احباب سمجھے، واس صرف دکھا سکتے ہیں لیکن کل قیامت میں یہی مذاق انہیں جہنم میں لے جائے گا۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۶۹

اہلسنت کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بالواسطہ جبرئیل علیہ السلام بیشمار علوم عطا فرمائے اس کے دلائل بیان فرمائیے؟

سائل عبدالخالق

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا ہر قول وحی ربانی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے ہر بول پر حاضری نہیں دیتے اور نہ ہی جبرئیل علیہ السلام کا نام وحی ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے حضور ﷺ کی وحی کی سات قسمیں بتائی ہیں انہیں میں سے ایک قسم جبرئیل علیہ السلام کی حاضری کا نام ہے انہی اقسام میں وحی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ میان محب و محبوب رمزیست که کراما کاتبین را ھم خبر نیست محبوب محب کے درمیان ایک راز ہے جس کا کراما کاتبین کو بھی علم نہیں ہوتا اس قسم کی روایات بھی کتب احادیث و تفاسیر میں مرقوم ہیں منجملہ ان کے ایک وہ ہے جو حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ شریف میں نقل کی ہے۔

علم اولین و آخرین و تعلم کرد انواع علوم را علمی بود که عهد گرفت از من کتمان آنرا که باهیچکس نه گویم و هیچکس طاقت برداشتن آن ندارد جز من و علمی بود دیگر که مخیر گردانید در اظهار و کتمان آن و علمی بود که امر کرد به تبلیغ آن بخاص و عام از امت من پس نزدیک شد بمن قطره از عرش

و قطره بر زبان من پس بچشیدم چیزی که نه چشیده هیچ چشنده هرگز چیزی را شیرین تر از آن و حاصل شد مرا خبر اولین و آخرین و روشن گردانیدن مرا و پوشید نور عرش بصر مرا پس دیدم همه چیز را بدل خود دیدم از پس خود چنانکه بینم از پیش۔

یعنی علم اولین و آخرین عطا کیا اور مجھے چند اقسام کے علوم سکھائے ایک تو وہ علم تھا کہ جس کی بابت مجھ سے عہد لیا کہ کسی کو نہ بتاؤں اور بغیر میرے کوئی بھی اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتا دوسرا وہ علم کہ جس کی بابت مجھے اختیار دیا گیا خواہ اسے ظاہر کروں یا پوشیدہ رکھوں تیسرا وہ کہ جس کی تبلیغ کا مجھے خاص و عام امت کیلئے حکم ہوا پھر ایک قطرہ عرش سے میرے قریب ہوا اور میری زبان پر پڑا میں نے ایسی چیز کو چکھا کہ دنیا میں کسی نے اس سے بہتر چیز کا ذائقہ نہ لیا ہوگا اور مجھے اولین و آخرین کی خبر حاصل ہوگئی اور اس نے میرے دل کو روشن کر دیا اور نور عرش نے میری نظر کو ڈھانپ لیا پس تمام اشیاء کو میں نے اپنے دل میں دیکھ لیا اور میں اپنے پیچھے اس طرح دیکھتا ہوں جیسا کہ آگے دیکھتا ہوں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۷۰

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ سے کفار نے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے آپ نہ بتا سکے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

سائل امان اللہ قادری اورنگی ٹاؤن کراچی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) نبی پاک ﷺ کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا، وہاں ٹھہرنا، سواری سے اترنا، سواری یعنی براق کو باندھ دینا، بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرمانا پھر شراب چھوڑنا، دودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ حضور ﷺ کو وہاں کے حالات پر آگاہی تھی۔

(۲) پھر اگر حضور ﷺ متردد ہوئے ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس طرف التفات نہیں تھا چنانچہ الفاظ حدیث کے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ ﷺ لقد رایتنی فی الحجر و قریش تسئلنی عن مسرای فسالتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتھا فکربت کربا (حدیث از مشکوۃ)

اور اس حدیث کے حاشیہ پر ہے لم اثبتھا ای لم اضبطھا و لم احفظھا (از لمعات)

(۳) ایک روایت میں وارد ہے کہ حضور ﷺ سے بیت المقدس کے اوصاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیے اور حضرت نے سب بتا دیئے۔ اس حدیث میں تردد و فکر کا نام تک نہیں۔ چنانچہ مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے:

پس آمد ابوبکر رضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا ﷺ و گفت یارسول اللہ وصف کن آنرا بمن رفته ام آنجا و دیده ام آنرا پس وصف کرد آنرا رسول اللہ ﷺ پس گفت ابوبکر اشهد انک رسول اللہ ﷺ الخ

ترجمہ: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور ہمیں بیت المقدس کے حالات سنائیے آپ نے انہیں بیت المقدس کے پورے پورے حالات بتائے یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ غور کیجئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو صاف صاف بتا دیا لیکن ابوجہل وغیرہ کو نہ بتانے میں حکمت نہیں تو اور کیا ہے؟

(۴) حضور ﷺ کا کافروں کے سامنے تردد، لاعلمی کا نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ یہ لوگ تو اپنے آپ کو زیرک زمان سمجھتے تھے لیکن یہاں حال یہ ہے کہ مجھ سے اہم مسئلہ کی بجائے صرف بیت المقدس کی تعمیر اور اس کے دروازوں کے متعلق سوال کر رہے ہیں آپ کو ان کی اس طفلانہ حرکت سے پریشانی ہوئی اور آپ متردد ہو بیٹھ گئے یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک بڑا علامہ کسی قوم کے یہاں مناظرہ کرنے جائے اور وہ اپنے آپ کو محقق مدقق کہلاتے ہیں لیکن جب گفتگو شروع ہو تو وہ بچوں کی طرح معمولی سوالات کرنے شروع ہو جائیں تو وہ علامہ صاحب ان کی حرکت سے پریشان ہو تو یہ نہ کہا جائے گا کہ وہ عالم ہی نہیں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۷۱

ہماری بستی میں دو مذہبی گروہ ہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ذرہ ذرہ کا علم عطا فرمایا ہے وہ اسے علم غیب سے تعبیر کرتا ہے دوسرا گروہ کہتا ہے کہ علم غیب خاصہ خدا ہے کسی نبی و ولی کو حاصل نہیں۔ پہلا گروہ بکثرت ہے وہ گروہ ثانی کو منافقین کی ٹولی کہتا ہے ہمیں دلائل سے سمجھائیں تاکہ ہم ان کا صحیح فیصلہ کر سکیں۔ گروہ ثانی نماز و دیگر شرعی امور کے پابند ہیں شرعی داڑھی بھی ان سب کی ہے جبکہ گروہ اول کے لوگ نمازی بھی بہت کم اور شرعی داڑھی والے بھی بالکل تھوڑے ہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل لکھیں؟

سائل محمد عبداللہ سندھی نواب شاہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

معیار اسلام، رسول اللہ ﷺ سے وابستگی سے معلوم ہوگا، ورنہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایمان و اسلام کے دم بھرنے والوں کو نہ صرف بے ایمان بلکہ پرلے درجے کا جھوٹا اور دوزخ میں سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا ہونے والا بتایا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات

(۱) و من الناس من یقول آمنا باللہ و بالیوم الآخر و ما ھم بمؤمنین (پ ۱ البقرۃ ع ۲)

اور بعض لوگ کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں۔

(۲) اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنافقین لکذبون ○ (پ ۲۸ منافقون ع ۱)

جب تمہارے پاس منافقین آئیں اور کہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(پتہ) اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو لیکن یہ منافق جھوٹے ہیں۔

(۳) ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ○ (پ ۵)

بے شک منافقین جہنم کے نیچے طبقے میں ہوں گے۔

یاد رہے کہ یہ طبقہ کفار سے بڑھ کر اور بڑے عذابوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

یہی منافقین جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے ایمان جھوٹا اور سخت عذاب الٰہی میں مبتلا بتایا ہے ان کے بظاہر یہی اوصاف تھے جو ایک پکے اور سچے مومن مسلمان کے ہونے چاہئیں (۱) نماز کے پابند (۲) ہر نماز باجماعت حضور ﷺ امام الانبیاء کی اقتداء میں ادا کرتے (۳) ازروئے شریعت کے مطابق (۴) اکثر غزوات میں شرکت کرتے بلکہ غازی تو تھے ہی بعض مرتے تو بجائے شہیدوں میں شمولیت کے دوزخ کے ایندھن بنے جیسا کہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ ایک بہت خوب لڑا باقی رہی اور خود کو تیغ کیا اسی دوران اس کی موت کی خبر حضور ﷺ نے فرمایا وہ جہنمی ہے (ملخصاً) اس کی تحقیق کی تو ثابت ہوا کہ وہ منافقین میں سے تھا ان کے علاوہ ان کی نیکیاں مثلاً صدقات خیرات اور بے شمار تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مذکورہ بالا اوصاف سے موصوف فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ جب تک رسول اکرم ﷺ سے قلبی عقیدت و محبت نہ ہو اعمال صالحہ بیکار ہیں ان منافقین کو حضور ﷺ کے کمال پر اعتراض تھا تفصیل تو فقیر نے اپنی تصنیف "علامات المنافقین" میں عرض کر دی ہے یہاں چند شواہد پیش کرتا ہوں جن سے ثابت ہوگا کہ منافقین کو حضور ﷺ کے علم غیب کا نہ صرف انکار تھا بلکہ وہ اس پر طعن و تشنیع بھی کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر طعن، طریقۂ منافقین ہے: عوام اور دین سے بے بہرہ پڑھا لکھا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ مخالفین کا انکار از علم غیب مبنی بر جذبہ توحید ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ توحید صرف بہانہ ہے درحقیقت یہ انکار منافقین کی وراثت کا اظہار ہے فقیر چند حوالے پیش کرتا ہے اس سے اندازہ لگائیں کہ منافقین کیا کہتے تھے اور یہ لوگ کیا کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیے

(۱) اکثر معتبر و مستند تفاسیر و احادیث کے علاوہ تفسیر خازن میں ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ کے شان نزول میں لکھا ہے:

قال السدی قال رسول اللہ ﷺ عرضت علی امتی فی صورها فی الطین کما عرضت علی آدم و اعلمت من یومن بی و من یکفر بی فبلغ ذلک المنافقین فقالوا استهزاء زعم محمد ﷺ انه یعلم من یومن به و من یکفر ممن لم یخلق بعد و نحن معه

وما یعرفنا فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ فقام علی المنبر فحمد اللہ تعالیٰ واثنی علیه ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شیء فیما بینکم و بین الساعة الا نبأتکم به فقام عبداللہ بن حذافة السهمی فقال من ابی یا رسول اللہ ﷺ فقال حذافة فقام عمر فقال یا رسول اللہ ﷺ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقرآن اماما وبک نبیا فاعف عنا عفا اللہ عنک فقال النبی ﷺ فهل انتم منتهون فهل انتم منتهون ثم نزل عن المنبر فانزل اللہ هذه الآیة

یعنی سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ پر میری امت اپنی خاکی صورت میں اس طرح پیش کی گئی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتلا دیا کہ مجھ پر کون ایمان لائے گا اور کون نہیں لائے گا۔ جب یہ بات منافقین تک پہنچی تو انہوں نے استہزاءً کہا محمد ﷺ یوں گمان کرتے ہیں کہ انہیں جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان کے بارے میں بھی علم ہے کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا؟ اور کون کفر کرے گا؟ حالانکہ ہم ان کے درمیان رہتے ہیں اور انہیں ہمارے نفاق کا علم نہیں پس جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ جو میرے علم پر طعنہ زنی کرتے ہیں تم لوگ اب سے قیامت تک کی بات کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھو گے مگر میں تم کو خبر دوں گا۔ یعنی حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہیں اسلامی دین پر خوش ہیں ہم قرآن کی امامت مانتے ہیں آپ کی نبوت پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے آپ ہمیں معاف فرمائیے پس نبی علیہ السلام نے مکرر فرمایا کیا تم رکنے والے ہو؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمایا

فائدہ: اس حدیث پاک سے درج ذیل نکات حاصل ہوئے

(۱) آیت میں علم غیب کے منکرین کو اللہ تعالیٰ نے خبیث کہا اور ماننے والوں کو طیب۔

(۲) حضور ﷺ تمام امت کے ایمان و کفر پر مطلع ہیں۔

(۳) منافق آپ کے اس دعویٰ پر طعنہ زن ہوئے کہ اگر آپ سب کے ایمان و کفر پر مطلع ہیں تو ہمارا نفاق کیوں آپ سے مخفی ہے؟

(۴) نبی ﷺ نے مکرر دعویٰ فرمایا کہ اب سے قیامت تک کی جو بات چاہو پوچھو۔

(۵) نبی ﷺ اپنے علم پر طعنہ زنی سے ناراض ہوئے۔

(۶) حضرت عمر اور عبداللہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہما آپ کی وسعت علمی پر ایمان لا رہے تھے۔

انتباہ: اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ علم غیب کا صرف انکار نہیں بلکہ اس پر طعن و تشنیع بھی ہے یہ کس نے کی منافقین نے اور اسی علم غیب کا اقرار بلکہ تصدیق اور اظہار ایمان کس نے کیا؟ اہل ایمان نے فیصلہ فرمائیے کہ آج کے دور میں علم غیب کا انکار کس فرقہ نے کیا اور اقرار و تصدیق کرنے والے کون ہیں؟

علم غیب کے انکار پر ربانی فتوی: حضور علیہ السلام نے منافقوں کو اپنے علم غیب کا کہا تو وہ انکار کر گئے اللہ نے فرمایا تم اے منافقو! کافر ہو گئے چنانچہ ابن جریر و طبرانی حضرت سید المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک کرنجی آنکھوں والے سے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی کس بات پر مری شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لایا سب نے آ کر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور میرے رسول کی شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے اگرچہ لاکھ مسلمانی کا دعوے کرے اسلام و مسلمین کی دینی و ملی خدمت بھی کرے۔ کروڑ بار کلمہ بھی پڑھے عبادت و ریاضت میں دن رات منہمک رہے جب تک اس کلمہ گستاخی سے توبہ نہ کرے کافر ہی رہتا ہے۔

اونٹنی: ابن جریر و ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور امام مجاہد شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی اس کی تلاش کی جا رہی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے حضور ﷺ کے اس فرمان پر ایک منافق بولا کہ محمد ﷺ بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل فرمائی جس

کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرما دو

قل اباللہ وایته ورسوله کنتم تستهزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔

(پ ۱۰ التوبہ ۶۵)

کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے ہو تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

فائدہ: حضور ﷺ کی شان میں اتنی گستاخی یعنی یہ جملے کہنا کہ محمد غیب کیا جانیں؟ پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا اور فرمایا تم اللہ کی آیتوں اور رسول کا مذاق اڑاتے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے کیونکہ اس لفظ سے حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کی بو آتی ہے اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے غیب کی باتیں جاننا شان نبوت اور خصائص نبوت سے ہے ان دو آیتوں سے اندازہ کر لیجئے کہ حضور ﷺ کی ذات پاک کا معاملہ کتنا نازک ہے ذرا سی بے ادبی اور بے باکی سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

آخری فیصلہ: منافقوں کو اللہ نے صرف اسی لئے کافر فرمایا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ محمد ﷺ غیب کیا جانیں؟ اب یہی جملہ وہابی دیوبندی کھلے بندوں نہ صرف کہہ رہے ہیں بلکہ تصانیف لکھی جا رہی ہیں اور اس پر مناظرے لڑائی جھگڑے برپا ہیں۔ اہل اسلام بتائیں کہ ایسے لوگوں کا حکم اس کارروائی سے کیا ہوا؟

ابن الصلت منافق کا عقیدہ: حضور نبی پاک ﷺ ایک دفعہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کی اونٹنی گم ہو گئی زید ابن صلت نامی ایک منافق نے کہا کہ محمد اگر نبی ہے تو اپنی اونٹنی کے متعلق کیوں نہیں بتا دیتا؟ کہ وہ کہاں ہے؟ ویسے تو اس کا دعویٰ ہے کہ وہ آسمان کی خبریں بتاتا ہے مگر وہ اپنی اونٹنی کی بھی خبر نہیں رکھتا۔ حضور ﷺ کو اس کی اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا فلاں شخص میرے متعلق ایسا کہتا ہے حالانکہ مجھے اللہ تعالیٰ جس بات کی خبر دیتا ہے میں اسے جانتا ہوں اور میں اپنی اونٹنی کے متعلق بھی جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ میری اونٹنی فلاں وادی اور فلاں گھاٹی کے پاس کھڑی ہے اور اس کی نکیل ایک درخت نے پکڑ رکھی ہے یعنی اس کی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی ہے اور اونٹنی وہیں کھڑی ہے جاؤ اسے وہاں سے لے آؤ چنانچہ صحابہ کرام اونٹنی کو وہاں سے لینے گئے تو اونٹنی کو وہیں کھڑے پایا اور اسے لے آئے۔

(زاد المعاد لابن قیم جلد ۳ ص ۵)

فائدہ : معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا کام ہے اور جو سچے مومن ہیں وہ حضور ﷺ کے علم کے دل و جان سے قائل ہیں۔

بریلوی ، دیوبندی ، وهابی : اب بھی یہی اونٹنی والا جھگڑا مناظروں تحریروں اور تقریروں میں جاری رہتا ہے وہابی دیوبندی اب بھی حضور پاک ﷺ کے علم غیب کی نفی میں اونٹنی والا معاملہ پیش کرتے ہیں اور اہلسنت بریلوی اس کے جوابات دیتے ہیں اس طریقہ کار سے بتایئے دیوبندی وہابی کن لوگوں کے وارث ہیں اور سنی بریلوی کس کے؟

غزوۂ احزاب کے موقعہ پر پتھر نکالتے نکالتے اتنا ایک سخت چٹان آگئی لوہے کی ضرب سے نہیں ٹوٹتی تھی رسول اللہ ﷺ تین دن کے فاقے سے تھے اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا دست مبارک میں کدال پکڑ کر پہلی ضرب لگائی۔ چٹان ٹوٹنے سے شعلہ نکلا آپ ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا صحابہ نے بھی تکبیر کہی۔ دوسری اور تیسری ضرب میں بھی چٹان ٹوٹنے سے شعلے بلند ہوئے اور آپ نے تکبیر کہی صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ تکبیر کہی اور چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی بار شعلہ کی روشنی میں حیرہ مدائن کے محلات نظر آئے۔ جبرئیل نے کہا کہ آپ ﷺ کی امت ان پر قابض ہوگی۔ دوسری مرتبہ روم کی زمین اور قیصر کے محلات دکھائی دیے۔ جبرئیل علیہ السلام نے ان کے فتح ہونے کی خبر دی۔ تیسری مرتبہ صنعاء کے محل دیکھے جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ملک بھی قبضہ میں آئے گا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں **و کان فی حفرہ ذالک ایات و دلائل واضحات**۔ آپ ﷺ کے اس چٹان کے کھودنے میں نشانیاں اور دلیلیں تھیں۔ مسلمانوں کو یہ بشارتیں سن کر بے حد مسرت ہوئی مگر منافق طعنہ زنی کرنے لگے ایک شخص معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد ﷺ تو ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کر رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ہم مارے خوف کے باہر نہیں نکل سکتے۔

فائدہ : حضور نبی پاک ﷺ نے اس مضمون میں اپنے لئے مدائن (عراق) قیصر روم اور کسریٰ (ایران) اور یمن جیسے ممالک پر فتح کی خبر دی اور یہ آپ کے علوم غیبیہ میں سے ہے جسے غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندی سب کے مسلم مفسر ابن کثیر آیات و دلائل واضحات سے تعبیر کر رہے ہیں۔

اس وقت سن کر اہل ایمان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) مسرور (خوش) ہوئے اور منافقین نے اس غیب کی خبر پر طعنہ زنی کی بلکہ زبردست دلیل دے کر مذمت کی کہ قیصر و کسریٰ اور یمن پر قبضہ کرنے والے کا یہ حال ہے کہ آج ہم (اسوقت یہ منافقین بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے) مارے خوف کے باہر نہیں نکل سکتے نہ بیتوں کے لئے واقعی یہ ایک مضبوط دلیل تھی کہ غزوہ احزاب میں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

اور تفسیر عزیزی جلد ۱ ص ۵۵۳ آیت کریمہ **و یکون الرسول علیکم شہیدا** کے تحت لکھا ہے

باشد رسول شما بر شما گواه زیرا که او مطلع است بنور نبوت بر رتبه هر متدین بدین خود که در کدام درجه است پس او میشناسد گناهان شما را درجات ایمان شما را و عمل نیک و بد شما را و اخلاص و نفاق شما را لهذا شهادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است و آنچه و از فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل صحابه و ازواج و اهلبیت یا غائبان از زمان خود مثل اویس و صله و مهدی و مقتول دجال یا از معائب و مثالب حاضران و غائبان میفرماید اعتقاد بران واجب و ازین است که در روایات آمده که هر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع میسازند که فلانے امروز چنین میکویند و فلانے چنان تا روز قیامت ادائے شهادت تواند کرد الخ

بعینہ اصل عبارت اور ایک حدیث دلائل الخیرات ص ۳۱ میں بایں معنی مسطور ہے کہ کسی صحابی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ جو شخص آپ سے بہت دور اور غائب درود شریف پڑھے تو آپ کو کس طرح پہنچتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص محبت و شوق میں مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو خود کانوں سے سنتا ہوں اور جواز روئے عادت و ثواب کے پڑھتا ہے اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔

فتاوی اویسیہ جلد اول ۱۶۲

(زاد المعاد لابن قیم جلد ۳ ص ۵)

فائدہ : معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا کام ہے اور جو سچے مومن ہیں وہ حضور ﷺ کے علم کے دل و جان سے قائل ہیں۔

بریلوی ، دیوبندی ، وهابی : اب بھی یہی اونٹنی والا جھگڑا مناظروں تحریروں اور تقریروں میں جاری رہتا ہے وہابی دیوبندی اب بھی حضور پاک ﷺ کے علم غیب کی نفی میں اونٹنی والا معاملہ پیش کرتے ہیں اور اہلسنت بریلوی اس کے جوابات دیتے ہیں اس طریقہ کار سے بتایئے دیوبندی وہابی کن لوگوں کے وارث ہیں اور سنی بریلوی کس کے؟

غزوۂ احزاب کے موقعہ پر پتھر نکالتے نکالتے اتنا ایک سخت چٹان آگئی لوہے کی ضرب سے نہیں ٹوٹتی تھی رسول اللہ ﷺ تین دن کے فاقے سے تھے اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا دست مبارک میں کدال پکڑ کر پہلی ضرب لگائی۔ چٹان ٹوٹنے سے شعلہ نکلا آپ ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا صحابہ نے بھی تکبیر کہی۔ دوسری اور تیسری ضرب میں بھی چٹان ٹوٹنے سے شعلے بلند ہوئے اور آپ نے تکبیر کہی صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ تکبیر کہی اور چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی بار شعلہ کی روشنی میں حیرہ مدائن کے محلات نظر آئے۔ جبرئیل نے کہا کہ آپ ﷺ کی امت ان پر قابض ہوگی۔ دوسری مرتبہ روم کی زمین اور قیصر کے محلات دکھائی دیے۔ جبرئیل علیہ السلام نے ان کے فتح ہونے کی خبر دی۔ تیسری مرتبہ صنعاء کے محل دیکھے جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ملک بھی قبضہ میں آئے گا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں و کان فی حفرہ ذالک ایات و دلائل واضحات۔ آپ ﷺ کے اس چٹان کے کھودنے میں نشانیاں اور دلیلیں تھیں۔ مسلمانوں کو یہ بشارتیں سن کر بے حد مسرت ہوئی مگر منافق طعنہ زنی کرنے لگے ایک شخص معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد ﷺ تو ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کر رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ہم مارے خوف کے باہر نہیں نکل سکتے۔

فائدہ : حضور نبی پاک ﷺ نے اس مضمون میں اپنے لئے مدائن (عراق) قیصر روم اور کسریٰ (ایران) اور یمن جیسے ممالک پر فتح کی خبر دی اور یہ آپ کے علوم غیبیہ میں سے ہے جسے غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندی سب کے مسلم مفسر ابن کثیر آیات و دلائل واضحات سے تعبیر کر رہے ہیں۔

فتاوی اویسیہ جلد اول ۱۶۳

اس وقت سن کر اہل ایمان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) مسرور (خوش) ہوئے اور منافقین نے اس غیب کی خبر پر طعنہ زنی کی بلکہ زبردست دلیل دے کر مذمت کی کہ قیصر و کسریٰ اور یمن پر قبضہ کرنے والے کا یہ حال ہے کہ آج ہم (اسوقت یہ منافقین بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے) مارے خوف کے باہر نہیں نکل سکتے نہ بیتوں کے لئے واقعی یہ ایک مضبوط دلیل تھی کہ غزوہ احزاب میں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

اور تفسیر عزیزی جلد ۱ ص ۵۵۳ آیت کریمہ و یکون الرسول علیکم شہیدا کے تحت لکھا ہے

باشد رسول شما بر شما گواه زیرا که او مطلع است بنور نبوت بر رتبه هر متدین بدین خود که در کدام درجه است پس او میشناسد گناهان شما را درجات ایمان شما را و عمل نیک و بد شما را و اخلاص و نفاق شما را لهذا شهادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است و آنچه و از فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل صحابه و ازواج و اهلبیت یا غائبان از زمان خود مثل اویس و صله و مهدی و مقتول دجال یا از معائب و مثالب حاضران و غائبان میفرماید اعتقاد بران واجب و ازین است که در روایات آمده که هر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع میسازند که فلانے امروز چنین میکویند و فلانے چنان تا روز قیامت ادائے شهادت تواند کرد الخ

بعینہ اصل عبارت اور ایک حدیث دلائل الخیرات ص ۳۱ میں بایں معنی مسطور ہے کہ کسی صحابی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ جو شخص آپ سے بہت دور اور غائب درود شریف پڑھے تو آپ کو کس طرح پہنچتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص محبت و شوق میں مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو خود کانوں سے سنتا ہوں اور جواز روئے عادت و ثواب کے پڑھتا ہے اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔

و قیل لرسول اللہ ﷺ ارایت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب عنک و من یاتی بعدک ما حالھما عندک فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی و اعرفھا وتعرض علی صلوۃ غیرھم عرضا الخ الحدیث

اور مسند فردوس میں بھی ایک حدیث اس معنی پر درج ہے کہ نبی ﷺ اپنی تمام امت کے اعمال نامے ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۲۸۰ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ حدیث شریف حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں

قال رسول اللہ ﷺ علمی بعد موتی کعلمی فی حیاتی۔

یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد میرا علم ویسا ہی ہے جیسا کہ دنیوی حیات میں تھا روایت کیا ہے اس حدیث کو منذری رحمۃ اللہ علیہ نے۔

اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی ﷺ والملک میں آپ ﷺ کے بارے میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ

فحصل من مجموع ھذہ النقول والاحادیث ان النبی ﷺ حی بجسدہ و روحہ و انہ یتصرف و یسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت و ھو بھیئتہ التی کان علیھا قبل و فاتہ لم یتبدل منہ شیء وانہ مغیب عن الابصار کما غیبت الملئکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد اکرامہ برؤیتہ راہ علی ھیئتہ التی ھو علیھا (شرح قصیدہ غوثیہ ۷۴)

فائدہ پس ان تمام دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ روح مع جسم زندہ ہیں اپنے امتیوں کے تمام ظاہری اور باطنی احوال کو نور نبوت کے ساتھ خود اور فرشتوں کے واسطے سے ہمیشہ معائنہ کرتے رہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں سیر بھی کرتے ہیں نقل مکانی کے باعث آپ ﷺ کے علوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا آپ آن واحد میں تمام عالم کی سیر اور مشاہدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کر سکتے ہیں آپ ﷺ اللہ کے حکم سے اپنے مقدس مکان میں پکارنے والوں کی پکار سماعت فرماتے ہیں ہر جگہ پر آپ کا تصرف بھی

موجود ہے۔

فائدہ ہمارے نزدیک محبوب کبریا ﷺ باذن تعالیٰ سب کچھ جانتے اور ہر ایک کی فریاد سنتے ہیں مزید تفصیل تصانیف اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ اور دیگر علمائے اہلسنت کی کتب میں ہے۔ مخالفین کی عادت ہے کہ جب کچھ نہ بن پڑے تو پھر فقہ کی جزئیات پیش کر دیتے ہیں چنانچہ ان کا فقہی مسئلہ کے ذریعے ایک مشہور اعتراض ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے چنانچہ قاضی خان میں ہے:

رجل تزوج امراۃ بغیر شھود فقال الرجل والمراۃ خدا و رسول را گواہ کردیم قالوایکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ ﷺ یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الحیوۃ فکیف بعد الموت۔

یعنی ایک مرد نے عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا پس مرد و عورت دونوں نے کہا خدا و رسول جل جلالہ و ﷺ کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں یہ کفر ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہیں اور حال یہ ہے کہ آپ ﷺ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں۔

الزامی جواب: معترضین کا منشاء یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی ﷺ کی تکفیر فقہ سے ثابت کریں مگر انہیں یہ خبر نہیں کہ انہوں نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔ پس بموجب عبارت قاضی خاں کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور ﷺ کے لئے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے؟ ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق ص ۱۷ "اور بہت چیزیں اور امور غیب کے حق تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے"۔ اور فیصلہ علم غیب ص ۱۳ میں مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے یہ الفاظ مسطور ہیں: "بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوئی ہے۔ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو۔"

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کرتے ہیں اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کرتے ہیں (یعنی جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں فرق اتنا ہے کہ ہم بعض وہ جمیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں اور مخالفین حتیٰ کہ وہ ایک حتیٰ کہ یہ لکھ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ اور بعض گستاخ تو یہاں تک بک اٹھتے ہیں کہ اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔ معاذ اللہ دیکھو تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ) تو اگر معاذ اللہ قاضی خاں کی عبارت سے ہم پر الزام آئے گا تو ہمارے مخالفین بھی ضرور کافر ٹھہریں گے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں امان نداد کہ شب را سحر کند

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو گویا ہم نے بھی نجات پائی ہے۔

تحقیقی جواب قاضی خاں میں لفظ "قالوا" سے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے قاضی خاں وغیرہ کی عادت ہے کہ لفظ قالوا اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو۔ چنانچہ فتاوی شامی جلد ۵ ص ۵۵۵ میں ہے

لفظۃ "قالوا" تذکر فیما فیہ خلاف کما صرحوا بہ

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے

و کلام قاضی خان یشیر علی عدم اختیارہ لہ حیث قال و اذا صلی علی النبی ﷺ فی القنوت قالو الا یصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ قالوالاشارۃ الی عدم استحسانہ لہ و الی انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلناہ فان ذلک من المتعارف فی عباراتھم لمن استقراھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خاں کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف مرجوح ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ درمختار میں ہے

ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق الاجماع

درمختار میں بھی یہی قاضی خان والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ قیل ضعف کی دلیل موجود ہے۔

درمختار کتاب النکاح میں ہے:

تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ ﷺ لم یجز بل قیل یکفر

شامی میں ہے: (وقولہ یکفر) لانہ اعتقد ان رسول اللہ ﷺ عالم الغیب قال فی التاتارخانیۃ و فی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی ﷺ وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول

خلاصہ یہ ہے کہ جس نے کفر بتایا ہے اس کے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ روح پاک نبی ﷺ پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے عالم الغیب فلا یظھر الخ۔

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے

و فی المضمرات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام یعلمون الغیب یعرض علیھم الاشیاء فلا یکون کفرا

یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں پس کفر نہ ہوگا۔

شامی باب المرتد میں مسئلہ بزازیہ ذکر کر کے فرماتے ہیں:

حاصلہ ان دعوی الغیب معارضۃ لنص القرآن یکفر بھا الا اذا اسند ذلک صریحا او دلالۃ الی سبب من اللہ کوحی والھام۔

یعنی غیب کا دعویٰ نص قرآن کے معارض ہے پس اس کا مدعی کافر ہو جائے گا لیکن اگر اس نے صریحاً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کر لی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثلاً وحی و الہام وغیرہ کے تو کافر نہیں۔ درمختار میں ہے

وفیھا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ و بہ لان ارادتہ تعالیٰ غیب الا لفقھاء فانھم علموا ارادتہ تعالیٰ بھم لحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ

به خیرا یفقهه فی الدین

غایۃ الاوطار اس عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ کوئی آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ دارین میں کیا ارادہ ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے سوائے فقہاء کے۔ کیونکہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادہ کو جو ان کے ساتھ ہے رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث من یرد الله خیرا یفقهه فی الدین (اللہ جس کے لئے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے یعنی اس کو فقیہ بنا دیتا ہے) کی دلیل سے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ علم غیب فتویٰ کفر کا غلط ہے۔ بلکہ فقہاء کا بھی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب دیا گیا۔

و الله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۷۲

کیا انبیاء و اولیاء کو علم غیب و حاضر و ناظر وغیرہ صفات سے موصوف کر سکتے ہیں؟

سائل تنویر بلوچ کوٹ ادو

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء بلکہ آدم علیہ السلام کو دنیا میں اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ کما قال الله تعالیٰ و اذ قال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة

اور ہمارے نبی پاک ﷺ نائب اعظم و خلیفہ اکرم ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جو قرآن و حدیث میں بتائی گئی ہیں ان کے مظاہر انبیاء و اولیاء ہیں اور حضور ﷺ تو صفات کے علاوہ ذات کے بھی مظہر اتم ہیں اسی لئے علم غیب ہو یا حاضر و ناظر اور نور وغیرہ صفات کا مظہر ماننا عین اسلام ہے اس کا انکار یا تو ابلیس کو تھا یا آج کسی بدعقیدہ کو ہوگا ورنہ حضور ﷺ نے اس کا اظہار خود فرمایا ہے:

(۱) کما اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان الله قد رفع لی

الدنیا فانا انظر الیها و الی ما هو کائن فیها الی یوم القیمة الحدیث (مواهب لدنیه)

(۲) اسی مواہب لدنیہ کے ص ۳۸۷ جلد ۲ فصل ثانی زیارۃ قبرہ الشریف میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بایں طور فیصلہ کر دیا ہے کہ

و قد قال علماء نا لا فرق بین موته و حیاته فی مشاهدة امته و معرفته باحوالهم و نیاتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلک جلی عنده لاخفاء به الخ

یعنی ہمارے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی حیات دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کوئی فرق نہیں وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں ان کے احوال کو پہچانتے ہیں ان کی نیتوں اور دلوں کو خوب جانتے ہیں ان پر کچھ پوشیدہ نہیں سب کچھ روشن ہے۔

(۳) کتاب شفاء شریف میں ہے کہ جب کسی مسجد یا خالی گھر میں جاؤ تو وہاں اس طرح سلام کہو:

وقال النخعی اذا لم یکن فی المسجد احد فقل السلام علی رسول الله ﷺ و اذا لم یکن فی البیت فقل السلام علینا و علی عباد الله الصالحین۔

(۴) اسی کتاب کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے (ص ۱۱۷ ج ۲) میں فرمایا ہے کہ:

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی و رحمة الله و برکاته لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام۔

قرآن مجید میں ہے کہ ہر مومن کو قرب آپ کی ذات کا ہے اولی بالمومنین اس پر شاہد۔ اولی بمعنی اقرب ہے جیسا کہ مولوی قاسم نانوتوی نے بھی تحذیر الناس میں اس بات کو لکھا ہے۔

(۵) کتاب حصن حصین منزل یک شنبہ مختلف مقام میں احادیث صحیحہ تحریر ہیں:

و اذا انفلتت دابته فلیناد اعینونی یا عباد الله رحمکم الله۔

یعنی جس وقت کسی آدمی کا جانور بھاگ جائے تو یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

یا عباد الله احبسوا یا عباد الله احبسوا یا عباد الله احبسوا (الحدیث)

یعنی اے اللہ کے بندو! روکو اے اللہ کے بندو! روکو۔ اے اللہ کے بندو! روکو۔

فائدہ: یہ حدیث پاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہاں اللہ کے بندوں سے مراد ابدال و

جنات و صالحین ہیں۔

(۶) طبرانی و حصن حصین میں یہ حدیث اس طرح مسطور ہے کہ:

یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

(۷) کتاب غایة الاوطار ترجمه درمختار ص ۳۴۲ و نهر الفائق شرح کنز الدقائق باب التشهد وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

''حکایت کے طور پر آپ کی ذات اقدس پر سلام نہ بھیجے بلکہ دل میں خاص قصد کرے''۔

(۸) کتاب مذاق العارفین ترجمه احیاء علوم [illegible] ص ۳۱۹ میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ:

''جب تشہد کیلئے بیٹھو تو تصریح کرو کہ جتنی چیزیں تقرب کی ہیں خواہ صلوات ہوں یا طیبات (یعنی اخلاق طاہرہ) وہ سب اللہ کیلئے ہیں اسی طرح ملک خدا کے لئے ہے اور یہ معنی التحیات کے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے وجود باوجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته''۔

(۹) حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ سے اس طرح لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نمازی کو تشہد میں اپنی ذات پر درود و سلام عرض کرنے کا اس لئے حکم فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے دربار اقدس میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں انہیں آگاہ فرما دیں کہ اس حاضری میں اپنے نبی کریم ﷺ کو بھی دیکھیں اور سمجھیں کہ حضور ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس سے جدا نہیں ہوتے اسی لئے نمازیوں پر لازم ہے کہ آپ کی ذات پر بالمشافہ صیغہ خطاب سلام بھیجیں۔

فیخاطبونه بالسلام مشافهة من عینه۔

(میزان الکبری للشعرانی جلد ۱ ص ۱۴۹، ۱۵۰ مطبوعہ مصر)

(۱۰) اشعة اللمعات جلد اول ص ۴۲۰ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت ہمیشہ نصب العین مؤمنان و قرة العین عابداں است در جمیع احوال۔ یعنی آپ کی ذات والا

صفات خاص مومنوں کے لئے ہر وقت نصب العین و قرۃ العین ہے۔

والله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۷۳

ہمارے گاؤں میں ایک شخص بتاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اگر غیب کا علم ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام کا پتہ چل جاتا وہ کہتا ہے کہ کسی مفسر نے اس کو نہیں کہا کہ آپ کو علم تھا۔

سائل مظہر خان [illegible]

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

شخص مذکور غلط کہتا ہے اگر وہ سورہ یوسف کا بغور مطالعہ کرتا تو قرآن پاک ہی اس کی رہنمائی کرتا یقیناً حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا علم تھا حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

انه لما ذکر یوسف قال فالله خیر حافظا ای لیوسف لانه کان یعلم انه حی

یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کا جناب یوسف علیہ السلام کو یاد کر کے فالله خیر حافظا بتاتا ہے کہ آپ کو ان کی زندگی کا علم تھا۔ اسی تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ و قال یا بنی لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة الخ کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

انه علیه الصلوة والسلام کان عالما بان ملک مصر هو ولده یوسف الا ان الله تعالی ما اذن له فی اظهار ذالک فلما بعث ابنائه الیه قال لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة و کان غرضه ان یصل بنیامین الی یوسف فی وقت الخلوة۔

یعنی جناب یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام اس بات کو جانتے تھے کہ شاہ مصر ان کے صاحبزادے جناب یوسف علیہ السلام ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کے اظہار کی اجازت نہیں دی تھی اسی لئے جب آپ نے اپنے بیٹوں کو مصر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تم سب ایک دروازے سے نہ داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے جانا اس نصیحت کا مقصد بھی یہی تھا کہ جناب بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس خلوت میں پہنچ

جائیں ان واضح ارشادات کے بعد بھی اگر کسی نے ایک ذوالعزم پیغمبر علیہ السلام کے علم کے انکار اور تنقیص شان ہی کو معاذ اللہ دین کی خدمت سمجھا ہے تو اس بے عقلی پر سوائے ماتم کے اور کیا کیا جا سکتا ہے اس مسئلہ کی مزید تفصیل کیلئے فقیر کی کتاب "علم یعقوب" کا مطالعہ کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ ۷۴

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کے بعد اگر علم ہوتا تو روتے کیوں؟ اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ان کی لاعلمی کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ گلستان میں ہے کہ

یکی پرسید ازان گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گھر پیر خرد مند
ز مصرش بوئے پیراھن شنیدی
چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جھان ست
دمے پیدا و دیگر دم نھان ست
گھے بر طارم اعلیٰ نشینم
گھے بر پشت پائے خود نہ بینم
گر درویش بر حالے بماندے
سر دست از دو عالم بر فشاندے

سائل تنویر رضا مظفر گڑھ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

رونا لاعلمی کی دلیل نہیں حضور ﷺ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد روئے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں ان کے کربلا کے حالات کو دیکھ کر رو رہا ہوں معلوم ہوا کہ رونا لاعلمی کی دلیل نہیں بلکہ

رونے کی وجہ صرف ظاہری جدائی اور مفارقت تھی تفصیل فقیر نے اپنی کتاب "علم یعقوب" میں لکھی ہے۔

یہاں چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا علم تھا کہ وہ کہاں ہیں؟ لیکن اس کے ظاہر نہ کرنے پر مامور تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام سے امتحان لیا جس کا ان دونوں بزرگوں کو علم تھا مگر تمام مشکلات برداشت کیں کیونکہ آپ اذن الٰہی کی بچی اور صحیح تفسیر تھے اسی لئے خاموشی اختیار فرمائی کیونکہ یہ وہ راز تھا جسے چھپانا مطلوب تھا ایک آزمائش تھی جو پوری ہوئی آپ احوال یوسف سے بے خبر نہ تھے بلکہ یوسف علیہ السلام کی پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ آپ کے پیش نظر رہا جسے آپ نے قبل از وقت اشاروں، کنایوں سے بتا بھی دیا مگر بے وقوفی کا کیا علاج کیا جائے کہ اگر شان نبوت کے منکر کو اپنی بے وقوفی اور ہٹ دھرمی کی بناء پر سمجھ نہ آئے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے کہ:

قال یبنی لا تقصص رؤیاک علیٰ اخوتک فیکید والک کیدا۔

(پارہ ۱۲ آیت ۵ سورۃ یوسف)

اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔

فائدہ: شب قدر کی رات یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اپنے والد گرامی کو یہی خواب سنایا تو آپ کے والد گرامی یعقوب علیہ السلام نے یہی ارشاد فرمایا جو آیت قرآن میں بیان ہوا ہے۔

فائدہ: آپ کے بھائی یہ خواب سنیں گے تو فطرتی حسد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑک اٹھے گی جس کا نتیجہ خراب نکلے گا وہی کچھ ہوا جو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

(۱) کمالین حاشیہ جلالین میں ص ۱۹۰ پر ہے کہ:

کما رأیت الکواکب ساجدۃ اجتباک ربک بمثل ھذا الرؤیا۔

ترجمہ: جیسے تو نے دیکھا ہے کہ تجھے ستارے سجدہ کر رہے ہیں اسی خواب کی مثل تمہارے رب نے تمہیں چن لیا ہے یعنی نبوت وغیرہ عطا ہوگی۔

(۲) ابو السعود جلد ۳ ص [illegible] میں ہے کہ

حاصل یہ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اس خواب سے خوش ہو کر اپنے والد (یعقوب علیہ السلام) کو سنایا تو انہوں نے نور نبوت و فراست سے اس کی تعبیر ظاہراً اس قدر سمجھی کہ منزلت عالی کی نشانی ہے جو یوسف علیہ السلام کو ملنی ہے۔ اسی طرح تفسیر روح المعانی اور تفسیر روح البیان میں بھی ہے۔

فائدہ: یہ معلوم نہیں تو یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام منصب نبوت سے سرفراز کیے جائیں گے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ یوسف علیہ السلام سے بے خبر نہیں تھے، رونے کا سبب محض ظاہری جدائی ہے۔

(۳) تفسیر مظہری شریف میں ہے کہ۔

وکذلک یجتبیک ربک للنبوۃ والملک والامور العظام

(۴) ابو السعود جلد ۳ ص ۱۸۱ میں ہے کہ

اس آیت شریفہ میں یعقوب علیہ السلام کے علم و فراست کا ظہور ہے جس کو پہلے سے جانتے تھے باوجودیکہ ظاہری اسباب کی تمیں تھی برعایت ادب یوں کہا لا تقصص رؤیاک الخ بعد ازاں ص ۱۸۳ پر اپنی رائے بیان فرمائی کہ مترجم کہتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام پر اتمام نعمت تھا اس کو بطریق تواضع نہیں فرمایا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے احوال سے باخبر تھے بے خبر نہیں تھے۔

(۵) روح البیان شریف میں ہے کہ:

والظاھر انه علیه السلام علم ذلک بالوحی

ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے یہ سب کچھ وحی سے جانا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے یوسف علیہ السلام کے جملہ حالات یعنی کنوئیں میں جانے سے لے کر اپنے سجدے کرنے تک کے، اشاروں ہی اشاروں میں بیان کر دیئے تھے یہ نہیں کہ محض انکل پچو کی بناء پر بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے یہ جو کچھ بیان فرمایا بذریعہ وحی معلوم کر کے ارشاد

فرمایا گو آپ نے اجمالاً بیان فرمایا لیکن ان کا اجمال ہماری کروڑوں تفصیلوں سے زیادہ واضح اور روشن ہے۔ اگر اس کا نام علم نہیں تو پھر کوئی ہمیں یہ سمجھائے کہ علم کیا شے ہے۔ ان واضح تصریحات کے باوجود کسی سرپھرے کو سمجھ نہ آئے تو پھر اپنی بدقسمتی پر ماتم کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

﴿ گستاخان نبوت کا انجام ﴾

مسئلہ ۷۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ تین چار آدمی ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک شخص اکیلا ایک جگہ پر بیٹھا ہوا ہے وہ تین شخص آپس میں ذکر در شان مبارک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کر رہے ہیں جب یہ ذکر آیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام جب کہیں تشریف لے جاتے تھے تو اوپر سے ابر یعنی بادل سایہ کرتا تھا اور جب کسی جگہ سے گذر فرماتے تھے تو اس کوچہ میں خوشبو رہا کرتی تھی اور آپ کا سایہ مبارک نہ تھا وہ شخص یہ الفاظ اچھی طرح سمجھ کر کہ یہ تعریف حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ہے جان بوجھ کر بولا کہ جھخ جھخ۔ کیا اس شخص نے حضور علیہ السلام کی توہین کی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو اسکا کیا حکم ہے؟

سائل ۔عباس گجر

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضور ﷺ کی خوشبو کا گلی کوچوں میں باقی رہنا اور حضور ﷺ کا بے سایہ ہونا روایات اور مستند علماء کے اقوال سے ثابت ہے۔

عن جابر ان النبی ﷺ لم یسلک طریقا فیتبعه احد الا عرف انه قد سلکه من طیب او قال من ریح عرفه.

(رواہ الدارمی مشکوۃ ص ۵۰۸)

وگاھے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می بر آیند ومیگویند کہ رسول خدا ﷺ را سایہ نبود۔

(تذکرۃ الموتی والقبور ص ۳۰ مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ)

جب یہ دونوں صفتیں رسول اللہ ﷺ کیلئے ثابت ہیں۔ تو اسکے مقابل ایسے الفاظ استعمال کرنا مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ اور ایسے کلمات مسلمانوں کی دل آزاری کیلئے مثل خنجر کے ہیں۔ اگر اسلامی سلطنت ہوتی تو ایسے شخص کو تعزیر دی جاتی۔ اب اسوقت اگر مسلمانوں میں محبت رسول اللہ ﷺ کا سچا جذبہ ہے اور ایمانی غیرت ہے۔ تو ایسے شخص سے کلی بائیکاٹ کیا جائے هذا ما منح لی.

المجیب بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

مضمون مذکور کے لئے مزید روایات ملاحظہ ہوں۔

اخرج ابن ابی شیبة وترمذی وحسنه الحاکم وصححه والبیهقی وابو نعیم والخرائطی فی الهواتف عن ابی موسی اشعری قال خرج ابو طالب الی الشام فخرج معه رسول الله ﷺ فی اشیاخ قریش الی ان قال ارسلوا الیه فاقبل وعلیه غمامة تظله فقال انظروا الیه علیه غمامة تظله الخ. واخرج البیهقی عن ابن اسحاق قال کان ابو طالب هو الذی یلی امر رسول الله ﷺ بعد جده فخرج فی رکب الناس الی الشام. الی ان قال وغمامة بیضاء تظله من بین القوم ثم اقبلوا حتی نزلوا بظل شجرة قریبا فیه فنظر الی الغمامة حین اظلمت الشجرة الخ (۱۴)

اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول الله ﷺ لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر وقال ابن سبع من خصائصه ان ظله کان لا یقع علی الارض وانه کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس او لا ینظر له ظل. قال بعضهم ویشهد له حدیث قوله ﷺ فی دعائه واجعلنی نورا.

واخرج الدارمی والبیهقی وابو نعیم عن جابر بن عبد الله قال کان فی رسول الله ﷺ خصال لم یکن فی طریق فیتبعها احد الا عرف انه قد سلکه من طیب عرفه او عرفه ولم یکن لیمر بحجر ولا شجر الا سجد له. واخرج ابن مسعلا. وابو نعیم عن انس قال کنا نعرف رسول الله ﷺ اذا اقبل بطیب ریحه.

الجواب ۲۔ از مولانا فضل حق نیازی رحمۃ اللہ علیہ و قاضی شہید

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خوشبو کا گلی کوچوں میں باقی رہنا۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا بے سایہ ہونا روایات اور مستند بزرگوں کے اقوال سے ثابت ہے۔

عن جابر ان النبی ﷺ لم یسلک طریقا فیتبعه احد الا عرف انه قد سلکه من طیب عرفه او قال من روح عرقه رواہ الدارمی (مشکوۃ ص ۵۰۸)

وگاهی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می بر آیند ومی گویند که رسول خدا ﷺ را سایہ نبود.

(تذکرۃ الموتی والقبور ص ۳۰ مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ)

جب یہ دونوں صفتیں رسول اللہ ﷺ کیلئے ثابت ہیں تو اسکے مقابل ایسے الفاظ استعمال کرنا مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ اور ایسے کلمات مسلمانوں کی دل آزاری کیلئے مثل خنجر کے ہیں اگر اسلامی سلطنت ہوتی۔ ایسے شخص کو تعزیر دیجاتی۔ اب اسوقت اگر مسلمانوں میں محبت رسول اللہ ﷺ کا سچا جذبہ ہے اور ایمانی غیرت ہے۔ تو ایسے شخص سے کلی بائیکاٹ کیا جائے۔ ہذا ما منح لی المجیب بندہ محمد صدیق عطاء اللہ عنہ۔

الجواب:۔ از قاضی قرب شہر آنحضرت ﷺ کا سایہ ہونا اور ابر کا آپ کے تذوکے متون کا معطر ہونا کتب معتبرہ مثل مشکوۃ و سنن دارمی و مواہب لدنیہ و مدارج النبوۃ و تذکرۃ الموتی والقبور و قصیدہ بردہ میں مرقوم ہے پس سرور عالم ﷺ کے فضائل مذکورہ میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے والا سخت بے ادب اور بے دین ہے الفاظ مذکورہ اسکے خبث باطن پر دال ہیں در مختار کے (باب المرتد ص ۲۸۲) میں ہے جس شخص نے آنحضرت ﷺ کی شان ومرتبہ میں قول یا فعل سے تنقیص کیا جیسے سب کی دل سے بغض رکھا تو از روئے سزا شریعت کے اسے قتل کیا جائے۔ روایت سے معلوم ہوا کہ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اس قسم کے شخص کی یہی سزا ہوتی بہرحال شخص مذکورہ قابل تذلیل ہے

واللہ تعالی اعلم بالصواب

ڈیرہ غازیخان کے فتاوی میں حضرت علامہ پیر ومرشد فیض محمد شاہجمالی رحمۃ اللہ علیہ کا مرقومہ فارسی بھی

شامل ہے فقیر وہی فارسی کا اردو میں خلاصہ لکھ رہا ہے آپ نے لکھا کہ

واجب است که در تعزیر بین مرتد هرگز تاخیر نه فرمایند وز چنین مردود قطع سلام وکلام فرمایند وورا مثال سگان بدتر کافران دانند هذا ما عندی والعلم عند الله العلیم الحکیم۔ فیض محمد شاہجمالی عفی عنہ

ترجمہ:۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے مرتد (بے ایمان) کی سزا میں ہرگز دیر نہ کریں ایسے مردود سے قطع سلام وکلام (بائیکاٹ) کریں اور اسے کتوں جیسا یعنی کافروں سے بھی بدتر سمجھیں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۷۶

ایک شخص نے تقریر کے دوران نبی کریم ﷺ کے متعلق ناشائستہ کلمہ کہا ہم نے اسکی گرفت کی تو کہا میری زبان سے اچانک نکل گیا ہے کیا سبقت لسانی سے یہ شخص معذور سمجھا جائیگا یا نہیں؟

سائل مرزا ... اولہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

علمائے امت سبقت لسانی تو بڑی چیز ہے سبقت لسانی کو بھی کفر کہتے ہیں ... میں ہے کسی کی زبان سے کفریہ کلمات کا اجرا ہوا اور وہ کہے میری زبان سے ایسے ہی نکلا ہیں ایمان کو نکالنے کا ارادہ نہیں تھا یا میری یہ مراد نہیں تو بھی اسے کفر کے فتوی سے نہیں بچایا جا سکتا اور نہ ہی اسے اس قول میں سچا مانا جائیگا۔ فتاوی فصحاری کی عبارت یہ ہے

انما تجری علی لسانه حرف واحد ونحو ذلک اما مثل هذه الکلمات الطویلة لا تجری علی لسانه من غیر قصد فلا یصدق

اسی طرح ... میں ہے کہ کفریہ کلمہ کے متعلق سبقت لسانی کا عذر غیر قابل قبول ہے۔ اس میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ

وافتی ابو الحسن القابسی فیمن شتم النبی ﷺ فی سکره یقتل لانه یظن انه لا یعتقد ویفعل فی صحوه۔

(شفاء شریف فصل ... الکلامی)

اسی طرح اور فرمایا

لا یعذر احد بدعوی زلل اللسان فی مثل هذا۔

ایسی گستاخیوں میں سبقت لسانی بھی کسی کو معذور نہ سمجھا جائے گا۔ جب سبقت لسانی قسمی دونوں ہی جرم عظیم ہیں تو پھر ہم معذور ہیں کہ اکابر دیوبند سے ہو چھ سرزد ہوا۔ کلمات کفریہ لکھے تو کے مطالبہ پڑتے رہے بلکہ مطالبہ کرنے والے سے الجھ پڑے صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو میلاد شریف کے متعلق اکابر دیوبند نے لکھا ہے کہ پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے نقل شہادت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپکی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم وحرام وفسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم ہنود سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں انکے یہاں کوئی قید نہیں۔ (براہین قاطعہ)

مزید عبارات کفریہ کے حوالہ جات فقیر کی تصنیف "البشری بتحقیق کلمات الکفر" کا مطالعہ کیجئے۔ خلاصہ یہ کہ شخص مذکور سبقت لسانی کے عذر سے معذور متصور نہ ہوگا اسے توبہ لازم ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۷۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان حضور پرنور محمد مجتبی احمد مصطفے ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے یعنی معاذ اللہ خاک بدہن گستاخ گالی دے تو:

(۱) کیا وہ مسلمان ہے یا کہ نہیں؟

(۲) کیا اس کا نکاح اپنی بیوی کے ساتھ باقی ہے یا نہیں؟

(۳) ایسے انسان کے لئے اسلامی رو سے کیا حکم ہے؟

سائل زاہد مغل لاہور

الجواب بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

رسول اکرم شفیع معظم ﷺ کی شان میں توہین و تنقیص کرنیوالا گالی دینے والا اسلام سے خارج، کافر و مرتد ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے

والذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذابا مہینا ۔

یعنی جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کو ان پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے دونوں جہان میں ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور شفا شریف میں ہے:

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبی ﷺ المتنقص لہ کافر ۔

یعنی حضرت ابن سحنون نے فرمایا کہ علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا اور حضور سید المرسلین ﷺ کی شان رفیع میں تنقیص کرنے والا کافر ہے۔

اور یہی قول ہے سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب کا اور امام ثوری اور علماء کوفہ اور امام اوزاعی کا بلکہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کرنے والا مرتد ہو جاتا ہے۔

اسی شفا شریف للقاضی عیاض رحمۃ اللہ میں ہے:

وبمثلہ قال ابو حنیفہ واصحابہ والثوری واہل الکوفۃ والاوزاعی فی المسلمین لکنہم قالوا ہی ردۃ ۔ (مطبوعہ ... مطبوعہ ... کیمس ...)

بلکہ حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفا شریف میں فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر آج تک کے ائمہ دین علماء کرام مفتیان عظام کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ جو شخص سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سب و شتم کرے یا حضور کی ذات یا نسب یا دین یا کسی خصلت میں تنقیص کرے یا تعریضاً تنقیص کرے یا بطور تحقیر کسی چیز کے ساتھ حضور ﷺ کو تشبیہ دے وہ کافر و مرتد ہے حکم اسلام ایسے شخص کو قتل کی سزا دے اور اس معاملہ میں کسی قسم کا شک نہیں کہ کوئی صراحتاً ایسا کرے یا اشارۃً کرے یا بعض عوارض بشریہ جائزہ کے اعتبار سے کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ شفا شریف مطبوعہ ص ۱۸۸، ۱۸۹

عبارت ... کیمس میں ہے۔

ان جمیع من سب النبی ﷺ او عابہ او الحق بہ نقصا فی نفسہ او نسبہ او دینہ او خصلۃ من خصالہ او عرض بہ او شبہہ بشئی علی طریق السب لہ او الازراء علیہ او التصغیر لشانہ او الغض منہ والعیب لہ فہو ساب لہ والحکم فیہ حکم الساب یقتل کما نبینہ ولا نستثنی فصلا من فصول ہذا الباب علی ہذا المقصد ولا نمتری فیہ تصریحا کان او تلویحا ...... او غمصہ ببعض العوارض البشریۃ الجائزۃ والمعہودۃ لدیہ وہذا کلہ اجماع من العلماء وائمۃ الفتوی من لدن الصحابۃ رضوان اللہ علیہم الی ہلم جرا

اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بطور عیب یہ کہے کہ حضور کی چادر مبارک میلی تھی اس کا بھی یہی حکم ہے۔ شفا شریف میں ہے

"روی ابن وہب عن مالک من قال ان رداء النبی ﷺ ویروی زر النبی ﷺ وسخ اراد بہ عیبہ قتل" (ص ۱۹۱ ج ۲)

حضرت احمد بن سلیمان نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا حق رسول اللہ ﷺ کی قسم۔ اس پر دوسرے نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے رسول کے ساتھ ایسا ایسا کیا۔ اس نے قبیح کلام ذکر کیا۔ پھر اس پہلے شخص نے کہا اے خدا کے دشمن کیا کہتا ہے تو اس نے سخت کلام کہنے کے بعد کہا۔ میری مراد رسول سے بچھو تھی۔ تو حضرت احمد نے فرمایا اس کا حکم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا اور تو گواہ رہ میں بھی تیرے ساتھ ثواب میں شریک ہوں اس پر حضرت حبیب بن ربیع نے فرمایا:

لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل لانہ امتہان ۔

یعنی یہ اس لئے کہ صریح لفظ میں تاویل معتبر و مقبول نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسے لفظ بولنے میں توہین ہے اس عبارت سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ جو کہ شان مصطفی ﷺ میں توہین آمیز عبارتیں کہتے لکھتے ہیں اور پھر اگر کوئی باز پرس کرے۔ تو تاویلیں کرتے ہیں بعض لوگ اپنے اکابر کی طرفداری میں توہین آمیز عبارتوں کی تاویلیں کرتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے دربار میں حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

طرفداری کام آتی ہے۔ حبیب خدا کے مقابلہ میں کسی کی طرفداری ہرگز مفید نہیں ہوگی۔

قال العلماء ولو صدر مثل ہذا الکلام الذی تکلم بہ انصاری الیوم من انسان من نسبتہ ﷺ الی ہوی کان کفرا او جرت علی قائلہ احکام المرتدین

یعنی علماء کرام نے فرمایا کہ جیسا اس انصاری نے الفاظ کہے تھے اگر آج کسی انسان سے حضور کی نسبت یہ الفاظ (کہ جن سے حضور کی طرف نسبت ہوتی ہو) صادر ہوں تو کفر ہے۔ اور ایسا کہنے والے پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے اور تفسیر روح البیان میں ہے

واعلم انہ قد اجتمعت الامۃ علی ان الاستخفاف بنبینا وبای نبی کان من الانبیاء کفر سواء فعلہ فاعل ذالک استحلالا او فعلہ معتقد الحرمتہ لیس بین العلماء خلاف فی ذالک والقصد للسب وعدم القصد سواء اذلا یعذر احد فی الکفر بالجہالۃ ولا بدعوی ذلل اللسان اذا کان عقلہ فی فطرتہ سلیما

یعنی اے مسلمان تو اس بات کو خوب جان لے کہ امت مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انبیاء کرام میں سے کسی نبی کی شان میں بے ادبی گستاخی کفر ہے خواہ کوئی حلال جان کر کرے یا حرام جان کر کرے علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے اور اس معاملہ میں گستاخی کا قصد کرنا اور قصد نہ کرنا برابر ہے۔ یعنی ہر طرح کفر ہے۔ اس لئے کہ کفری بات میں جہالت یا زبان کی لغزش عذر نہیں بن سکتی۔ یعنی اگر کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ یہ کلمہ گستاخی کا ہے۔ پھر کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ میری زبان کی لغزش سے یہ کلمہ گستاخی کا سرزد ہوا۔ تو بھی کفر ہے۔ جبکہ اس کی عقل سلیم ہو۔ (دیوانہ نہ ہو) نیز روح البیان میں ہے

فمن قال ان النبی ﷺ کان اسود او یتیم ابی طالب او زعم ان زہدہ لم یکن قصدا بل لکمال فقرہ ولو قدر علی الطیبات اکلہا ونحو ذالک یکفر ۔

یعنی جو شخص کہے کہ حضور کا رنگ کالا تھا۔ یا حضور ﷺ کو یتیم ابوطالب کہے یا کہے کہ حضور کا زہد اختیاری نہ تھا۔ بلکہ فقیری کی وجہ سے تھا اگر حضور ﷺ کو اچھی چیزیں میسر ہوتیں تو حضور انہیں کھاتے یا اس قسم کا کلمہ کہے تو کافر ہو جائے گا۔ روح البیان میں ہے۔

او قال لشعرہ شعیر بطریق الاہانۃ ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۰ ۷۸ ۰

کیا فرماتے ہیں علماء اہلسنت و مفتیان اہلسنت اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت شاہ اسماعیل قتیل کے اس قول پر مواخذہ کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بھائی کہا جائے کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نبیوں کو قوم کے بھائی کے خطاب سے نوازا گیا ہے قرآن پاک کی آیۃ کریمہ میں ہے

(۱) والی عاد اخاہم ہودا

(۲) والی ثمود اخاہم صالحا

(۳) والی مدین اخاہم شعیبا

اور آپ علیہ السلام نے فرمایا انا قد رأینا اخواننا

اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فرمایا

"یا اخی شنا بشئی من دعائک ولا تنسنا"۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا او تصلح لہ وہی ابنۃ اخیہ اور آنحضرت ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا انت اخی وانا اخوک فی الاسلام (زرقانی ج ۳ ص ۲۳)

اور انبیاء نے شب معراج اس خطاب سے پکارا مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح۔

خود آپ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا اکرموا اخاکم صورت تو واضح ہے کہ بھائی کہنا کوئی جرم نہیں آپ اس کا تفصیلاً جواب ارشاد فرمائیں۔

سائل ۔ محمد حنیف فردوسی مدرسہ جامعہ معصومیہ رضویہ اڈا پیر اوالہ تحصیل خانیوال ملتان۔

الجواب بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

(۱) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو مانوس کرنے کیلئے ان کی اخوت قومی کی وجہ سے اخ فرمایا ہر جگہ قرآن مجید میں اخ سے برادری کا آدمی مراد ہے تاکہ کل قیامت میں حجت نہ کر سکیں کہ ہمیں دعوت اسلام

تو بھی لیکن چونکہ بات کہنے والا غیر آدمی تھا اس لئے ہم نے انکار کر دیا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ رب ہے آقا ہے اور انبیاء علیہم السلام اس کے محبوب عباد، آقا کو تو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے خدام کو جن الفاظ سے یاد فرمائے لیکن ان کے غلاموں کو حق نہیں کہ وہ اپنے مولیٰ کو ایسے ہی الفاظ سے پکاریں۔ بالخصوص استاد کو حق ہے کہ اپنے تلامذہ کو جن الفاظ سے چاہے یاد کرے لیکن اس کے تلامذہ کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ استاد کو ان جیسے ہی الفاظ سے یاد کریں۔

(۲) حضور نبی اکرم ﷺ نے امت کو احوال سے باخبر فرمایا تو وہ آپ کی تواضع ہے۔ ان کو روا ہے وہی الفاظ اگر ہم استعمال کریں تو ہم مجرم ہیں جیسے حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے لئے ظلم کے الفاظ اور ہم ان کے حق میں وہ اب تم ہی الفاظ بولیں تو کافر ہو جائیں گے ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اخی فرمانا بھی بڑا تواضع ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اخی فرمانا ایک مسئلہ کی توضیح کے لئے تھا۔ وہ یہ کہ اہل عرب منہ بولے بیٹے کی بیٹی اور بیوی سے نکاح حرام سمجھتے تھے ایسے ہی منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح کو برا محسوس کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ ہماری اخوت اسلامی ہے اور اخوت اسلامی محرمات نکاح میں سے نہیں ہے۔

(۳) شب معراج بھی انبیاء علیہم السلام کا آپ کو اخ بنانا نبوت کی وجہ سے تھا اور یہ بھی بڑا تواضع ہے اعلیٰحضرت قدس سرہ کی تحقیق پر رفت مذکورہ بالا صورتوں سے کافی مختلف ہے وہ یہ کہ محققین نے رسول خدا ﷺ کو بڑا بھائی کہنے کو تعظیم و تکریم کے منافی بتایا ہے اور تعظیم و تکریم میں معمولی سی کمی کرنے پر وعید شدید ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تقولوا راعنا اور فرمایا لا ترفعوا اصواتکم الخ اور فرمایا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ الخ اور قدم قدم پر ادب کو مقدم رکھا مسائل سے حیثیات کا بھی گہرا تعلق ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ [illegible]

مسئلہ ۷۹

عمرو مدینۃ الرسول کو یثرب بھی کہتا ہے اور کہتا ہے کہ مولانا جامی کے کلام میں بھی یثرب استعمال ہوا ہے جبکہ زید کہتا ہے کہ مدینہ کو یثرب نہیں کہنا چاہیے ان دونوں میں کلام کس کا صحیح ہے نیز یثرب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل محمد رفیق گجرات

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مدینۃ الرسول کو یثرب کہنا شرعاً مکروہ و ممنوع ہے اور اس پر استغفار کرنے کا حکم ہے اور اس یثرب کے معنی ایسے قبیح ہیں کہ جس کو مدینہ طیبہ کی طرف منسوب کرنا سخت برا ہے لہٰذا قول زید کا صحیح اور قول عمرو کا صحیح نہیں ہے۔ حضرت علامہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے استدلال کرنا بھی درست نہیں کیونکہ جب حدیث شریف میں ممانعت وارد ہوگئی ہے تو حدیث مبارک کے مقابل کسی بزرگ کا کلام پیش کرنا مفید نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے کلام مبارک کیلئے کسی بزرگ کا کلام ناسخ نہیں ہو سکتا۔

کلام جامی کی توضیح: اس کے علاوہ حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی یا عوالی مراد ہیں نہ کہ خاص شہر مدینہ۔ چنانچہ یثرب پر بطحا کو بطریق تفسیر عطف فرمانا اس کا مؤید ہے اور دوسرے شعر میں ہے کہ:

گر بصحرائے مدینہ بوئیت آمد یا رسول

من سر خود را فدائے خاک آں صحرا کنم

چنانچہ اس شعر میں "صحرائے مدینہ" فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے ایک بزرگ کے کلام کی اس قدر توجیہ نہایت بہتر ہے تاکہ ممانعت حدیث شریف لازم نہ آئے مگر صریح احادیث کے ہوتے ہوئے اس شعر کو سند بنانا نادانی ہے۔ عمرو نے مولانا جامی کا شعر کہا آیت مبارکہ کیوں نہ تحریر کی جس میں ارشاد مبارک ہوا کہ:

یا اھل یثرب لامقام لکم فارجعوا۔

مگر اس کا کام اس سے بھی نہ بنتا کیونکہ یہاں قرآن پاک میں کافروں کا مقالہ نقل فرمایا ہے اس سے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

(۱) فتح الباری شریف میں ہے کہ:

وقالوا ما وقع فی القرآن انما ھو حکایۃ قول غیر المومنین۔

فائدہ: اب بحمدہ تعالیٰ مسئلہ واضح ہو گیا کہ مدینہ منورہ کو یثرب ہرگز نہیں کہنا چاہیے۔ اگر کوئی کہے تو اس پر حکم شرع ہے کہ وہ استغفار کرے۔

دوسری حدیث میں حضرت امام احمد روایت فرماتے ہیں:

من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ

یعنی جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہیے کہ استغفار کرے اس کا نام تو طیبہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یقال المدینۃ یثرب رواہ عمر وابن ابی شیبۃ من حدیث ابی ایوب۔

یعنی حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے۔

اسی طرح فتح الباری میں ہے

ولھذا قال عیسی ابن دینار من المالکیہ من سمی المدینۃ یثرب کتبت علیہ خطیۃ وقال وسبب ھذا الکراھۃ لان یثرب اما من التثریب ھو التوبیخ والملامۃ او من الثرب وھو الفساد وکلاھما مستقبح وکان ﷺ یحب الاسم الحسن ویکرہ الاسم القبیح۔

یعنی ان ہی احادیث شریفہ کی بناء پر عیسیٰ ابن دینار مالکی نے فرمایا جس نے مدینہ کا نام یثرب رکھا اس پر گناہ لکھا گیا۔ اور اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب یا تو تثریب سے ہے اس کے معنی جھڑکنے اور ملامت کرنے کے آتے ہیں اور یا ثرب سے بنا ہے، اس کے معنی فساد اور خرابی کے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی قبیح اور برے ہیں اور حضور اقدس ﷺ اچھے نام کو محبوب رکھتے ہیں اور برے نام کو ناپسند فرماتے ہیں ان احادیث اور تصریحات اکابر سے صاف طور سے معلوم ہوا کہ مدینہ کو یثرب نہیں کہنا چاہیے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۸۰

پارہ ۱۸ سورۃ نور کے تیسرے رکوع کی آخری آیت مبارکہ: اولئک مبرء ون مما یقولون لھم مغفرۃ ورزق کریم (۲۶)۔ یعنی پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں ان کیلئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ کی شرح بیان کرتے ہوئے ایک عالم صاحب نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور اکرم ﷺ جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ بستر پر رضائی اوڑھ کر جپھی لگا کر سوتے تھے قرآن نازل ہوتا تھا، اور جگہ پر قرآن نازل نہیں ہوتا تھا، کیا یہ الفاظ ادب کے مطابق صحیح ہیں؟ کیا تفسیر قرآن یا حدیث شریف سے ثابت ہیں؟

سائل کی۔ٹ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شخص مذکور کے الفاظ عرف کے لحاظ سے بے ادبی و گستاخی ہے فلہٰذا اسے توبہ لازم۔ اگرچہ بعض اوقات وحی بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوتی رہی۔ لیکن اسے اس طرح بیان کرنا شان نبوت سے ٹھٹھہ مذاق کرنا ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

﴿ بعد نماز جنازہ صفیں توڑ کر دعا مانگنے کا ثبوت ﴾

مسئلہ ۸۱

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا مانگنے کا ثبوت احادیث مبارکہ میں ہے یا یہ بدعت ہے؟

سائل عبدالستار

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

احادیث مبارکہ سے ثابت ہے چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے۔

(۱) ان النبی ﷺ صلی علی جنازۃ فلما فرغ جاء عمر و معہ قوم فاراد ان یصلی ثانیا فقال لہ النبی ﷺ الصلوۃ علی الجنازۃ لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر لہ وھذا الفوز المبین

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی جس وقت آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع قوم حاضر ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا نماز جنازہ کا اعادہ نہیں ہوتا لیکن میت کے لیے دعا استغفار کرو۔

(۲) روی عن ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنھم فاتتھما الصلوۃ علی جنازۃ لما حضرا ما زاد علی الاستغفار لہ۔

مروی ہے حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ ان دونوں سے نماز جنازہ فوت ہوگئی جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے میت کے لیے فقط استغفار کی۔

(۳) روی عن عبد اللہ ابن سلام انہ فاتتہ الصلوۃ علی جنازۃ عمر فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلوۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ (البدائع)

حضرت عبد اللہ ابن سلام سے مروی ہے کہ آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ فوت ہوگئی جب آپ تشریف لائے تو حاضرین کو فرمایا اگر تم نے اس پر نماز پڑھنے میں سبقت کر لی تو دعا میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔

(۴) عن عمیر ابن سعید قال صلیت مع علی علی یزید بن مکفف فکبر علیہ اربعا ثم مشی حتی اتاہ فقال اللھم عبدک وابن عبدک نزل بک الیوم فاغفر لہ ووسع علیہ مدخلہ انا لا نعلم بہ الا خیرا وانت اعلم بہ۔

حضرت عمیر ابن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی حضرت نے چار تکبیریں پڑھیں یعنی نماز پڑھائی پھر چلے یہاں تک کہ میت کے پاس

آئے اور اس کیلئے دعائے مذکورہ فرمائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ

﴿ابوین مصطفےٰ ﷺ﴾

مسئلہ : ﴿۸۲﴾

آیت ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ الخ

(پارہ ۱۱ آیت ۱۱۳ سورۃ التوبہ)

ترجمہ نبی اور ایمانداروں کیلئے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کیلئے استغفار کریں۔

اس آیت کا شان نزول کیا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت میں حضور ﷺ کو اپنی والدہ کیلئے استغفار سے روکا گیا ہے چنانچہ انہوں نے یہ روایت اس کے ثبوت میں بیان کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو اس نے مجھے اجازت دے دی پھر میں نے ان کیلئے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ ملی اور مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

سائل محمد رضا گوجرانوالہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) آیت بالا کا شان نزول بخاری شریف جیسی معتبر حدیث کی کتاب میں یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے ممانعت نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ممانعت کر دی۔

(۲) الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

قال النبی ﷺ لاستغفرن لک ما لم انہ عنک فنزلت ما کان للنبی الایۃ

قرآن و اسلام میں ضابطہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ شان نزول کے بالمقابل دوسرے کی روایات قابل اعتماد نہیں علاوہ ازیں جمہور مفسرین نے تصریح کی ہے کہ مذکورہ بالا سائل کی بیان کردہ روایت شان نزول آیت ھذا کے متعلق صحیح نہیں یہ حدیث چونکہ حاکم نے روایت کی ہے اور صحیح بتایا اور

امام ذہبی نے امام حاکم پر اعتماد کر کے میزان میں اس کی تصحیح کی لیکن محققین نے حدیث (سوال کردہ) کو ضعیف ثابت کیا اور وجہ ضعف یہ بتائی کہ اس کی سند میں ایوب بن ہانی راوی ہے ضعیف راوی ہے علاوہ ازیں اور بھی حدیثیں اس مضمون کی ہیں جنہیں طبرانی اور ابن سعد اور ابن شاہین وغیرہ نے روایت کیا ہے وہ بھی ضعیف ہیں اور ابن سعد نے طبقات میں حدیث مذکور کی تخریج کے بعد اسے غلط بتایا ہے جو شخص حضور ﷺ کے والدین ماجدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر و مشرک ثابت کرتا ہے وہ خود اپنے ایمان کی خیر منائے کیونکہ جملہ محدثین متاخرین رحمہم اللہ کا اجماع ہے کہ آپ کے جملہ آباء واجداد مومن ناجی اور جنتی تھے صرف اسی موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں اور حضور ﷺ کے والدین ماجدین کریمین رحمہما اللہ تعالیٰ کیلئے ایک رسالہ التعظیم والمنۃ تحریر فرمایا جس میں ثابت کیا کہ وہ دونوں حضرات دین ابراہیمی پر تھے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی تصنیف شمول الاسلام لآبائہ الکرام اس مسئلہ کی تحقیق میں خوب ہے اور حدیث مذکور کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے مسائل تدریجاً رائج ہوئے ہیں مثلاً پہلے قبور پر جانے کی ممانعت تھی پھر ایک عرصہ کے بعد اجازت ہوئی اسی بناء پر حدیث پاک کے ورود کے وقت اہل قبور کیلئے استغفار کی اجازت نہ تھی بعد میں اس کی اجازت ہوئی اسی طرح حضور سرور دو عالم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ اور والد ماجد رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے میرا دین قبول کیا جبکہ میں نے انہیں قبور سے زندہ کر کے دین اسلام کی تلقین کی (تفسیر روح البیان شریف)۔ اختصار کے پیش نظر ایماندار کو اتنا کافی ہے اور جس کے دل میں کدورت ہے اس کیلئے دفتر بھی بیکار ہیں۔ وبیدہ الھدایۃ والتوفیق۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ یکم محرم ۱۳۹۷ھ ۱۳ دسمبر ۱۹۷۶ء

مسئلہ : ﴿۸۳﴾

کیا حضور سرور دو عالم ﷺ کے والدین کفر پر مرے ہیں؟

سائل عبد العظیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

متاخرین علماء کرام کا اتفاق ہے کہ وہ اہل توحید تھے چنانچہ مفسرین کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

انھما لم یکونا مشرکین بل کان علی التوحید و ملۃ ابراھیم الخ

فرمایا بیشک آپ کے والدین مشرک نہ تھے بلکہ توحید اور ملت ابراہیم پر تھے۔

(حجۃ اللہ علی العلمین ص (۴۱۸)

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے نبی اکرم علیہ السلام کی پانچ صد ماؤں کے حالات لکھے میں نے کسی میں بھی دور جاہلیت کی رسوم اور سفاح کا اثر نہیں پایا۔ (الشفاء ۱۱) اور

علامہ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام کے خصائص سے ہے آپ کے والدین کا آپ کی وجہ سے زندہ ہونا اور پھر ان کا آپ پر ایمان لانا۔

(جواھر البحار مترجم ج(۲) ص(۴۵۶)

اور **علامہ محمود آلوسی** نے فرمایا کہ: مجھے اس کے کفر کا ڈر ہے جو والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے خلاف کچھ کہتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۳۸)

اور **صاحب روح البیان مولانا اسماعیل حقی** گیارہویں پارہ میں لکھتے ہیں کہ: علماء کرام کی ایک بہت بڑی جماعت نے تصریح کی کہ حضور سرور دو عالم ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر مقام حجون سے گزرے تو رب العزت سے دعا کی کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو زندہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت بخشی اور آپ کی والدہ ماجدہ کو زندہ فرما دیا۔ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی روح واپس لے لی اور وہ پھر سے قبر میں لوٹ گئیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۸۴

اس حدیث شریف کا ثبوت ہی نہیں اور نہ ہی اس کی صحت کا کوئی پتہ ہے اگرچہ بے شمار حفاظ الحدیث نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور بعض لوگوں نے اس حدیث پر جرح بھی کیا ہے در خور اعتنا نہیں یا لیکن مشکل یہ ہے کہ موت کے بعد ایمان غیر نافع ہے جیسا کہ شرع کا قانون اور قرآن مجید میں مصرح ہے۔

سائل عبدالخالق

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) یہ حضور سرور دو عالم ﷺ کی خصوصیت سے ہے۔ جب یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو پھر اعتراض کیسا۔ (کذا فی انسان العیون)

(۲) قرطبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار بندگان خدا کے ذریعے مردے زندہ فرمائے تو پھر اس میں کون سا اشکال ہے کہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کی شرافت اور بزرگی کے تحت آپ کے والدین کریمین کو آپ کے ذریعے سے زندہ فرما کر انہیں دولت ایمان سے نوازے، بلکہ آپ کی جملہ مخلوق سے افضلیت کی بنا پر آپ کے لیے بطریق اولیٰ ہونا چاہیے۔ باقی رہا یہ سوال کہ ایمان موت کے بعد فائدہ نہیں دیتا۔ یہ بھی شان نبوت سے بے خبری کا نتیجہ ہے اس لیے کہ زندہ کر کے پھر ایمان سے نوازنا اگر غیر نافع ہے تو پھر ردالشمس کا بھی انکار کیا جائے جبکہ اس کا وقت ختم ہو چکا تھا اسے لوٹا کر وقت بحال فرمایا۔ وہ بھی آخر کچھ بر فائدہ تھا تو یہاں بھی وہی معاملہ ہے۔

اسکی مزید تحقیق وتفصیل کے لیے فقیر کی تصانیف الدرر الکامنہ فی ایمان عبداللہ وآمنہ اور ابوین مصطفی مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ۸۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین آباء واجداد اور امہات کا ایمان کیسا ہے؟

سائل عبدالرزاق

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ کے والدین کریمین مسلمان اور ناجی تھے، چنانچہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ وآثار صحابہ واقوال علمائے متاخرین رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے قرآن مجید میں ہے کہ

وتقلبک فی الساجدین (پارہ ۱۹ آیت ۲۱۹ سورۃ الشعراء)

اس آیت مبارکہ کے تحت حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر درمنثور میں احادیث نقل کرتے ہیں کہ

احادیث

حدیث(۱): عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ما زال النبی ﷺ یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدتہ امہ۔

حضور سرور دو عالم ﷺ اصلاب انبیاء میں چلتے پھرتے آئے یہاں تک کہ آپ کو آپ کی امی نے جنا۔

حدیث (۲): نسیم الریاض میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کو فرمایا من نبی الی نبی حتی اخرجتک نبیا۔

ترجمہ: میں آپ کو ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کو نبی بنا کر ظاہر کیا

حدیث (۳): اور بخاری شریف میں ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ:

بعثت رسولا من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن کنت منہ۔

ترجمہ: میں بنی آدم میں بہترین طبقات سے مبعوث ہوا ہوں یہاں تک کہ میں اس طبقہ سے پیدا ہوا کہ جس میں میں ہوں۔

حدیث (۴): مسلم شریف میں ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چن لیا اور اس سے قریش کو اور ان سے بنو ہاشم کو اور ان سے مجھے۔

حدیث (۵) ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام قبیلوں میں سے اچھے قبیلے سے پیدا کیا پھر گھروں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھر میں ظاہر فرمایا۔

آیت نمبر ۲: لقد جاء کم رسول من انفسکم۔ (پارہ ۱۱ آیت ۱۲۸ سورۃ التوبہ)

آیت کی تفسیر میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے

نسبا وصہرا وحسبا لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح

(**فائدہ**) یعنی فرمایا کہ میں نسب اور صہر اور حسب نسب باتوں میں تم ہی میں کا ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک میرے باپ دادوں میں زنا نہیں ہے سب کے سب نکاحی ہیں۔

(**فائدہ**) ابن کلبی نے کہا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی پانچ سو ماؤں کے بارے میں تحقیق کی ہے ان میں سے کسی کے اندر بھی عیب جاہلیت اور زنا نہیں پایا۔ (نقل از سبیہ الوہاص ص ۱۶)

(۷) حافظ ابونعیم دلائل النبوۃ میں بسند متصل نبی کریم ﷺ سے اس طرح حدیث بیان کرتے ہیں کہ:

لم یلتق ابوی فی سفاح لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من اصلاب طیبۃ الی ارحام طاھرۃ صافیا مھذبا۔

یعنی میرے والدین زنا میں نہیں ہوئے اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف صاف صاف ومہذب نقل کرتا رہا۔

اس حدیث شریف کی تائید میں خود قرآن مجید فرقان حمید شاہد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

الخبیثات للخبیثین و الخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین و الطیبون للطیبات۔

(پارہ ۱۸ آیت ۲۶ سورۃ النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں۔

فائدہ: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ:

آبائے کرام آنحضرت ﷺ پس ہمہ ایشاں از آدم تا عبد اللہ طاہر و مطہر اند از دنس کفر ورجس وشرک الخ

کتاب ماثبت بالسنۃ ص ۶۰۸ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صاحب طبرانی نے ایک حدیث اس طرح بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ سے مکہ کی طرف دوبارہ تشریف لائے تو راستہ میں مقام ابوی میں بحالت حزن وملال اپنی والدہ کی تربت پر بیٹھ گئے بعد ازاں بڑی خوشی سے تشریف لائے اور میں نے بڑے ادب سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: سالت ربی عزوجل فاحیا لی امی و آمنت لی ثم ردھا۔ یعنی میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اس نے میرے لئے میری والدہ کو زندہ کیا

وہ مجھ پر ایمان لے آئیں پھر انہیں مزار واپس لوٹا دیا۔

اور دوسری حدیث شریف میں ہے کہ احیا ابویہ ﷺ حتی امنا بہ۔ حضور ﷺ کے والدین کو زندہ کیا یہاں تک کہ آپ پر ایمان لائے۔

اس لئے آپ کو نہایت خوشی پر خوشی ہوئی۔

فائدہ: اس حدیث پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن علمائے محققین نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ

ان ابویہ ﷺ ناجیان من النار والکلام فی ایمانہ الشریفۃ طویل والسکوت فی ھذا الباب احوط۔

بے شک آپ کے والدین ناجی ہیں دوزخی نہیں اور اس میں بہت گفتگو ہے لیکن اس مسئلہ میں سکوت کرنا بہتر ہے۔

تصریحات علماء کرام: درمختار میں ہے کہ لا یفتی بتکفیر مسلم فی کفرہ خلاف و لو روایۃ ضعیفۃ یعنی اس مسلمان کی تکفیر پر فتویٰ نہ دیا جائے گا جس کے کفر میں اختلاف پایا جاتا ہو اگرچہ اس کے اسلام کے بارے میں ضعیف دلیل ہو الخ۔

نقل از سرور المحزون ترجمۃ قرۃ العیون ص ۲۲ ج ۱ از تصنیف شاہ ولی اللہ۔

اور کتاب ماثبت بالسنۃ اور کتاب قرۃ العیون از حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی وعلامہ شمس الدین دمشقی ناصر الدین کا فیصلہ اس بارے میں یہ ہے:

حبی اللہ النبی مزید فضل ۔۔۔ علی فضل و کان بہ رءوفا

فاحیی امہ و کذا اباہ ۔۔۔ لایمان بہ فضلا لطیفا

فسلم فالقدیم بذا قدیر ۔۔۔ و ان کان الحدیث بہ ضعیفا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بڑی بزرگی پر بزرگی بخشی اور اللہ ان پر بڑا مہربان ہے پس ان کی ماں کو اور ایسے ہی ان کے باپ کو زندہ کیا اپنے فضل لطیف سے ان پر ایمان لانے کے لئے پس اس بات کو مان کہ خدائے قدیم کی ذات قادر ہے اگرچہ اس حدیث میں کلام ہے۔

لیکن دوسری روایات میں اس کی تائید ملتی ہے۔ قرۃ العیون ص ۳۲ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی قاضی ابو

ہر مالکی سے سوال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ بیہودہ کہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے والدین دوزخ میں ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے تو فرماتے ہیں وہ شخص ملعون ہے بحکم آیت شریف

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ الخ (پارہ ۲۲ آیت ۵۷ سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کر دی۔

حدیث شریف: حدیث شریف میں ہے کہ لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات مردوں کی بدگوئی کر کے زندوں کو ایذا نہ دو۔

فائدہ: پس مندرجہ بالا تمام دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے آباء و اجداد و امہات، آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب مسلمان موحد اور آلودگی شرک و کفر و بدکاری سے پاک صاف رہے کیونکہ مشرک کے حق میں الفاظ طاہر و مختار وغیرہ کبھی استعمال نہیں کیے جا سکتے بلکہ اس کے حق میں نجس کا کلمہ استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف اس پر شاہد ہے کہ

انما المشرکون نجس (پارہ ۱۰ آیت ۲۸ سورۃ التوبہ)

اور یہ بھی ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مطلق ایذا موجب لعنت ہوتی ہے۔ اس اذیت سے کوئی اذیت زیادہ ہوگی کہ جو آپ کے والدین کو بے دھڑک کافر مشرک اور دوزخی کہہ دے اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقہ اکبر میں امام اعظم علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ:

"ماتا علی الکفر"

ترجمہ: وہ دونوں کفر پر مرے۔

اس کا جواب صاحب عیون نے ص ۳۱ میں یوں لکھا ہے کہ

فمدسوس علی الامام و یدل علیہ ان النسخ المعتمدۃ منہ لیس فیھا شیء من ذلک

فائدہ: فقہ اکبر میں ہے کہ "آپ کے والدین کفر پر فوت ہوئے" امام پر بہتان داخل کیا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ فقہ اکبر کے معتبر نسخوں میں اس کا کچھ نشان نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مقولہ ابو حنیفہ بن یوسف بخاری کا ہے نہ کہ نعمان بن ثابت کوفی کا اور اسی طرح ابن

حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ اگر بالفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کفر کے زمانہ میں فوت ہوئے نہ کہ کفر پر اور بعض علمائے دین نے کہا ہے کہ ما تا کے قبل ما نافیہ کسی طرح سے ساقط ہو گیا اصلی عبارت یہ تھی کہ ماماتا علی الکفر۔ چنانچہ ارشاد الغبی ص ۱۵ میں ایسا ہی ہے۔

اور بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ فقہ اکبر امام صاحب کی تصنیف نہیں ہے اور جو قائل ہیں وہ اس کا وہ جواب دیتے ہیں جو شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ میں دے دیا ہے اور درمختار کا استدلال بھی صحیح نہیں ہے اور جن حدیثوں میں سے کچھ عدم اسلام ظاہر ہوتا ہے وہ تمام ہی ضعیف، متروک اور ناقابل اعتماد ہیں۔ غرضیکہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے والدین کریمین کو کافر، مشرک اور ناری کہنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ ان کے مسلمان و موحد ہونے پر بڑے بڑے علمائے دین کے فتاویٰ موجود ہیں جن کے اسماء مبارکہ ملاحظہ ہوں:

امام ربانی ابن حجر عسقلانی، امام ہادی کبیر، امام قرطبی، خطیب بغدادی، امام ابن عساکر، علامہ اصلاح الدین صفدی، شمس الدین دمشقی، محب الدین طبری، ابن حجر مکی، شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم اور حضور ﷺ کے والدین کو ناری اور مشرک کہنے والے عموماً وہابی دیوبندی ہیں اور ان کے پیچھے نماز ہرگز درست نہیں تاوقتیکہ وہ اپنی بدمذہبیت سے توبہ نہ کر لیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شوال المکرم ۱۳۹۵ھ

مسئلہ: ۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ بعض لوگ بڑی دلیری سے حضور ﷺ کے والدین کریمین کے حق میں ہتک اور توہین کے مضامین بعض شہرت یافتہ کتب اور روایات کی آڑ لے کر بیان کر دیتے ہیں اور ان کو کفر و شرک سے منسوب کرنے میں بے باک ہیں کہیں معراج شریف میں ان پاک نفوس کو دوزخ میں عذاب ہونا (معاذ اللہ) ذکر کر کے کبھی انکے کفر و شرک پر مرنے کا افسانہ گھڑ کر ریاض الصالحین، قصص الانبیاء، شرح فقہ اکبر یا ایسی اور کتب کے حوالے دیکر توہین رسول ﷺ کا ارتکاب کرتے ہیں کیا حضور ﷺ کے والدین پاک کو ایسا کہنا، کھلی گالی، توہین، ایذاء اور ہتک نہیں؟ اور اگر ہے تو ایسا کرنے

والوں کو عالم جاننا، ان کی اقتداء کرنا، ان کے وعظ میں توقف کرنا اور [illegible] شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ان کا اور ان کتب کا کیا حکم ہے؟

سائل محمد مسعود [illegible]

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بے شک یہ رسول خدا کی کھلی توہین اور گالی ہے ایسا کرنے والے چاہے کیسے ہی چوٹی کے ملاں ہوں قطعاً کافر و مرتد ہیں اور ایسی کتابیں اور ایسے ایسے ہی کفری مضامین محض باطل و بے اعتبار و توجہ کے لائق نہیں ہیں خلافت اسلامیہ پر واجب ہے کہ ایسے مرتدوں کو قتل کرے ان کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی ایسی کتابیں جلا دیں اور [illegible] ان کی تعظیم واجب شرعی [illegible] یقتل ولا یستتاب [illegible] اس سے توبہ [illegible] اھانۃ الانبیاء کفر [illegible] بچے [illegible] تیرے والدین [illegible] کے حق میں [illegible] مرتد ملعون ہیں۔ عہد رسالت میں [illegible] راعنا کا کلمہ بولنے کا ارتکاب کیا ان کو قرآن نے و للکفرین عذاب الیم سے کافر قرار دیا۔ شان رسالت میں وما یدریہ بالغیب کہ ان کو غیب کا کیا علم؟ کہنے والوں کو قرآن نے کافر ٹھہرایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

ولقد قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامھم (پارہ ۱۰ آیت ۷۴ سورۃ التوبہ)

توبہ کے باوجود ان کو کافر ٹھہرایا ان کی قسموں کا اعتبار کیا اور نہ عذر بہانہ مانا گیا بلکہ صاف فرمایا

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (پارہ ۱۰ آیت ۶۶ سورۃ التوبہ)

یعنی عذر بہانے مت کرو تم ایسا کرنے سے مومن ہو کر کافر ہو گئے۔

صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما جیسے [illegible] آواز بلند کرنے سے حبط اعمال کی دھمکی کے ساتھ منع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا

ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ (پارہ ۲۶ آیت ۲ سورۃ حجرات)

حضور کے والدین پاک قطعاً زمانہ فترت میں سلسلہ آباء کے مطابق دین اسلام پر گذرے جن کو قرآن کریم نے امۃ مسلمۃ فرمایا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے۔

نیز حدیث میں ہے

دعوۃ ابی ابراھیم و بشارۃ عیسی و رؤیا امی۔ (مشکوۃ ص ۵۱۳)

میں اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت اپنی والدہ پاک کی خواب ہوں۔

معالم روح التفاسیر حدیث پاک میں ہے

فانا من خیار الی خیار

تو میر اشجرہ نسب مادری جہت سے بہترین ہے۔

دوسری حدیث میں ہے

من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ۔

پاک پشتوں سے پاک رحموں میں میرا شجرہ ہے۔

جبکہ شرک و کافر کو تو قرآن حکیم نے نجس ٹھہرایا اور فرمایا ہے

انما المشرکون نجس۔ (پارہ ۱۰ آیت ۲۸ سورۃ التوبہ)

مشرک کافر ناپاک ہیں۔

فاسق چاہے عالم ہو اس کی اہانت تذلیل واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

مسئلہ: ۸۷

حضرت عبدالمطلب و حضرت ہاشم اور عبد مناف اور دیگر حضور ﷺ کے آباؤ اجداد مومن تھے یا کافر اس کی تفصیل و تحقیق کیجئے؟

سائل محمد رمضان شاہدرہ لاہور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد ہے اور شیبہ کہتے ہیں سر کے بالوں کی سفیدی کو جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے بال سفید تھے اور سب سے پہلے کوہ حرا میں سال بسال ماہ رمضان میں جا کر گوشہ میں ذکر الٰہی کیا کرتے تھے اس لئے ان کو شیبۃ الحمد سے پکارا جاتا تھا۔ اور بڑے سخی و پرہیز گار تھے۔ (سیرت نبویہ احمد زینی)

اور ہاشم کا اصلی اسم مبارک عمرو ہے۔ اور ہشم کے معنی عربی زبان میں خشک روٹی کو ریزہ ریزہ کرنے کے آتے ہیں اور ان کی وجہ تسمیہ یہ اس لیے ہوئی کہ ملک عرب میں ایک سال نہایت درجہ کا قحط پڑا۔ تو وہ ملک شام میں جا کر میدہ و خشک روٹیاں خرید کر لائے اور موسم حج میں گوشت کے شوربہ میں روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ثرید بنا کر لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے اور حاجیوں کی مہمانی کرتے ان کی پیشانی میں نور محمدی اس قدر جھلکتا تھا کہ ان کو لوگ قمر البطحی بھی کہتے تھے۔ (سیرت ابن ھشام)

اور عبد مناف کا نام مغیرہ ہے چنانچہ سید جعفر بن حسن برزنجی مدنی اپنی (کتاب مولود ص ۲) میں لکھتے ہیں

فاقول ھو سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اسمہ شیبۃ الحمد بن ھاشم واسمہ عمرو ابن عبد مناف و اسمہ المغیرۃ ابن قصی اسمہ مجمع الخ

یعنی میں کہتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد بیٹے عبداللہ کے وہ بیٹے عبدالمطلب کے ان کا نام شیبۃ الحمد ہے اور عبدالمطلب بیٹے ہاشم کے ان کا اسم عمرو ہے اور ہاشم بیٹے عبدالمناف کے ان کا اسم مغیرہ ہے وہ بیٹے قصی کے نام مبارک ان کا مجمع ہے۔

یہ سب قریشی ہیں اور کعب کی وفات سے لے کر حضور ﷺ کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) سال کا ہے اور کعب بیٹے لوی کے اور لوی بیٹے غالب بن فہر کے ہیں اور قریشی ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ سمندر میں ایک حیوان ہوتا ہے جو کہ تمام بحری جانوروں پر غالب رہتا ہے اور کشتیوں کو الٹ دیتا ہے فہر کی ہیبت اور قوت کی مشابہت سے ان کو قریش کہا گیا ہے اور فہر بیٹے مالک کے ہیں ان کے درمیان اور حضور ﷺ کے درمیان فاصلہ بارہ پشتوں کا ہے۔ اسی طرح از آدم تا حضور ﷺ آپ ﷺ کے تمام آباؤ اجداد مومن ہیں کافر کہنے والا اپنے ایمان کی خیر منائے۔ تفسیر مظہری ص ۸۸ آیت: وما کان للنبی الخ (پارہ ۱۱ آیت ۱۱۳ سورۃ توبہ) کے تحت لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کے والدین اور

چچا ابوطالب اور دادا عبدالمطلب پکے سچے مومن وموحد تھے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مشرک تھے وہ غلطی پر ہیں۔

قلنا لا نسلم ذلک بل کان مومنا موحدا وقد ذکر ابن سعد فی الطبقات باسانید ہ

اور صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ بھی مسلمان تھے اور آزر آپ علیہ السلام کا چچا تھا باپ نہیں۔ اسکی مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "آزر ابراھیم کا چچا تھا" میں ملاحظہ کریں۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۹ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ ﴿۸۸﴾

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت و لا تسئل عن اصحاب الجحیم. (پارہ ۱ آیت ۱۱۹ سورۃ بقرۃ) نبی پاک ﷺ کے والدین کے حق میں نازل ہوئی اور آیت میں نبی کریم ﷺ کو والدین کے لیے دعائے خیر سے روکا جا رہا ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ کاش میرے والدین سے وہ نہ ہوتا جو ان سے ہوا؟

سائل محمد بشیر حافظ آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) صاحب روح البیان رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا مضمون لکھ کر تحریر فرمایا ہے کہ اسلاف میں اختلاف رہا کہ آیا نبی علیہ السلام کے والدین کافر ہو کر مرے یا مسلمان ہو کر۔ دوسرا قول راجح اور صحیح ہے۔ دلائل یہ ہیں کہ حضور ﷺ کا نسب شریف کفر کی گرد وغبار سے پاک ہے۔ اگرچہ قریش میں بتوں کی پرستش عام تھی لیکن خلیل علیہ السلام کی دعا: واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام (یعنی مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچا) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بتوں کی پرستش کے مرتکب نہیں ہوئے۔

(۲) ابراہیم علیہ السلام کے متعلق وجعلھا کلمۃ باقیۃ () سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک سے پاک تھے۔

(۳) تمام محققین مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضور ﷺ کے والدین کے لئے نہیں بلکہ آپ کے چچا ابو طالب کے لئے ہے جیسا کہ محققین نے اسے دلائل سے ثابت کیا ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۵ جمادی الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ﴿۸۹﴾

حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ مومنوں کو خوشخبری اور کافروں کو ڈر سنائیے تو آپ نے کافروں کو سزائیں سنائیں اندریں اثنا ایک مرد کھڑا ہو گیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے والدین کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں ہیں اس سے وہ شخص غمگین ہونے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ غم نہ کھا اس لئے کہ میرے اور ابراہیم علیہ السلام اور تیرے والدین جہنم میں ہیں اس پر آیت ولا تسئل عن اصحاب الجحیم (پارہ ۷ آیت ۱۰۱ سورۃ مائدہ) نازل ہوئی۔

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

دراصل اس آیت سے لوگوں کو روکنا مطلوب تھا کہ اہل برزخ کے حالات سے سوال نہیں کرنا چاہیے آیت لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (پارہ ۷ آیت ۱۰۱ سورۃ المائدہ) کی طرح ھکذا قال صاحب التفسیر اس کی تحقیق بالتفصیل فقیر کی کتاب "ابوین مصطفی" میں ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ

مسئلہ ﴿۹۰﴾

حضور نبی پاک ﷺ کے آباؤ اجداد آدم علیہ السلام تک مومن وموحد تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے اباؤ اجداد میں سے آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا اور وہ بت پرست تھا۔

سائل عبدالکریم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضور ﷺ کے آباؤ اجداد آدم علیہ السلام تک سب کے سب مومن تھے ان میں کوئی بھی کافر نہیں تھا آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں چچا تھا۔ علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاوی خیریہ" میں دلائل سے یہی ثابت کیا ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ﴿۹۱﴾

گستاخ نبوت کا کیا حکم ہے؟ جن لوگوں کو گستاخ سمجھا جاتا ہے ان میں علماء بھی ہیں ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ بالخصوص حضور ﷺ کے والدین کو کافر کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

سائل نبی بخش احمد پور شرقیہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مراقی الفلاح میں ہے:

الفاسق العالم تجب اھانتہ شرعا فلا یعظم.

امام فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق میں اور علامہ سید ابوسعود ازہری فتح المعین میں اور علامہ سید احمد مصری حاشیہ درمختار پر بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں قد وجب علیھم اھانتہ شرعا. ایسے فاسق عالم کی شرعاً اہانت وتوہین وتذلیل کرنا مسلمانوں پر واجب لازم ہے علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرماتے ہیں حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ والطعن واللعن. یعنی بدمذہب شخص کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس سے بغض ودشمنی کی جائے اس کو دشمن دین قرار دیا جائے اسے کوئی مسلمان منہ نہ لگائے اس کی توہین وتذلیل کی جائے اور اس پر طعن ولعن روا رکھی جائے۔

الغرض ایسے لوگوں سے جہاد کرنا فرض ہے کہ یہ منافق اور تمام بدمذہبوں سے بدتر ہیں جب عالم فاسق اور بدمذہب کے لئے یہ حکم ہے تو شرپسند اور فتنہ انگیز منافقوں کافروں مرتدوں کا، جو شجرہ پاک مصطفوی پر

شرک وکفر کا اتہام کر کے سید الانبیا محمد مصطفےٰ ﷺ کو گالیاں لکھتے، چھاپتے، نشر کرتے اور بیان کرتے ہیں، کا حکم تو سب کفار سے زیادہ سخت ہے کیونکہ یہ فتنہ سب فتنوں سے بدتر ہے۔ لہٰذا ایسے فتنہ بازوں کے لئے حکم ہے کہ: یقتل و لا یستتاب۔ یعنی وہ خلافت اسلامیہ کے حکم سے قتل کی جائیں گے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔

کما فی المسلول و الشفا والصوارم والحسام و فتاوی الامام السبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرھا۔

قرآن کریم ایسے کفر وارتداد وضلال والوں سے اس وقت تک جہاد جاری رکھنے کا حکم دیتا ہے جب تک دنیا سے ان کا فتنہ مٹ کر خالص اللہ کا دین ہی سب دنیا میں باقی نہ رہ جائے۔

و قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ(پارہ ۹ آیت ۳۹ انفال)

ان مرتدوں منافقوں کا فتنہ اس لیے سب فتنوں سے بدتر ہے کہ مسلمانی کے نمائشی دعویٰ کے ساتھ پیغمبر اسلام علیہ السلام کو کبھی مسئلہ کا نام لے کر، کبھی روایت کا بہانہ بنا کر گالیاں دیتے ہیں اور ان کے آباء و امہات کو شرک وکفر سے اور عذاب و دوزخ سے متہم کر کے پیغمبر علیہ السلام کی شدید توہین و ہتک و بے ادبی کرتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں یہ آئمۃ الکفر ہیں کفر کے سرغنہ ہیں وہ کفار ذمی جن سے اہل اسلام کا عہد ہو تو ان سے عہد بھی باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا آئمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون۔ (پارہ ۱۰ آیت ۱۲ سورۃ التوبہ)

اور اگر عہد کر کے توڑ دیں اور تمہارے بارے میں بدزبانی وطعن کریں ان کفر کے سرغنوں کو قتل کرو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں تا کہ وہ باز آجائیں۔

جو اسلام پر طعن کریں وہ آئمہ کفر ہیں تو جو بانیٔ اسلام اور معلم کائنات ﷺ پر طعن کریں ان کے آباؤ اجداد و امہات کو شرک وکفر اور عذاب و دوزخ سے نسبت کر کے ملامت کریں۔ مصطفےٰ ﷺ کی ایذاء و اہانت وتحقیر واستخفاف کریں اور اہل اسلام کا دل جلائیں ان سے بدتر آئمہ کفر کون ہوگا؟ بیشک وہ سب کافروں اور مرتدوں سے بڑھ کر دشمن ایمان و دین ہیں ایسوں کا دعویٰ، تصنیف و تحریر سب مردود اور نا قابل

اعتبار ہیں کتاب یا روایت کی سند صحیح اور شہرت ایسے کفری مضمون کی قبولیت کا موجب نہیں دودھ کے برتن میں پیشاب یا شراب یا گندگی ہو تو برتن کی وجہ سے اسے پاک تصور کرنا کسی مسلمان اور صاحب علم وعقل والے کا کام نہیں ہے یوں ہی ایسے کفری مضمون والی کتاب اور روایت سند صحیح وشہرت کی وجہ سے لائق اعتبار اور قابل قبول نہیں بلکہ مردود و باطل ہے اسے خوب سمجھ لو کہ ایسوں کا حکم دنیائے اسلام کے قاضی اور مفتی امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں یہ بیان فرمایا ہے:

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ ﷺ او کذ بہ اونقصہ فقد کفر باللہ و بانت منہ امرأتہ۔

جس مدعی اسلام نے رسول خدا ﷺ کو گالی دی یا آپ کی تکذیب کی یا کوئی عیب لگایا یا آپ کی طرف کسی نقص کو منسوب کیا تو بے شک اللہ کی قسم وہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔

مجمع الفتاوی میں ہے:

من تکلم بکلمۃ الکفر و ضحک بہ غیرہ کفرا و لو تکلم بہ واعظ و قبل القوم ذلک کفروا ۔ یعنی جو کلمہ کفر بولے دوسرا اس پر ہنسے یعنی برضا نے اسے رد نہ کرے دونوں کافر ہوئے اور واعظ نے دوران تقریر کلمہ کفر کہا سننے والوں نے اسے قبول کیا اور رد نہ کیا سب کافر ہو گئے کتاب الالام میں ہے۔

من تلفظ بلفظ الکفر یکفر و کل من استحسنہ او رضی بہ یکفر۔

جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے اور جو اسے اچھا بتائے یا اس سے راضی ہو وہ بھی کافر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ

جشن عید میلاد النبی ﷺ

مسئلہ: ﴿۹۲﴾

نبی اکرم ﷺ کا میلاد ہر روز کیا جارہا ہے یہ بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسا ذکر میلاد ثابت نہیں۔

سائل ابرار جہلم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ابن القیم نے "حادی الارواح الی بلاد الافراح" میں لکھا ہے کہ:

وقد جعل اللہ علی مطلوب مفتاحا و مفتاح الولایۃ والمحبۃ الذکر

اللہ تعالیٰ نے ہر مطلب کی ایک کنجی مقرر کی ہے اور قرب ومحبت کی کنجی ذکر ہے۔

اس سے ثابت ہوا ایمان کا حصول ذکر مصطفےٰ ﷺ پر مبنی ہے تا کہ محبت پیدا ہو اور محبت سے ہی ایمان پیدا ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ: من احب شیئا اکثر ذکرہ۔ یعنی جو کسی شے سے محبت کرتا ہے تو اس کا بہت زیادہ ذکر کرتا ہے۔

اہلسنت کا میلاد شریف کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کا بہت زیادہ ذکر کرنا ان کے مؤمن ہونے کی علامت ہے بلکہ حضور ﷺ کا ذکر مبارک عبادت ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے

عن معاذ قال قال رسول اللہ ﷺ ذکر الانبیاء من العبادۃ وذکر الصالحین کفارۃ و ذکر الموت صدقۃ و ذکر القبر یقربکم من الجنۃ

(الجامع الصغیر و شرحہ السراج المنیر)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت کی قسم ہے اور اولیاء کا ذکر گناہوں کا کفارہ اور موت کا ذکر صدقہ اور قبر کا ذکر نزدیک کرتا ہے تم کو جنت سے۔

فائدہ: جب انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا ذکر عبادت اور کفارہ گناہ ہوتو سلطان الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور گناہوں کا کفارہ ہوگا یقین ہے کہ اس ذکر پاک میں بحسب خصوصیت آنحضرت ﷺ کے، کچھ ایسی خصوصیت ہوگی کہ دوسرے میں ہرگز نہ ہو سکے۔ بلکہ اس قول پر تو افسوس کرنا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کے ذکر کی کثرت سے گھبراتا ہے اور نعت خوانی کو بدعت اور قوالی و دیگر تحقیر آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے تو یہی وعدہ فرمایا کہ ان کے ذکر کا چرچا ہو چنانچہ:

روی ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کما فی صحیح ابن حبان و مسند ابی یعلی ان النبی ﷺ قال اتانی جبریل فقال لی ان ربی و ربک یقول تدری کیف رفعت

ذکرک قلت اللہ ورسولہ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی قال قال ابن عطاء جعلت تمام الایمان بذکری معک وقال ایضا جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی:

ترجمہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جانتے ہو کہ آپ کا ذکر میں نے کیسے بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں کہا جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ۔ حضرت ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کا تمام وکمال اس بات پر مقرر کیا کہ آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہو اور آپ کا ذکر میرا ذکر ہے اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے:

و اخرج ابو یعلی ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن جریر و ابن مردویہ و ابو نعیم فی الدلائل عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ قال اتانی جبریل فقال ان ربک یقول تدری کیف رفعت ذکرک قلت اللہ ورسولہ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی

میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ آپ کے رب نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں کہا جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ۔ قسطلانی میں صرف **و اللہ اعلم** ہے (مواھب للدنیہ مقصد سادس) اور فرمایا کہ اسے طبرانی نے اور ابن حبان نے صحیح کہا اور زرقانی شرح مواہب میں ہے کہ اس حدیث کی ضیائے مقدسی نے بھی تصحیح کی ہے۔ بلکہ نبی پاک ﷺ کا ذکر مبارک دلوں کا چین ہے چنانچہ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درمنثور میں آیہ شریفہ: **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**۔(پارہ ۱۳ آیت ۲۸ سورۃ الرعد) کی تفسیر میں نقل کیا ہے:

اخرج ابن ابی شیبۃ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ عن مجاھد الا بذکر اللہ تطمئن القلوب قال بمحمد و اصحابہ۔

امام مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں مراد

اس سے محمد ﷺ کا اور صحابہ کا ذکر ہے۔

فائدہ: مجاہد نے بذکر اللہ کی تفسیر میں بمحمد و اصحابہ کہا ہے۔

و اللہ تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ

مسئلہ ۹۳

میلاد شریف کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اسے بدعت کہتے ہیں۔

سائل مظفر چنیوٹ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

ہر مسلمان یہ جانتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ کا وجود مسعود مولیٰ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور باقی تمام نعمتوں کی جان ہے قرآن پاک میں آیۃ الذین بدلوا نعمة الله كفرا (پارہ ۱۳ آیت ۲۸ سورۂ ابراھیم) میں بھی نعمت اللہ سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے قال عمرو هم قريش و محمد نعمة الله (بخاری شریف ج ۲ ص ۵۶۶)

اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

و اما بنعمة ربک فحدث (پارہ ۳۰ آیت ۱۱ سورۃ الضحیٰ)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

ظاہر ہے کہ رب تعالیٰ کی جو سب سے بڑی نعمت ہے اس کا چرچا بھی سب سے زیادہ ہوگا اور پھر جس دن اور جس زمانہ میں نعمت کا ظہور ہوا اس دن اور زمانہ میں بھی خاص شان ہوگی چنانچہ اس کے متعلق قرآن و حدیث میں کئی دلائل موجود ہیں عید میلاد شریف کی یہ مبارک تقریب اسی اصول کے ماتحت ہے خود سرور دو عالم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا

فيه ولدت و فيه انزل علیّ

اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔ (مسلم شریف)

قرآن پاک میں جگہ جگہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر بڑی شان کے ساتھ فرمایا گیا اسی لئے

ہے۔ مسلمان ائمہ کرام بزرگان دین و صالحین اسلام ہمیشہ میلاد شریف کرتے اور ربیع الاول شریف کی راتوں میں خوشیاں مناتے رہے۔ علامہ ابن جوزی میلاد النبی میں فرماتے

اهل مكة يذهبون اليه في كل عام ليلة المولد و يحتفلون بذلك اعظم من احتفالهم بالاعياد

اہل مکہ ہر سال میلاد شریف کی رات حضور ﷺ کے مولد شریف (جائے ولادت) میں حاضر ہوتے اور عیدوں سے بھی بڑھ کر محفل قائم کرتے۔

(جواہر البحار ص ۱۱۲۲)

علامہ سخاوی فرماتے ہیں مولود شریف کے خواص و برکات میں سے ایک یہ بھی مجرب چیز ہے کہ اس سے سال بھر میں امن و امان رہتا ہے اور میلاد شریف کرنے والے کی حاجتیں اور مرادیں جلد پوری ہوتی ہیں پس اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جو مولود مبارک کے مہینہ (ربیع الاول) کی راتوں کو عیدیں منائے تا کہ جن (بدبخت) لوگوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی دشمنی اور بدعقیدگی کی بیماری ہے ان کے لئے شدت کی بیماری ہو۔ (مواہب لدنیہ)

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

بہر حال تمام خوش نصیب حضرات اپنی اپنی حیثیت و توفیق کے مطابق حضور ﷺ کی محبت و ولادت شریف کی خوشی میں محفل میلاد شریف کا اہتمام کرتے اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ۵۷۵ھ میں شاہ مصر نے محفل میلاد کی۔ جس میں تین ہزار مثقال سونا خرچ کرنے کا اندازہ ہے۔ اور ابو سعید مظفر بادشاہ ہر سال ربیع الاول میں تین لاکھ اشرفی لگا کر بڑی محفل کیا کرتے تھے نیز بادشاہ مصر نے ایک بہترین سائبان بنوایا ہوا تھا جو صرف شب میلاد اور یوم میلاد میں لگایا جاتا تھا اور پھر سارا سال لپیٹا رہتا تھا اس سائبان کے نیچے بارہ ہزار آدمی بیٹھتے (انوار ساطعہ بحوالہ کتب معتبرہ) ایک بڑے ولی اللہ حضرت شیخ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کی رات چند من چاول پکا کر بارگاہ رسالت میں نذرانہ پیش کرتے لطف یہ کہ چاول کے ہر دانہ پر تین مرتبہ قل ھو ... شریف پڑھا ہوتا تھا اور رسول پاک ﷺ کے ایام مولد میں ہر روز ایک ہزار

تنکہ (ایک بڑا پونڈ) زیادہ کرتے رہتے حتی کہ بارہ ربیع الاول شریف میں ہزار تنکہ خرچ فرماتے (اخبار الاخیار ص ۲۲۷) اور جب زیادہ توفیق نہ ہوتی اور کچھ نہ کر سکتے تو سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں چنے ہی تقسیم فرما کر حضور ﷺ کی خوشنودی سعادت سے بہرہ ور ہوتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی اور میلاد شریف کرنے والے کی حضور ﷺ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

وفيه اغاظة الكفرة والمنافقين

اور کفار و منافقین اس سے کڑھتے اور جلتے ہیں

(جواہر ص ۱۱۲۲)

و اللہ تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

مسئلہ ۹۴

حضور ﷺ کی ولادت کون سی تاریخ کو ہوئی؟

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

حضور ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(۱) شرح بخاری فتح الباری (۲) طیبی شرح مشکوٰۃ (۳) دیوبندیوں کے اشرفعلی تھانوی نشر الطیب (۴) مفتی دیوبندی مولوی شفیع فی سیرۃ خاتم الانبیاء میں بالاتفاق یہی تاریخ لکھی ہے یعنی اس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے جس نے اس کے علاوہ تاریخ لکھی ہے اس کا خوب رد لکھا ہے۔ (۵) غیر مقلدین وہابیہ کا امام صدیق حسن بھوپالی لکھتا ہے ۱۲ ربیع الاول شریف کو ولادت پر اتفاق علماء ہے ملاحظہ ہو الشمامۃ العنبریہ اہل انصاف کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور ضدی ویسے ہی لا علاج ہوتا ہے۔

و اللہ تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ۹۵

حضور ﷺ کا میلاد اور اس پر قیام تعظیمی کیسا ہے؟

سائل: نبی بخش لاہور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

محفل میلاد شریف اور وقت ذکر ولادت شریف اور قیام تعظیمی پر اجماع امت ہے آیات اور احادیث سے اجماع امت کا حجت شرعی ہونا ظاہر ہے (۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے وممن خلقنا امة يهدون بالحق وبه يعدلون. یعنی ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے (جنت کے لئے) پیدا کیا ہے ایک امت (گروہ) ہے جو راہ دکھاتے ہیں حق کے ساتھ اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں (سورۂ اعراف ۱۸۱) اس آیت شریف کی تفسیر مدارک میں یوں فرمائی ہے:

في احكامهم. قيل هم العلماء والدعاة الى الدين وفيه دلالة على ان اجماع كل عصر حجة.

یعنی ان کے احکام میں بیان کیا گیا ہے وہ علماء واعظ ہیں جو دین کی طرف بلاتے ہیں اور اس میں ایک دلیل ہے کہ واقعی ہر زمانہ کا اجماع حجت ہے۔

اور اسی طرح تفسیر بیضاوی میں اس آیت شریف کے نیچے لکھا ہے کہ صحت اجماع پر اس کا استدلال ہے اس کی مراد یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ (علماء ربانی) اس صفت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔

(۲) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا. جو کوئی مخالفت کرے رسول (ﷺ) سے جب کھل چکی اس پر راہ ہدایت کی بات اور چلے تمام مسلمانوں کی راہ کے برخلاف سو ہم اس کو حوالہ کریں اسی طرف جو اس نے پکڑی ہے اور ڈالیں اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے جہاں وہ پہنچا (سورۂ نساء ۱۱۵) تفسیر مدارک اور بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں اس آیت شریفہ کے نیچے لکھا ہے:

اى السبيل الذى هم عليه من الدين الحنيفى، وهو دليل على ان الاجماع حجة لا تجوز مخالفتها كما لا تجوز مخالفة الكتاب والسنة، لان الله تعالى جمع بين اتباع غير

سبیل المؤمنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجبا کموالاۃ الرسول ([illegible])

اجماع امت (جو حنفیہ یا کسی دین پر ہیں) حجت ہے۔ ایسا ہی جیسے قرآن شریف اور احادیث شریف اس کی حجت ہونا یقینی ہے تو جس پر اجماع ہے اس کی اتباع واجب ہے یہ آیت اجماع کی مخالفت کے حرام ہونے پر دلیل ہے جو مسلمانوں کی راہ کی مخالفت کرے۔

یہ احادیث کافی ہیں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں:

(۱) میری امت ضلالت (گمراہی) پر کبھی متفق نہیں ہوتی اور نہ ہوگی۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے نکل گیا وہ دوزخ میں جا پڑا۔

(۳) شیطان آدمی کے لئے بھیڑیا ہے جو الگ ہوا جماعت سے وہ شیطان کے حوالے ہوا الخ۔

(۴) جو کوئی جماعت سے جدا ہوا اس نے اپنی گردن پر سے اسلام کی رسی پھینک دی۔

(۵) سواد اعظم جماعت کثیرہ ہوتی ہے تم پیروی کرو مسلمانوں کی جماعت کی۔

توضیح میں ہے:

سواد اعظم عام مسلمانوں کو کہتے ہیں جو کوئی امت مطلقہ ہو اور امت مطلقہ سے مراد اہلسنت و الجماعت ہے۔

مسلم الثبوت میں ہے:

اتفاق علماء محققین کا جو ہم عصر ہوں حجت ہے اجماع کی طرح اگرچہ مجتہد بھی نہ ہوں۔

حضرت امام مالک صاحب مذہب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اتفاق اہل مدینہ منورہ حجت ہے۔

اتفاق علماء حرمین شریفین اجماع حجت شرعی ہے۔

تفسیر روح البیان زیر آیت شریف محمد رسول اللہ (الایۃ) لکھا ہے کہ عمل مولد شریف حضرت ﷺ کی تعظیم سے ہے۔ (مگر افسوس وہابیہ نجدیہ کے نزدیک تعظیم حضور سرور عالم ﷺ شرک اور یہود و نصاریٰ کا عمل ہے) العیاذ باللہ۔

مولد النبی از حضرت ابن جوزی محدث شافعی علیہ الرحمۃ میں ہے ہمیشہ سے اہل حرمین شریفین

زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً (مکہ معظمہ، مدینہ منورہ) اہل مصر اور یمن اور شام اور تمام ملک عرب مشرق سے مغرب تک مولود شریف کی مجلسیں کرتے ہیں الخ ملخصاً۔

(۳) حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مورد الروی فی مولد النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و کرامۃً اور ملک عجم اور ملک ہندوستان وغیرہ میں کمال اہتمام و احتشام سے مولود شریف کی محفلیں ہوتی ہیں اور اس مجلس کی تعظیم ان سب ملکوں کے مشائخ طریقت اور علماء شریعت اس قدر کرتے ہیں کہ جو کوئی بھی ان میں سے حاضر ہو اس امید پر کہ اس کے نور سے مشرف ہوتا ہے۔

(۴) امام سخاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مصر خدام حرمین شریفین ہیں انہوں نے رعایا پر وہ شفقت کی ہے جو باپ اولاد پر کرتا ہے اور عدل و انصاف میں ناموری حاصل کی ہے اسی طرح بادشاہان اندلس اور مغرب مولود شریف کی مجلس قائم کرتے ہیں اور رات وہاں سے بڑے بڑے امام اور علماء اعیان آتے ہیں اور اہل روم بھی اور جونہی ماہ ربیع الاول چڑھتا ہے محفل میلاد شریف شروع ہو جاتی ہیں اور انواع و اقسام کے طعام تیار کر کے امراء اور علماء و فقراء کو تقسیم کئے جاتے ہیں اور قرات اور خیرات اور تلاوت قرآن اور زور سے نعت خوانی کی جاتی ہے اور اکابر علماء و فضلاء اور صوفیاء کی ضیافتیں کی جاتی ہیں اور مشائخ اور علماء جو مولود شریف کی محفل میں حاضر ہوتے ہیں کی نہایت خاطر اور تعظیم کی جاتی ہے اور اس حاضری میں کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ (انوار ساطعہ)

انتباہ امت کے ایسے علماء و مشائخ جو تسلسل سے میلاد شریف کی محافل منعقد کرتے اور ان میں شامل ہوتے ہیں گمراہ نہیں ہو سکتے نہ ان کا عمل خلاف شرع ہو سکتا ہے نبی پاک ﷺ نے صدیوں پہلے فرما دیا تھا

چند احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱) حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (مشکوٰۃ)

یعنی بڑی جماعت کی تابعداری کرو اس لئے کہ جو الگ رہا وہ الگ ہی جہنم میں جائے گا۔

(۲) ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ (ترمذی)

یعنی بیشک اللہ میری امت کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔

(۳) ید اللہ علی الجماعۃ و من شذ شذ فی النار (ترمذی)

اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو الگ ہوا وہ الگ جہنم میں جائے گا۔

مسلمانو! جو ۱۲ ربیع الاول ولادت رسول ﷺ میں جملہ مسلمانان عالم متفق ہیں ان میں شامل ہونا چاہتے ہو یا کسی ایک نجدی کے پیچھے جانا چاہتے ہو۔

اکیلی بکری بھیڑیئے کی غذا: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور والی بکری کو پکڑتا ہے اسی طرح اے امتیو! گھاٹیوں یعنی چھوٹی چھوٹی جماعتوں سے بچو اور اپنے پر مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو۔

آخری گذارش: مسلمانو! سوچ کر فیصلہ فرمایئے کہ مشرق تا مغرب شمال تا جنوب ۱۲ ربیع الاول شریف کو پیدائش رسول ﷺ کی دھوم مچی ہوتی ہے صرف چند نوکروں منہ بسور کر بدعت بدعت کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں یہ وہی ہوا کہ بوقت ولادت عرش و فرش ساری خدائی آمد رسول ﷺ پر خوشیاں منا رہی تھی صرف ایک ابلیس بیچارہ صرف مغموم تھا بلکہ دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔

انکشاف شیطان ابلیس نے اللہ کے سامنے قسم کھا کر کہا تھا کہ اولاد آدم سے ہی میں بے شمار کو اپنا ہمنوا بناؤں گا چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ یوم میلاد میں صرف ابلیس کے گھر میں سوگ منایا گیا اس نے اس وقت یہودیوں کو ہمنوا بنایا پھر ہر صدی میں مختلف رنگ و روپ سے نبوت دشمنی پر امت مصطفویہ میں سے اولاد آدم کو اپنے ساتھ ملایا اور ہمارے دور میں دشمنان میلاد کھڑے کر دیئے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ

مسئلہ ۹۶

(۱) بعض لوگ مولود شریف کو ناجائز کہتے ہیں کہ فقط پیدائش پڑھو دن مقرر نہ کرو اور لوگوں کو دعوت دے کر نہ بلاؤ۔

(۲) گیارہویں شریف کے دن کو جو کوئی کھانا کھلاتا ہے اس کھانے کو حرام کہتے ہیں۔

(۳) کیا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا شرک ہے؟ ان سب مسائل کا جواب بدلائل تحریر فرمائیں کہ

ہمارے دل کا شک دفع ہو جائے اور ہم راہ راست پر آ جائیں؟

سائل نور احمد ترنڈ محمد پناہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) مولود شریف جائز ہے چنانچہ خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی پیدائش کا واقعہ منبر شریف پر کھڑے ہو کر مجمع عام میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ ترمذی شریف باب فضائل النبی ﷺ میں حضور ﷺ کا خود اپنا واقعہ پیدائش بیان فرمانا مذکور ہے تو امتیوں کیلئے تو بدرجہ اولیٰ درست ہوگا۔

لوگوں کو دعوت دینا بھی جائز ہے اور دن مقرر کرنا بھی جائز ہے اللہ عزوجل نے ہر کام کیلئے دن مقرر کر دیا ہے کہ انسان اس خاص وقت میں اس کام کو سرانجام دے یہاں بھی اسی آسانی کیلئے کیا جاتا ہے تاکہ اس وقت پر کام انجام پا جائے اور حضور کے شیدائی اس وقت حاضر ہو کر آپ کے اوصاف حمیدہ کو سن کر نور ایمان حاصل کریں بہت افسوس ہے مسلمانوں کے حال پر جو حضور ﷺ کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور مولود شریف کیلئے دن مقرر کرنے اور دعوت دینے کو ناجائز کہتے ہیں کیا نکاح شادی وغیرہ کا جلسہ لیڈروں کی آمد و رفت کیلئے دستار بندی کیلئے دن مقرر کرنا اور دعوت دینا جائز ہے۔

ایسی سمجھوں اور ایسے جھوٹ پر صد افسوس! گیارہویں شریف کا کھانا جائز و متبرک، اور جس حلال پاک کھانے پر قرآن پاک پڑھا جائے اس کے متبرک ہونے میں کون مشتبہ ہو سکتا ہے۔ خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی وفات کے تیسرے روز دودھ تقسیم فرما کر جو کی روٹی صدقہ دیا تھا اور اس کو حاضرین پر تقسیم کرا دیا تھا جیسا کہ فتاویٰ برزجندی میں مرقوم ہے اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ھدیۃ الحرمین بارھویں باب ص ۶۹۔۶۸ میں اس روایت کو نقل کیا ہے اس کو شرک کہنے والا شرک کی تعریف سے ناواقف ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شعبان ۱۳۹۰ھ

مسئلہ ۹۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آیا میلاد شریف کرنا جائز ہے؟ اور سلف صالحین سے اس کا کوئی

ثبوت ملتا ہے اور اس تعین دن یا تاریخ میں ایسی محفل کا قیام [illegible] شرعی [illegible]؟

سائل [illegible]

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

خداوند قدوس جل جلالہ کی ہر نعمت پر شکر ادا کرنا ہر مومن کا فرض ہے اس شکر یہ کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب بھی چاہے ادا کرے اور اس شکر کی طرح سے ہوتا ہے زبان سے اعضاء سے اور مالی خیرات کرنے سے چونکہ [illegible] محبوب رب العالمین ﷺ کی بعثت اور تشریف آوری کائنات میں سب سے بڑی نعمت ہے [illegible] خود خدا [illegible] نے قرآن پاک میں احسان [illegible] اس نعمت عظمیٰ پر شکر یہ بجا لانا [illegible] نعمت کے تحدیث [illegible] جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے

قل بفضل الله و برحمته فبذلک فلیفرحوا (پ ۱۱ سورہ یونس)

یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت پر خوشی مناؤ۔

محبوب خدا ﷺ سے زیادہ خدا کا فضل اور رحمت اور کیا ہو سکتی ہے ان کی تشریف آوری کے شکر یہ میں خیرات کرنا اور اسی طرح خداوند قدوس اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی مدح و ثنا کی مجلس منعقد کرنا اور ایسی محافل میں شرکت کرنا سننا اور سنانا اور خاص دن متعین کرنا جائز اور باعث سعادت دارین ہے ایسی محافل کا انعقاد صحابہ و تابعین [illegible] سے [illegible] ایسی مجالس قائم کیا کرتے تھے جس کا مختصر طور پر ثبوت مندرجہ ذیل [illegible] ہے:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے [illegible] ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے تو آپ نے [illegible] کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ جناب یہ وہ دن ہے جس دن [illegible] پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون پر فتح و نصرت عطا فرمائی اس پر شکر یہ کے [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام روزہ رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا

نحن احق و اولی بموسی علیه السلام منکم فصامه رسول الله ﷺ و امر بصیامه

ترجمہ ہم تم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں پھر آپ نے روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس حدیث شریف سے اسلاف صالحین رحمہم اللہ نے میلاد شریف کی تقریب سعید کے جواز کا استدلال کیا ہے۔ امام الحفاظ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے اصل ثابت پر میلاد شریف کی تخریج ظاہر ہوئی اور وہ اس طرح کہ بخاری و مسلم میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کے دن روزہ دار پایا اور جب انہیں اس کے [illegible] پوچھا تو انہوں نے کہا عاشورہ کے دن اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اس لئے ہم اس کے شکر یہ میں روزہ رکھتے ہیں۔

اس حدیث سے جس دن اللہ نے نعمت عطا فرمائی یا زحمت دفع فرمائی اس معین دن میں شکر بجا لانا اور ہر سال اسی دن اس کا اعادہ کرنا مستفید ہوا اور اللہ کا شکر نفل، روزہ، صدقہ، خیرات، تلاوت وغیرہ عبادات کی ہر قسم سے حاصل ہوتا ہے اور جس دن اس نبی رحمت ﷺ کا ظہور ہوا اس سے بڑی نعمت اور کون سی ہے؟ اس لئے مناسب ہے کہ خاص یوم ولادت کو تلاش کیا جائے تاکہ عاشورہ کے دن موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے مطابق ہو اور جو اس معین دن کا لحاظ نہ کرے وہ مہینہ کے کسی دن یا سال کے کسی دن بھی عمل میلاد کرے کوئی حرج نہیں بہر حال یہ عمل میلاد کی اصل ہے۔

امام جلال الائمۃ والدین سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد شریف کے استحباب پر حسن المقصد فی عمل المولد کے نام سے ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس میں ایک دلیل یہ بھی ارشاد فرمائی ہے کہ امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا حالانکہ حضور ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب بھی آپ کا عقیقہ کر چکے تھے لہٰذا حضور کا دوبارہ عقیقہ فرمانا اس پر محمول ہوگا کہ آپ نے رحمۃ للعالمین مبعوث ہونے پر اللہ کے شکر یہ اور اپنی امت کی تعلیم کے لئے ایسا فرمایا پس حضور ﷺ کی پیدائش پر بطور شکر اجتماع کرنا، کھانا کھلانا اور اس قسم کی نیکیوں کو بجا لانا اور خوشیوں کا اظہار کرنا ہمارے لئے مستحب ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خاص رحمت کے نزول کے دن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک یادگار [illegible]

یہود کا اس تعین پر عمل جاری تھا اور حضور ﷺ نے بھی اس یادگار اور تعین کو برقرار رکھتے ہوئے خود اس متعین روز کا روزہ رکھا اور اپنی امت کو بھی حکم فرمایا اس مضمون فیض مشحون نے روز روشن کی مانند بتا دیا کہ کسی بھی نعمت کے یادگار اور شکر یہ کیلئے خاص دن مقرر کر کے روزہ رکھنا یا کوئی عبادت متعین کرنا جائز بلکہ مطلوب عند الشارع ہے کیوں کہ امر بصیامه وارد ہوا ہے پھر اگر چہ وہ طلب علی سبیل الاستحباب ہو نہ علی وجہ اللزوم۔

بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے عاشورہ کا روزہ فرض تھا اگر موسیٰ علیہ السلام کے شکر یہ کیلئے تعین زمان مستحسن ہے تو سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی ولادت باکرامت کی خوشی اور شکر یہ کیلئے بھی تعین تاریخ بطریق اولیٰ مستحسن اور مستحب ہے اس سے مکابر مجہول یا مشاجر مخذول ہی انکار کر سکتا ہے یہاں سے اس مکر اور فریب کا جواب بھی ظاہر ہو رہا ہے جو کہتے ہیں کہ میلاد وغیرہ صحابہ کرام سے باوجود شدت محبت اور حرص اتباع کے منقول نہیں ہے اس لئے بدعت حرام ہے ہمارا کہنا یہ ہے کہ میلاد شریف کے عملیات یعنی حضور ﷺ کی ولادت کا بیان اور مدح خوانی کی مجلس اور خیرات کرنے کا ثبوت احادیث صحیحہ سے صحابہ اور تابعین و تبع تابعین سے منقول ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے آپ نے مجلس منعقد کرائی اور پھر منبر پر کھڑا کر کے نعت شریف پڑھوائی ہے ولادت شریفہ کے خاص دن (پیر) کو خاص عبادت (روزہ) کے لئے آنجناب ﷺ خود متعین فرما رہے ہیں۔

(۲) مشکوۃ المصابیح میں ہے کہ:

سئل رسول الله ﷺ عن صوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه انزل علی (رواہ مسلم)

یعنی حضور ﷺ سے پیر کے دن ہمیشہ با روزہ ہونے سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس روز میں ہماری ولادت باسعادت ہوئی ہے اور اس روز میں ہم پر قرآن نازل فرمایا گیا ہے اس لئے ان دونوں نعمتوں کے شکر یہ کے لئے ہم روزہ رکھتے ہیں۔

صاحب مرقاۃ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے کام سے زمان یا مکان میں بھی شرف واقع ہو جاتا ہے۔

ان دلائل کے بعد بھی تعین تاریخ یا دن پر بدعت اور حرام کا فتویٰ دینا ایسی جرات اور دیدہ دلیری ہے جس کی مثال نہیں ملتی تعین تاریخ پر چند اور روایات ملاحظہ ہوں:

(۳) اخرج البخاری قال کان عبد الله رضی الله عنه یذکر للناس فی کل خمیس (ج ۱ ص ۱۶)

یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو مقرر ہ لوگوں کو وعظ فرماتے تھے۔

ف اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی کام کے لئے کوئی بھی دن مقرر کرنا جائز ہے۔

(۴) عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قرا الیوم اکملت لکم دینکم الایة و عنده یهودی فقال ابن عباس رضی الله عنهما فانها نزلت فی یوم عیدین فی یوم جمعة و یوم عرفة.

(رواہ الترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک یہودی بولا اگر یہ آیت پُر بشارت ہماری یہودی قوم پر نازل ہوتی تو ہم اس روز عید کا روزہ مقرر کرتے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نزول کا دن ہمارے یہاں عیدین یعنی دو عید کا جامع ہے یعنی حج اور جمعہ کا دن۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی خیر و برکت کے امر کی یادگار کے لئے کوئی بھی دن مقرر کرنا مکروہ نہیں ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہودی کے قول کی تائید نہ کرتے اور نہ اس یادگار دن کے تعین کا ثبوت دیتے بلکہ یہ فرماتے کہ ایسا تعین اور تقرر اسلام میں جائز نہیں ہے۔ تو اگر آیت شریفہ کے نزول، برکت شمول کے دن کو عید منانا جائز ہے تو جس ذات ستودہ صفات پر آیت مقدسہ نازل ہوئی اس کی تشریف آوری کے زمانے کو عید منانا اور خوشی کرنا یا خیرات کے لئے تعین زمان کرنا کیوں جائز نہ ہوگا؟

مخالفین تعین کی بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ تعینات عادیہ کو تعینات شرعیہ پر حمل کرتے ہیں حالانکہ تعین شرعی کے لئے نص شارع کی ضرورت ہے اور وقت متعین سے تقدیم و تاخیر ناجائز ہے جیسے وتر کیلئے عشاء اور اضحیہ کے لئے ایام نحر، حج کیلئے حج کا مہینہ باقی تعین عادیہ کے لئے نہ نص کی ضرورت ہے نہ تقدیم و تاخیر میں کوئی حرج بلکہ شریعت سے علی الاطلاق جائز ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی وقت ان پر عمل کیا جائے تو روا ہے پھر اگر کسی مصلحت یا سہولت کی بنا پر کسی ایک وقت کو مقرر کر دیا جائے تو منع کی خاص نص ملنے کے بغیر کوئی حرج نہیں ہے تعینات عادیہ کی ہزار ہا مثالیں ہیں ولیمہ کی دعوت مسنونہ یا عقیقہ یا عرس یا گیارہویں شریف کی خیرات اور ایصال ثواب کیلئے تیجہ، جمعہ، چالیسواں کے روز کا تعین تعینات عادیہ میں سے ہے۔ اگر تعین آپ کے

نزدیک مکروہ ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے بغیر اعتقاد لزوم و تعیین کبھی یہ روزے یا میلاد شریف کیا ہے؟ اگر نہیں تو تقیہ ایسے اعتراضات سے کیا فائدہ؟

حضرت صدیق اکبر و ابوھریرہ رضی اللہ عنھما کا عمل

نقل الشیخ محمد عابد السندی رحمۃ اللہ علیہ فی رسالتہ عن کتاب الشمالی و یوم مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ذبح ابو بکر رضی اللہ عنہ مائۃ ناقۃ و تصدق بھا و تصدق ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ تعالی عنہ فی ذلک بثلاثۃ اقراص من شعیر۔

شیخ محمد عابد سندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے کہ یوم ولادت کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک سو اونٹنی ذبح کر کے خیرات کی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی تین قرص جو میلاد شریف کے دن خیرات کئے۔

اقوال العلماء رحمھم اللہ: (۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ الانتباہ میں فرماتے ہیں:

کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلۃ النبی ﷺ الخ

ترجمہ: میں ولادت باسعادت کے دن حضور ﷺ کی نذر طعام کی نذر ہمیشہ طعام تیار کرکے خیرات کرتا تھا ایک سال میرے پاس اتنی گنجائش نہیں تھی صرف چند چنے دستیاب ہوئے جو میں نے تقسیم کر دیے رات کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اور دیکھا کہ وہ چنے بھی حضور ﷺ کے سامنے پڑے ہوئے تھے اور آپ بہت خوش اور راضی نظر آتے تھے۔

(۲) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ ایک سال کے جواب میں فرماتے ہیں اور تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد می شود مجلس ذکر مولود شریف مجلس ذکر شہادت حسین رضی اللہ عنہم۔

ترجمہ: فقیر کے گھر میں سال میں دو مجلسیں منعقد ہوا کرتی ہیں ایک میلاد شریف کی مجلس دوسری شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی مجلس۔

(۳) شیخ الشیوخ حامی السنۃ ماحی آثار البدعۃ قطب الاقطاب جناب حضرت مولانا پیر سید محمد راشد ملقب بہ پیر سائیں روضے دھنی قدس سرہ (بانی سلسلہ راشدیہ وقادریہ) کا ایک مکتوب بلا فت اسلوب نقل کیا جاتا ہے:

مترجم: آپ نے خلیفہ محمد حسین ساکن نارا کے میلاد شریف کے استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا:

شمائل محمدیہ میں ہے کہ ثویبہ رضی اللہ عنہا ابولہب کی لونڈی تھی جس نے ابولہب کو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی بشارت دی تھی تو ابولہب نے مائی ثویبہ کو اسی وقت آزاد کر دیا ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں جہنم میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور جن دو انگلیوں سے حضور کی ولادت باسعادت کی خوشی میں میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا ان سے پانی پیتا ہوں کیوں کہ اس لونڈی نے مجھے ولادت کی خوشخبری سنائی تھی اور حضور ﷺ کو دودھ بھی پلایا۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کافر ابولہب کو جس کی مذمت میں قرآن پاک نازل ہوا ہے دوزخ میں ہوتے ہوئے بھی ولادت مقدسہ کی رات خوشی کرنے سے خوشی اور فرحت معاوضہ دیا جاتا ہے۔ تو پس اس مسلمان موحد کو پتہ نہیں کیا کچھ حاصل ہوگا جو آپ کی ولادت مقدسہ پر خوشی کرتا ہے اور عید مناتا ہے اور آپ کی محبت میں حتی الوسع خیرات کرتا ہے قسم ہے کہ اس کا بدلہ اللہ عزاسمہ کے دربار پاک سے یہ ہوگا کہ اس کو بہشت میں داخل کیا جائے گا اس لئے اہل اسلام ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی مجالس منعقد کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں اور نعت خوانی کرتے رہتے ہیں جس سے ان پر اللہ تعالی کے بڑے احسان اور فضل ہوتے رہتے ہیں اس خوشی منانے والے اور خیرات کرنے والے کو ایک خاص فائدہ حاصل ہوتا ہے جو مجرب خاصیت اور تاثیر ہے وہ یہ ہے کہ اس خوشی منانے والے اور خیرات کرنے والے کو پورے سال میں ہر بلا سے امن ہوگا اور اس کے جملہ دینی و دنیوی نیک مقاصد پورے ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ اللہ سبحانہ وتعالی اس مومن پر رحم فرمائے جو ماہ میلاد مبارک کی راتوں کو عید نہیں مناتا۔

اور وہ شخص جس کو مرض سختی اور منافقت ہے اس کی حسد کینہ کی بیماری اور زیادہ ہو۔

(موجب یہ رسالہ عبدالحق محدث دھلوی و مولود جزری وغیرہ)

جب اس کافر ابولہب جس کے بارے میں قرآن پاک شاہد ہے کہ ہلاک اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا ہے کو بھی حضور ﷺ کی خوشی منانے پر پیر کے دن عذاب سے معافی ملتی ہے تو جو مومن محب موحد ہے اور حضور پرنور فداہ امی وابی کی خوشیاں مناتا ہوا اور خیرات کرتا ہوا فوت ہوا ہو اس کو کیا کیا انعام و اکرام

عطا ہوگا؟ اس کا اندازہ مشکل ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۵ ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ ۹۸

ہمارے ہاں میلاد بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے ایک شخص کہتا ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں؟

سائل عبدالکریم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو مجالس میلاد النبی ﷺ منعقد کرتے ہیں اس کے فوائد بے شمار ہیں فقیر کے رسالے "برکات میلاد" میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ الحمد للہ ہم تو امتی اور مومن ہیں اس سے ایک مشہور کافر کو بھی فائدہ ہوا چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کے چچا ابولہب کو اس کی لونڈی ثویبہ نے آ کر کہا میرے آقا آپ کے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر نہایت خوبصورت فرزند پیدا ہوا ہے ابولہب اس خبر کو سن کر اس قدر خوش ہوا کہ ثویبہ کو آزاد کر دیا سب مسلمان جانتے ہیں کہ ابولہب نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اپنی ساری زندگی آپ ﷺ کی دشمنی میں صرف کر دی تھی۔ اور ایسا سخت کافر کہ قرآن مجید میں پوری سورۃ تبت یدا ابی لھب الخ اس کی مذمت میں اتری۔ اس کے باوجود حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کرنے کا جو فائدہ اس کو حاصل ہوا بخاری شریف میں ہے:

فاذا مات ابو لھب فراہ بعض اھلہ حیبۃ قال لہ ما ذا لقیت؟ قال ابو لھب لم الق بعدکم خیرا انی سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبۃ

جب ابولہب مرا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اس کو خواب میں بہت برے حال میں دیکھا۔ پوچھا کیا گزری؟ ابولہب نے کہا تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی ہاں مجھے کلمے کی اس انگلی سے پانی ملتا ہے جس سے میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ میں نے اس انگلی کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

فائدہ: ابولہب کافر تھا ہم مومن، وہ دشمن ہم غلام، اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی ہم رسول اللہ

ﷺ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں جب دشمن اور کافر کو ولادت کی خوشی کرنے کا اتنا فائدہ پہنچ رہا ہے تو غلاموں کو کتنا فائدہ پہنچے گا؟

دوستاں را کجا کنی محروم

تو کہ با دشمناں نظر داری

یعنی دوستوں کو کب محروم کرو گے جبکہ دشمنوں پر بھی نظر کرم رکھتے ہو۔

انتباہ: ابولہب نے محض رسم و رواج کے مطابق خوشی کا اظہار کیا تو اسے یہ انعام ملا۔ بفضلہ تعالی ہم تو نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ایمان لا کر اسلامی خوشی کرتے ہیں اور ایسی مقدس مجالس مناتے ہیں ہمیں تو اس سے بڑھ کر انعام ملے گا۔ چنانچہ چند حوالے پیش خدمت ہیں:

(۱) شیخ المحدثین حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث جس میں ابولہب کو ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کرنے سے پانی ملنا مذکور ہے کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دریں جاسند است مر اہل موالید را کہ در شب میلاد آں حضرت ﷺ سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود قرآن بمذمت وے نازل شدہ چوں سرور میلاد آں حضرت وبذل جاریۃ وے بجھت آں جزا دادہ شد تاحال مسلمان کہ مملو است بمحبت و سرور بذل مال در وے چہ باشد و لیکن باید کہ از بدعتہا کہ عوام احداث کردہ اند از تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد۔

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۹)

یعنی اس حدیث میں میلاد شریف کرنے والوں کے لئے روشن دلیل ہے جو سرور عالم ﷺ کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب کو جو کافر تھا اور جس کی مذمت میں قرآن پاک نازل ہوا جب حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں محبت سے بھرپور ہو کر مال خرچ کرتا ہے اور میلاد شریف کرتا ہے لیکن چاہیے کہ میلاد شریف عوام کی بدعتوں یعنی گانے بجانے، حرام آلات اور منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔

(۲) امام المحدثین علامہ احمد بن محمد قسطلانی شافعی المصری رحمۃ اللہ علیہ میلاد شریف کرنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں

و لازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه الصلوة والسلام و يعملون الولائم و يتصدقون فی لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور و يزيدون فی المبرات يعتنون بقراءة مولده الكريم و يظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم و مما جرب من خواصه انه امان فی ذلک العام و بشری عاجلة بنيل البغية و المرام فرحم الله امرا اتخذ ليالی شهر مولده المبارک اعيادا ليكون اشد علة علی من فی قلبه مرض و عناد۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۴۰)

یعنی حضور ﷺ کی ولادت کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں چنانچہ ان پر اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کیلئے امن و امان کا سال ہوتا ہے اور میلاد شریف کرنے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے ماہ ولادت کی تمام مبارک راتوں کو عید بنالیا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت و مصیبت ہو اس شخص پر جس کے دل میں مرض و عناد ہے۔

فائدہ: علامہ قسطلانی کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ ماہ ربیع الاول شریف میں میلاد کی محفلیں منعقد کرکے ذکر ولادت کرنا اور انواع و اقسام کے کھانے پکانا اور شیرینیاں تقسیم کرنا اور خوشی و مسرت کا اظہار کرنا ہمیشہ سے اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے نیز وہ شخص جو میلاد کی راتوں کو عید مناتا اور محفل شریف کرتا ہے اس کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور اس پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہ سب کچھ اس کے لئے سخت مصیبت ہے جس کے دل میں مرض و عناد ہے۔

(۳) علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر روح البیان آیہ کریمہ محمد رسول اللہ کے تحت

فرماتے ہیں:

ومن تعظيمه عمل المولد اذا لم يكن فيه منكر قال الامام السيوطی يستحب لنا اظهار الشكر لمولده عليه السلام۔

(روح البیان ج ۹ ص ۶۶۱)

یعنی میلاد شریف کرنا بھی حضور ﷺ کی ایک تعظیم ہے جبکہ وہ بری باتوں سے خالی ہو امام سیوطی نے فرمایا ہے کہ ہمارے لئے حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلا من السنة و كذا الحافظ السيوطی ورد علی من قاله ان عمل المولد بدعة ممنوعة۔

(روح البیان ج ۹ ص ۶۶۱)

یعنی حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے میلاد شریف کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو میلاد کو بدعت کہہ کر منع کرتے ہیں۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اخبرنی سيدی الوالد قال كنت اصنع فی ايام المولد طعاما صلة بالنبی ﷺ فلم يفتح لی سنة من السنين شیء اصنع طعاما فلم اجد الا حمصا مقليا فقسمته بين الناس فرأيته ﷺ بين يديه هذه الحمص متبهجا بشاشا۔

(در ثمین ص ۳)

میرے والد ماجد نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد شریف کے دنوں میں حضور ﷺ کی خوشی میں کھانا پکوایا کرتا تھا ایک سال سوائے بھنے ہوئے چنوں کے کچھ میسر نہ آیا وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے روبرو ہیں اور آپ بہت مسرور اور خوش ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قل بفضل الله و برحمته فبذلک فليفرحوا۔

(پارہ ۱۱ آیت ۵۸ سورۃ یونس)

یعنی فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر چاہیے کہ لوگ خوشی کریں۔

فائدہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے فضل و رحمت کے حصول پر خوشی کا اظہار کرنا حکم الٰہی ہے اور بلا شبہ حضور ﷺ کی ذات اقدس مومنوں کے لئے اللہ کا فضل عظیم اور رحمت عمیمہ ہے تو جس روز اس نعمت و رحمت کی تشریف آوری ہوئی اس روز خوشی کرنا اس آیہ کریمہ پر عمل ہوا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و ذكرهم بايام الله۔ (پارہ ۱۳ آیت ۵ سورۃ ابراہیم)

یعنی اور یاد دلاؤ ان کو اللہ کے دن۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سب دنوں اور راتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے اور سب دن اللہ کے ہی ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے دن ہیں جن کو خاص طور پر یاد دلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے اہل ایمان جانتے ہیں کہ سردار دو جہان باعث کون و مکاں رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں باقی تمام نعمتیں انہیں کا صدقہ ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

تو جس دن یہ نعمت عظمیٰ عطا ہوئی اس دن کو یاد دلانا اور لوگوں کو بتانا کہ یہ ہے وہ دن جس دن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بھیج کر مومنوں پر بڑا احسان و انعام فرمایا۔ اس حکم الٰہی کی تعمیل ہے اور اسی پر ان ایام کو جن میں بڑے بڑے واقعات ظہور میں آئے اور بزرگان دین پر انعامات الٰہیہ ہوئے قیاس کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو ان سے فرمایا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ دن نہایت مقدس و مبارک ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمن فرعون سے نجات بخشی اور ہم تعظیما اس دن کا روزہ رکھتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا

کہ فنحن احق بموسی منكم فصامه و امر بصيامه (بخاری و مسلم و ابو داؤد)

یعنی ہم موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں پس حضور ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

جس دن اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات بخشی وہ دن قوم بنی اسرائیل کے نزدیک مبارک اور حضور ﷺ کے نزدیک اس کا مبارک ہونا مسلم۔ بنی اسرائیل اس دن کی تعظیم کریں اور اس کو منائیں تو حضور ﷺ اس کو بدعت نہ کہیں بلکہ فرمائیں کہ ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں کہ اس کی تعظیم کریں اور اس کو منائیں چنانچہ خود بھی منایا اور منانے کا حکم بھی دیا تو جس دن کائنات کے نجات دہندہ تشریف لائے جن کے تشریف لانے سے کائنات کو کفر و شرک ظلم و ستم جہالت و گمراہی سے نجات ملی وہ دن کیوں نہ منایا جائے۔

آخری گذارش: حق یہ ہے کہ میلاد کی محفلیں کرنا بہت ہی زیادہ رحمت و برکت کا باعث ہے کیونکہ سامعین کو حضور اکرم ﷺ کے حسب و نسب، پیدائش و پرورش، بچپن و جوانی، بعثت و نبوت، فضائل و کمالات، اولاد و ازواج اور بہت سے دینی مسائل معلوم ہو جاتے ہیں اور آج کل اس کی سخت ضرورت ہے نیز حضور اکرم ﷺ کے فضائل و کمالات اور حالات و واقعات سن کر ایمان قوی ہوتا ہے اور محبت بڑھتی ہے عمل میں تیزی، جذبات میں فرحت، اپنے اخلاق و اعمال کو انہیں کے ارشاد کے مطابق کرنے کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو محسن کائنات ﷺ کی سیرت و صورت خصائص، محامد کے بیان اور حمد و نعت کے نغموں سے اپنے قلوب کو منور اور صلوٰۃ و سلام کا تحفہ پیش کرکے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔ فجزاهم الله خير الجزاء۔

شب میلاد کی عظمت: امام المحدثین علامہ احمد بن محمد القسطلانی شافعی المصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"شب میلاد حضور ﷺ شب قدر سے بھی افضل ہے۔"

اس لئے کہ:

ان ليلة المولد ليلة ظهوره ﷺ و ليلة القدر معطاة له و ما شرف بظهور ذات

المشرف من اجله اشرف مما شرف بسبب ما اعطيه و لا نزاع فى ذلك فكانت ليلة المولد افضل من ليلة القدر الثانى ان ليلة القدر شرفت بنزول الملئكة فيها وليلة المولد شرفت بظهوره ﷺ ان ليلة المولد وقع فيها التفضيل على امة محمد ﷺ وليلة المولد الشريف وقع التفضيل فيها على سائر الموجودات فهو الذى بعثه الله عزوجل رحمة للعالمين فعمت به النعمة على جميع الخلائق فكانت ليلة المولد اعم نفعا فكانت افضل فيا شهرا ما اشرفه و أوفر حرمة لياليه كانها اللالى فى العقود

(زرقانی علی المواهب ج ۱ ص ۱۳۵)

یعنی میلاد کی شب خود حضور اکرم ﷺ کے ظہور کی رات ہے شب قدر حضور کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات اقدس سے شرف ملا وہ اس رات سے افضل قرار پائے گی جو آپ کو دیئے جانے کی وجہ سے شرف والی ہے اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے لہذا شب میلاد شب قدر سے افضل ہوئی دوسری وجہ افضل ہونے کی یہ ہے کہ لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد نفس نفیس حضور ﷺ کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی تیسری وجہ لیلۃ المیلاد کے افضل واکرم ہونے کی یہ ہے کہ شب قدر میں حضور اکرم ﷺ کی امت پر فضل واحسان ہے اور شب میلاد میں تمام موجودات عالم پر فضل و احسان ہے کیونکہ اللہ نے حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے تو آپ کی وجہ سے اللہ کی نعمتیں تمام خلائق پر عام ہو گئیں پس شب میلاد بلحاظ نفع شب قدر سے بڑھ کر ہے لہذا شب میلاد افضل ہے اے میلاد کے مبارک مہینے! تو کس قدر افضل واشرف ہے اور تیری راتوں کی حرمت کتنی وافر ہے گویا کہ وہ راتیں عقود زمانہ میں انوار کے موتی ہیں۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ماثبت بالسنۃ ص ۷۸ میں شب میلاد کے افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳۷۹ھ

مسئلہ ۹۹

ہمارے ہاں ایک صاحب کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت تو ۹ ربیع الاول کو ہوئی تم لوگ ۱۲ ربیع الاول کہتے ہو یہ غلط ہے؟

سائل حافظ بشیر مغل

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کس سال کس تاریخ کس دن میں ہوئی۔ جہاں تک ماہ اور دن کا تعلق ہے اس میں سب کا اتفاق ہے کہ ماہ ربیع الاول شریف دن پیر تھا چنانچہ علامہ امام محمد بن عبدالباقی المالکی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

المشهور انه ولد فى ربيع الاول و هو قول جمهور العلماء و نقل ابن الجوزى الاتفاق۔

(زرقانی ج ۱ ص ۱۳۰)

اور مشہور یہی ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور محدث ابن جوزی نے اس بات پر اجماع واتفاق نقل کیا ہے۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سئل رسول الله ﷺ عن صوم الاثنين فقال فيه ولدت وفيه انزل على۔

(مسلم مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۹)

حضور ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اسی دن ہماری ولادت ہوئی اور اسی دن ہم پر وحی نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ولد رسول الله ﷺ يوم الاثنين

(احمد زرقانی علی المواهب ج ۱ ص ۱۳۳)

حضور اکرم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے۔

و كان مولده ايضا و نقلته ليوم الاثنين هذا الامر معتبر

(روضۃ اللطیف)

اور آپ کی ولادت شریف اور وفات شریف پیر کو ہوئی اور یہ بات معتبر ہے۔

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے کتب تاریخ وسیرت میں ربیع الاول کی دو، آٹھ، دس بارہ

وغیرہ کی روایات موجود ہیں اگرچہ بعض محققین نے قواعد ریاضی سے حساب لگا کر ۸ ربیع الاول شریف کو قطعی قرار دیا ہے اور بعض نے قواعد ہیئت سے ثابت کیا ہے کہ ربیع الاول کی نویں تاریخ تھی حالانکہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت ظاہر ہے نیز اکثر محققین کے نزدیک بارہ ربیع الاول ہی ترجیح ہے۔

(۱) شارح بخاری امام احمد بن محمد القسطلانی الشافعی المصری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

والمشهور انه ﷺ ولد يوم الاثنين ثانى عشر ربيع الاول وهو قول محمد بن اسحق و غيره و قال عليه العمل لاهل مكة قديما الخ

اور مشہور یہی ہے کہ آپ ﷺ پیر ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور یہی محمد بن اسحاق و دیگر علماء نے فرمایا ہے اور اسی پر اہل مکہ کا قدیم سے عمل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ذیقعد ۱۳۹۵ھ

مسئلہ ۱۰۰

ہمارے علاقے میں بعض لوگ مولود شریف وناجائز کہتے ہیں فقط پیدائش پر کوئی دن مقرر نہ کرو اور لوگوں کو دعوت دیکر نہ بلاؤ اور گیارہویں وغیرہ جو کوئی کھانا کھلاتا ہے اس کھانے کو حرام کہتے ہیں اور سامنے رکھ کر فاتحہ دینا شرک ہے۔ ان سب مسائل کا جواب بادلائل تحریر فرمائیں کہ ہمارے دل کا شک رفع ہو جائے اور سب راہ راست پر آ جائیں۔

سائل مدثر بٹ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مولود شریف جائز ہے بلکہ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی پیدائش کا واقعہ منبر شریف پر کھڑے ہو کر مجمع عام میں بیان فرمایا ہے تو اچھی نیت سے تو بدرجہ اولیٰ درست ہوگا۔ ترمذی شریف باب فضائل النبی ﷺ میں حضور ﷺ کا خود واقعہ پیدائش بیان فرمانا مذکور ہے لوگوں کو دعوت دینی بھی جائز ہے اور دن مقرر کرنا بھی جائز ہے اللہ تعالیٰ نے ہر کام کیلئے دن مقرر کر دیا ہے انسان اس خاص وقت میں اس کام کو سرانجام دے یہاں بھی اسی آسانی کیلئے کیا جاتا ہے تاکہ اسوقت پر کام انجام پا جائے اور حضور کے شیدائی اس وقت حاضر

ہو کر آپ کے اوصاف حمیدہ کو سن کر نور ایمان حاصل کریں بہت افسوس ان مسلمانوں کے حال پر جو حضور ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور مولود شریف کیلئے دن مقرر کرنے اور دعوت دینے کو ناجائز کہتے ہیں یا نکاح شادی ولیمہ کا جلسہ یا بڑوں کی آمد ورفت کیلئے دعوت بھی کیلئے دن مقرر کرنا اور دعوت دینا جائز ہے؟ ایسی سمجھ اور ایسی جھوٹی محبت پر صد افسوس۔

(۳) گیارہویں شریف کا کھانا جائز و متبرک جس حلال پاک کھانے پر قرآن پاک پڑھا جائے اس کے متبرک ہونے سے کون مشتبہ ہو سکتا ہے۔

(۴) خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی وفات کے تیسرے روز دودھ تقسیم فرمایا جو کہ روٹی صدقہ دی تھی اور اس کو حاضرین پر تقسیم کرا دیا تھا کتاب [illegible] میں مرقوم ہے اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ([illegible]) میں اس روایت کو نقل کیا ہے اس کو شرک کہنے والا شرک کی تعریف سے ناواقف ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ج ۱۳۸۸ھ

مسئلہ ۱۰۱

میلاد شریف منانا اور اس پر خوشی منانا کیسا ہے؟

سائل سنی بٹ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

میلاد کی خوشی کرنا اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھنا یوم میلاد کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر روزے سے بھی ادا ہو سکتا ہے اور صدقہ خیرات سے بھی جب حضور ﷺ خوشی منا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تو ہم خوشی منا کر رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہ ادا کریں کہ اس نے ہمیں اپنا محبوب اور تمام نبیوں کا سردار عطا فرمایا اور ہمیں تمام امتوں سے بہتر امت بنایا حضور ﷺ نے یہ عمل کر کے امت کو بتا دیا کہ میری ولادت کی خوشی مہینہ اور سال بعد نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو ہر ہفتہ میرے میلاد کی خوشی اور تعظیم کرنا حضور ﷺ

سے بھی کرتے صحابہ کرام نے اس طریقہ کو جاری رکھا اور اسی کا نام میلاد ہے اور اب جو بھی پیر کے دن روزہ رکھے گا گویا وہ حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی کر رہا ہے اگر میلاد منانا بدعت ہے تو پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ حضور ﷺ نے خوشی کا وہ طریقہ اختیار فرمایا ہے جس کو ہر امیر و غریب اپنا کر ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۲۳ رجب ۱۳۸۹ھ

مسئلہ = ۱۰۲ ء

محفل میلاد اور محفل نعت خوانی کا شرعی حکم کیا ہے؟

سائل عبدالرازق

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

میلاد النبی حضور ﷺ پر صلاۃ و سلام اور آپ کی نعتیں پڑھنے اور آپ کا ذکر ولادت و سیرت و صورت لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا نام ہے۔

حضور ﷺ نے خود صحابہ کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر اپنا میلاد بیان فرمایا اور صحابہ کرام کو اپنی نعتیں پڑھنے کا حکم دیا اسی کا نام میلاد ہے ہم روزانہ، ہر ہفتہ اور ہر مہینہ عموماً اور سال کے بعد خصوصاً محفل میلاد منعقد کر کے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت پر عمل کرتے ہیں

آقا کی ثنا خوانی دراصل عبادت ہے

ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں

علامہ شیخ علی قاری صاحب مرقات نے محفل میلاد کے جواز پر بیس (20) دلائل بیان کئے ہیں جو لائق مطالعہ ہیں آپ فرماتے ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ میلاد النبی ﷺ کی محفل کرنا جائز ہے اور آپ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی نعت سننے کے لئے اس محفل میں شریک ہونا جائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی خاص اور معین رات میں محفل میلاد منعقد کرنا سنت ہے اور جو شخص کسی خاص اور معین رات میں محفل میلاد کی سنیت کا معتقد ہو وہ بدعتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کے ساتھ تعلق ہر وقت مطلوب ہے ہاں جس مہینہ میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اس مہینہ کو

قوی ترجیح ہے آٹھویں دلیل یہ ہے کہ جو شعراء صحابہ آپ ﷺ کی مدح کرتے تھے اور نعتیہ اشعار پڑھتے تھے آپ ان سے خوش ہوتے اور ان کو انعامات سے نوازتے تو جب محفل میلاد میں آپ کے شمائل اور فضائل کا بیان ہو گا اور نعت خوانی ہو گی تو آپ ﷺ اس سے خوش ہوں گے اور آپ ﷺ کی خوشی شرعاً مطلوب ہے

المورد الروی فی مولد النبی ﷺ مطبوعہ مدینہ منورہ میں تقریباً بیس دلائل محدث کبیر عالم جلیل الشیخ السید علامہ محمد بن علوی مالکی خادم العلم الشریف ببلد اللہ الحرام نے ذکر کئے ہیں

فقیر میلاد النبی ﷺ کے جواز پر صرف وہ احادیث جمع کرتا ہے جس میں صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے سامنے یا بعد از وصال نعت خوانی کی تاکہ کوئی اس وہم میں نہ رہے کہ نعت خوانی آج شروع ہوئی ہے لہذا یہ بدعت ہے۔ فقیر بتانا چاہتا ہے کہ اصل نعت خوانی حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت ہے اور دور صحابہ کے بعد سے آج تک جتنی نعتیں لکھیں یا پڑھی جا رہی ہیں سب صحابہ کرام کی نعت خوانی کے ترجمے ہیں اور نعت خوانی کا نام ہی میلاد ہے اور عشق و محبت کی نظر سے دیکھا جائے تو سارا قرآن وحدیث حضور ﷺ کی نعت شریف ہے جب رب تعالی خالق و مالک ہو کر قرآن میں اپنے محبوب ﷺ کی تعریفیں کرتا ہے نعتیں پڑھتا ہے اور درود پڑھتا ہے تو ہم غلام ہو کر رب کی سنت پر عمل کیوں نہ کریں۔

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور ﷺ

تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ ﷺ کی

میلاد شریف اور نعت خوانی کی احادیث

(۱) عن العباس رضی اللہ عنہ انہ جاء الی رسول اللہ ﷺ **و کانہ سمع شیئا فقال النبی** ﷺ علی المنبر فقال من انا؟ فقالوا انت رسول اللہ علیک السلام، قال: **انا محمد بن** عبد اللہ ابن المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم **فجعلھم فرقتین فجعلنی فی** خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فانا خیرھم نفسا و خیرھم بیتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا شاید حضور ﷺ تک خبر پہنچی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ

نے منبر پر قیام فرما کر پوچھا تاؤ میں کون ہوں؟ سب نے کہا آپ اللہ تعالی کے رسول ہیں آپ پر اللہ کا سلام ہو فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا پھر ان کے دو حصے کئے (عرب و عجم) تو ہم کو ان کے بہتر یعنی قریش میں کیا پھر قریش کے چند خاندان بنائے ہم کو ان کے سب سے بہتر خاندان یعنی بنی ہاشم میں سے کیا۔ تو میں ان سب میں ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں اور خاندان کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

(ترمذی حدیث: ۳۶۰۸، مشکوۃ حدیث: ۵۷۵۷ کتاب الفضائل)

فائدہ: میلاد شریف ذکر پیدائش کا نام ہے اور حضور ﷺ نے اپنا میلاد شریف منبر پر تشریف فرما کر صحابہ کرام کے مجمع میں بیان کیا معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے جس نے سب سے پہلے محفل میلاد منعقد کی وہ خود صاحب میلاد ہیں دوسری بات یہ معلوم ہوئی حضور ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل ۔۔۔۔ اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

(۲) عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ **یقول: انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ سانبئکم بتاویل ذلک دعوۃ ابی ابراھیم و بشارۃ عیسیٰ ورؤیا امی التی رات انہ خرج منھا نور اضاءت لہ قصور الشام۔**

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب میں خاتم النبیین (لکھا ہوا) تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے اور میں تم کو اس کی تاویل بتاتا ہوں میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں اپنی والدہ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا کہ ان سے ایسا نور نکلا تھا جس سے ان کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے

(احمد حدیث: ۱۷۱۶۲، مشکوۃ ص ۵۱۳ کتاب الفضائل باب فضائل سید المرسلین)

فائدہ: صحابہ کرام کے مجمع میں حضور ﷺ نے اپنا نسب نامہ اپنی نعت شریف، اپنی ولادت کا واقعہ بیان

فرمایا یہی میلاد شریف میں ہوتا ہے۔

فائدہ: علامہ سید علوی مالکی لکھتے ہیں

ان اول المحتفلین بالمولد ھو صاحب المولد و ھو النبی ﷺ

(کما جاء فی الحدیث الصحیح الذی رواہ مسلم)

سب سے پہلے محفل میلاد منعقد کرنے والے خود صاحب میلاد نبی کریم ﷺ ہیں جیسا صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔

(۳) **عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ سئل عن صوم یوم الاثنین قال: ذالک یوم ولدت فیہ و یوم بعثت او انزل علی فیہ۔**

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس دن میری پیدائش ہوئی اس دن مجھے مبعوث کیا گیا یا اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

(مسلم کتاب الصیام، مشکوۃ کتاب الصیام باب الصیام التطوع)

فائدہ

فھذا اصح و اصرح نص فی مشروعیۃ الاحتفال بالمولد النبوی الشریف ولا یلتفت لقول من قال: ان اول من احتفل بہ الفاطمیون لان ھذا اما جھل او تعامی عن الحق

یہ حدیث شریف محفل میلاد کے جواز پر سب سے زیادہ صحیح اور صریح دلیل ہے ان لوگوں کی طرف التفات نہ کیا جائے جو کہتے ہیں کہ سب سے پہلے فاطمیوں نے محفل میلاد منعقد کی اس لئے کہ یہ یا تو جہالت ہے یا جان بوجھ کر حق سے اندھا پن ہے۔

(حول الاحتفال للسید علوی مالکی ص ۱۵)

دوسری جگہ یہی حدیث بیان کر کے لکھتے ھیں: نبی کریم ﷺ اس دن کی تعظیم کرتے تھے اور اس دن سب سے بڑی نعمت عطا ہونے پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے تھے اور یہی محفل میلاد کی روح ہے اگرچہ صورت مختلف ہے لیکن اصل معنی موجود ہے (یعنی اس دن کی تعظیم اور رب کی نعمت کا شکر ادا

کرنا) یہ برابر ہے چاہے روزہ کے ساتھ اس دن کی تعظیم کی جائے یا کھانا کھلانے، ذکر وفکر، درود شریف اور آپ کے فضائل وکمالات کی محفلیں منعقد کر کے اس دن کی تعظیم کی جائے۔

(حول الاحتفال للسید علوی مالکی ص ۲۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم ولادت کو خود بیان فرمایا۔ اس کے دلائل فقیر نے اپنے رسالہ "نعت خوانی عبادت ہے [مطبوعہ] اور نعت خوانی پر انعام نبوی" [مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور] میں ذکر کیے ہیں یہاں بھی چند نعت خوانی کے انعام یافتہ کا ذکر کرتا ہوں:

سیدنا حسان رضی اللہ عنہ: سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی نعت خوانی میں وافر حصہ لیا اس طرح آپ کو انعام بھی وافر نصیب ہوا ایک مثال حاضر ہے:

(۱) عن عائشة قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول لحسان ان روح القدس لا يزال يويدك ما نافحت عن الله و رسوله وقالت وسمعت رسول الله ﷺ يقول هجاهم حسان فشفى واشتفى (رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسان رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جبرائیل علیہ السلام تمہاری تائید کیا کرتے ہیں جب تک تم اللہ اور رسول کی طرف سے مقابلہ کرتے ہو اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا حسان رضی اللہ عنہ نے کفار کی ہجو کی جس سے شفا دی مسلمانوں کو اور خود بھی شفا پائی یعنی سب کی تشفی ہوئی۔

فائدہ: جبرائیل علیہ السلام کا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مدد دینا اسی وجہ سے تھا کہ حضور ﷺ کو اشعار پسند تھے اسی لئے حضور ﷺ حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد شریف میں منبر رکھواتے تا کہ وہ اس پر بیٹھ کر نعتیہ اشعار پڑھیں۔

انعامات: (۱) حسان رضی اللہ عنہ سے سرور ہر دوسرا ﷺ کا نعت سننا کوئی معمولی انعام ہے دور حاضر میں اس نعت خوان کی حالت دیکھ لیں جس کی نعت خوانی سننے کے لئے ملک کا کوئی سربراہ شامل مجلس ہو۔

(۲) حضور سرور دو عالم ﷺ کی غیب پر نگاہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تائید کی نوید سنائی یہ کوئی معمولی انعام ہے کہ ملائکہ کا صدر فرشتہ تائید کر رہا ہے آج کل دیکھ لیں جس نعت

خوان کو کوئی بڑے عہدے والا تحسین وآفرین سے نوازے تو وہ نعت خواں خود کو کتنا بلند قدر سمجھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ

ان العباس بن عبد المطلب مدح النبی ﷺ بابيات على قافية بديعة و منهما قوله وانت مما ولدت فقال يا عم لكل شاعت جائز تک ان الخلافة فی عقبک الی یوم القيمة.

(ثمرة الاوراق على المستطرف عن كتاب العلوم للقرطبی ج ۲ ص ۱۰)

فائدہ: مواہب لدنیہ میں ہے حضور ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ کو نعت سناؤں آپ نے اجازت بخشی تو مکمل ایک قصیدہ پڑھا جو ان کا اپنا تیار کردہ تھا آگے اسے مکمل فقیر نے لکھ دیا ہے۔ فوائد: (۱) نعت سننا سنت ہے۔ (۲) اس پر انعام دینا بھی سنت (۳) نعت سنانا سنت اس لئے کہ حضور نے اس کی اجازت بخشی ہے۔

نعت کا انعام صدیوں کی حکومت: ثمرۃ الاوراق کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نعت پر انعام بخشا کہ اے چچا ہر شاعر کو اشعار پر انعام دیا جاتا ہے میں نے تمہیں اس انعام کے بدلے آپ کی اولاد کے لئے خلافت بخشی اور یہ صرف لفظی انعام نہیں بلکہ نقد سے بڑھ کر کہ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ بنوامیہ کے بعد بنوعباس کی حکومت کتنی صدیوں اور کہاں سے کہاں تک پھیلی یہاں تک کہ سندھ میں کلہوڑہ شاہی اور ہماری ریاست بہاولپور میں عباسی خاندان کے دو پوتوں نے ۱۹۵۴ء تک شاہی کی۔

لطیفہ: سرکار کریم ﷺ نے قاعدہ کلیہ کے طور فرمایا کہ اشعار اور نعت خوانی پر انعام لازماً ہوتا ہے اور یہ ارشاد گرامی اہلسنت کے نصیب میں ہے کہ نعت خوانوں اور شاعروں کو کچھ دینا انہی کا کام ہے ورنہ دوسری جماعتیں دینا حرام سمجھتی ہیں۔

سیدنا عم رسول اللہ ﷺ کا نعتیہ قصیدہ وہ قصیدہ ہے جس کے ہر ہر مصرعہ میں اہلسنت کے عقائد ومعمولات کی بھرپور تائید ہے وہ قصیدہ یہ ہے

من قبلها طبت فی الظلال و فی ظم هبطت البلاد لا بشر مستوعد حيث يخصف الورى انت و الامضغة و لا علق!

یعنی پہلے آپ خوش تھے آپ سایوں میں اور اس ودیعت گاہ میں جہاں ملائے جاتے تھے پتے یعنی آدم وحوا علیہما السلام کے جسم پر اس آیت شریف کی طرف اشارہ ہے۔

و طفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة

(پارہ ۸ آیت ۲۲ سورۃ الاعراف)

پھر اترے آپ شہروں میں نہ بشر تھے اور آپ مضغہ

بل نطفة تركب السفين وقد الجم نسر او اهله الغرق

بلکہ نطفہ تھے کہ سوار تھے کشتی میں اس حالت میں کہ لگام دی تھی غرق نے نسر کو (جو ایک بت تھا) اور اس کے پوجنے والوں کو یعنی جب طوفان کا پانی ان کے منہ میں داخل ہوا تھا۔

وردت نار الخليل مكتتما فی صلبه انت كيف تحترق آپ خلیل اللہ کی پشت میں مخفی ہو کر گئے پھر کیونکر وہ جل سکتے تھے۔

و انت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورک الافق فنحن فی ذلک الضياء وفی النور و سبل الرشاد تخترق و اضاء منک الوجود و فاح مسكا و نشرک العبق

یعنی اور جب آپ پیدا ہوئے تو روشن ہوگئی زمین اور روشن ہو گیا آپ کے نور سے افق ہم اس روشنی اور نور میں ہیں اور ہدایت کے راستے طے کیا کرتے ہیں اور کل وجود آپ سے روشن ہو گیا اور مہک گیا جیسے مشک مہکتی ہے حضور ﷺ نے خوش ہو کر یہ دعا دی کہ لا یفضض اللہ فاک

(مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۱۷۷)

اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ یہ قصیدہ کتب ذیل میں ہے۔

الوفا ج ۱ ص ۳۵، خصائص الكبرى ج ۱ ص ۹۷، انسان العيون ج ۱ ص ۹۲، سيرت النبويه ص ۳۷، جواهر البحار ص ۴۰، انوار المحمديه ص ۱۶-۸۴، حجة الله على العالمين ص ۲۲۲، مواهب للدنيه ج ۱ ص ۱۷۷، الاستيعاب مستدرك ج ۳ ص ۳۲۷، البدايه والنهايه ج

۲ ص ۲۵۸، كتاب الحسن والنهى ج ۲ ص ۲۴۰، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷، تلخيص مستدرك ج ۳ ص ۳۲۷۔

نابغه الجعدی رضی اللہ عنہ: آپ نے حضور نبی پاک ﷺ کے روبرو ایک طولانی قصیدہ پڑھا جس کے شعر تقریباً دو سو تھے جب وہ ان شعروں پر پہنچے

ولا خير فی حلم اذا لم يكن له بوادر تحمی صفوه ان يكدرا ولا خير فی علم اذا لم يكن له حليم اذا ما اورد الامر اصدرا

یعنی نہیں ہے حلم میں کچھ خیر جب نہ ہو اس کے ساتھ حدت غضب جو بچائے اس کے صافی کو مکدر ہونے سے اور نہیں ہے علم میں کچھ خیر جب علم والا ایسا حلیم نہ ہو کہ کوئی امر پیش آئے تو اپنے کو مہلکوں سے روکے۔ تو حضور ﷺ نے سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر کو نہ توڑے یعنی تمہارے دانت نہ گریں اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔

انعام: راوی کہتے ہیں کہ جعدی نے باوجود یہ کہ سو برس یا دو سو برس سے زیادہ عمر پائی مگر ان کے دانت سب سے اچھے تھے اور جب کوئی دانت ان کا گرتا تو اس کی جگہ ایک نیا دانت نکل آتا۔ ان کے علاوہ دیگر دلائل واقعات بالتفصیل فقیر کے رسالہ "نعت خانی پر انعام نبوی" (مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور) میں ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: ۱۰۳۵

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے میں کہ اہلسنت یوم میلاد النبی ﷺ کو عید کیوں کہتے ہیں؟ حالانکہ اسلام میں تو صرف دو عیدیں ہیں اور بس یہ تیسری عید کہاں آ گئی؟

سائل: محمد الیاس نور پور ضلع بہاول پور

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

عید کا لغوی معنی ہے خوشی اور فرحت ومسرت چنانچہ

(۱) امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ المفردات ص ۳۵۲ میں لکھتے ہیں کہ

صار یستعمل العید فی کل یوم فیہ مسرۃ

یعنی مسرت اور فرحت کے ہر یوم پر عید کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے بھی مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۲۱۳ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(۳) امام بغوی معالم التنزیل (تفسیر القرآن ج ۲ ص ۹۱) میں لکھتے ہیں۔

العید یوم السرور و سمی بہ للعود من الرح الی الفرح و ھو اسم لما اعتدتہ و یعود الیک و سمی الفطر والاضحی عیدا لانھما یعودان فی کل سنۃ

یعنی عید کا معنی ہے خوشی کا دن اسے عید اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں غم زائل اور خوشی حاصل ہوتی ہے جسے ایک دن کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور وہ بار بار لوٹنے کی وجہ سے عید کہا گیا ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو بھی اسی لئے عید کہتے ہیں کہ یہ دونوں دن ہر سال بار بار لوٹتے ہیں۔

تبصرہ اویسی: اسی خوشی کی وجہ سے اہلسنت میلاد النبی ﷺ کے دن کو عید سمجھتے ہیں۔ مختصر تفصیل و تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ ''میلاد النبی ﷺ عید کیوں؟''

(مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور) کا مطالعہ فرمائیں۔

عید کی قسمیں: دیوبندیوں وہابیوں نے عوام کو اس اندھیرے میں رکھنے کی جدوجہد کی ہیں کہ عید یں یہی صرف دو ہیں اور بس تاکہ اہلسنت میلاد النبی ﷺ کو عید نہ منا سکیں لیکن یہ ان کی بدقسمتی ہے کہ جس مسئلہ کا رد کرتے ہیں ان کے رد میں اسلاف کی کتب بلکہ خود ان کی اپنی تصانیف میں مل جاتا ہے فقیر ذیل میں چند حوالہ جات لکھتا ہے تاکہ عوام اہل اسلام کو یقین ہو کہ دراصل عید ہے خوشی کا نام پھر جہاں خوشی ہوگی وہاں عید ہوگی خواہ وہ لاکھوں بار نصیب ہو وہ عید عید ہے۔ حضرت الامام والعلامہ مولانا محمد اسمٰعیل حقی حنفی قدس سرہ نے اپنی معروف و مشہور تفسیر روح البیان ج ۱ مطبوع قدیم تحت آیت۔

عیدا لاولنا و آخرنا میں لکھا کہ ان الاعیاد اربعۃ لاربعۃ اقوام بعدھا عید قوم ابراھیم کسر الاصنام حین خرج قومہ الی عید لھم والعید الثانی عید قوم موسیٰ والیہ الاشارۃ بقولہ تعالیٰ فی سورۃ طٰہٰ قال موعدکم یوم الزینۃ والعید الثالث عید قوم عیسیٰ والیہ

الاشارۃ بقولہ تعالی ربنا انزل علینا مائدۃ الآیۃ والعید الرابع عید محمد علیہ السلام وھو ثلاثۃ عید یتکرر کل اسبوع و عیدان یاتیان فی کل عام مرۃ من غیر تکرر فی السنۃ فما العید المتکرر فھو یوم الجمعۃ وھو عید الاسبوع۔

چار عیدیں چار قوموں کو نصیب ہوئیں (۱) ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی عید کہ جب وہ عید کے لئے چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بت توڑ ڈالے (۲) موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی عید ان کی عید کی طرف اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا قال موعدکم یوم الزینۃ (پارہ ۱۶ آیت ۵۹ سورۃ طٰہٰ) (۳) عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی عید کے لئے اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء (پارہ ۷ آیت ۱۱۴ سورۃ المائدہ)

(۴) حضور ﷺ کی امت کی تین عیدیں ہیں (۱) ہر ہفتہ میں ایک عید یعنی یوم الجمعہ (۲) سال میں دو دفعہ عید آتی ہے یعنی عید الفطر (۳) عید الاضحیٰ۔

فائدہ: (۱) مفسر اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عیدوں کی مت تعداد بھی بتادی اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر بھی فرمادیا کہ پہلے ادوار میں عیدیں مقرر ہوتیں تو کیوں؟ آخر میں وہی بات بتائی ہو فقیر عرض کر رہا ہے کہ شریعت کے اصطلاحی الفاظ کا دو معنی نیکیوں (بالخصوص جن امور کو کسی فوت سے تعلق ہو) پر اطلاق ہو سکتا ہے جیسے جمعہ کو تیسری عید کہا گیا ہے۔ (۲) پھر اسی آیت کے آخر میں لکھتے ہیں کہ

واجتمعت الامۃ علی ھذا من لان رسول اللہ ﷺ الی یومنا ھذا بلا نکیر منکر فھذہ اعیاد الدنیا تذکر اعیاد الآخرۃ و قد قیل کل یوم کان للمسلمین عید فی الدنیا فھو عید لھم فی الجنۃ یجتمعون فیہ علی زیارۃ ربھم ویتجلی لھم فیوم الجمعۃ فی الجنۃ یدعی یوم المزید و یوم الفطر والاضحی یجتمع اھل الجمعۃ فیھما للزیارۃ ھذا لعوام اھل الجنۃ واما خواصھم فکل یوم لھم عید یزورون ربھم کل یوم مرتین بکرۃ و عشیا والخواص کانت ایام الدنیا کلھا لھم اعیاد فصارت ایامھم فی الآخرۃ کلھا اعیاد او اما اخص الخواص فکل نفس عید لھم

ترجمہ: بعض اہل دل فرماتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان کا ہر دن جو یوم عید تھا آخرت میں بھی وہی دن

اہل اسلام کے لئے عید کا دن مقرر کیا جائے گا اس لئے کہ اسی دن اہل اسلام اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے جمع ہوں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے جلوہ خاص سے نوازے گا بہشت میں جمعہ کو یوم المزید کہا جائے گا پھر دو اور جمعہ یوم الفطر والاضحیٰ بھی اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے حاضر ہوں گے یہ عوام کے عیدوں کے ایام ہوں گے۔ اور خواص کا تو ہر دن عید کا دن ہوگا وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی زیارت سے سرشار ہوں گے اس لئے کہ ایام دنیا کا ہر دن ان کے لئے یوم عید تھا تو آخرت میں بھی ان کا ہر دن یوم عید ہوگا اور اخص الخواص کا تو ہر لمحہ عید ہوگا۔

فائدہ: اس مضمون میں صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے دو سے زائد عیدیں نہ صرف ایک کا اضافہ کیا بلکہ لاکھوں کروڑوں بلکہ ان گنت عیدات کا ثبوت فراہم فرما دیا۔

عرب کا ایک مقولہ: کتب سیر میں مندرجہ ذیل شعر بھی تین عیدوں کی خبر دیتا ہے۔

عید و عید و عید صرن یجتمعا　　وجہ الحبیب ویوم العید والجمعۃ

تین عیدیں جمع ہو گئیں (۱) محبوب کا دیدار (۲) یوم عید (۳) جمعہ کا دن

فائدہ: دیکھئے اس شعر میں شرعی دو عیدوں پر دو دیگر عیدوں کی نشاندہی کی ہے جس سے ہمارا موضوع اور نکھر کر سامنے آ گیا کہ پیارے محبت والے محبوب کا دیدار بھی عید سے کم نہیں بلکہ عشق کے زخمیوں کے لئے تو ہزاروں سے بہتر اور برتر ہے۔

پانچ عیدیں: (درۃ الناصحین ص ۲۶۳) میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (صحابی رسول ﷺ) سے ہے کہ

للمومنین خمسۃ اعیاد الاول کل یوم یمر علی المومن ولا یکتب علیہ غضب فھو یوم عیدہ والثانی الیوم الذی یخرج فیہ من الدنیا بالایمان والشھادۃ العصمۃ من کید الشیطان فھو یوم عیدہ والثالث الیوم الذی یجاوز فیہ الصراط ویامن احوال القیمۃ و یخلص من ایدی الخصوم والزبانیۃ فھو یوم عیدہ والرابع الیوم الذی یدخل الجنۃ و یامن من الجحیم فھو یوم عیدہ والخامس الیوم الذی ینظر فیہ الی ربہ فھو یوم عیدہ

مومنوں کے لئے پانچ عیدیں ہیں (۱) مومن پر دن گزرے اور اس کے گناہ نہ لکھے جائیں وہ اس

کے لئے عید کا دن ہے (۲) دنیا سے ایمان اور شہادت کے ساتھ اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رواں ہو وہ بھی اس کے لئے عید کا دن ہے۔ پل صراط سے گزر جائے اور قیامت کے ڈراور دشمنوں سے ہاتھ اور زبانوں سے مامون رہے وہ دن اس کے لئے عید ہے (۴) جنت میں داخل ہو اور جہنم سے مامون ہو وہ دن اس کے لئے عید ہے (۵) جس دن اپنے رب کا دیدار کرے وہ دن اس کے لئے عید ہے۔

فائدہ: اسلاف صالحین بلکہ اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم ان دو عیدوں کے علاوہ دیگر بے شمار عیدوں کا مژدہ سنا گئے ان سب عبارات کا مقصد یہی ہے کہ عید خوشی کا نام ہے اور چونکہ عید الفطر میں روزے داروں کو اور ان کے صدقے دوسرے اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ نے انعام بخشا ہے اسی لئے اس کا نام عید الفطر ہے اور عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صدقے ہم سب کو انعام ملا اور مل رہا ہے اس معنی پر اسے عید کہا گیا ہے یوں اس اصطلاحی و شرعی اور لغوی یعنی راحت و سرور کے لمحات کا نام عید ہے اسلئے اہلسنت کہتے ہیں کہ میلاد النبی ﷺ جملہ خوشیوں کا سرتاج ہے اسی لئے اس یوم ۱۲ ربیع الاول کو عیدوں کی سرتاج عید کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق مزید تفصیل و تحقیق فقیر کا رسالہ ''میلاد النبی ﷺ عید کیوں'' کا مطالعہ کیجئے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۱ رجب ۱۳۸۹ھ

﴿نذر اولیاء کرام و عرس﴾

مسئلہ: ۱۰۴

آپ نے اپنی تصنیف فیوض الرحمن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان (مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور پنجاب پاکستان) (رضوی کتاب گھر دہلی بھارت) میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرنے کو کہا کیا قبروں کو سجدہ کرنا جائز ہے؟

سائل: رسول بخش خانپور نورنگہ پور ضلع بہاولپور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت نوح علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرمایا کہ اگر تو آدم علیہ السلام کی قبر کے سامنے

سجدہ کرنے سے تو تیری ذات معروف ہوتی ہے ... اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ نہیں کہ بزرگوں کی قبروں کو سجدہ
... نہ جائز ہے ... شریعت محمدیہ ... صاف ... واضح الفاظ میں بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے سے منع
فرمایا ہے ... کے متعلق ... دیکھیے

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شوال المکرم ۱۳۸۱ھ

مسئلہ ۰ ۱۰۵ ۰

رسول اللہ ﷺ، غوث الاعظم جیلانی و دیگر بزرگان دین کی تصویر کا رکھنا اور ان پر فاتحہ و درود
شریف بھیجنا، پھول چڑھانا، مکانات میں لٹکانا، انکی تعظیم کرنا درست ہے یا نہیں؟

سائل محمد عامر محمود چک ۳۲۱ ج ب دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بزرگوں کی تصویر کا رکھنا، بنانا، ان تصاویر پہ درود شریف و فاتحہ وغیرہ پڑھنا سب حرام ہے اور اس کا
ازالہ اور ... کرنا واجب ہے کیونکہ یہ معاملات سخت گناہ ہیں اس سلسلے میں میں فقیر کا رسالہ تصویر کے
احکام (مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور) کا مطالعہ فرمائیے یہاں صرف احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے
ایک دروازے پر میں نے تصویر والا پردہ لٹکایا۔ آپ جب تشریف لائے تو اس کو ملاحظہ کرتے ہی آپ کے
چہرہ انور کا رنگ بدل گیا آپ اندر تشریف نہ لائے ام المومنین بیان فرماتی ہیں میں نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت

میں اللہ تعالی کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی تو آپ نے
ارشاد فرمایا

ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ فیقال احیوا ما خلقتم

یعنی اللہ تعالی کے ہاں سخت تر عذاب قیامت کے دن ان فوٹو گرافروں پر ہے جو اللہ کے بنانے کی نقل
اتارتے ہیں (بخاری و مسلم)۔

(۲) انا لا ندخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ (بخاری و مسلم)۔ ترجمہ حضرت جبرائیل علیہ السلام
نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ ہم ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

(۳) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ کوئی فرشتہ رحمت و برکت اس گھر میں
داخل نہیں ہوگا جب تک وہاں تین چیزوں میں سے ایک اس گھر میں ہوں کتا، جنب، جاندار کی تصویر۔

(۴) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا
تصویر ہو۔

(۵) حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کی آپ
تشریف لائے تو آپ نے پردے پر لگی ہوئی چند تصویریں دیکھیں آپ (وہیں سے) واپس ہو گئے میں
نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ واپس کس وجہ سے ہوئے تو آپ
نے ارشاد فرمایا گھر میں پردے پر تصویریں تھیں اور ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویریں
ہوں۔ (مشکوۃ شریف و ابن ماجہ)۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۰ ۱۰۶ ۰

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ اولیاء کرام کے قبہ جات شرع شریف میں
کہاں سے ثابت ہیں جبکہ احادیث صحیحہ میں اونچی قبروں کو منانا اور زمین کے ہموار کرنے کا ثبوت ملتا ہے
وہ احادیث صحیحہ یہ ہیں۔ ؟

(۱) عن ابی الھیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول
اللہ ﷺ ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ۔

ترجمہ روایت ہے حضرت ابوحیاج اسدی سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا کیا میں
تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ تم کوئی تصویر نہ دیکھو مگر مٹا دو اور نہ
اونچی قبر دیکھو مگر زمین کے برابر کردو۔

(۲) وعن جابر قال نھی رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان
یقعد علیہ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا
کہ قبر میں چونا گچ کیا جائے اور یہ کہ اس پر کچھ بنایا جائے اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے۔

سائل ایاز خان کشمیر

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جس کام کے لئے مجھے نبی ﷺ نے بھیجا تھا اسی کام کے لئے
میں تمہیں بھیجتا ہوں یعنی تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے ہموار کردینا یقینا یہاں
قبروں سے مراد یہود و نصاری کی قبریں ہیں نہ کہ مسلمانوں کی۔

چند دلائل حاضر ہیں

(۱) حضور انور ﷺ کے زمانہ پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں؟ جنہیں
مٹانے کے لئے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور ﷺ کی
موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا

(۲) قبر، فوٹو، مجسمے کا نسبت مسلمانوں کی قبروں پر نہ فوٹو ہوتے ہیں نہ مجسمے، ہاں عیسائیوں کی قبریں
بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے چنانچہ آج بھی ان کے قبرستانوں میں
دیکھا جا سکتا ہے

(۳) مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور
یہاں برابر کردینے کا حکم ہے۔

(۴) اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے باب میں ہے کہ حضور
ﷺ نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں۔ اس کام کے لئے حضرت علی مرتضی رضی اللہ
عنہ مامور ہوئے تھے۔

(۵) فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ "کیا مشرکین جاہلیت کی قبریں اکھیڑی

جاسکتی ہیں؟" یعنی ان کے علاوہ انبیاء اور ان کے متبعین کی نہیں، کیونکہ ان کی قبریں اکھیڑنے میں ان کی
توہین ہے حالانکہ قبور کا احترام ضروری ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے فقیر کا رسالہ "احترام القبور" (مطبوعہ
عطاری پبلشرز المصطفی ٹیرس گرو مندر بابری چوک کراچی) پڑھئے۔

(۶) اسی فتح الباری میں تھوڑا آگے فرمایا، حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوکہ مقبرے میں تصرف جائز ہے اور
پرانی قبریں اکھیڑ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں۔ (مسلمانوں کی نہ ہوں)۔

(۷) مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا ناجائز ہے کہ اس میں قبر اور صاحب قبر
کی اہانت ہے، جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا، اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز
ہوگا، جیسے چھوٹے سائز کے قرآن شریف و حمائلیں چھاپنا منع ہے لیکن اگر چھپ چکے ہوں تو انہیں جلانا حرام
ہے۔ اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ "قرآن نہ جلاؤ" (مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز کھارادر
کراچی) میں پڑھئے۔

(۸) بخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر، میں تعلیق ہے، حضرت خارجہ فرمایا کرتے کہ ہم زمانہ عثمانی
میں تھے اور ہم میں سے بڑا بہادر وہ تھا، جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

فائدہ معلوم ہوا کہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار تھا اور یہ قبر حضور انور ﷺ نے خود بنائی تھی

(۹) مشکوۃ شریف کی حدیث ہے، نبی ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے کی
طرف ایک اونچا پتھر لگایا جس کی شرح حضرت خارجہ کی حدیث نے کردی کہ وہ اتنا اونچا تھا جسے پھلانگنا
دشوار تھا بہرحال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت سی حدیثوں کے خلاف ہوگی اور اس
میں ایسی مشکلات پیدا ہوں گی جو حل نہ ہو سکیں گی۔

(**انتباہ**) بارہ سو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد سب سے پہلے نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر حرمین
شریفین میں صحابہ کبار، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم کی قبروں کو تو گرایا مگر اسی علاقہ میں امریکن تیل کمپنی جس
کا ٹھیکہ نجدیوں نے امریکہ کو دیا ہے اس کے فوت شدہ انگریزوں کی قبریں بڑی بڑی اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا
یعنی جن کے لئے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا اور مسلمانوں کی قبروں پر یہ ستم کیا گیا اس پر ہمارا سوال ہے کہ
نجدیوں سے پہلے کے علماء حق پر تھے یا غلطی پر تھے تو

فماذا بعد الحق الا الضلال (پارہ ۱۱ آیت ۳۲ سورۃ یونس)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۱۰۷

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے قبر میں چونا گچ کرنے سے منع فرمایا۔

سائل عبدالعظیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

قبر میں تین چیزیں ہیں

(۱) اس کا اندرونی حصہ جو میت کے جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے اسے پختہ کرنا یہاں سرخی یا پکی اینٹ لگانا مطلقاً ممنوع ہے خواہ وہ نئی قبر ہو یا مسلمان کی میت کا جسم مٹی میں رہنا چاہیے تاکہ کسی وقت مجبوراً میت کو تابوت یا صندوق میں دفن کرنا پڑے تب بھی اس کے اندرونی حصے میں مٹی سے بھگل کر دی جائے۔

(۲) قبر کا بیرونی حصہ جو لوگوں کو نظر آتا ہے اس کا پختہ کرنا عوامی قبروں میں منع اولیاء و مشائخ و علماء کی قبور کا جائز کیونکہ عوام کے لئے بے فائدہ ہے اور خاص قبروں کی حرمت و تعظیم کا باعث اسی پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا اور خود حضور ﷺ نے عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا۔

(۳) قبر کے آس پاس چبوترہ پختہ ہو اور تعویذ قبر کچا یہ مطلقاً جائز ہے اور یہاں قبر سے مراد قبر کا اندرونی حصہ ہے اسی لئے عن القبر نہ فرمایا بلکہ یا عام قبریں مراد ہیں جن سے مشائخ اور علماء کی قبریں مستثنیٰ ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم کی قبور پر عہد صحابہ میں سرخ بجری بچھا دی گئی تھی بالکل خام نہ رکھی گئیں۔ اسی طرح قبر پر دیوار نہ بنائی جائے جس سے قبر دیوار میں آجائے یہ حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے اسی لئے یہاں "علیہ" فرمایا گیا "حولہ" نہ فرمایا۔ اس طرح کہ قبر کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے یہ عوامی قبروں پر ناجائز ہے کیونکہ بے فائدہ ہے علماء و مشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں آسانی سے فاتحہ پڑھ سکیں چنانچہ حضور ﷺ کی قبر انور پر عمارت اول ہی سے تھی اور جب ولید بن ملک کے زمانہ میں اس کی دیوار گری تو

صحابہ نے بنائی نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر پر محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر قبے بنائے۔ دیکھو خلاصۃ الوفا اور منتقی شرح موطا۔
صاحب مرقات نے اس مقام پر اور شامی نے دفن میت کی بحث میں فرمایا کہ مشہور علماء و مشائخ کی قبر پر قبے بنانا جائز ہیں۔ نیز قبر پر چڑھ کر بیٹھنا حرام ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین لیکن قبر کے پاس تلاوت قرآن کے لئے بیٹھنا یا وہاں کا انتظام کرنے کے لئے مجاور بن کر بیٹھنا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی قبر انور کی مجاورہ تھیں اور کلید بردار لوگ آپ سے حجرہ کھلوا کر قبر انور کی زیارت کرتے تھے۔ مشکوٰۃ میں بخاری کی روایت سے آتا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر پر ان کی بیوی صاحبہ نے قبہ بنایا اور وہاں ایک سال تک مجاورہ بن کر بیٹھی رہیں اب بھی حضور ﷺ کے روضے پر بہت مجاور رہتے ہیں۔ جنہیں اغوات کہتے ہیں جن کا ایک سردار ہوتا ہے جسے شیخ الاغوات کہا جاتا ہے چونکہ نجدیوں نے انگریز کی وفاداری میں ترکوں کے خلاف کام دکھانا تھا کہ وہ مزارات کے اعزاز کے دشمن تھے اور یہ ان کے برعکس مزارات کے علاوہ عام مقبور کے بھی دشمن ہیں یاد رہے کہ حدیث مذکور کی توجیہ میں صاحب مرقات نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے سے استنجے کے لئے بیٹھنا مراد ہے یعنی قبر پر پیشاب پاخانہ نہ کرو۔

نجدی دشمنی : نجدی نہ صرف عام مزارات و قبور کا دشمن ہے بلکہ اسے تو روضہ رسول ﷺ کے گرانے کی بھی فکر ہے چنانچہ جب اسے پہلی مرتبہ فتح حجاز حاصل ہوئی تو اس نے گنبد خضراء کو بھی مٹانے کا منصوبہ بنایا لیکن قدرت نے اس کا منصوبہ خاک میں ملا دیا پھر چند سال پہلے ایک اخبار میں اعلان ہوا کہ گنبد خضراء کو مسجد نبوی سے ہٹایا جائے اس اعلان پر ممالک اسلامیہ کا احتجاج بلند نہ ہوتا تو نامعلوم یہ اپنے ارادہ بد پر کیا گزرتے اب حال ہی میں کویت کے سابق وزیر اوقاف اور ممتاز اسکالر سید یوسف بن سید ہاشم الرفاعی نے اپنی حالیہ تصنیف نصیحۃ الاخوان علماء نجد میں جہاں والدہ رسول حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کی مسماری و بے حرمتی کا ذکر کیا ہے انہوں نے کتاب ہذا کے ص ۲۷ پر یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ مدینہ یونیورسٹی میں ایک زبان دراز مقبل بن ہادی الوداعی نامی شخص نے حول القبۃ المبینۃ علی قبر الرسول ﷺ کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے جس میں اس نے قبر مبارک اور روضہ مبارک کو بدعت کبیرہ قرار دے

کر اسے گرانے اور ملیا میٹ کر دینے کا کھلے لفظوں میں مطالبہ کیا ہے اور حرمین شریفین پر مسلط نجدی علماء نے اس شخص کو یہ مقالہ لکھنے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری کی یاد رہے کہ حبیب خدا ﷺ کی قبر مبارک مسجد نبوی کے جوار اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے خود وصیت نبوی کے مطابق بنائی تھی اور اس حجرہ مبارکہ (جسے روضہ رسول کہا جاتا ہے) کی تعمیر و تزئین صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک ہر دور میں مسلمان کرتے رہے ہیں تو نجدیوں کی طرف سے قبر مبارک اور روضہ رسول کو بدعت کبیرہ قرار دینے سے صحابہ کبار سمیت پوری امت مسلمہ بدعتی قرار پائی۔

والعیاذ باللہ من ذلک

یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ ان نجدی علماء نے 1925 میں جنت معلیٰ، جنت البقیع میدان احد، بدر اور دیگر مقامات پر ازواج مطہرات و اولاد رسول ﷺ صحابہ کبار اور دیگر اکابرین اسلام کے ہزاروں مزارات کو مسمار کیا تھا اور اب چند ماہ قبل والدہ رسول حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کو بھی بے دردی کے ساتھ مسمار کر دیا ہے تو کیا مقبل بن ہادی الوداعی کے قبر نبوی اور روضہ مبارکہ کے ملیا میٹ کرنے کے مطالبہ اور حرمین شریفین پر قابض نجدی علماء کی تائید کے بعد ان سے بعید ہے کہ وہ روضہ رسول اور قبر۔ خلاصہ یہ کہ قبور کا احترام ضروری ہے اولیاء و انبیاء عظام کے قبہ جات کا اعزاز لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ

مسئلہ ۱۰۸

کوئی شخص حاجت روا مشکل کشا کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ جبکہ خود محتاج ہو۔ کسی کو حاجت روا کہنا شرک ہے مشکل کشا حاجت روا وہی ہوتا ہے جس کی طاقت ازلی و ابدی ہو؟

سائل عبدالماجد

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مدد کی دو قسمیں ہیں استقلالی و غیر استقلالی۔ استقلالی وہ ہے کہ مدد کرنے میں غیر کا محتاج نہ ہو اور غیر استقلالی وہ ہے کہ جو مدد کرنے میں غیر کا محتاج ہو۔ لہٰذا مدد استقلالی تو خدا کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور مدد غیر

استقلالی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و غیرہم اپنی طاقت کے مطابق مدد یا مشکل کشائی کرتے ہیں جیسے

انما ولیکم اللہ ورسولہ (پارہ ٦ آیت ٥٥ سورۃ المائدہ)

والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء ب (پارہ ١٠ آیت ٦٧ سورۃ التوبہ)

یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ (پارہ ٢ آیت ١٥٣ سورۃ البقرہ)

وغیرہ وغیرہ۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب دیوبندی نامہ اور الاستمداد من اھل الامداد میں دیکھئے

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ جمادی الثانی ۹۸ھ

مسئلہ ۱۰۹

عرس کی تعیین کیوں؟ جس روز بھی ولی اللہ کی وفات ہو اس روز قرآن خوانی اور صدقات و خیرات کرنے کی کونسی معقول وجہ ہے یا کوئی حدیث یا اثر اس بارے میں منقول ہے؟

سائل عبدالقادر

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ میں سند المحدثین شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

انہ سئل عن استاذی و سید السادات سید الثقات حجۃ المحدثین سید عبد الوھاب متقی المکی المدنی انہ ھل جاء فیما شاع بین الناس من تعیین یوم وفات الاولیاء لحفظ اعراسھم اثر من الآثار فاجاب لا لکن مما استحسنہ المتاخرون۔

میرے استاد سید السادات سند الثقات متقی مکی مدنی سے پوچھا گیا یہ جو لوگوں میں شائع ہو گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے یوم وصال پر دن معین کر کے اعراس کئے جاتے ہیں کیا اس کے متعلق کوئی حدیث شریف ہے تو آپ نے فرمایا حدیث شریف تو کوئی منقول نہیں البتہ متاخرین کے نزدیک یہ امر مستحسن ہے۔ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ کی شخصیت معمولی نہیں ایسے استحباب امور کے لئے ان کا قول بھی حجت ہے آپ کا یہ احسان تھوڑا ہے کہ حدیث ان کے ذریعہ پھیلی۔ آپ بڑے پایہ کے بزرگ تھے، دیوبندیوں کے حکیم

الامت اشرفعلی تھانوی کی زبانی آپ کے مقام کے متعلق سنئے "بعض اولیاء ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزمرہ انہیں دربار نبوی شریف میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحب حضور تھے۔" (الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ص ۲ ج ۷ از اشرف علی تھانوی ص ۲۳)

حضرت موصوف رحمہ اللہ نے بہت کذا ئیے کے متعلق عرس کی تصریح از حدیث کا فرمایا ہے ورنہ اصل کے لحاظ سے تو احادیث سے ثابت ہے

کما روی ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشہداء باحد علی راس کل حول رواہ ابن شیبۃ از شامی باب زیارۃ القبور و انہ کان یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون کذا فی تفسیر الرازی والدر المنثور

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہداء کی قبور پر سال کے سرے پر تشریف لاتے دوسری روایت میں ہے کہ تشریف لا کر فرماتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (پارہ ۱۳ آیت ۲۴ سورۃ الرعد)

یوں ہر سال خلفاء اربعہ بھی قبور شہداء پر تشریف لاتے یہی عرس کا مطلب ہے کہ یہ صاحب وصال کے یوم وصال میں جمع ہوتے ہیں تو اصل عرس کا حدیث سے ثابت ہے ہاں اس کا نام رکھنا بدعت ہے اور وہ شرع میں عام ہے۔

فائدہ شیخ کے قول اتحسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ احادیث سے حکم میں ہوتی ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان ذیشان سے

من کان فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہ و اجر من عمل بہا و ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن

یعنی جس نے اسلام میں نیک عمل جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور ساتھ ہی وہ عمل مبارک جتنا لوگ کریں گے اس کا ثواب بھی ملے گا۔

دلائل بدعت حسنہ بدعت حسنہ کے متعلق دلائل اس روایت کے علاوہ اور بھی بکثرت ملتے ہیں مثلاً

(۱) مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے لا تجتمع امتی علی الضلالۃ

(۲) انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری ما نوی

(۳) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فضائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں کہ

کل من ابتدع شیئا من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل الی یوم القیمۃ۔

علاوہ ازیں بے شمار بدعات رائج ہیں مثلاً ایمان مجمل، ایمان مفصل، شش کلمے کے اسماء، قرآن کے تیس پارے بنانا، اور ان کے تجدید تجدید نام، پاروں میں رکوع قائم کرنا، اعراب لگانا، نماز میں نیت زبان سے کرنا وغیرہ وغیرہ۔ بدعت کے باقی ابحاث فقیر نے اپنی تصنیف بدعت حسنہ کا ثبوت میں درج کئے ہیں۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۷ جمادی الاول ۱۳۹۴ بہاولپور

مسئلہ ۱۱۰

عرس اولیاء کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور اس کے جواز کی دلیل کون سی ہے؟

سائل نواز شاہ داؤ کینٹ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حدیث شریف میں ہے کہ مومنین صالحین جب اپنی قبروں میں منکر نکیر کے سوال وجواب سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ تو فرشتے ان کی قبروں میں انہیں بہشتی لباس پہنا کر جنتی بستر پر لٹا کر اور جنت کا دریچہ کھول کر یوں کہتے ہیں کہ نم کنومۃ العروس یعنی سو جاؤ جیسے دلہن سوتی ہے۔ چونکہ بندہ محبوب کو عروس کہا گیا ہے اس مناسبت سے اس یوم وفات کو عرس کہا جانے لگا اور سالانہ قبور پر جانا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

روی ابن شیبۃ ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول کذا فی شامی جلد اول باب زیارۃ القبور۔ شاہ عبدالعزیز کا (فتاوی عزیزیہ ج ۲ ص ۴۵) میں ہے کہ دوم

آنکہ اجتماعیہ مردانی کثیر جمع شوند و ختم کیلئی اللہ فاتحہ

بر شیرینی وطعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران کنند این قسم معمول درزمانہ پیغمبر خدا و خلفاء راشدین نبودہ اگر کسی این طور کندباک نیست بلکہ فائدہ احیاء اموات را حاصل میشود این مبنی است برجھل احوال منعون علیہ زیر اکہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ راھیچ کس فرض بمعنی دارند آری متبرک بقبور صالحین و امداد در پیشان بایصال ثواب و تلاوت قرآن ودعائی خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس برائی آن است کہ آن اری کہ انتقال ایشان می باشد از دار العمل بدار الثواب الا ھر روز کہ این عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است یہ کذا فی زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح

از شاہ عبدالعزیز وفتاوی عزیزیہ اور حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ بھی فیصلہ ہفت مسئلہ میں جواز کا لکھا ہے اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ میں لکھا کہ اہل عرب حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں حالانکہ علماء مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے رہے جن کا مزار مقدس احد پہاڑ پر ہے افسوس ہے کہ یہ سلسلے عرب میں ختم ہوگئے جب نجدی نے حجاز اقدس پر قبضہ جمایا اور عرس کے عدم جواز کی باتیں بھی تب شروع ہوئیں جب سے وہابی تحریک شروع ہوئی مزید تفصیل فقیر کے رسالے عرس کا ثبوت میں ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۱ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ

مسئلہ ۱۱۱

نذر تو صرف اللہ تعالی کے لئے ہوتی ہے لیکن عوام پیروں فقیروں کے لئے مانتے ہیں کیا یہ اعتراض بجا ہے یا بے جا؟

سائل عبدالکریم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ اس لئے کہ مخالفین دھوکہ دے کر بہکاتے ہیں درحقیقت ہم اہلسنت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نذر (منت) غیر اللہ کے لئے شرک ہے ہاں اولیاء کرام یا انبیاء کرام علیھم السلام کو وسیلہ لایا جاتا ہے چنانچہ ہمارے عوام ہوں یا خواص منت مانتے وقت زبان سے یا دل میں یوں کہتے ہیں یا اللہ یہ کام ہو جائے تو میں اتنی خیرات فلاں ولی اللہ کی روح کے ایصال ثواب کے لئے کروں گا۔ پھر اولیاء اللہ کے لئے کہنا یا اسے فلاں کی نذر و نیاز بولنا مجاز ہے جو طریقہ فقیر نے لکھا ہے اس میں تو کسی کو اختلاف نہ ہونا چاہئے کیونکہ بی بی مریم کی والدہ کی نذر کا ذکر قرآن مجید میں بھی اسی طرح ہے

انی نذرت ما فی بطنی محررا (پارہ ۳ آیت ۳۵ سورۃ المائدہ)

دیکھئے آیت میں صاف ہے کہ بی بی نے نذر تو اللہ تعالی کے لئے مانی ہے لیکن اس میں وسیلہ بیت المقدس کو بنایا ہے۔ کیونکہ دستور تھا کہ بیت المقدس کے خدام لڑکے ہوا کرتے تھے اب بی بی نے بھی بچے کی تمنا کی تو بیت المقدس کو وسیلہ بنا کر اور ہم بھی اپنی آرزو بارگاہ الہی میں پیش کرتے ہیں تو بھی اس کے پیاروں کا وسیلہ دے کر تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ چنانچہ ہمارے طریقہ ادائیگی سے بھی اہل انصاف ہمارے دعوے کے مطابق دلیل پا سکتے ہیں کہ ہم منذورہ شے پر قرآن مجید کی آیات پڑھ کر دعائیں وہی کہتے ہیں جو ایصال ثواب میں ہوتا ہے اگر وہ ایسے ہی تقسیم کرنے کی ہوتی ہے تب بھی دعا کے الفاظ وہی ہوتے ہیں جو مذکور ہوئے۔ مفسرین کرام محدثین حضرات بھی ہماری تائید کرتے ہیں چنانچہ حضرت ملا جیون علیہ الرحمہ مصنف نور الانوار تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں

ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم اللہ علیہ وقت الذبح و ان کانوا ینذرونھا

اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کیلئے نذر مانی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے کہ یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں۔ اس میں تو گیارہویں شریف کے بکرے کا خاص فیصلہ فرما دیا نام لے کر اس کتاب کے مصنف مولانا احمد جیون

علیہ الرحمۃ وہ بزرگ ہیں جو کہ عرب و عجم کے علماء کے استاذ ہیں اور تمام مخالفین بھی ان کو مانتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عالمگیر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم ہیں اطلاق علی الانبیاء والاولیاء عرف پرمبنی ہے چنانچہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لفظ

نذر کہ اینجا مستعمل شود نہ بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ پیش بزرگان برندو نذر نیاز گویند۔ (رسالہ النذر)

یعنی لفظ نذر جو اس جگہ مستعمل ہوا ہے یہ نذر شرعی نہیں ہے بلکہ نذر عرفی کہلاتی ہے جو لوگوں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے اسے نذر و نیاز کہتے ہیں۔ اور فتاویٰ کی کتب میں اس کی تصریحات تو بے شمار ہیں مشتی نمونہ خروار چند عبارات ملاحظہ ہوں یاد رہے اولیاء کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی ہوں یا جو نذریں کی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ پیش کریں اسے نذر کہتے ہیں بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گذریں شاہ رفیع الدین صاحب برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ معذورہ میں لکھتے ہیں نذر یکہ اینجا مستعمل میشود نہ برمعنی شرعی ست چہ عرف آنست کہ انچہ پیش بزرگان برندو نذر نیز میگویند۔ امام اجل سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں

و من هذا القبيل زيارة القبور و التبرک بضرائح الاولياء و الصالحين فالنذر لهم بتعليق ذلک علی حصول شفا او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمين بقبورهم کما قال الفقهاء فيمن دفع الزکاة لفقير و سماها قرضا صح لان العبرة بالمعنی لا باللفظ۔

یعنی اسی قبیل سے ہے زیارۃ قبور اور مزارات اولیاء وصلحاء سے برکت لینا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے گذشتہ کے لئے منت ماننا کہ وہ ان قبروں کے خادمین پر تصدق سے مجاز ہے جیسے فقہاء نے فرمایا کہ فقیر کو زکوۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی۔ کہ یہاں اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا ظاہر ہے کہ یہ نذر فقہی ہوتی تو احیاء کے لئے بھی نہ ہوسکتی حالانکہ دونوں حالتوں میں یہ عرف و عمل قدیم سے

دین میں معمول و مقبول ہے۔ امام اجل سید ابوالحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدثانہ اسانید صحیحہ معتبرہ سے روایت فرماتے ہیں ہم سے حدیث بیان کی ابوالفتوح نصر اللہ بن یوسف ازجی نے کہا ہمیں شیخ ابوالعباس احمد بن اسمٰعیل نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابومحمد عبداللہ بن حسین بن ابی الفضل نے خبر دی کہ ہمارے شیخ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نذریں قبول فرماتے اور ان میں سے بعض دفعہ حضور اقدس خود بھی تناول فرماتے اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضور کا کہ اجلہ سادات کرام سے ہیں اسے تناول فرمانا کیونکر ممکن تھا۔ نیز فرماتے ہیں ہم سے شریف ابوعبداللہ محمد بن الخضر الحسینی نے حدیث بیان کی کہا ہم سے والد ماجد نے فرمایا میں حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا حضور نے ایک فقیر شکستہ دل دیکھا فرمایا تیرا کیا حال ہے عرض کی کل میں کنارہ دجلہ پر گیا ملاح سے کہا مجھے اس پار لے جا اس نے نہ مانا محتاجی کے سبب میرا دل ٹوٹ گیا فقیر کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک صاحب ایک تھیلی میں تیس اشرفیاں حضور کی نذر لائے حضور نے فرمایا یہ لو اور جاکر ملاح کو دو اور اس سے کہنا کہ کبھی کسی فقیر کو نہ پھیرے۔ اور حضور نے اپنی قمیص مبارک اتار کر اس فقیر کو عطا فرمائی کہ وہ اس سے بیس اشرفیوں میں خریدی گئی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ہمیں خبر دی فقیہ صالح ابو محمد حسن بن موسیٰ خالدی نے میں نے شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہمارے شیخ حضرت عبدالقاہر نجیب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ جب کسی مرید پر نظر عنایت فرماتے وہ پھولتا پھلتا اور بلند رتبہ کو پہنچتا اور ایک دن میں حضور میں حاضر ہوا تھا کہ ایک دہقانی ایک بچھڑا لایا اور عرض کیا کہ یہ ہماری طرف سے حضرت کی نذر ہے اور چلا گیا بچھڑا آکر حضرت کے سامنے کھڑا ہوا حضرت نے فرمایا کہ یہ بچھڑا مجھ سے کہتا ہے میں آپ کی نذر نہیں ہوں میں حضرت علی بن ہیتی کی نذر ہوں آپ کی نذر میرا بھائی ہے کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ دہقانی ایک اور بچھڑا لایا جو صورت میں اس کے مشابہ تھا اور عرض کی اے میرے سردار میں نے حضور کی نذر یہ بچھڑا مانا تھا اور وہ بچھڑا جو پہلے میں نے حاضر کیا وہ میں نے حضرت شیخ علی بن ہیتی کی نذر مانا ہے مجھے دھوکا ہوگیا تھا یہ کہہ کر پہلے بچھڑے کو لے لیا اور واپس چلا گیا۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب طبقات کبریٰ احوال حضرت سیدی ابوالمواہب محمد شاذلی میں فرماتے ہیں حضرت ممدوح رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے میں نے حضور اقدس

کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت ہو اور اس کا پورا ہونا چاہو تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمہاری حاجت پوری ہوگی۔

یہ ہیں اولیاء کی نذریں اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ نذر اولیاء کو ما اهل به لغير الله میں داخل کرنا باطل ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ آئمہ دین کیونکر اسے قبول فرماتے اور کھاتے کھلاتے بلکہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل کرنا باطل ہے بلکہ ما اہل بہ لغیر اللہ وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ اسکی مزید تحقیق کیلئے فقیر کے رسالے نذر و اولیاء کا مطالعہ کیجئے۔

و الله تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ ۱۱۲

کیا اولیاء کی نذر و نیاز حرام ہے اور یہ عمل شرک ہے؟

سائل شاہد قائم پور بہاول پور

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

اولیاء اللہ کی نذر و نیاز حرام اور شرک نہیں ہے اس لئے کہ یہ نذر و نیاز بمعنی ہدیہ و تحفہ ہے جو کہ اولیاء اللہ کی ارواح مقدسہ کو ایصال ثواب کے طور پر ہوتا ہے ادب و احترام کے طور پر اسے نذر و نیاز کہا جاتا ہے جن لوگوں نے شرک یا حرام کہا ہے ان کے اکابرین اس کو عین اسلام کہتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ مخدوم شیخ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی زیارت کیلئے قصبہ ڈاسنہ میں تشریف لے گئے تھے رات کو ایسا وقت آیا کہ اس حالت میں فرمایا کہ مخدوم صاحب ہماری ضیافت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کے جانا چنانچہ آپ اور آپ کے ساتھی مزار شریف پر رک گئے اور باقی سب لوگ چلے گئے یہ دیکھ کر آپ کے ساتھی رنجیدہ خاطر ہوئے اس وقت ایک عورت ہاتھ پر طبق رکھے ہوئے جس میں چاول اور مٹھائی لیکر آئی تھی۔

(۱) و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعتے ایں طعام پختہ بر نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیہ رسانم

دریں وقت آمد نذر ایفا کردم و آرزو کردم کہ کسی آنجا باشد تناول کند۔ (انفاس العارفین ص ۴۵) ترجمہ: اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر شوہر واپس آجائے تو میں اسی وقت کھانا مخدوم اللہ دیہ کی بارگاہ پر بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی میرا شوہر اس وقت آیا ہے تو میں نے منت پوری کی ہے میری تمنا تھی کہ کوئی وہاں ہو جو اس کھانے کو کھالے۔

(چنانچہ ان سب نے کھایا)

(۲) اور یہی شاہ ولی اللہ صاحب ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ

و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگی بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں برندو بخورانند مضائقہ نیست جائز است و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیاء راہم خوردن جائز است۔

(زبدۃ النصائح ص ۱۳۲)

دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کیلئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائے اور کھانے میں حرج نہیں ہے جائز ہے اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔

(۳) شاہ ولی اللہ کا تیسرا فرمان بھی ملاحظہ فرمایئے آپ فرماتے ہیں کہ

پس از آں سی صد و شصت مرتبہ سورہ الم نشرح خوانند پس دعا مذکور سی صد و شصت بخوانند پس دہ مرتبہ درود خوانند ختم تمام کنند و برا قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند انشاء اللہ در ایام معدود مقصد بحصول یابد۔

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۰) اسکے بعد یعنی ایک سو ساٹھ بار سورہ الم نشرح پھر تین سو ساٹھ بار وہی دعاء مذکور پڑھے پھر دس بار درود شریف پڑھے اور ختم تمام کرے اور تھوڑی سی شیرینی پر فاتحہ بنام خواجگان چشت پڑھے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے اسی طرح ہر روز کرے انشاء اللہ تعالیٰ چند دنوں میں مقصد حاصل ہوگا۔

(۴) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

و ذریت طاہرہ اورا تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشان وابستہ دانند و فاتحہ درود صدقات و نذر بنام ایشان راج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۹۶)

ترجمہ حضرت علی اوران کی اولاد پاک کوتمام افراد امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اورتکوینی امور کوان حضرت کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ، درود، صدقات اور نذران کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۳ رجب ۱۳۹۷ھ

مسئلہ ۱۱۳

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالی کی سند روایت از حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ محض ڈھونگ ہے جب یہ دونوں باتیں غلط ہیں پھر یہ سلسلے کیسے؟

سائل: نور بخش پکلاں ضلع رحیم یار خان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ سوال دراصل اولیاء دشمنی کا ثبوت دینا ہے اس لئے دشمنان اولیاء یہ چاہتے ہیں کہ نہ اتصال سند ہوگا اور نہ سلسلہ قادریہ رہے گا نہ چشتیہ نہ سہروردیہ نقشبندیہ کے لئے بھی حضرت ابوالحسن خرقانی کا خرقہ از حضرت بایزید بسطامی رحمہما اللہ تعالی کا انکار فقیر نے ان دونوں سوالات پر علیحدہ علیحدہ رسالے لکھے ہیں یہاں بقدر ضرورت عرض ہے۔

(۱) اتصال سند کے چند نمونے حاضر ہیں:

قال النسائی ثنا الحسن بن احمد بن حبیب ثنا شاد بن فیاض بن عمر بن ابراھیم عن قتادۃ عن الحسن عن علی ان النبی علیہ الصلوۃ و السلام قال افطر الحاجم والمحجوم

حضرت حسن بصری نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ فاسد ہو گیا

و قال الطحاوی :ثنا نصر بن مرزوق ثنا الخطیب ثنا حماد بن سلمۃ عن قتادۃ عن الحسن عن علی قال : قال النبی ﷺ اذا کان فی الرھن فضل فأصابتہ جائحۃ فھو بما فیہ۔ حضرت حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ

و قال الدار قطنی :ثنا احمد بن محمد بن عبد اللہ بن زیاد القطان ثنا الحسن بن شبیب العمری قال : سمعت محمد بن صدران السلمی ثنا عبد اللہ بن میمون المزنی ثنا عوف عن الحسن عن علی ان النبی و قال لعلی یا علی قد جعلنا الیک ھذہ السبعۃ بین الناس

(قال الدار قطنی)

ثنا علی بن عبد اللہ بن مبشر ثنا احمد بن سنان ثنا یزید بن ھارون انا حمید الطویل عن الحسن قال قال علی ان وسع اللہ علیکم فاجعلوہ صاعا من بر و غیرہ،

یعنی زکوۃ الفطر۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالی نے تمہیں رزق میں وسعت دی تو اس میں سے اللہ تعالی کے لئے ایک صاع گندم وغیرہ سے دو یعنی فطرانہ ادا کرو۔

وقال الدار قطنی ثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز ثنا داود بن رشید۔

یہ صرف چند نمونے عرض کئے مزید روایات اور دلائل فقیر کی تصنیف بنام ازاحۃ التجن بملاقاۃ العلی بالحسن میں پڑھئے اور حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ فخر الحسن اور اس کی شرح القول المستحسن اور حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ اتحاف الفرقۃ برفو الخرقۃ کا مطالعہ ضروری ہے خرقہ خلافت کے اثبات کے لئے حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنے رسالہ کی ابتداء میں لکھتے ہیں کہ

انکر جماعۃ من الحفاظ سماع الحسن البصری عن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنھما) و تمسک بھذا بعض المتاخرین فخدش بہ فی طریق لبس الخرقہ۔

(الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۶)

ایک حفاظ الحدیث کی جماعت نے سماع حدیث از سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہما کا انکار کیا ہے اسی وجہ سے بعض متاخرین نے آپ سے خرقہ خلافت کا انکار کیا ہے ان کا تمسک عدم سماع الحدیث ہے۔

منکرین کی فہرست لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ انکے دلائل سوالات کے باب میں آئیں گے۔ (انشاء اللہ) البتہ مثبتین کی فہرست طویل ہے ان میں سے چند بزرگوں کے اسماء گرامی عرض کروں گا تا کہ مذبذب قلوب کو تسکین اور سلاسل طیبہ کے معتقدین کو راحت و سرور نصیب ہو۔

دلائل اثبات:

(۱) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

و اثبتہ جماعۃ و ھو الراجح عندی بوجوہ و قدر حجہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ فانہ قال الحسن بن ابی الحسن البصری عن علی (رضی اللہ عنھما) و قیل لہ سیسمع منہ و تبعہ علی ھذہ العبارۃ الحافظ بن حجر فی اطراف المختارۃ۔ (ج ۲ ص ۹۶ اتحاف الفرقہ برفو الخرقۃ)

اسے حافظ ضیاء الدین المقدسی نے المختارہ میں ترجیح دی ہے انہوں نے فرمایا کہ حسن بن ابی الحسن البصری نے حضرت علی سے روایت کی ہے اس عبارت کی اتباع حافظ ابن حجر نے حواشی مختارہ میں کی ہے۔

فائدہ: حافظ ضیاء الدین مقدسی اور علامہ ابن حجر (رحمہما اللہ تعالی) کی تائید اہل علم کی تسکین کیلئے کافی ہے اور ضدی اور ہٹ دھرم کو کیا کہا جا سکتا ہے۔

(۲) علماء کرام نے اصول وضوابط اسلام میں ایک قاعدہ لکھا ہے کہ

المثبت مقدم علی النافی لان معہ زیادۃ علم۔

فائدہ: ہم بفضلہ تعالی مثبت ہیں اسی لئے سلاسل طیبہ کو مبارکباد کہ اپنے موقف میں ہم حق بجانب ہیں۔

(۳) تاریخ اسلام بھی بحمدہ تعالی ہماری موید ہے کیونکہ مخالفین کو مسلم ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دو سالوں میں پیدا ہوئے آپ کی والدہ مکرمہ بی بی خیرہ ام المومنین ام سلمہ (رضی اللہ عنھا) کی کنیز تھیں اور بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ

سے پیار کرتی تھیں اسلئے آپ کو اپنے فیوض وبرکات کی نوازشوں کے علاوہ صحابہ کرام (موجودین فی المدینہ) رضی اللہ عنہم کے ہاں بچہ کو برکات سے بھرپور کرانے کے لئے لے جاتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماں کو خوش کرنے پر خوب سے خوب تر دعاؤں سے نوازتے چنانچہ بی بی صاحبہ ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسب عادت صاحبزادہ کی خدمت میں لے گئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو دعا سے یوں نوازا **اللھم فقھہ فی الدین و حببہ الی الناس** (ذکرہ الحافظ جمال الدین المزی فی التھذیب و اخرجہ العسکری فی کتاب المواعظ بسندہ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۶ اتحاف الفرقۃ برفو الخرقہ)۔

فائدہ: یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ فقاہت میں آپ کی مثالیں نہیں اور خلق خدا کے قلوب میں محبت کا یہ عالم ہے کہ عالم اسلام میں پھیلے ہوئے اکثر سلاسل طیبہ کے آپ پیران پیر ہیں۔

(۴) حضرت المزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا باغیوں نے محاصرہ کیا تو اس وقت حضرت حسن بصری چودہ سال کی عمر کے تھے اور سب کو معلوم ہے کہ صحابہ تابعین کے دور میں بچوں کے سات سال سے نماز کا پابند کیا جاتا تھا بلکہ خود بچے اس عمر سے پہلے ہی نماز باجماعت کے پابند ہوتے تھے اس معنی پر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سات سال مسلسل مسجد نبوی شریف میں نماز ادا کرتے رہے اندریں دوراں علاوہ دوسری ملاقاتوں میں نماز کے اوقات میں سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوں گے جبکہ حجرہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ کے درمیان چنداں فاصلہ بھی نہ تھا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اس وقت اپنی والدہ مکرمہ بی بی خیرہ کے ساتھ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہتے تھے۔

(۵) مسلم ہے کہ حضرت حسن بصری ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی زیر کفالت تھے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی زیارت کو گاہے بگاہے تشریف لے جایا کرتے تو کیا بعید ہے کہ حضرت حسن بصری حضرت رضی اللہ عنہ ان کی زیارت سے مشرف نہ ہوتے ہوں اور آپ سے فیض نہ پایا ہو۔

(۶) وہ احادیث مبارکہ جو حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم ﷺ سے براہ راست روایت کی ہیں

جنہیں محدثین نے بالکلیہ قبول کیا ہے حالانکہ محدثین کرام کا دستور ہے کہ جو راوی تدلیس کرے (یعنی اپنے استاد یا کسی درمیانی راوی کو حذف کرے) تو اس کی روایت قبول نہیں کرتے کیونکہ محدثین کو یقین تھا کہ آپ ثقہ راوی ہیں اسی لئے ان کی تدلیس قبول بھی اور مستند بھی ہے پھر اس تدلیس کی وجہ خود بھی واضح فرمائی چنانچہ امام جلال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۶،۹۷) میں حضرت ابونعیم کی سند سے لکھتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ

اورد المزی فی التهذیب من طریق ابی نعیم قال ثنا ابو القاسم عبد الرحمن بن العباس بن عبد الرحمن بن زکریا ثنا ابو حنیفه محمد بن صفیه الواسطی ثنا محمد بن موسی الحرشی ثنا ثمامة بن عبیدة ثنا عطیه بن محارب عن یونس بن عبید قال سالت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول الله ﷺ وانک لم تدرکه قال یا ابن اخی لقد سالتنی عن شیء ما سالنی عنه احد قبلک و لولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری و کان فی عمل الحجاج کل شیء سمعتنی اقول قال رسول الله ﷺ فهو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا

حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ ایسے روایت کرتے ہیں کہ قال رسول اللہ ﷺ حالانکہ آپ نے تو رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا آپ نے فرمایا بہت سی روایات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذکر مبارک کی تصریح بھی ہے چند روایات ملاحظہ ہوں

(۱) قال احمد فی مسنده ثنا هیثم انا یونس عن الحسن عن علی قال سمعت رسول الله ﷺ یقول رفع القلم عن ثلاثة عن صغیر حتی یبلغ و عن النائم حتی یستیقظ عن المصاب حتی یکشف عنه.

(رواه الترمذی و حسنه و النسائی و الحاکم و صححه و الضیاء المقدسی فی المختارة).

فائدہ: حضرت حافظ زین الدین العراقی رحمہ اللہ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں کہ

قال علی بن المدینی الحسن رای علیا بالمدینة وهو غلام.

(الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۷)

حضرت حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ عنہما کو مدینہ شریف میں دیکھا تھا جبکہ آپ چودہ سالہ بچے تھے۔

(۲) قال النسائی ثنا الحسن بن احمد بن حبیب ثنا شاد بن فیاض عن عمر بن ابراهیم عن قتادة عن الحسن عن علی ان النبی ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم.

(۳) قال الطحاوی ثنا نصر بن مرزون ثنا الخطیب ثنا حماد بن سلمه عن قتادة عن الحسن عن علی قال قال النبی ﷺ اذا کان فی الرهن فضل فاصابته جائحة فهو بما فیه (الحدیث)

(۴) قال الدار قطنی ثنا احمد بن محمد بن عبد الله بن زیاد القطان ثنا الحسن بن شبیب المعصری قال سمعت محمد بن صدر بن صدر ان اسلمیی ثنا عبد الله بن میمون المزنی ثنا عوف عن الحسن بن علی ان النبی ﷺ قال یعلی یا علی قد جعلنا الیک هذه السبعة بین الناس. (الحدیث)

(۵) قال الدار قطنی ثنا علی بن عبد الله بن مبشر ثنا احمد بن سنان ثنا یزید بن هرون انا حمید الطویل عن الحسن قال قال علی ان وسع الله علیکم فاجعلوه صاعا من بر و غیره یعنی زکوة الفطر.

(۶) قال الدار قطنی ثنا عبد الله بن محمد بن عبد العزیز ثنا داؤد ابن رشید ثنا ابو حفص الاباد عن عطاء بن السائب عن الحسن عن علی الخلیة والبریة والبتة والبائن والحرام ثلاث لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره.

(۷) قال الطحاوی ثنا ابن مرزوق ثنا عمر بن ابی رزین ثنا هشام بن حسان عن الحسن عن علی قال لیس فی مس الذکر وضوء.

(۸) قال ابو نعیم فی الحلیةثنا عبد الله بن محمد ثنا ابو یحیی الرازی ثنا هناد ثنا ابن فضل عن لیث عن الحسن عن علی رضی الله عنه قال طوبی لکل عبد نومه عرف الناس

و لم یعرفه الناس عرفه الله تعالیٰ برضوان اولئک مصابیح الهدی یکشف الله عنهم کل فتنة مظلمة سید خلهم الله فی رحمة منه لیس اولئک بالمزابیع البذر و لا الجفاء المرائین.

(۹) قال الخطیب فی تاریخه انا الحسن بن ابی بکر انا ابو سهل احمد بن محمد بن عبد الله بن زیاد القطان ثنا محمد بن غالب ثنا یحیی بن عمران ثنا سلیمان بن ارقم عن الحسن عن علی قال کفنت النبی ﷺ فی قمیص ابیض و ثوبی حبرة.

(۱۰) قال جعفر بن محمد بن محمد فی کتاب العروس ثنا وکیع عن الربیع عن الحسن عن علی بن ابی طالب رفعه من قال فی کل یوم ثلاث مرات صلوة الله علی آدم غفر الله له الذنوب وانکانت اکثر من زبد البحر. (اخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس من طریقه)

(۱۱) فی مسند ابی یعلی قال ثنا جویریه بن أشرس قال انا عقبة بن ابی الهیهاء الباهلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول الله ﷺ مثل امتی مثل المطر.

فائدہ: حضرت حافظ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا

قال محمد بن الحسن بن الصیر فی شیخ شیوخنا هذا نص صریح فی سماع الحسن من علی و رجاله ثقات، جویریه وثقه ابن حبان و عقبه وثقه احمد ابن معین ـ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۷۔۹۸) ذکر ما وقع لنا من روایة الحسن عن علی۔

(۱۳) قال اللالکائی فی السنة انا احمد بن محمد الفقیه انا محمد بن احمد بن حمدان ثنا تمیم بن محمد ثنا نصر بن علی ثنا محمد بن سواء ثنا سعید بن عروبه عن عامر الاحول عن الحسن قال شهدت علیا بالمدینة و سمع صوتا فقال ما هذا قالوا قتل عثمان قا ل اللهم اشهدانی لم ارض و لم امانی مرتین او ثلاثا.

(۱۷) سلسلات الصوفیہ سے بھی اس کی ایک مضبوط دلیل ہے ان میں ایک سلسلہ یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

قال الحافظ ابو بکر بن مسدی فی مسلسلاته صافحت ابا عبد الله محمد بن عبد الله

عیسوی النغزوی بها قال صافحت ابا الحسن علی بن سیف الحصری بالاسکندریة (ح) و صافحت ایضا اباالقاسم عبد الرحمن بن ابی الفضل المالکی بالاسکندریة قال صافحت شبل بن احمد حسن شبل قدم علینا قال کل واحد منهما صافحت ابا محمد عبد الله بن مقبل بن محمد العجینی قال صافحت محمد بن الفرج بن الحجاج السکسکی قال صافحت ابا مروان عبد الملک بن ابی میسرة قال صافحت محمد بن محمد النغزوی بهاقال صافحت احمد الاسود قال صافحت ممشاد الدینوری قال صافحت علی بن الرزینی الخراسانی قال صافحت عیسٰی القصار قال صافحت الحسن البصری قال صافحت علی بن ابی طالب قال صافحت رسول الله ﷺ قال صافحت کفی هذه سرادقات العرش ربی عزوجل.

فائدہ ابن مسدی نے فرمایا یہ روایت غریب ہے ہم اسے سوائے اس مسند اور کسی طریق سے نہیں جانتے اور یہ صوفیانہ اسناد ہے۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا انکار کیوں جب ۱۴ منکرین حضرت حسن بصری کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا اقرار کرتے ہیں چنانچہ حضرت حافظ امام ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں فرمایا کہ یحییٰ بن معین (محدث ناقد) سے سوال ہوا کہ کیا حسن بصری کی حضرت علی سے ملاقات ہوئی فرمایا نہیں پھر سوال ہوا کہ کیا انکی حضرت عثمان سے ملاقات ہوئی فرمایا ہاں محدثین کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے کہا کہ فرایت عثمان قال خطیبا۔ پھر یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ بہت سے محدثین فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے حضرت علی سے کوئی حدیث نہیں سنی سوائے ایک حدیث کے اور یہی بہت سے محدثین کا خیال ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: محدثین کے چند اصول ہیں وہ ان کے پابند ہیں ورنہ احادیث کی صحت قائم نہیں رہ سکتی ان کے اس اصول وقواعد کی پابندی سے یہ کب لازم آتا ہے کہ سرے سے واقعہ بھی نہیں جیسا کہ پہلے مختصراً عرض کیا گیا۔

(۹) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان کی شہادت تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے بعد ازاں کوفہ کو

تشریف لے گئے حضرت ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے حضرت علی المرتضیٰ کی چودہ سال کی عمر میں بیعت کی جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کو تشریف لے گئے پھر ایک عرصہ کے بعد حضرت حسن بصری بصرہ کو چلے گئے اور مدۃ العمر وہاں رہے اسی لئے بصری کہلائے اس کے بعد ممکن ہے زیارت کا موقعہ نہ ملا ہو کیونکہ اس وقت شورش وفتنہ کا دور دورہ تھا پھر آپ کی عمر بھی کوفہ تک پہنچنے کی حامل نہ تھی اور وقت بھی تھوڑا تھا کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھوڑے سے عرصہ کے بعد شہید ہو گئے۔

فائدہ: منکرین کے انکار کا اصل موجب یہی ہے کہ حضرت حسن بصری بصرہ میں رہ کر کوفہ تک کیوں نہ پہنچے ہم کہتے ہیں کہ اس دور سے پہلے کے اوقات بھی نہ بھولنے چاہئیں جبکہ روایت حدیث کیلئے ان کی عمر مذکور حامل بھی ہے۔

(۱۰) حضرت حسن رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ رایت الزبیر یبایع علیا

(الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۹۳)

فائدہ: امام سیوطی فرماتے ہیں

قلت وفی ھذا القدر کفایة و یحمل قول النافی علی ما بعدخروج علی من المدینة

(الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۷)

میں کہتا ہوں کہ اتنا قدر کافی ہے اور جنہوں نے قول نافی پیش کیا ہے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مدینہ پاک سے کوفہ چلے جانے کے بعد کا ہے کیونکہ حضرت حسن بصری بصرہ میں تھے اس دور میں بصرہ سے کوفہ تک جانا مشکلات میں پھنسنے کے مترادف تھا جیسا کہ مورخین کو معلوم ہے لیکن باوجود اس دور میں بھی ملاقات ثابت ہے۔ مزید تفصیل اور تحقیق کے لئے رسالہ ازالۃ الشجن فی ملاقات العلی بالحسن میں ملاحظہ ہو۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۱۳ رجب ۱۴۱۰ھ

اولیاء کرام کے متعلق

مسئلہ ۱۱۴

حضرات انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے۔ (۲) یاشیخ عبد القادر الجیلانی شیئاللہ پڑھنا شرک ہے (۳) اور یاشیخ عبد القادر الجیلانی شیئاللہ عربیت کے لحاظ سے درست نہیں علم نحو اور عربی قواعد ضوابط کے رو سے یہ عبارت بالکل غلط ہے کیونکہ شیخ نکرہ کو معرفہ کی صفت کیونکر بنایا جا سکتا ہے اور شیئا کو منصوب کس قاعدہ سے پڑھا جا سکتا ہے۔

سائل نصیر خان مظفر گڑھ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

انبیاء واولیاء کی استمداد سے وسیلہ مراد ہے اور وسیلہ مراد لیکر مدد مانگنے کا محاورۃ قرآن وحدیث میں بکثرت ہے۔ (آیات)

(۱) یایھاالذین امنوا استعینو ابالصبر والصلوة

(پارہ ۲ آیت ۱۵۳ سورۃ البقرہ)

(۲) وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان

(پارہ ٦ آیت ۲ سورۃ المائدہ)

(۳) من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ

(پارہ ۲۸ آیت ۱٤ سورۃ الصف)

(۴) یایھاالذین امنوا کونو انصار اللہ

(پارہ ۲۸ آیت ۱٤ سورۃ الصف)

(۵) ان تنصر اللہ ینصر کم

(پارہ ۲٦ آیت ۷ سورۃ محمد)

(٦) والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء

(پارہ ۱۰ آیت سورۃ التوبہ)

(۷) فان اللہ ھو مولہ و جبریل وصالح المومنین والملئکة بعد ذلک ظھیر

(پارہ ۲۸ آیت ٤ سورۃ التحریم)

(۸) اعینونی بقوة

(پارہ ۱٦ آیت ۹۵ سورۃ الکھف)

(۹) نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا و فی الاخرة

(پارہ ۲٤ آیت ۳۱ سورۃ حم سجدہ)

احادیث مبارکہ۔ حضور سرور عالم ﷺ نے بھی بندگان خدا سے وسیلہ سمجھ کر مدد چاہنے کی تصریح فرمائی۔

(۱) ان اللہ تعالی عبادا اختصھم بحوائج الناس اللہ تعالیٰ کے یہ بندے حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے خاص ہیں ان کا کام ہی لوگوں کی حاجتیں پوری کرنا ہے۔

(۲) قال النبی ﷺ فاعنی علی نفسک بکثرة السجود (۳) اطلبوا الحوائج عند حسان الوجوہ النبی یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی لتقضی لی حاجتی۔ (۵) انا لا نستعین بالمشرکین وان ارادھونا خلیفہ یا عبادا للہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی (۷) تفسیر کبیر میں ان لفظوں سے ہے اعینونی یا عباد اللہ یرحمکم اللہ (۸) بھم ترزقون وبھم تمطرون وبھم ترحمون وبھم تنظرون (۹) قال سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما یامحمد (۱۰) کانت عادة اصحاب النبی ﷺ اذا اشتدت بھم الحروب نادوایا محمداہ یا رسول اللہ یا نصر اللہ انزل امت الکفار۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے مدد مانگنے کا ثبوت ہے اور ہمارے اسلاف صالحین رحمھم اللہ بھی یہی مراد لیتے ہیں چنانچہ چند عبارات حاضر ہیں

(۱) حضرت سیدنا علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا کے میدان میں فرماتے

یارحمة للعلمین ارحم بزین العابدین۔ محبوس الظالمین فی موکب والمزدحم۔

حضرت سیدتنا زینب بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما ندا فرماتی ہیں انا دیک یا جداہ یا خیر مرسل بہ حسینک مقتول ونسلک ضائع۔

معلوم ہوا کہ حضرات اہلبیت اطہار کا عقیدہ تھا کہ اللہ والوں کو دور سے ندا کرنا جائز ہے۔ اللہ والے دور سے سنتے بھی ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں۔ (البدایہ والنھایہ)

(۳) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں

من یستمد فی حیاته یستمد بعد وفاته

یعنی جس سے زندگی میں مدد مانگنا جائز ہے اس سے بعد وفات بھی جائز ہے۔

(۴) حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں

امام غزالی گفتہ ھر کہ استمداد کردہ شود بوے درحیات استمداد کردہ میشود بوے بعد ازوفات یکے ازمشائخ گفتہ دیدم چھار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند درقبور خود مانند تصرفھائے ایشاں درحیات خود یا بیشتر

یعنی زندگی میں جس سے مدد مانگی جاتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے جائز ہے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ چار بزرگوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ حضرات اپنی قبروں میں بھی وہی عمل درآمد کرتے ہیں جو کہ اپنی زندگی میں کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ تصرف کرتے ہیں اور پھر تحریر فرمایا۔

قومے می گویند کہ امداد حی قوی تر است ومن گویم کہ امداد میت قوی تر۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ زندوں کا مدد کرنا قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ بعد وفات مدد کرنا زیادہ قوی ہے پھر لکھتے ہیں

و اولیاء تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را وارواح باقی است۔

یعنی حضرات اولیاء کرام کو عالم میں تصرف کی قوت حاصل ہے اور یہ ان کی ارواح مبارکہ کی شان ہے اور ارواح باقی ہیں تو ان کا اقتدار بھی باقی ہے۔

(۵) حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اولیاء راھست قدرت از الہ۔ تیر جستہ باز گردانند زرہ۔

(۶) جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی کتاب تذکرۃ الموتی والقبور مطبوعہ نظامی کانپور ص ۳۶ میں لکھتے ہیں

ارواح اولیاء از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مدد گاری فرمایند و دشمنان را ہلاک می سازند۔

یعنی اولیائے کرام کی ارواح مبارکہ زمین وآسمان وجنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اپنے خدام وغلام ومریدوں کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں

(۷) جناب شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں کہ۔

اذاانتقلواالی البرزخ کانت تلک الاوضاع والعادات والعلوم معھم لانفارقھم۔

یعنی حضرات اولیائے کرام جب دنیا سے برزخ کو منتقل ہوتے ہیں تو ان کی یہ دنیوی شان اور تصرف کی قوتیں اور مدد کرنے کی عادتیں اور علوم وکمالات سب ان کے ساتھ باقی رہتے ہیں یہ صفتیں ان سے جدا نہیں ہوتیں۔ (۸) شاہ صاحب لکھتے ہیں

اذامات ھذا البارع لایفقد ھوولابراعتہ بل ذلک بحالہ

یعنی جب بندہ کامل انتقال کرتا ہے تو وہ گم نہیں ہوتا اور نہ اس کے کمالات گم ہوتے ہیں بلکہ وہ اور اس کے کمالات بدستور ویسے ہی باقی رہتے ہیں جیسے دنیا میں تھے

(۹) نیز شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں

اذا ماتت انقطعت العلاقات فلحق بالملئکۃ وصار منھم ...... سعی فیہ مایسعون فیہ وربمایشتغل ھؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ و نصرحزب اللہ وربماکان لھم لمۃ خیر بابن ادم۔

یعنی جب اللہ والے انتقال کرتے ہیں تو علائق بدنیہ سے جدا ہو کر فرشتوں میں مل جاتے ہیں اور فرشتوں میں سے ہو جاتے ہیں جس طرح فرشتوں کو الہام ہوتا ہے اسی طرح ان کو بھی الہام فرمایا جاتا ہے اور جن کاموں میں فرشتے کوشش کرتے ہیں یہ حضرات بھی کوشش کرتے ہیں اور اکثر یہ حضرات خدا کے دین

کا بول بالا کرتے ہیں اور اللہ والوں کی مدد کرتے ہیں اور کبھی انسانوں سے اس لیے قریب ہوتے ہیں کہ مسلمانوں پر خیر کا اضافہ کریں۔

(۱۰) نیز یہی شاہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں

در اولیائی امت و اصحاب طریق اقوی کسی کہ بعد تمام راہ جذب باکمل وجوہ باصل این نسبت میل کردہ و در آنجابوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ گفتہ اند کہ ایشان در قبر خود مثل احیاء تصرف می کنند

یعنی اس امت کے اولیاء کرام واہل اللہ میں سب سے زیادہ قوت والے راہ جذب وسلوک کو طے کرنے کے بعد اکمل وافضل مرتبہ والے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور اولیائے کرام وعلمائے اعلام فرماتے ہیں کہ حضور سیدنا غوث اعظم اپنی قبر شریف کی زندگی میں بھی زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں فالحمد للہ۔

(۱۱) جناب قاضی صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔

قال الصوفیۃ اجسادنا ارواحنا قد تواترعن کثیرمن الاولیاء انھم ینصرون اولیاءھم ویدمرون اعداءھم ویھدون الی اللہ تعالی من یشاء اللہ تعالی وقدذکرالمجدد رحمۃ اللہ تعالی ان ارباب کمالات النبوۃ بالوراثۃ ھم الصدیقون والمقربون فی لسان الشرع فیعطیھم اللہ تعالی وجودا موھوبا۔

یعنی حضرات اولیاء کرام نے ارشاد فرمایا ہماری روحیں ہمارے جسم ہو گئیں اور ہمارے جسم کثافت بدنی دور کر کے ہماری روح بن گئے اور یقینا تواتر کے ساتھ بے شمار حضرات اولیاء کرام سے ثابت ہے کہ اولیائے کرام اپنے دوستوں نیازمندوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک وتباہ کرتے ہیں اور کافروں کو اسلام کی ہدایت کرتے تبلیغ اسلام میں حصہ لیتے ہیں اور حضرات صدیقین اور مقربین کو اللہ تعالی نے ایک خاص وجود عطا فرمایا ہے

(۱۲) قاضی صاحب کے شیخ ومرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر تعویذ کے آخر میں یہ عبارت لکھا کرتے یا حضرت مجدد صاحب رضی اللہ تعالی عنہ صاحب این حرز را در ضمن تو سپردم معمولات مظہریہ ص ۸۶ اور مقامات مظہریہ

(۱۳) شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی بستان المحدثین میں حضرت شیخ ابوالعباس احمد زروق رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاتہ اذا ماسطا جورا لزمان بنکبتہ وان کنت فی ضیق وکرب و وحشۃ فناد بیازروق ات بسرعتہ۔ (ص ۳۲۲ ناشر ایچ ایم سعید کمپنی)

میں ہر اپنے مرید کی پراگندگیوں کو جمع کرنے والا ہوں جب کہ دنیا کی مصیبتیں اس کو تکلیف دیں اور اگر تو تنگی یا مصیبت یا وحشت پریشانی میں ہو تو پکار مجھ کو یا زروق کہہ کر تو میں فورا تیری مدد کو آؤں گا

گھر کی گواہی۔ وہ چند عبارات ملاحظہ ہوں جن میں شرک کے مفتیوں کے اکابر نے بھی ایسی استعانت کو جائز رکھا۔

(۱) مولوی اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم ص ۱۰۱ میں لکھا چنانکہ اصحاب این مراتب عالیہ وارباب این مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال وشہادت می باشند این کباراولی الایدی والابصاررا میرسد کہ تمامی کلیات رابسوئی خود نسبت نمایند مثلا ایشان رامیرسد کہ گویند کہ از فرش تا عرش سلطنت ما است

یعنی ان بلند وبالا مراتب ومناصب والے اولیائے کرام عالم شہادت کو یہ حق ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت دیں

فائدہ ۔ اس عبارت میں تصریح ہے کہ اولیائے کرام تصرف کا اذن عام پائے ہوئے ہیں سوال یہ ہے کہ ان کا مدد فرمانا شرک ہے یا ان سے مانگنا شرک ہے یا اسمٰعیل کا یہ لکھنا غلط ہے۔

(۲) غیر مقلدوں کے محدث مجتہد نواب صدیق حسن خان دیوان نفح الطیب میں لکھتے ہیں۔ زمرہ رائے در افتادہ بار باب سنن۔ شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے۔

فائدہ ۔ اس میں غیر اللہ مردو ابن تیمیہ اور قاضی شوکانی کو ندا بھی کی اور مردوں سے مدد بھی مانگی ان کو حاضر وناظر وسمیع وبصیر بھی مانا ان سے فریاد کی۔

(۳) جناب رشید احمد صاحب گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ میں لکھا کہ بعض روایات میں جو آیا ہے اعینونی یاعباد اللہ یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت (مدد مانگنا) نہیں ہے بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالی نے ان کو اسی کام کے واسطے مقرر کیا ہے۔

(**ف**) اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے بندے دور ونزدیک کی سنتے بھی ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں اور ان سے مدد مانگنا جائز بھی ہے

(۴) ان ہی گنگوہی سے سوال ہوا کہ ان اشعار کو بطور وظیفہ یا ورد پڑھنا کیسا ہے۔

یا رسول اللہ انظر حالنا ۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا ۔ اننی فی بحر ھم مغرق ۔ خذبیدی سھل لنا اشکالنا یا قصیدہ بردہ کا یہ شعر وظیفہ کرنا۔

یااکرم الخلق مالی من الوذبہ ۔ سواک عند حلول الحادث العمم ۔

گنگوہی نے جواب دیا کہ ایسے کلمات نظم ہوں یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہیں۔ کفر وفسق نہیں۔ فتاوی رشیدیہ ص ۵ گنگوہی کا فتوی ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے مدد مانگنا کفر وشرک نہیں۔

مولوی قاسم نانوتوی نے قصائد قاسمی میں لکھا ہے۔

مدد کرائے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار۔ کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام کرے گا یا نبی اللہ کیا مرے پہ پکار۔ جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار۔ جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

(**ف**) ان اشعار میں بانی مدرسہ دیوبند نے ندا بھی کی اور مدد بھی طلب کی اور شفاعت بھی چاہی اور حضور اکرم ﷺ کو اپنا حامی کار وغمخوار بھی مانا

(۶) شیخ دیوبند محمود الحسن نے ادلہ کاملہ ص ۱۲ میں لکھا کہ آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل ومہر آپ کے ذمہ

وہابی دیوبندی شیخ الہند محمود حسن اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں

ایاک نعبد و ایاک نستعین

(سورۃ فاتحہ آیت ۳)

کے تحت لکھ گیا کہ ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

(۸) تھانوی اشرفعلی نے امداد الفتاویٰ حصہ چہارم ص ۹۹ میں لکھا ہے کہ جو استعانت و استمداد باعتقاد علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستمد منہ حی ہو یا میت اس عبارت کو بار بار پڑھیے اور بتائیے کہ اس سے وہابیت ذبح ہوئی نہیں ہوئی ہے تھانوی الطیب ص ۱۴۶۔۱۴۷ میں لکھا

دستگیری کیجئے میرے نبی۔ کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ۔ فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی

یا ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف۔ اے مرے مولیٰ خبر لیجئے مری

میں ہوں بس اور آپ کا در یا رسول۔ ابر غم گھیرے نہ مجھ کو پھر کبھی

درگزر کرنا خطا و عیب سے۔ خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی

کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک۔ نعل بوس ہوتی کافی آپ کی

فائدہ ۔ان حوالہ جات سے نہ صرف مدد مانگنے کا ثبوت ملا بلکہ ان میں غائبانہ نداء اور انبیاء اولیاء کو زندہ سمجھنا اور انہیں پکارنا اور ان سے مدد مانگنا ثابت ہوا۔

جواب (۲) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پڑھنا جائز ہے اسی پہلے جواب سے ثابت ہے خاص اسی کے لیے چند حوالہ جات حاضر ہیں (۱) حضرت مولینا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر ص ۶۱ میں محدثانہ سند کے ساتھ ابوالقاسم عمر بزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت لکھتے ہیں

سمعت سیدی السیدی الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ یقول من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی

حاجۃ قضیت حاجتہ۔

یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس نے مجھ سے مدد چاہی کسی پریشانی میں تو میں اس کو دور کر دوں گا اور جس نے تنگی میں میرے نام سے مجھے ندا کی تو میں اس کو حل دوں گا اور جس نے کسی حاجت میں اللہ سے حضور ﷺ میرا توسل کیا تو اس کی حاجت روائی کروں گا۔

(۲) حضرت شیخ نورالدین ابوالحسن علی لخمی شطنوفی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲) میں اسی محدثانہ شان سے ابوالقاسم عمر بزار کی پوری روایت تحریر فرماتے ہیں۔

(۳) حضرت شیخ محمد بن یحییٰ تادفی حنبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلائد الجواہر ص ۵۹ میں روایت اسی سند سے پوری روایت فرماتے ہیں

(۴) حضرت شیخ عبدالقادر بن محی الدین اربلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفریح الخاطر میں بعینہ یہی روایت پوری نقل فرماتے ہیں۔

(۵) حضرت شیخ محقق مجدد مائۃ حادی عشرہ مولانا شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبدۃ الاسرار ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں وقال من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ و من نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ۔

(۶) حضرت امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکملہ میں یہی روایت مع تحریر فرماتے ہیں۔

(۷) حضرت مولیٰنا محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نفحات الانس ص ۲۳۰

میں یہی روایت لکھتے ہیں لیکن ان کے الفاظ آپ کے یاد کرنے کے قابل ہیں پڑھیے۔

وھو ھذا میفرمود کسیکہ استغاثہ پیش من در کربتی بکشایم آں کربتی را ازوے۔ وکسیکہ خواند مرا در شدتی آسان سازم آں را وھر کہ توسل من نماید در حاجت بسوئے خدائے تعالیٰ حاجتش روا کنم سبحن اللہ

کیسی ایمان افروز اور وہابیت نجدیت سوز عبارت ہے

(۸) حضرت شیخ محقق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبار الاخیار میں یہی روایت کامل بکمال فرماتے ہیں

(۹) حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب قادری دیلوری اپنی کتاب فصل الخطاب ص ۱۲۷ میں فرماتے ہیں

وھم ازینجاست آنچہ عرفا و علمائے طریقہ قادریہ بعد ادائی دوگانہ صلاۃ الحاجۃ باسم یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ نداء توسل می کنند

(۱۰) اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھ گئے برائے حصول مہمات شیئا للہ یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی یکصد و یازدہ بار میخوانند سبحن اللہ وبحمدہ۔

(۱۱) حضرت مولانا علی قاری شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئا للہ گفتن در وقت سختی جائز است۔

(۱۲) بہت بڑے بزرگان دین اور اولیاء اسلام صلاۃ الاسرار شریف کے عامل تھے اور ہیں اور صلاۃ الاسرار شریف کا بیان

بہجۃ الاسرار شریف اور نزہۃ الخاطر اور زبدۃ الاسرار و تکملہ یافعیہ اور قلائد الجواہر اور تفریح الخاطر اور انہار المفاخر اور مناقب غوثیہ ص ۲۳۵ اور فصل الخطاب ص ۱۲۷

میں ہے اور یہ کتب مخالفین کے اکابر کے نزدیک مستند معتبر ہیں اور اس صلوۃ الاسرار میں ہی مذکورہ بالا وظیفہ مندرج ہے اس کا نام صلوۃ غوثیہ بھی ہے ہم اس کا طریقہ بھی عرض کر دیتے ہیں

صلوۃ غوثیہ ۔حاجت برآوری کے لئے ایک مجرب نماز صلوۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ ہے جو امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی بہجۃ الاسرار میں اور ملا علی قاری و شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الآثار و نزہۃ الخواطر میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نماز مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار قل ھو اللہ پڑھے سلام کے بعد اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کرے پھر نبی کریم ﷺ پر گیارہ بارہ درود و سلام عرض کرے اور گیارہ بار یہ کہے

یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی ۔وامد دنی فی قضاء حاجتی۔

پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر کہے

یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی۔

پھر حضور ﷺ کے توسل سے اللہ عزوجل سے دعا کرے ان شاء اللہ حاجت پوری ہوگی (ایک اور طریقہ بھی ہے) برائے جمیع مہمات ختم صغیر حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ختم صغیر پڑھنے کا طریقہ۔اول ۱۱۱ بار درود شریف کلمہ تمجید ۱۱۱ بار یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ ۱۱۱ بار بعدہ سورہ الم نشرح ۱۴۱ بار پھر سورۃ یسین ایک بار پڑھے عروج ماہ میں جمعرات سے شروع کرے انشاء تعالیٰ ایک ہفتہ پڑھنے سے جملہ مہمات سب مشاکل ہوں گے مجرب و آزمودہ ہے (۳) نحوداں صاحبان چاہتے ہیں کہ یہ ترکیب صحیح ہے لیکن موصوف کی صفت بنانے میں معترض کی غلطی ہے یہ مبدل منہ اور بدل کے قبل سے اگر موصوف صفت بنایا جائے تو واقعی غلط ہے لیکن یہ غلط فہمی معترض کی ہے نہ کہ اصل عبارت کی شیئا کا فعل ناصب اعطنی محذوف ہے اور یہ بھی تمام عرب مروج ہے اس کی مزید تحقیق فقیر کی تصنیت ۔وظیفہ یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ کا مطالعہ کیجئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ رجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ ﴿۱۱۵﴾

اولیاء اللہ کے عرسوں پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا اہل قبور بزرگوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

سائل نصیر احمد جیکب آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عرس کی اصل علماء کرام نے حدیث نم کنومۃ العروس سے نکالی ہے اور یہ حدیث شریف بخاری مسلم۔ و دیگر صحاح کے علاوہ مشکوۃ شریف میں بھی ہے بزرگوں کے عرسوں پر جانے میں چند مقاصد ہوتے ہیں مثلاً۔

(۱) زیارت مزارات۔متعدد روایات زیارت مزارات پر مصرح ہیں

فقال ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول

(...)

حضور ﷺ ہر سال شہداء کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے ۔

(۲) حدیث شریف تفسیر در منثور میں ہے ۔

عن رسول اللہ ﷺ انہ کان یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانو یفعلون

(ترجمہ) ... (خلفاء راشدین) بھی حضور علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے شہداء کی قبور پر جاتے تھے۔ اور پھر فقہاء کرام نے جواز کی تصریحات فرمائی ہیں

(۱) چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزیہ ص ۴۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

دوم آنکہ ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ و فاتحہ و شیرینی و طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران کنند این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاء راشدین نبود اگر کسے این طور کند باک نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل می شود

(۲) حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی جنہیں مانعین بھی بزرگ مانتے ہیں وہ اپنے مکتوب ص ۱۸۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

اعراس پیران بر سنت پیران بسماع و صفائی جاری دارند

(۳) مانعین عرس کے اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہے گاہے اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

(۴) مانعین عرس کے بڑے قطب رشید احمد گنگوہی نے بھی اصل عرس کو جائز لکھا ہے چنانچہ فتاوی رشیدیہ میں

ہے کہ بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں مجلس عرس مولود بھی ایسا ہی ہے۔

حقیقت حال ۔ غرض یہ کہ عرس کی اصل اور اس کا شروع ہونا تو احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اس کا منکر صرف وہابی دیوبندی فرقہ کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ لوگ اولیاء کرام کے متعلقات کو بدعت وحرام کہنے کے عادی ہیں ۔ عرس کا دوسرا مقصد قرآن خوانی اور تیسرا مقصد صدقات وخیرات برائے ایصال ثواب ۔ زیارت مزارات تو سنت ہے جو کہ اوپر تصریح ہو چکی ہے مزید ایک اور حدیث یہ ہے

عن ابی بریدۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ **یعلمھم اذا خرجوا** الی المقابر السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین و المسلمین انا انشاء اللہ بکم لاحقون ۔ (مشکوۃ باب زیارۃ القبور) دوسری جگہ اسی مشکوۃ شریف میں ہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا ۔

پہلے میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکتا تھا اب تمہیں اجازت ہے قبور کی زیارت کیا کرو۔

فائدہ ۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نہی عن زیارۃ القبور کا حکم منسوخ ہو گیا اور فرماتے ہیں کہ اس نہی کا سبب جاہلیت کے زمانہ کے قرب کی وجہ سے تھا تاکہ وہ نہ بیٹھیں جو جاہلیت میں کہتے یا وہی ذکر نہ کریں جو اس زمانہ میں کرتے تھے

قواعد اسلام جب تحقیق سے مقرر ثابت ہو گئے اور نہی کا سبب بھی ختم ہو گیا تو پھر زیارت قبور کی اجازت مردوں کے لیے ہے عورتیں ویسے ہی نہی میں داخل ہیں اعلی حضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ فرماتے ہیں کہ علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا کہ اس اجازت کے اس نہی میں عورتیں بھی داخل ہیں یا نہیں اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی بحر الرائق مگر جوانیں ممنوع ہیں ۔ روضہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے انہیں بھی اجازت ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں کہ اس نہی سے جیسے مردوں کو اجازت ہے ایسے ہی عورتوں کو بھی رخصت ہے چنانچہ در مختار میں ہے ۔

ھل تستحب زیارۃ قبر النساء الصحیح نعم بلا کراھۃ ۔

غنیۃ میں کراہیت پر جزم فرمایا ۔ شرح فارسی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں

کہ ثابت شد ازیں احادیث کہ زیارۃ قبور سنت ۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ زیارت قبور سنت ہے

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ ربیع الاول

مسئلہ : ﴿ ۱۱۶ ﴾

صاحب مزار سے فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

سائل نور الدین سکھر سندھ

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوۃ شریف کی شرح اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک اجابت دعا کے بارے میں تریاق اور مجرب ہے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس بزرگ سے ان کی زندگی میں استمداد کیلئے عرض کیا جاتا تھا ان کے وصال کے بعد بھی سوال کیا جا سکتا ہے۔

فائدہ: جیسے یہ مضمون اشعۃ اللمعات میں اسی طرح مشکوۃ شریف کے باب زیارۃ القبور کے حاشیے پر عربی زبان میں بھی ہے اس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ

واما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی علیہ السلام او الانبیاء فقد انکرہ کثیر من الفقھاء و اثبتہ المشائخ الصوفیۃ و بعض الفقھاء قال الامام الشافعی قبر موسیٰ الکاظم تریاق مجرب لاجابۃ الدعوۃ الخ ۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴ حاشیہ ۲)

اس کے بعد شاہ صاحب قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ

یکی از مشائخ گفتہ دیدم کہ چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہا ایشان در حیات خود یا بیشتر قوی می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر و اولیاء را تصرف در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشان را ارواح

باقی است۔

(**فائدہ**) حضرت صاحب قدس سرہ نے اختصار کے پیش نظر صرف ایک حوالہ پر اکتفا فرمایا ہے ورنہ اس مسئلہ پر اسلاف کی تصریحات ان گنت ہیں مثلاً

احناف کی مشہور عالم کتاب درمختار باب اللقطہ جلد سوم کے آخر میں لکھا ہے کہ اگر کسی کی کوئی شے گم ہو جائے تو وہ کسی اونچی جگہ قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور سورہ فاتحہ شریف پڑھ کر اس کا ثواب نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد بن علوان کو پھر یہ دعا پڑھے

یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من دیوان الاولیاء

صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ اس دعا کی برکت سے اسکی گمشدہ چیز اسے مل جائے گی۔

(**فائدہ**) یہ عمل مبارک احناف کے ایک بہت بڑے امام نے بیان کیا ہے اس لیے استمداد کے علاوہ دور سے اولیائے کرام کو پکارنے کا ثبوت بھی مل گیا جو لوگ اپنے آپ کو حنفی بھی کہلاتے ہیں اور پھر اولیائے کرام سے مدد مانگنے اور دور سے پکارنے کو شرک کی رٹ لگاتے ہیں وہ اس سے عبرت پکڑیں۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ۔

غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ صاحب مرقات اپنی کتاب (نزھۃ الخاطر الفاتر ص ۴۱) میں لکھتے ہیں

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ و من نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ و من توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت حاجتہ

نیز صلوۃ الاسرار تو قضائے حاجت کے لیے مشہور ہے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مذکور میں اس کا طریقہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ دو رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص شریف ۱۱، ۱۱ بار پڑھے ۔ سلام پھیر کر ۱۱ بار صلوۃ وسلام پڑھے پھر بغداد شریف کی طرف (شمال کی جانب) ۱۱ قدم چلے ہر قدم پر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نام مبارک لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور یہ شعر مبارک پڑھے۔

ایدرکنی ضیم وانت ذخیرتی — واظلم فی الدنیا وانت نصیری

وعار علی حامی الحمیٰ وھو منجدی — اذا ضاع فی البیداء عقال بعیری

یہ لکھ کر ملا علی قاری حنفی نے فرمایا کہ

وقد جرب ذلک مرارا

فائدہ ایسے بے شمار حوالہ جات احناف کی کتب میں ملتے ہیں

دیو بندی حکیم الامت کا حوالہ۔ اب دیو بندی کے حکیم الامت کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے تاکہ مزید تسکین ہو۔ فتوی مندرجہ کتاب التعاقد و الکلام جلد ۴ ص ۹۹ میں ہے۔ جو استعانت و استمداد باعتقاد علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو اعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستمد منہ حی ہو یا میت۔

فائدہ ۔ مزید تفصیل شواہد الحق علامہ یوسف نبہانی میں دیکھئے اس مسئلہ کا تعلق اولیاء اللہ کی استمداد سے ہے جس کی تفصیل کتاب (استمداد اولیاء اللہ کی تحقیق) میں ملاحظہ فرمایئے یہاں مندرجہ ذیل حدیث شریف صحیح ہے۔

قال النبی ﷺ من مشی لزیارۃ العلماء او لشیخ الکبیر اولعلیل او نفقد ذی رحم او علی عزاء الکفاء او تعاون الاعمر اربعین قدما اعطاہ اللہ تعالی علی کل قدم عشر حسنات و محی عنہ عشر سیات ولم یرجع الا مغفورا۔

ترجمہ حضور نبی اکرم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علماء یا کسی بہت بڑے بزرگ کی زیارت یا بیمار پرسی یا ذی رحم محرم کی خبر گیری یا کفار سے جنگ کرنے یا نابینا کی مدد کے لیے چالیس قدم چلتا ہے تو اللہ تعالی اسے ہر قدم کے عوض دس نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا اور گھر واپس لوٹے گا تو وہ مغفور ہو گا۔

فائدہ۔ یہ حدیث مبارکہ مشائخ صوفیاء کی سند کے لحاظ سے صحیح ہے محدثین کی اصطلاح اور صوفیہ کی اصطلاح میں فرق ہوتا ہے تفصیل مطولات میں ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۔ ۲۱ رجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ ۰ ۱۱۷ ۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں بزرگوں کا درجہ و مرتبہ دنیا سے جانے کے بعد بڑھ جاتا ہے یا گھٹتا ہے ثبوت بحوالہ کتب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل نصر اللہ خان لودھراں

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

انتقال کے بعد بزرگان دین کے درجے اور مرتبے اعلی ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے تعلقات دنیا اور دنیا والوں سے ختم ہو جاتے ہیں اور اللہ پاک کے ساتھ گہرا تعلق ہو جاتا ہے مشارق الانوار میں ص ۵۸ پر ہے

وقدذکر بعض العارفین ان الولی بعد موتہ اشد کرامۃ فی حال حیاتہ لانقطاع تعلقہ بالخلق وتجر درو حہ للخالق فیکرمہ اللہ بقضاء حاجۃ المتوسلین بہ۔

ترجمہ عارفین نے ذکر کیا ہے کہ ولی اللہ کی بزرگی انتقال کے بعد زیادہ ہو جاتی ہے حالت زندگی کے اعتبار سے کیونکہ ان کے تعلقات مخلوق سے منقطع ہو جاتے ہیں اور ان کی روح کو خاص اللہ تعالی کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے پس اللہ تعالی ان کو یہ عزت و بزرگی دیتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے جو لوگ اپنی حاجت کے چاہنے والے ہیں ان کی حاجت کو پوری کر دیں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی ۲۳ رجب ۱۳۸۸ھ

مسئلہ ۰ ۱۱۸ ۰

یہاں کچھ نقشبندی طریقت کے مرید ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب ایک مرشد پردہ کر جاوے تو دوسرا مرشد پکڑ سکتا ہے کیونکہ وہ مر گیا ہے اس لیے کوئی فیض نہیں پہنچا سکتا جبکہ ہمارا یقین ہے کہ پیر کامل دنیا سے رحلت کے بعد بھی فیض دے سکتا ہے اس لیے کہ وہ وصرف نقل مکانی کرتا ہے آپ لکھ کر بھیجیں کہ کون حق پر ہے۔

سائل نذر محمد روہیلا نوالی ضلع مظفر گڑھ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

معترض نقشبندی نہیں بلکہ دیو بندی معلوم ہوتا ہے اگر اس کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابرین کے عقائد کا علم ہوتا تو ایسی لغویات نہ کہتا جس صحیح العقیدہ شیخ سے بیعت کر لی اس کو بلا کسی عذر شرعی چھوڑنا یا انتقال کے بعد ان کو ناکارہ سمجھنا شریعت سے جہالت پر مبنی ہے یقیناً حق تعالی نے اولیاء کاملین کو بڑی قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ اس عالم سے وصال کرنے کے بعد بھی فیض پہنچاتے ہیں سلسلہ نقشبندیہ کے معتمد و مشہور بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رضی اللہ عنہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقداں خود مصروف است فعلاں در صحرا بوقت خواب اسباب و اسپاں خود بحمایت حضرت می سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشان می شوند۔ اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ میں یہی سوال لکھ کر جواب لکھتا ہے ملاحظہ ہو۔

سوال: مزارات اولیاء سے فیض حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: مزارات اولیاء کاملین سے فیض حاصل ہوتا ہے مگر عوام کو اس کی اجازت ہرگز جائز نہیں۔

(فتاوی رشیدیہ ج ۳ ص ۱۲۴)۔

تبصرۂ اویسی غفرلہ : جب شرعاً جائز ہے تو عوام کو ممانعت کیوں؟ ان کو خواص کی بہ نسبت زیادہ ضرورت ہے اگر ان سے کسی خرابی کا امکان ہے تو انہیں سمجھا دیا جائے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۱ شوال ۱۴۰۱ھ

مسئلہ : ۱۱۹

ہمارے ہاں ایک پیر ہے داڑھی منڈاتا ہے نماز بالکل نہیں پڑھتا۔ لیکن اس سے کرامات کا صدور بھرپور ہو رہا ہے۔ کیا ہم اسے ولی اللہ مانیں۔

سائل عبدالمجید

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شریعت کا مخالف کبھی ولی اللہ نہیں ہوتا بلکہ وہ شیطان ہے اگر چہ اس سے خرق عادت کے طور پر

ہوتا ہے کیونکہ علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ جب کسی انسان کے ہاتھ پر کوئی خرق عادت فعل ظاہر ہو تو وہ دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو اس کے ساتھ دعوی بھی ہو گا یا دعوی نہ ہو گا اگر دعوی ہو گا تو اس کی کئی قسمیں ہیں یا تو اس میں ۔۱۔ خدائی کا دعوی ہو گا ۔۲۔ یا نبوت کا ۔۳۔ یا ولایت کا ۔۴۔ یا جادو وغیرہ کا یہ چار قسم ہوئے۔ (۱) خدائی دعوی ہے سو اس کے مدعی کے ہاتھ پر خرق عادات کا بغیر کسی معارضہ کے ظاہر ہونا جائز ہے جیسے نقل کیا گیا ہے کہ فرعون خدائی کا مدعی اس کے ہاتھ پر خرق عادات کا ظہور ہوتا تھا اور ایسے ہی دجال کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا احادیث سے ثابت ہے چنانچہ ایسے مدعی کا دعوی اور اس کی خلقت ہی بتلاتی ہے کہ یہ سراسر جھوٹا۔ کاذب اور دروغ گو ہے لہذا اس کے ہاتھ پر خرق عادات کے ظہور سے اس کی صداقت کا وہم تک بھی نہیں ہوتا۔

(۲) نبوت کا دعوے ہے اور یہ بھی دو قسم پر منقسم ہے کیونکہ یہ مدعی یا تو سچا ہے یا جھوٹا ہے اگر سچا ہے تو اس کے ہاتھ پر خرق عادات کا ظہور ضروری ہے لیکن جو مدعی جھوٹا ہے اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور جائز نہیں اور ظہور کی تقدیر پر اس کا معارضہ ضروری ہے۔

(۳) یہ ہے کہ ولی سے خرق عادت ظاہر ہو اگر ولی سچا ہے تو اس سے خرق عادت کا ظہور بالکل برحق ہے۔

(۴) مدعی جادو کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر ہو سو یہ بھی جائز ہے مگر معتزلہ اس میں مخالف ہیں یہ قسم اول کے اقسام ہوئے۔ اب دوسری قسم کے اقسام سن لیجئے دوسری قسم یہ ہے کہ کسی انسان کے ہاتھ پر بدون کسی دعوے کے خرق عادت ظاہر ہو پھر یہ انسان یا تو خدائے تعالی کے نزدیک صالح اور نیک بخت ہو گا یا فاسق و فاجر پہلی صورت تو وہی کرامت اولیاء ہے جس کے جواز پر ہمارے علماء متفق ہیں دوسری صورت یعنی فاسق و فاجر کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر ہونا اسی کا نام استدراج ہے۔ آج کل ہمارے لوگ اس فرق کو نہ سمجھ کر جس سے بھی کوئی خرق عادت یہاں تک کہ تعویذ، جھاڑ، پھونک سے فائدہ پاتے ہیں تو اسے ولی اللہ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور وہ وعویدار اسی طرح سے عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتا ہے یہ علماء کرام اور سچے اور صحیح مشائخ کا فرض ہے کہ عوام کو بتائیں کہ ولی اللہ وہ ہے جو شرع رسول اکرم ﷺ کا پابند ہو خلاف شرع ہو کر پیری مریدی کا دھندا کرتا ہے وہ پیر نہیں لٹیرا ہے اس سے دور رہنا فرض ہے ورنہ قیامت میں پچھتاؤ گے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی ۱۱ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ

مسئلہ : ۱۲۰ء

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پورا نام ، والدین کا نام ، قبیلہ کا نام اور علاقہ وملک بیان فرمائیں ۔ نیز حضور ﷺ کے کون سے دانت مبارک شہید ہوئے تھے ۔ حضرت خواجہ اویس قرنی کی والدہ ماجدہ نے آپ کو کیا نصیحت کی تھی؟ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے اپنا جبہ مبارک کس کے ہاتھ کس کو بھیجا تھا اور وہ کون سے تابعی تھے جنہیں نبی پاک ﷺ نے پیغام بھیجا تھا کہ میری امت کی بخشش کے لیے دعا کریں؟

سائل محمد عبدالکریم پتوکی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پورا نام ابوعمر واویس بن عامر قرنی مرادی ہے ۔ ابوعمر و حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے والد ماجد کا نام عامر اور والدہ محترمہ کا نام "بدار" بتایا جاتا ہے ملک یمن کے شہر قرن کے رہنے والے تھے اور قبیلہ بنومراد سے آپ تعلق رکھتے تھے آپ جلیل القدر عظیم المرتبت تابعی ہیں ۔ بلکہ افضل التابعین اور سید التابعین ہیں رضی اللہ عنہ ۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے والے دندان مبارک غزوہ احد شہید میں ہوئے اور جب یہ خبر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو ایک روایت کے مطابق آپ نے اپنے سامنے والے چاروں دانت نکال دیے اور کتب سیرت و تاریخ کی مشہور روایت میں ہے کہ یہ خبر سننے پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے سب دانت خود بخود جھڑ گئے ۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی والدہ نہایت ضعیفہ اور معذور تھیں ۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہمہ وقت ان کی خدمت میں مشغول رہتے اسی خدمت میں مصروفیت کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں حاضری کی اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت طلب کرتے مگر وہ اپنی کمزوری اور معذوری کی وجہ سے اجازت نہ دیتیں ایک دفعہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر اجازت تو مل گئی لیکن ساتھ ہی آپ کی والدہ ماجدہ نے نصیحت کی کہ اگر رسول اللہ ﷺ گھر پر نہ ہوں تو وہاں ٹھہرنا نہیں بلکہ واپس آجانا چنانچہ آپ مدینہ منورہ میں وارد ہوتے ہی

کاشانہ نبوت ﷺ پر حاضر ہوئے اتفاق کی بات تھی کہ حضور پرنور ﷺ اس وقت گھر پر نہ تھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کب تشریف لائیں گے بی بی صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ شاید ظہر تک واپس تشریف لائیں گے ۔ عرض کی کہ حضور ﷺ کی خدمت مقدس میں میرا سلام عرض کرنا ۔ اپنی والدہ ماجدہ کے فرمان کے مطابق رسول مقبول ﷺ کا انتظار کیے بغیر ہی واپس لوٹ گئے ۔ نبی کریم ﷺ کی وصیت مبارک کے مطابق آپ ﷺ کا جبہ مبارک حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما نے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پہنچایا اور امت محمدیہ ﷺ کی بخشش کے لیے دعا کرنے کا پیغام نبوی بھی دیا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی ﷺ کے مطابق پیارے حبیب ﷺ کی امت کی بخشش کے لیے خصوصی دعا کی اور عرب کے دو مشہور قبیلوں مضر و ربیعہ کی بھیڑ بکریوں کی اون کے بالوں کی گنتی کے برابر امت کی بخشش کی بشارت پائی ۔

فائدہ: ان دونوں قبیلوں کی بھیڑ بکریاں عرب میں کثرت سے تھیں اور اون کی کثرت کی وجہ سے بھی یہ بکریاں عرب میں مشہور تھیں ۔ مزید تفصیل فقیر کی تصنیف "ذکر اویس" میں پڑھیے ۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ شعبان ۱۳۸۸

مسئلہ : ۱۲۱ء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل میں کہ (۱) روحانی بیعت جیسا کہ سلسلہ اویسیہ میں ہے اس کا مکمل ثبوت کیا ہے (۲) خواجہ ابوالحسن خرقانی کی بیعت سلطان العارفین بایزید بسطامی سے روحانی ہے کیا یہ درست ہے بحوالہ کتب مشائخ متقدمین بیان فرمادیں ۔ (۳) سلسلہ اویسیہ اور نقشبندیہ کہ علاوہ بھی کسی سلسلہ میں روحانی بیعت پر اکتفا کیا گیا ہے یا نہیں؟

سائل محمد سرفراز فیصل آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) روحانی بیعت کا ثبوت متعدد مستند کتب سے ملتا ہے ارشاد رحیمیہ میں عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ والد

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "معنی اویسی آنست کہ حضرت شیخ طریقت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ گفتہ اند قومی از اولیاء اللہ بسند کہ نسبت را مشائخ طریقت و کبراء حقیقت اویسیہ می نامند و ایشان را در ظاہر حاجتی بہ ہر نبود زیرا کہ ایشان را حضرت نبوت ﷺ با روح ولی وا ولیاء حق در حجر عنایت خود پرورش می دہد بی واسطہ غیر چنانچہ اویس را داور سالت پناہ ﷺ و این مرتبہ عظامی تا ہر کہ خواہد دہد ذلک فضل اللہ ...... ص ۹ ۔ شاہ محقق علی الاطلاق سیدی عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات ص ۲۶۲ میں فرماتے ہیں کہ "و این را محقق و مقرر است نزد اہل کشف و کمال از ایشان تا آنکہ بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح سیدہ این طائفہ او ر اصطلاح ایشیان اویسی خوانند ۔

(۲) خواجہ ابوالحسن خرقانی کی حضرت سلطان العارفین سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہ سے روحانی بیعت بھی متعدد اور معتبر ومستند کتب سے ثابت ہے مثلاً مثنوی شریف اور تذکرۃ الاولیاء اور خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور مرحوم لاہوری وغیرہم اور شاہ عبدالرحیم دہلوی فرماتے ہیں "ولادت شیخ ابو الحسن بعد از فات شیخ ابو یزید است علاقہ و تربیت شیخ ابو یزید وے را بحسب باطن و روحانیت بودہ است نہ بظاہر و صورت

(ارشاد رحیمیہ ص ٤)

سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ کے علاوہ بے شمار بزرگوں کو اس طریق سے فیض ملا ہر چند کہ اسی ارشاد رحیمیہ میں از ص ۵ تا ص ۹ لکھے ہیں اور ہر سلسلہ کے مشائخ کو مفتی غلام سرور لاہوری حدیقۃ الاسرار میں سلسلہ اویسیہ کے عنوان سے بے شمار بزرگوں کا نام لکھا ہے اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اخبار الاخیار شریف میں اور شیخ عطار قدس سرہ تذکرۃ الاولیاء میں بہت بزرگوں کے نام لکھے ہیں ۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ۱۲۲ء

ہمارے ہاں ایک مولوی اپنے آپ کو دیوبندی بتلاتا ہے وہ کہتا ہے کہ کرامات اولیاء کچھ نہیں آپ اس کے متعلق تحقیقی جواب دیجیے ۔

سائل نبی بخش ملتان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مولوی مذکور جاہل ہے ورنہ اس مسئلہ میں تو دیوبندیوں کو بھی اختلاف نہیں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مشائخنا العلماء الحکماء یستقی بھم الغیث علیھم و الیھم المرجع فی الاحکام و الدولانی و المعارضت و المقامات و الاشارات ۔ اور دوسرے مقام فتاوی حدیثیہ میں لکھتے ہیں کہ ان کرامات الاولیاء من شمسہ معجزات النبی ﷺ لانھا تشھد للولی بالصدق المستلزم لکمال دینہ المستلزم تحقیقہ المستلزم لصدق نبیہ فیما اخبر بہ من الرسالۃ و کانت الکرامۃ من جملہ الخ

جب تمام اہلسنت متفق ہیں کہ کرامت ولی نبی اکرم ﷺ کا معجزہ ہے تو کرامت کا انکار در اصل معجزہ کا انکار ہے اور اس کا انکار معتزلہ پر صادر ہوا اب اگرچہ اس فرقہ کا وجود غیر موجود ہے لیکن ان کے خیالات باطلہ پر عمل کرنے والے ضرور موجود ہیں کیونکہ انکار صریح ہوتا ہے دوسرا مخفی چنانچہ شیخ ابن حجر فتاوی حدیثیہ میں منکر کرامت کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ اول تو وہی معتزلہ ہیں جو اول سرے سے ولایت کے صدور کے منکر ہیں بلکہ مشائخ صوفیہ اور ان کے متبعین پر طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں دوسرے وہ ہیں جو اجمالاً کرامت کے قائل تو ہیں لیکن جب کسی ولی کی کوئی خاص کرامت بیان کی جاوے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اسکی وجہ ابن حجر مکی کچھ یوں بیان فرماتے ہیں

مما حیلہ لہ الشیطان انھم انقطعو ا و انہ ھم سیق الا متلبس مغرورا معتوی علیہ شیطان و لبس علیہ الشیطان و ھمش علیہ و ھو لاء من العناد و الحریان بمکان ایضی

اس قسم کے لوگ ہمارے دور میں عام پائے جاتے ہیں جو اپنے آپ کو حنفی سنی کہلواتے ہیں اور علمائے دیوبند سے اپنا انسلاک بتاتے ہیں اگرچہ یہ لوگ بظاہر کرامت الاولیاء حق کے قائل ہیں لیکن درحقیقت بقول علامہ ابن حجر مکی یہ لوگ بھی منکرین کرامت ہیں پہلے اور دوسرے لوگوں میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے کیونکہ صریح انکار اور مخفی انکار کا مآل ونتیجہ ایک ہی ہے اسی کا عداوت ولایت ہے جس کے لیے اللہ تعالٰے کی طرف سے اعلان صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے۔

من عادی لی ولیا فقد اذنتہ للحرب الخ

اب سوچنے کا مقام ہے کہ ولی کی عداوت سے متعلق اللہ تعالی نے کیا حکم فرمایا ہے ابن حجر فرماتے ہیں کہ ولی کی دشمنی سم قاتل ہے اوران کے منکر کی تھوڑی سزا یہ ہے کہ ان کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے اور خوف ہے کہ اس کا خاتمہ خراب ہو۔ اسی لئے منکر ولی کو آج کے دن سوچنا چاہئے۔

کرامات الاولیاء حق ہیں یہ جملہ ہر موافق ومخالف کا مسلم ہے لیکن مخالف کو جب اولیاء اللہ کی کرامت کی تفصیل سنائی جائے پھر اسکی حالت غیر ہو جاتی ہے مثلاً اولیاء اللہ کے سردار بلکہ ان تمام کے پیر یعنی غوث اعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کا بڑھیا کا بیڑا ترانا اسکا نام لو تو مخالف جل بھن جائیگا لیکن چونکہ ہمارا حق ہے کہ ہم دلائل پیش کریں چنانچہ عرض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالی نے اپنے ولیوں کو جو کرامت عطائی فرمائی ہیں ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر متعدد اجساد کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس کرامت کو تعدد اجساد کہا جاتا ہے۔

ذکر ابن السبکی فی الطبقات ان الکرامات انواع وعد منہا ان یکون لہ اجساد متعددۃ۔

یعنی علامہ ابن سبکی نے طبقات میں ذکر فرمایا کہ کرامتوں کی کئی قسمیں ہیں ان کرامات سے یہ ہے کہ ولی جسم ہو جاتے ہیں (تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۱۵ الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۶۲)

تفسیر مظہری میں ہے۔

وکذالک یجعل نفوس بعض اولیاء فانہم یظہرون انشاء اللہ فی ان واحد فی امکنۃ شتی باجساد ہم المبارکۃ۔

یعنی یوں ہی خدا تعالی اپنے بعض ولیوں کو طاقت عطا فرماتا ہے کہ وہ خدا تعالی کے فضل سے ایک آن میں متعدد جگہوں میں اپنے اجساد مبارکہ کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ (ج ۳ ص ۲۷۷)

تفسیر روح المعانی میں ہے۔

ولا مانع من ان یتعدد الجسد المثالی الی ما لا یحصی من الاجساد۔ (ص ۳۵۔ ۲۲)

یعنی اس سے کوئی امر مانع نہیں کہ جسد مثالی کا تعدد اتنے اجساد میں ہو کہ ان کا شمار بھی نہ ہو سکے۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے فرمایا

ومنہا شہود الجسم الواحد فی مکانین فی آن واحد۔ (الیواقیت والجواہر ص ۲)

کرامات سے ہے ایک جسم کا آن واحد میں دو جگہوں میں ظاہر ہونا (یعنی تعدد اجساد) بعض لوگ کہتے ہیں کہ تعدد اجساد صرف روح کے ساتھ ہوتا ہے جسم کے ساتھ محال ہے اس پر امام شعرانی قدس سرہ کو جلال آ گیا فرماتے ہیں۔

فیا من یقول ان الجسم الواحد لا یکون فی مکانین کیف یکون ایمانک بہذا لحدیث فان کنت مومنا فقلد وان کنت عالما فلا تعترض فان العلم یمنعک۔

یعنی افسوس ہے اس شخص پر جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم دو جگہ نہیں ہو سکتا۔ اے ایسا کہنے والے تیرا معراج پاک والی حدیث پر ایمان نہیں۔ جس میں حضور نے فرمایا کہ میں نے موسی علیہ السلام کو قبر مبارک میں بھی دیکھا اور آسمان پر بھی دیکھا۔

اے ایسا کہنے والے اگر تو مومن ہے تو تقلید کر لے اگر تو عالم ہے تو اعتراض کیوں کرتا ہے (اگر تیرا علم نوری ہے) تو تجھے تیرا علم اعتراض کرنے سے باز رکھیگا۔

ازالہ وہم : بعض کا خیال ہے کہ حضور ﷺ صرف روح کے ساتھ حاضر وناظر ہیں یہ خیال صحیح نہیں ہے سید دو عالم ﷺ اپنے حقیقی جسم مبارک کے ساتھ حاضر وناظر ہیں چنانچہ مندرجہ بالا ارشاد اس کی تصدیق موجود ہے بلکہ ہمارے اکابر نے اس امر کی تصریح بھی فرما دی ہے۔ امام ہمام علامہ نورالدین حلبی نے فرمایا۔

فہو ﷺ موجود بین اظہرنا حسا ومعنی وجسما وروحا سرا وبرہانا

(جواہر البحار شریف ج ۲ ص ۱۲۴)

یعنی سید العالمین ﷺ ہم میں ظاہری اور معنوی طور پر اپنے جسم وروح مبارک کے ساتھ موجود ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب تسکین الخواطر۔

(**انتباہ**) ایسی طاقتیں تو اللہ نے حضور ﷺ کے امتیوں کو بھی بخشی ہیں جیسے ہمارے پیر خواجہ محکم الدین بیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سینکڑوں حکایات مشہور ہیں فقیر اکابر اولیاء کی چند حکایات یہاں درج کرتا ہے۔

(ابوالعباس مرسی) شیخ ابوالعباس مرسی قدس سرہ کو ایک نیازمند نے نماز جمعہ کے بعد اپنے گھر تشریف لے جانے کی دعوت دی۔ آپ نے اس دعوت کو قبول فرمایا پھر دوسرا عقیدت مند آیا اس نے بھی اپنے لئے دعوت دی آپ نے اس کے ساتھ بھی وعدہ فرمایا۔ پھر تیسرا آیا پھر چوتھا پھر پانچواں آپ نے سب کے ساتھ وعدہ فرمایا۔

ثم صلی الشیخ مع الجماعۃ وجاء فقعد بین الفقہاء لم یذہب لاحد منہم واذا کل من الخمسۃ جاء لیشکر الشیخ علی حضورہ عندہ۔

یعنی حضرت شیخ ابوالعباس نے نماز جمعہ پڑھی تو آپ علماء کرام کے پاس بیٹھ گئے اور کہیں نہ گئے کچھ دیر کے بعد وہ پانچوں نیازمند دعوت دینے والے آئے اور حضرت شیخ کا ان سب کے گھروں میں تشریف لے جانے پر ہر ایک نے شکریہ ادا کیا رضی اللہ تعالی عنہ (الحاوی للفتاوی ص ۳۴)

حضرت علی ہمدانی نے بیک وقت چالیس گھر جا کر کھانا کھایا (کتاب ذخیرۃ الملوک منقول از حرمیہ مع رحمت ص ۱۸۳)

جہانگیر نے سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں مرنے والوں کی تعداد سینکڑوں ہزاروں تک پہنچتی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ تو ایک ذات ہیں تو حضور ہر مرنے والے کی قبر میں کیسے پہنچ جاتے ہیں اس کی وضاحت فرما یئے سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا اے بادشاہ دہلی والوں کو کہو کہ وہ میری دعوت کریں لیکن دعوت ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں ہو اس فرمائش پر جہانگیر نے اپنے بہت سارے احباب کو امام ربانی کی دعوت سے متعلق کہہ دیا اور اسی دن خود بھی جہانگیر نے حضور امام ربانی کی دعوت کی وقت مقرر سیدنا امام ربا

نی نے بادشاہ کے ہاں دعوت کھائی رات اسی کے ہاں قیام فرما رہے صبح بادشاہ نے ان دعوت دینے والوں کو بلا کر پوچھا تو سب نے فرداً فرداً اقرار کیا کہ امام ربانی نے رات کا کھانا ہمارے گھر کھایا تھا یہ سن کر بادشاہ حیران ہوا سیدنا امام ربانی نے فرمایا اے بادشاہ میں تو سید دو عالم ﷺ کا ادنی امتی ہوں اور جب میں سب کے گھر بیک وقت موجود رہ کر کھانا کھا سکتا ہوں تو رسول ﷺ کیوں ہر قبر میں جلوہ فرما نہیں ہو سکتے۔ اور غوث الغیاث کے غوث محبوب سبحانی قطب ربانی کی مشہور کرامت ہے کہ آپ بیک وقت کئی مریدوں کے ہاں پہنچے اور کھانا کھایا (فیوضات مجددیہ ص ۱۱)

حضرت سیدی محمد خضری رضی اللہ تعالی عنہ۔

قال الشعرانی واخبرنی من صحب الشیخ محمد الخضری انہ خطب فی خمسین بلدۃ فی یوم واحد خطبۃ الجمعۃ وصلی بہم اماما۔

(روح البیان ص ۳۱۶ ج ۹)

یعنی قطب وقت سیدنا امام شعرانی رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا مجھے اس شخص نے بتایا جو کہ شیخ محمد خضری رضی اللہ تعالے عنہ کی خدمت میں رہا کہ حضرت شیخ خضری نے ایک ہی دن میں ایک ہی وقت پچاس شہروں میں جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز جمعہ پڑھائی حضرت سیوطی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے اور قضیب البان وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق حضرت محبوب سبحانی سرکار غوث قدس سرہ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہو ولی مقرب ذو حال مع اللہ وقدم صدق عند دفرمایا وہ اللہ تعالی کے دربار قرب والا ولی ہے وہ صاحب حال ہے اور وہ خدا تعالی کے دربار سچائی کے قدم ہیں۔ پھر کسی نے عرض کیا حضور وہ تو نماز نہیں پڑھتا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا

انہ یصلی من حیث لا ترونہ وانی اراہ اذصلی بالموصل او بغیرہا من آفاق الارض یسجد عند باب الکعبۃ

یعنی فرمایا کہ قضیب البان وہاں نماز پڑھتے ہیں کہ تم نہیں دیکھ سکتے مگر میں اسے دیکھتا ہوں کہ موصل میں یا کسی اور جگہ میں کسی خطے میں نماز پڑھتے ہیں سجدہ وہ خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس ہی کرتا ہے

(الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۴۱)

حضرت قضیب البان کے متعلق علامہ سیوطی قدس سرہ نے فرمایا

یحکی عن قضیب البان الموصلی وکان من الابدال انہ اتھمہ بعض من لم یرہ یصلی بترک الصلوۃ وشدد النکیر علیہ فی ذلک فتمثل لہ علی الفور فی صور مختلفۃ وقال فی ای ھذہ الصور رأیتنی ما اصلی

یعنی حضرت قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو کہ ابدال میں سے ہیں ان پر کسی نے تہمت لگائی کہ یہ نماز نہیں پڑھتے اور سخت انکار کیا تو حضرت قضیب البان ان کے سامنے متعدد اجساد میں اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہو گئے اور فرمایا کہ اے اعتراض کرنے والے بتا تو نے ان میں سے کس صورت میں مجھے دیکھا ہے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۳۳۸)

(فائدہ) اس واقعہ کو سید امام نور الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کرنے کے بعد فرمایا۔

قلت فاذا کان ھذا للواحد من الابدال افلا یظہر من رسول اللہ ﷺ الف الف مثال

یعنی ابدال میں سے ایک ولی کی یہ شان ہے کہ وہ فوراً متعدد اجساد میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ کے لاکھوں اجسام نہیں ہو سکتے۔

(ف) اس طرح کے واقعات کا تفصیلی مطالعہ کرنا ہو تو فقیر کی کتاب الانبیاء اور ولی اللہ کی آواز پڑھئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ شعبان ۱۳۹۲ھ

مسئلہ ۱۲۳

علامہ اویسی صاحب۔ سلام مسنون میں نے ایک تقریب میں کہہ دیا کہ میرانی صاحب بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف لے گئے کیونکہ انہوں نے ایک وقت میں کئی دعوت کرنے والوں سے وعدہ کر لیا تھا۔ ایک مولوی دیوبندی اسے شرکیہ عقائد سے گردانتا ہے اور کہتا ہے کہ اس حکایت کے متعلق شرعاً کوئی ثبوت نہیں۔ آپ سے امید ہے کہ آپ اس کے دلائل دیجئے۔

سائل محمد بخش فیروز ضلع رحیم یار خان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

وعلیکم السلام۔ اسی موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام المنجلی فی تطور الولی اس مسئلہ پر انبیاء کرام علیہم السلام کا شب معراج حضور علیہ السلام کے ملاقی ہونا ہمارے مضمون کا مؤید ہے جیسے جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ ہذا میں بار بار استدلال نقل فرمایا لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ ان میں سے جو انبیاء علیہم السلام وصال فرما چکے وہ اپنے مزارات کے اندر عالم برزخ میں بھی موجود ہیں جو ایک مستقل جہان ہیں اور اس جہان دنیا میں بھی مسجد بیت المقدس میں بھی حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں پھر جب حضور ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے جسے عالم آخرت کہنا چاہیے

اس سے ہمارا عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بیک وقت عالم دنیا عالم برزخ عالم آخرت میں موجود ہیں جب ہر عالم میں ان حضرات کا بیک وقت موجود ہونا ثابت ہے تو اولیاء کرام کا متعدد مقامات پر موجود ہونا کیوں نہ کرنا ممکن ہے اس پر فقیر نے بھی ایک مضبوط مقالہ لکھا ہے۔ ایک کتاب تسکین الخواطر میں منضم کرکے شائع کیا گیا ہے امام شعرانی رحمہ اللہ کا مضمون ذیل فرمایا۔

ومن مشھور الجسم الواحد فی مکانین فی آن واحد کما رآی محمد ﷺ نفسہ فی اشخاص بنی السماء الاولی کما ھو وکذلک آدم موسی وغیرھما فانھم فی قبورھم فی الارض فھم ساکنین فی السماء فانہ قال رأیت روح آدم ولا روح موسی فراجع ﷺ فی السماء وھو فی قبرہ فی الارض فانما یصلی من یقول ان الجسم الواحد لا یکون فی مکانین کیف یکون ایمانک بھذا الحدیث فان کنت مومنا فقد روان کنت عالم فلا تعترض فان العلم یمنعک ولیس لک الاختیار فانہ لا تخییز الا اللہ ولیس لک ان تناول ان الذی فی الارض غیر الذی فی السماء لقولہ علیہ السلام رایت موسی واعلق وکذلک سائر من رآہ من الانبیاء ھناک فالمسمی موسی ان لم یکن عینہ فالاخبار منہ کذب انہ موسی ھذا اس کے بعد امام موصوف نے فرمایا۔

ان المعترض ینکر علی الاولیاء مثل ھذا فی طور تھم وقد کان قضیب البان یتصور ما شاء من الصور فی اماکن متعددۃ کل صورۃ خوطب فیھا اجاب ان اللہ علی قدیر

(کذا فی الیواقیت والجواھر ج ۲ ص ۳۶)

اس کی مزید تحقیق فقیر کی کتاب تسکین الخواطر میں دیکھئے بہرحال ایک ہی آن میں متعدد مقامات پر حضور سرور عالم ﷺ کو خواب یا بیداری میں دیکھا جانا ممتنع ہے اور نہ ہی یہ عقیدہ شرکیہ ہے

چنانچہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۸

میں ہے کہ لا یمتنع رویۃ ذاتہ علیہ الصلوۃ والسلام بجسدہ وروحہ۔ حضور ﷺ کی زیارت آپ کے جسم اطہر کے ساتھ دیکھنا ممتنع نہیں اور یہی تمام امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کا مذہب ہے۔ اور اس سے حضور سرور عالم ﷺ کے لئے حاضر ناظر کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ اس بحث سے ثابت ہوا کہ میرانی معاً میں کا متعدد مریدوں کے پاس تشریف لے جانا ممتنع نہیں ویسے یہ واقعہ ان کے ملفوظات میں موجود ہے

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ

مسئلہ ۱۲۴

ایک مولوی صاحب تقریر فرما رہے تھے یہ حضرت خواجہ محکم الدین میرانی اویسی رحمۃ اللہ متعدد مقامات بیک وقت دیکھے جاتے تھے دوسرا مولوی صاحب اس کا نہ صرف انکار بلکہ بیان کرنے والے مولوی صاحب اور اس واقعہ کو ماننے والوں کو مشرک کہتا ہے اس کا مفصل جواب دیجئے۔

سائل عبد الشکور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بزرگان دین کا اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ متمثل ہو کر متعدد مقامات میں ظاہر ہونا حقیقتاً ایک ایسا کمال ہے جو ان حضرات کو قوت قدسیہ کی تکمیل کے بعد حاصل ہوتا ہے دیکھئے صاحب روح المعانی اپنی تفسیر (پارہ ۲۳ ص ۱۳) پر ارشاد فرماتے ہیں۔

والانفس الناطقۃ الانسانیۃ اذا کانت قدسیۃ قد تنسلخ عن الابدان وتذھب متمثلۃ ظاھرۃ بصور ابدانھا اوبصور اخری کما یتمثل جبرائیل علیہ السلام ویظھر بصورۃ

دحیۃ او بصورۃ بعض الاعرب کما جاء فی صحیح الاخبار حیث یشاء اللہ عزوجل مع بقاء نوع تعلق لھا بالابدان الاصلیۃ یتاتی معہ صدور الافعال منھا کما یحکی عن بعض اولیاء قدست اسرارھم انھم یرون فی واحد فی عدۃ مواضع وماذلک لقوۃ تجرد انفسھم وتقدسھا فتمثل وتظھر فی موضع وبدنھا الاصلی فی موضع آخرہ الاتقل دارھابشر فی نجد کل نجد الامامریۃ دار۔

اور انسانی روحیں جب مقدس ہو جاتی ہیں تو کبھی اپنے بدنوں سے الگ ہو کر ان ہی بدنوں کی صورتوں یا دوسری شکلوں میں ظاہر ہو کر جبرائیل علیہ السلام کی طرح جیسا کہ دحیہ کلبی یا بعض اعراب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے جس طرح صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تشریف لے جاتی ہیں اور ان کا اپنے اصلی بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے اور وہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے بدنوں سے ان روحوں کے کام صادر ہوتے رہتے ہیں چنانچہ بعض اولیاء قدست اسرارھم کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں اور یہ بات صرف اس وجہ سے ہے کہ ان کی روحیں قوت تجرد اور انتہاء تقدس میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لیتی ہیں اس وجہ سے روحیں متمثل ہو کر کسی جگہ ظاہر ہوتی ہیں حالانکہ ان کا اصلی بدن دوسرے مقام پر ہوتا ہے۔ تم یہ نہ کہو کہ اس کا گھر نجد کی شرقی جانب میں ہے بلکہ تمام عامریہ کا گھر ہے۔ اس کے بعد متصلاً صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

وھذا امر مقرر عند السادۃ الصوفیۃ مشھور فیما بینھم وھو غیر طی المسافۃ وانکار من ینکر کلا منھما علیھم مکابرۃ لا تصدر الا من جاھل او معاند وقد عجب العلامۃ التفتازانی من بعض فقھاء اھل السنۃ ای کابن مقاتل حیث حکم بالکفر علی معتقد ماروی عن ابراھیم بن ادھم قدس سرہ انھم رأوہ وبالبصرۃ یوم الرویۃ وروی ذلک الیوم بمکۃ مناہ زعم ان ذلک من جنس المعجزات الکبار وھو مما لا یثبت کرامۃ لولی وانت تعلم ان المعتمد عندنا جواز ثبوت الکرامۃ للولی مطلقا الا فیما یثبت بالدلیل عدم امکانہ کالاتیان بصورۃ مثل احدی سور القران وقد أثبت غیر واحد تمثل النفس وتطورھا لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الوفاۃ وادعی انہ علیہ الصلوۃ و

السلام قدیری فی عدۃ مواضع فی وقت واحد مع کونہ فی قبرہ الشریف یصلی وقد تقدم الکلام مستو فی فی ذلک و صح انہ صلی اللہ علیہ و سلم رأی موسی علیہ السلام یصلی فی قبرہ عند الکثیب الأحمر و راہ فی السماء وجری بینھما ما جری فی امر الصلوت المفروضۃ و کونہ علیہ الصلوۃ السلام عرج الی السماء بجسدہ الذی کان فی القبر بعد أن رآہ النبی ﷺ مما لم یقلہ احد جز ماو القول بہ احتمال بعید وقد رای ﷺ لیلۃ اسری بہ جماعۃ من الانبیاء غیر موسی علیہ السلام فی السماوات مع ان قبو رھم فی الارض لم یقل احد انھم نقلوا منھا الیھا علی قیاس ماسمعت آنفاو لیس ذلک مما ادعی الحکمیون استحالتہ من شغل النفس الواحدۃ اکثر من بدن واحد بل ھو امروراءہ کما لایخفی علی من نور اللہ تعالی بصیر تہ انتھی۔

(روح المعانی ص ۲۱،۱۲ سورۃ یونس زیر آیت ۳۵، ۴ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ اور یہ امر سادات صوفیہ کے نزدیک ثابت شدہ اور ان کے درمیان مشہور ہے اور وہ طی مسافت علاوہ ہے اور جو شخص ان دونوں یعنی طی کے مسافت اور بیک وقت مقامات متعدد وہ میں ان کے موجود ہونے کا منکر ہے اس کا انکار مکابرہ ہے جو سوائے جاہل یا معاند کے کسی سے اور نہیں ہو سکتا اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے ابن مقاتل جیسے بعض فقہا، اہل سنت پر سخت تعجب کا اظہار کیا ہے اس حیثیت سے کہ انہوں نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا جو ابراہیم بن ادھم قدس سرہ کے متعلق اس روایت کا معتقد ہے کہ لوگوں نے انہیں ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن مکہ میں بھی دیکھے گئے اور ان کے حکم کفر کا مدار اس امر پر ہے کہ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہونا انبیاء علیہم السلام کے بڑے معجزات میں سے ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جو ولی کے لئے بطور کرامت ثابت نہیں ہو سکتے حالانکہ تو جانتا ہے کہ ہم اہل سنت کے نزدیک معتبر مسلک یہ ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا سوائے اس معجزہ کے جس کا صدور ولی کے حق میں بطور کرامت ناممکن ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہو جائے جس طرح قرآن مجید کی سورتوں میں سے کسی سورت کی مثل لے آنا اس کے سوا باقی تمام معجزات خواہ وہ کیسے ہی عظیم الشان ہوں اولیاء اللہ کے لیے بطور کرامت ان کا صدور وظہور ہو سکتا ہے اور بکثرت علماء محققین نے حضور ﷺ کے

بعد وفات شریف کے بعد آپ ﷺ کی روح اقدس کے متمثل ہو کر ظہور فرمانے کو ثابت کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضور ﷺ بسا اوقات ایک ہی وقت میں بہت سی جگہوں میں دیکھے جاتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اس مسئلہ میں اس سے پہلے نہایت تفصیلی کلام گزر چکا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضور ﷺ نے سرخ رنگ کے ٹیلے کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر شریف میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اور حضور ﷺ نے انہیں آسمان میں بھی دیکھا اور سب جانتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بارے میں حضور ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اور نبی ﷺ کے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا اپنے اسی جسم کے ساتھ جو قبر شریف میں تھا آسمانوں پر تشریف لیجایا جانا یقیناً ایسی بات ہے کہ آج تک کسی نے نہیں کہی اور ویسے بھی یہ قول احتمال بعید ہے پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بھی آسمانوں پر دیکھا باوجود اس کے کہ ان کی قبور مقدسہ زمین میں ہیں اور یہ بات بھی آج تک کسی نے نہیں کہی کہ وہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل کر دیے گئے تھے جیسا کہ تم ابھی سن چکے ہو ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ بیک وقت متعدد مقامات میں ان مقدس حضرات کا موجود ہونا اس قبیلہ سے نہیں ہے جس کے ہونے کا فلسفیوں نے دعوے کیا ہے کہ ایک روح ایک بدن سے زائد بدنوں کے ساتھ ناممکن ہے ادیا، کا یہ کمال فلاسفہ کی محال قرار دی ہوئی صورت اور اس سے بہت بلند ہے جیسا کہ یہ حقیقت ان پر ظاہر ہے جنکی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے روشن فرما دیا شبیر احمد عثمانی نے روح المعانی کی یہ روایت فتح الملہم میں نقل کی ہے اور یہ تسلیم کیا ہے کہ حضور ﷺ کا جسم باوجود اپنی قبر شریف میں تشریف فرما ہونے کے متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیے فتح الملہم جلد اول صفحہ ۵۰۳ مطبوعہ مدینہ پریس بجنور۔ دیکھئے دیوبندی علماء بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضور ﷺ کے متعدد مقامات پر تشریف فرما ہونے کے قائل ہیں فیض الباری جلد اول مطبوعہ قاہرہ صفحہ ۲۰۴ پر انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔

ویمکن عندی رویتہ ﷺ یقظۃ لمن رزقہ اللہ سبحانہ کما نقل عن السیوطی رحمہ اللہ تعالی انہ رآہ ﷺ اثنین وعشرین مرۃ وسالہ عن احادیث ثم صححھا بعد

تصحیحہ ﷺ

(ص ۲۰۴ ج ۱ فیض الباری شرح صحیح بخاری باب العلم باثم من کذب الخ)؟

ترجمہ: اور میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو جاگتے ہوئے بیداری کی حالت میں دیکھنا ممکن ہے جسکو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے جیسا کہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بائیس مرتبہ دیکھا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا پھر حضور ﷺ کی تصحیح کے بعد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو صحیح کر لیا۔ اس کے بعد انور شاہ صاحب نے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے سامنے اپنے آٹھ رفقاء کی معیت میں بخاری شریف پڑھی یہ لکھ کر انور شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ۔

فالرؤیۃ متحققۃ وانکارھا جھل یعنی حضور ﷺ کو بیداری میں دیکھنا متحقق اور ثابت ہے اور اس کا انکار جہل صریح ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۳ شعبان ۱۳۸۸ھ

مسئلہ ۱۲۵

ابن تیمیہ حنبلی نے فرمان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان میں لکھا ہے کہ عدد ابدال یا نقبا، یا نجباء یا اوتاد یا اقطاب کی کوئی حدیث صحیح نہیں پائی جاتی مگر یہ جرح مبہم ہے جس کا اعتبار نہیں طرفہ یہ کہ ابدال کے مقدمہ میں لکھتا ہے ورُوی فیھم حدیث ان الابدال اربعون رجلا الخ۔ یعنی ان میں ایک حدیث روایت کی گئی ہے کہ ابدال چالیس ہیں اور وہ شام میں رہتے ہیں یہ حدیث مسند میں جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے یہ حدیث منقطع ہے ثابت نہیں یہ بات معلوم ہے کہ حضرت علی اور ان کے ساتھی صحابہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیاں اہل شام سے افضل تھے حضرت معاویہ کے لشکری افضل الناس تھے نہ جناب امیر المومنین حضرت علی۔

سائل محمد احسان گوجرانوالہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ابن تیمیہ نے وجہ انقطاع کی بیان نہیں کی اور دلیل بھی وہ محض لغو ہے یہ بات کہاں سے پائی جاتی ہے کہ امیر شام کے فوجی افضل تھے یا خود امیر شام کے لشکر میں ابدال شریک تھے جب تک یہ امر ثابت نہ ہو حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

جواب ۲:۔ الخبر الدال علی وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال۔ علامہ سیوطی کا ایک رسالہ خاص ہے علامہ موصوف نے مختلف طریقوں پر احادیث اور آثار سے ابدال کا وجود ثابت کیا ہے چنانچہ شریح بن عبید سے مروی ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا لوگوں نے کہا یا امیر المومنین ان لوگوں پر لعنت آپ نے کہا نہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہیں وہ چالیس آدمی ہیں جب ان میں کا کوئی مرتا ہے دوسرا شخص قائم مقام کیا جاتا ہے انہیں کے سبب سے پانی برستا ہے، دشمنوں پر فتح ہوتی ہے، اہل شام پر عذاب نہیں ہوتا (و سلیہ جلیلہ ص ۱۱۲)۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۱۲۶

ابن جوزی کا فرمان ہے کہ احادیث ابدال سب موضوع ہیں،

سائل محمد بوٹا احمد پور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ نے ان سے منازع کیا اور کہا کہ خبر ابدال کی حدیث صحیح ہے بلکہ حد تواتر معنوی کو پہنچ چکی ہے۔ ذہبی بھی ابن جوزی کے ساتھ ہیں اور سخاوی حدیث شریح کو سب سے احسن بتاتے ہیں، سیوطی کہتے ہیں کہ احمد و طبرانی اور حاکم نے دس سے زائد طریقوں سے روایت کیا ہے، نیز سخاوی کہتے ہیں، کہ حدیث کی تقویت اس سے ہوتی ہے جو بین الائمہ مشہور ہے کہ امام شافعی ابدال تھے، امام بخاری اور دوسرے حفاظ و نقاد وغیرہم کا قول ہے کہ امام شافعی وغیرہ ابدال تھے اور کہتے ہیں

ما تغرب الشمس یوما الا ویطوف بالبیت رجل من الابدال ولا یطلع الفجر من

لیلۃ الا ویطوف بہ واحد من الاوتاد واذا انقطع ذالک کان سبب رفعہ من الارض ۔

یعنی ہر روز وشب میں ایک ابدال اور اوتاد کعبہ شریف کا طواف کرتا ہے جب یہ سلسلہ منقطع ہوگا تو کعبہ شریف کو زمین سے اٹھالیا جائے گا (زرقانی صفحہ ۱۰۰ جلد خامس)۔

حضرت مخدوم علی جلالی ہجویری غزنوی ثم لاہوری حنفی جنیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اپنے پیر کے حکم سے غزنی سے خواجہ حسین زنجان قطب لاہور کے قائم ہوکر آئے حالانکہ وہ اس وقت زندہ تھے، آپ کی تشریف آوری کی رات ان کا انتقال ہوگیا اور صبح ان کے جنازہ میں شامل ہوئے، قیام لاہور میں آپ نے ایک مسجد بنوائی، مگر بنیاد محراب بہ دیگر مساجد مائل بجنوب تھی، علمائے وقت نے اس پر اعتراض کیا، آپ خاموش رہے، اور ایک روز علمائے شہر کو جمع کیا، اور خود امام ہوکر اسی مسجد میں نماز پڑھائی اور بعد نماز حاضرین وقت کو فرمایا، کہ دیکھو کعبۃ اللہ کس طرف ہے، فی الحال حجاب سب کے درمیان سے اٹھ گیا، اور کعبہ محاذی برابر مسجد کے نمودار ہوا کہ سب نے اچھی طرح آنکھوں سے دیکھا، اور آپ کی قبر بھی مسجد کے موافق سمت رکھتی ہے، شروع میں آپ کے مزار پر گنبد نہ تھا ۱۲۷۸ھ میں ایک شخص حاجی نور محمد فقیر نے تعمیر گنبد کرائی اور مسجد قدیمی بھی دوبارہ بحسن سعی گلزار شاہ فقیر کی تعمیر ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک بڑا متبرک و پر فیض ملجائے خلق ہے اور مخلوق خدا آپ کی خاک پاک سے فوائد دینی و دنیوی حاصل کرتی ہے چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی سنجری قطب الہند وحضرت فرید الدین گنج شکر وغیرہ اولیاء کبار نے فوائد عظیم آپ کے مزار سے حاصل کئے ہیں اور مدتوں آپ کے مزار پرانوار پر خلوت گزین رہے تا حال مقام خلوت خواجہ بزرگ اندرون حریم مزار و مقام چلہ حضرت فرید بیرون خانقاہ موجود ہے نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی بعد حصول مقاصد و عطائے خلعت قطبیت آپ کے مزار گہربار سے رخصت ہوئے بوقت روانگی، روبرو مرقد مقدس کھڑے ہوکر یہ شعر پڑھا .

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ۔ ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

اس روز سے آپ کا نام مخدوم گنج بخش مشہور ہوگیا۔ آپ کی تاریخ وفات بقول سفینۃ الاولیاء ۴۶۴ھ یا ۴۶۶ھ و بقول نفحات و اخبار الاصفیا ۴۶۵ھ ہے آپ اپنی کتاب کشف المحجوب مطبوعہ لاہور فارسی کے صفحہ ۱۵۸، اور اردو کے صفحہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے اہل حل وعقد اور

درگاہ حق کے سپاہی ہیں جن کو اخیار کہتے ہیں اور ۴۰ کو ابدال اور سات کو ابرار اور چار کو اوتار اور تین کو نقباء اور ایک کو قطب اور غوث کہتے ہیں، اور یہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور آپس میں اذن لینے کے لئے ایک دوسرے کے محتاج ہیں، اس پر اخبار مرویہ ناطق ہیں اور اہل سنت والجماعت اس کی صحت پر متفق ہیں۔ محدث دمیالی فرماتے ہیں۔ خذھا احادیث ابدال الا مصححۃ ۔ وافقت السامعیۃ الاسنادفی الما (بستان المحدثین ص ۹۴) مصنف بحر المعانی (سید محمد جعفر مکی حسینی متوفی ۸۹۱ھ) از اعاظم خلفائے نصیر الدین محمود خلیفہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ میں نے سب سے ملاقات کی، اور ان سے انعامات حاصل کئے اور ان کے مقامات کو بھی مشاہدہ کیا۔ (اخبار الاخیار ص ۱۳۴ مجتبائی ص ۱۳۹ وخزینۃ الاصفیاء ص ۲۹۴) صاحب فتوحات مکیہ محی الدین ابن عربی جو ۱۷ رمضان ۵۶۰ھ بروز شنبہ مرسیہ میں پیدا ہوئے اور ۲۸ ربیع الاولی ۶۳۸ھ بروز پنجشنبہ دمشق میں فوت ہوکر قاسیون میں دفن ہوئے۔ ابدال کا حال (ص ۱۶۹ تا ۲۰۹ جلد اول) اور اپنی تشریح فرماتے ہیں شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ عبد الرحیم عمری دہلوی۔ خطہ ہند میں استاذ الاساتذہ اور امام جہاندیدہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف خاتم المصرین ومحدثین تھے ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے آپ کا تاریخی نام غلام حلیم ہے، ۹۰ سال کی عمر میں ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی اور دہلی کے ترکمان دروازہ کے باہر اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہیں، تاریخ وفات شیخ پیشوائے۔ آپ نے اپنی کتاب بستان المحدثین کے صفحہ ۱۴۰ میں شیخ احمد بن زروق مغربی رحمۃ اللہ علیہ استاذ امام شمس الدین لقانی اور امام شہاب الدین قسطلانی شارح بخاری کے بڑے تعریف و اوصاف لکھے کہ وہ ابدال سبع (سات ابدال) اور محققین صوفیہ میں سے ہیں۔ شریعت وحقیقت کے جامع ہیں آپ کے شاگرد فخریہ کہتے ہیں کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم عارف کے شاگرد ہیں، علاوہ ازیں یہ بھی لکھا کہ

احمد زروق بالجملہ مردے جلیل القدر ست کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر ست

آپ کا ایک قصیدہ بطرز مقصیدہ جیلانیہ ہے، جس کے دو بیت یہ ہیں انا لمریدی جامع لشتاتہ اذا ماسطا جور الزمان بنکبتہ۔

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت کرنے والا ہوں جب ستم زمانہ اپنے کوست سے اس پر تعدی کرے

وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ فناد بیا زروق ات بسرعتہ

(بستان المحدثین ص ۳۲۲ ایچ ایم کمپنی)

اگر تو تنگی، تکلیف، وحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق میں فوراً موجود ہونگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ﴿۱۲۷﴾

ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب ابدال کے وجود کے منکر ہیں اور وہ مولوی صاحب دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں محققانہ جواب لکھئے۔

سائل نور احمد ذیرہ بگھا

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ابدال حق ہیں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

لہ طرق عن انس مرفوعا الفاظ مختلفۃ کلھا ضعیف ذکرہ ابن الاربیع موضوعات کبیر اور حضرت ابن الصلاح فرماتے ھیں اقوی مارویناہ فی الابدال قول علی رضی اللہ عنہ انہ بالشام یکون الابدال واما الاوتاد والنجباء والنقباء فقد ذکر بعض مشائخ الطریقہ ولا یثبت ذلک

حضرت ملا علی فرماتے ہیں قال الزرکشی فی مسند احمد من حدیث

عبادۃ بن الصامت مرفوعا الابدال فی ھذہ الامۃ ثلثون مثل ابراھیم خلیل الرحمن کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا ولہ شاھد من حدیث ابن مسعود فی الحلیۃ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وشواہد کثیرۃ بینتھا فی التعقبات علی الموضوعات اس سلسلہ میں حضرت علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لکھی ہے جو ان کے مجموعہ الحاوی للفتاوی میں طبع ہوئی ہے تحریر فرمائی ہے اور حضرت علامہ زین العابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب لکھی جو مجموعہ رسائل نام

سے مطبوع ملتی ہے اور علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ نے الجامع للکرامات میں بہت کچھ تحریر فرمایا مزید کتب اسلاف میں اسماء مع تعارف فقیر کی کتاب الانجلاء فی تطور الاولیاء میں دیکھئے اور مولوی مذکور اگر ضدی نہیں تو اسکے لئے حوالہ ذیل کافی ہے حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا ایک آن واحد میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا۔ (امداد المشتاق ص ۱۳۷)

اس حوالے سے نہ صرف ابدال کا وجود ثابت ہوا بلکہ یہ بھی ثابت ہوا کہ آن واحد میں مختلف مقامات پر حاضر اور موجود ہو سکتے ہیں اس کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ جب رسول اکرم سید عالم ﷺ کی امت کے ابدال آن میں مختلف مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کا مختلف مقامات میں جلوہ فرما ہونا بطریق اولیٰ ممکن ہے۔ بلکہ اصحاب بصیرت کے نزدیک واقع ہے حضرت ابو الحسن الشاذلی اور حضرت ابو العباس المرسی وغیرھما اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا

لو احتجبت عنا رؤیۃ رسول اللہ ﷺ طرفۃ عین ما عددنا انفسنا من جملۃ المسلمین

اگر رسول اللہ ﷺ کا دیدار آنکھ جھپکنے کی مقدار میں ہم سے منقطع ہو جائے ہم اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ (المیزان الکبری امام شعرانی جلد ۱ ص ۹۱)

مسئلہ ﴿۱۲۸﴾

کیا اولیاء وانبیاء کا وسیلہ قرآن حدیث سے ثابت ہے یا ویسے اہلسنت اپنی خوش عقیدگی کی وجہ سے انبیاء و اولیاء کو وسیلہ سمجھتے ہیں

سائل عبد الغفار

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

وسیلہ کا ثبوت قرآن مجید کی آیۃ اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ (پارہ ۶ آیت ۳۵ سورۃ المائدہ) میں ہے اکثر مفسرین نے الوسیلہ سے انبیاء و اولیاء مراد لئے ہیں اور احادیث تو بے شمار ہیں چند احادیث فقیر نے رسالہ الوسیلہ میں ذکر کر دی ہیں مجملہ کہ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا ہے چنانچہ بخاری مطبوعہ احمدی لاہور پارہ چہارم ص ۶۱ میں ہے

عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی

اباالعباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک نبینا فتسقینا و انا نتوسل الیک بعد نبینا فاسقنا قال فیسقون (۱۳۷ بخاری)

ترجمہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قحط پڑا کرتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کہتے یا اللہ ہم پہلے تیرے پاس اپنے پیغمبر ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تو تو پانی برساتا۔

(فائدہ) اس کے فائدہ میں پیشوائے وہابیہ مولوی وحید الزماں حیدرآبادی نے کہا ہے اس حدیث پاک سے بندوں کا وسیلہ لینا ثابت ہوا جب اسرائیل بھی قحط میں اپنے پیغمبر کی اہل بیت کا توسل کیا کرتے اللہ پانی برساتا اس سے یہ نہیں نکلتا کہ حضرت عمر کی نزدیک آنحضرت کا توسل آپ کی وفات کے بعد منع تھا کیونکہ آپ تو اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو دعا سکھائی اس میں یوں ہے یا محمد انی توسل بک الی ربی۔ اور ان صحابی نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد یہ دعا دوسرں کو سکھائی شیخ الاسلام حجۃ الحفاظ امام تاج الدین سبکی اپنی طبقات جلد۲ ص ۱۵ میں فرماتے ہیں علامہ قسطلانی محدث شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں

وقال ابو علی الحافظ اخبرنا ابو الفتح نصر بن الحسن السکنی السمر قندی قدم علینا نبیہ عام اربع وستین قال محط المطر بسمر قند فی بعض الا عوام فاستسقی الناس مرار فلم یسقوا فاتی رجل صالح معروف وما الصلاح الی قاضی سمر قند فقال له انی قد رایت رؤیا اعرضہ علیک قال وما هو قال اری ان تخرج فیخرج الناس الی الامام محمد بن اسمعیل البخاری و یسترحی عنده فعسی الله ان یسقینا فقال القاضی نعم مارایت فخرج القاضی والناس عند فعسی الله ان یسقینا فقال القاضی نعم والناس عند القبرو وتشفعو الصاحبه فارسل الله اسماء عظیم مقام الناس من اجله سبعته امام اونحو ھالا یستطیع احد الوصول الی سمر قند من وعز ارته وبین سمر قند ونحو ثلثة امیال۔

ترجمہ۔ اس کا ترجمہ پیشوائے وہابیہ مولوی وحید الزماں حیدرآبادی نے اپنی کتاب تیسیر الباری کے دیباچہ

مطبوعہ احمدی لاہور صفحہ ۲۶۔۲۷ میں لکھا ہے وھو ھذا قسطلانی نے ارشاد الساری میں نقل کیا ابوعلی حافظ سے انہوں نے کہا مجھ کو خبر دی ابوالفتح نصر بن الحسن سمرقندی نے جب وہ آئے ہمارے پاس ۴۶۴ھ میں کہ سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا قحط ہوا لوگوں نے کئی بار پانی طلب کیا پر پانی نہ برسا آخر ایک نیک شخص آئے قاضی سمر قند کے پاس اور ان سے کہا میں تم کو ایک اچھی صلاح دینا چاہتا ہوں انہوں نے کہا بیان کرو وہ شخص بولے تم سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ سے وسیلہ کرو شاید اللہ جل جلالہ ہم کو پانی عطا فرمادے یہ سن کر قاضی نے کہا تمہاری رائے بہت خوب ہے اور قاضی سب لوگوں کو ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر گیا اور لوگ وہاں روئے اور صاحب قبر کے وسیلہ سے پانی مانگا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شدت سے پانی برسانا شروع کیا یہاں تک کہ شدت بارش سے سات روز تک لوگ خرتنگ سے نہ نکل سکے۔ (حوالہ حات وھابیہ) (۱) مولوی وہابیہ مولوی احتشام الدین نے اپنی کتاب اکسیر اعظم مطبوعہ احتشامیہ مرادآباد جلد اول ص ۱۶۸ میں لکھا ہے بیہقی اور طبرانی نے حضرت عمر سے روایت کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح بھی کہا ہے کہ جب آدم سے لغزش ہوگئی تو آدم نے دعا مانگی کہ اے اللہ جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور میرے جسم میں اپنی روح پھونکی میں نے اپنا سر بلند کیا تو عرش کے ستونوں پر لکھا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ دیکھ کر میں نے یقین کر لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہوگا جو سب مخلوق میں تجھ کو زیادہ محبوب ہوگا اللہ نے فرمایا سچ کہا تو نے اے آدم بے شک وہ ساری مخلوق میں مجھے زیادہ محبوب ہے تو نے اس کے حق کے وسیلہ سے سوال کیا اس لیے ہم نے تیرا گناہ بخشدیا اور اگر محمد کا پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو ہم تجھ کو بھی پیدا نہ کرتے۔

مسئلہ ۱۲۹

وسیلہ کا ثبوت اگر قرآن پاک میں ہے تو وضاحت فرمادیجئے۔

سائل عبدالشکور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

تفسیر امام احمد رضا الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب رحمة ویخافون عذابه۔ اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون سا اللہ سے زیادہ قریب تھا کہ اس سے توسل کریں اور رحمت الٰہی کی

امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں تفسیر معالم التنزیل و تفسیر خازن میں ہے

معناہ ینظرون ایھم اقرب الی اللہ۔ اور بے شک اولیاء کرام دنیا و آخرت اور قبر و حشر میں اپنے متوسلوں کے شفیع و مددگار ہیں امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

کل منہ کان متعلقا بنبی یا رسول یا ولی کا متوسل ہوگا ضرور ہے کہ وہ نبی و ولی اس کی مشکلوں کے وقت تشریف لائیں گے اور اس کی دستگیری فرمائیں گے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں

یجمع الائمة المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائدھم فی الدنیا و البرزخ و یوم القیمۃ حتی یجاوز الی الصراط۔

تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و قبر و حشر ہر جگہ سختیوں کے وقت ان کی نگہداشت فرماتے ہیں جب تک صراط سے تجاوز کر ے سب سختیوں کا وقت جاتا رہا اور

لاخوف علیھم ولاھم یحزنون کا زمانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگیا تو انہیں کوئی حساب جان بحمد اللہ والحمد نیز فرماتے ہیں

ان الصوفیا کلھم یتکلمون فی مقلدیھم و یلاحظون احد ھم ھذہ طلوع وقت وعند سوال منکر و نکیر له عند ولا یغفلون عنھم فی موقفا من المواقف۔

بے شک سب اولیاء علماء اپنے اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے پیروؤں کی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں جب اس کا حشر ہوتا ہے تو جب اسکا نامہ اعمال کھلتا ہے جب اس سے حساب لیا جاتا ہے جب اس کے عمل تلتے ہیں جب وہ صراط پر چلتا ہے ہر وقت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں کوئی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے نیز فرماتے ہیں شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی واہ

بعض الصالحین فی المنام فقال له مافعل اللہ بک فقالی لی اجلسنی الملکان فی القبر یسئالانی اتاھما الامام مالک وقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانه باللہ ورسوله تنحیا عنده فتحینا عنی۔

یعنی ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال۔ یعنی میں نے ان کو خواب میں

دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا فرمایا منکر نکیر نے مجھے کو سوال کے لئے اٹھایا امام مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے اللہ و رسول پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو جاؤ اس کے پاس سے فوراً مجھ سے الگ ہوگئے نیز فرماتے ہیں

واذا کان مشائخ الصوفیة یلاحظون اتباعھم ومریدھم فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا والاخرة فکیف ائمه المذاھب

جیسا وہ ہر ہول و تختی کے وقت اپنے پیروؤں اور مریدوں کا دنیا و آخرت میں خیال رکھتے ہیں تو ائمہ مذاہب کا کیا کہنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم معین مولینا نور دین جامی قدس سرہ السامی صفحات الانس شریف میں حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی سے نقل کرتے ہیں کہ قریب وصال مبارک اپنے مریدوں سے فرمایا

در ہر حالتی کہ باشید مرا یاد کنید تا من شمار اممد باشم
در ہر لباسی کہ باشم

مسئلہ ۱۳۰

کیا انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانا جائز ہے؟

سائل عبدالوحید

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

خوارج و معتزلہ اور ابن تیمیہ و ابن عبدالوہاب کے سوا باقی تمام امت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے اگر اس پر اہلسنت کا اجماع کہا جائے تو یہ حق ہے چند عبارات تفاسیر و شروح حدیث و عبارات فقہ ملاحظہ ہوں:

(۱) علامہ احمد صاوی تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں

فالانبیاء وسائط لاممھم فی کل شیء و واسطتھم رسول اللہ۔

(از تفسیر صاوی مصری ج ۱ ص ۱۰۷) حضرات انبیاء اپنی امتوں کیلئے وسائط اور وسیلے ہیں ہر شی میں اور ان کا واسطہ اور وسیلہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

(۲) اسی میں ہے۔ فھو الواسطة لکل واسطة حتی ادم۔ (از صاوی ج ۱ ص ۲۲)

حضور ﷺ ہر واسطہ کا واسطہ ہیں یہاں تک کہ آدم علیہ السلام کے بھی۔

تراب قبر سیدنا حمزہ بن عبد المطلب فی القدیم من الزمان

یعنی ہمیشہ سے لوگ علماء اور شہداء صالحین کی قبروں سے تبرک حاصل کرتے رہے اور سیدنا حمزہ بن مطلب کی قبر کی مٹی پہلے زمانہ سے اٹھاتے رہے۔(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۸۲)

(۴) یہی علامہ اسی میں فرماتے ہیں

ان الاستعانة والتشفع بالنبی ﷺ و بجاهه و برکته الی ربه تعالیٰ من فعل الانبیاء والمرسلین و سائر السلف الصالحین واقع فی کل حال قبل خلقه وبعد خلقه فی الحیاة الدنیویة و مدة البرزخ و عرصات القیامة.

(وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۹) حضور نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کرنا اور سفارش کرانا ان کے وسیلے اور برکت سے درگاہ الٰہی میں حضرات انبیاء و مرسلین اور سلف صالحین کے فعل اور عادت سے ثابت ہے اور ہر حال میں قبل وجود پاک اور بعد وجود شریف زندگی میں اور بعد وفات واقع ہے اور میدان قیامت میں ہوگا۔

(۵) شیخ الاسلام صاحب سیرۃ النبی علامہ احمد بن دحلان الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں التوسل مجمع علیه عند اهل السنة ۔(الدرر السنیہ مصری ص ۱۰) اہل سنت کا توسل پر اجماع ہو چکا ہے۔

(۶) شیخ محقق دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں و توسل و استمداد بدیں حضرت منقبت قبلہ ﷺ زیارت حضرت سید المرسلین ﷺ وجمع علماء دین قولاً و فعلاً از افضل سنن و اوکد مستحبات است ۔(از جذب القلوب ص ۱۵۹) وسیلہ چاہنا اور مدد طلب کرنا حضور سید مرسلین ﷺ سے باجماع علماء دین قولاً و فعلاً افضل سنت اور مؤکد مستحب ہے۔

(۷) نیز فرمایا توسل بوی ﷺ موجب قضاء حاجت سبب نجاح مرام است ۔(جذب القلوب ص ۱۵۸) یعنی حضور ﷺ سے توسل حاجت پورے ہونے کا مراد حاصل ہو جانے تک۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۱۳۱:

ایک بار درود پاک اول نام اللہ کا دوجا نام اللہ کا بھیجا ہوا رسول اللہ کا تیجا نام چار یاروں کا کلام خداوی آیت قرآن دی ہوا ہے حضرت پیر دستگیر داؤ ہے پیر استاذ دا آئرا ہے سید احمد کبیر دا ایک بار درود پاک یہ منتر بیماری کیلئے یہ لوگ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے شفا ہو جاتی ہے۔عبد الرحیم نے کہا ہے کہ یہ شرک ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں؟

سائل گل محمد

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

یہ منتر نام کا ہے ورنہ اللہ اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا نام لہذا جائز ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمومنین

(پارہ ۱۵ آیت ۸۲ سورۃ بنی اسرائیل)

اور حدیث شریف میں ہے

ذکر الانبیاء عبادة و ذکر الصالحین کفارة اور فرمایا تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین

اسی لئے علماء کا اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ کا نام بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے موجب شفا ہے دیکھئے اصحاب کہف ۔قرآن مجید میں ان کے اسماء کی تاثیر تفاسیر میں لکھی ہے کہ سینکڑوں بیماریوں کا علاج ہیں دلائل بیشمار ہیں اہلسنت کے نزدیک شرعاً جائز ہے البتہ وہابی اسے شرک کہتے ہیں وہ مجبور ہیں اسی لئے کہ ان غریبوں کو نبی ﷺ کے جملہ متعلقات شرک و بدعت نظر آتے ہیں۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲ ذیقعد ۱۳۹۸ھ

مسئلہ ۱۳۲:

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا کیسا ہے؟

سائل حاجی ثناء اللہ حافظ آباد

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

مستحب ہے امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن محمد قال حدثنا ابن عیینة عن ابن جدعان قال ثابت لانس امسست النبی ﷺ بیدک قال نعم فقبلها ۔(باب تقبیل الید ادب المفرد ص ۱۴۴ سطر ۳)

یعنی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے حضور نبی کریم ﷺ کو مس کیا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چوم لیا۔اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلاف کو حضور ﷺ کی نسبت سے کتنی عقیدت تھی۔صحابیہ ام ابان رضی اللہ عنہا کے دادا فرماتے ہیں

ان جدها الوازع بن عامر قال قدمنا فقیل ذاک رسول الله فاخذنا بیدیه و رجلیه نقبلها ۔(باب تقبیل الرجل ادب المفرد ص ۱۴۴ سطر ۷)

یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ہم نے حضور ﷺ کے دست اقدس اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور بزرگان دین اسلام کے ہاتھوں پاؤں کو بوسہ دینا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۱۳۳

بزرگوں اور علماء باعمل کے ہاتھ پاؤں چومنا شرعاً جائز ہے یا نہ؟

سائل محمد بخش شکر گڑھ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

عن زراع و کان فی وفد عبد القیس قال لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول الله ﷺ ورجله الحدیث رواه ابو داود ۔حاشیہ میں لکھتے ہیں **قوله فنقبل ید** الخ قال النووی اذا اراد تقبیل ید غیره ان کان ذلک لزهده و صلاحه او علمه

و شرفه و دیانته اونحو ذلک من الامور الدینیة لم یکره بل یستحب شرکته و نحو ذلک فهو مکروه شدید الکراهة وقال المتولی لا یجوز فاشارة الی انه حرام .(طیبی)

(۲) انه عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما حدثه و ذکر قصة یعنی من النبی ﷺ فقبلها یده ۔(ابو داود شریف ج ۲ ص ۳۶۲ باب قبلة الید)

(۳) عن حسن بن علی ان فاطمة رضی الله عنها کانت اذادخلت علیه (ای رسول الله ﷺ) قام الیها فاخذ بیدها فقبلها اجلسها فی مجلسه و کان اذا دخل علیها قامت الیه فاخذت بیده فقبلته وا جلسته فی مجلسها ۔(ابو داود ج ۲ ص ۳۶۲) اسی حدیث کے تحت حاشیہ ابوداؤد میں ہے کہ فی حدیث قصة زید بن حارثه و جعفر بن ابی طالب عند ... و محمد یکره ان یقبل الرجل او یده او شیئا منه و یعانقه لو رود النهی عنه فی حدیث انس و نقل عند الشیخ ابی منصور الماتریدی فی التوفیق بین الاحادیث ان المکروه من المعانقه ما کان علی وجه الشهوة واما علی وجه البر و الکرامة فجائزة و قیل فیما اذا لم یکن علیه غیر ازار وما اذا کان علیه قمیص او جبة فلاباس بالاجماع و هو الصحیح و من حرم النظر الیه حرم مسه بل اللمس اشد .(لمعات)

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۳ صفر ۱۷

مسئلہ ۱۳۴:

کیا بزرگان دین کے مکانات اور ان کی اولاد میں بھی کچھ ان کی ولایت کا اثر باقی رہتا ہے؟

سائل عبد الکریم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

بے شک رہتا ہے چونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منبر نبی ﷺ پر ہاتھ مار کر اپنے چہرے پر ملتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین برکت کیلئے اپنے گھر میں حضور ﷺ کو بلا کر جس جگہ نماز پڑھی ہوتی وہاں پر آپ کی ذات مقدسہ کو بٹھاتے پھر وہاں آپ نماز پڑھتے اور وہاں گھر کے لوگ بھی نماز ادا

کرتے۔نقل از بخاری شریف۔ اور تفسیر عزیزی جلد ا مطبوعہ بمبئی ص ۳۱ میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ

برکت در کلام و در انفاس و در افعال و در مکان ایشاں و در همصحبتاں ایشاں در اولاد و نسل ایشاں و زیارت کنند گان ایشاں پی در پے ظاهر میگر دنندو نزد خود ایشاں را جائی و مرتبه بخشد که دعائی ایشاں مستجاب میشود بلکه هر حاجتی باش ایشاں توسل نماید حاجت او میگردد الخ۔

فائدہ: پس مسلمانوں کو چاہیے کہ کاملاں مرشدان کی اولاد و مکانات اور ان کے ازواج و محبان کی عزت و تعظیم کیا کریں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خود پہنچے ہوئے بزرگ ہیں انہیں اپنی شخصیت اپنی حالت پردہ کر عوام میں رہنا چاہیے۔ اس کی مزید تفصیل فقیر کے رسالہ اولا اولیاء کی تعظیم و تکریم کی تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۱۳۵﴾:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اولیاء کرام کے روضہ مبارک پر جو گلاب کے پھول پڑے ہوتے ہیں ان پھولوں کو تبرک جان کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل نور احمد بہاولپور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

بلاشبہ اولیاء کرام کے مزارات مقدسہ سے اخذ برکت کا جب نفع وسعادت ہے مگر وہاں کی اشیاء میں تصرف اسی وقت جائز ہے جبکہ مزارات طیبہ ان سے مستغنی ہوں اور واقف کی اجازت تصرف عامہ پر موقوف یا کم از کم وہاں اس کا عرف ہو کما ھو حکم الوقف حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حکیم مطلق جل و علا در تراب ایں بلدہ مطہرہ و ثمار او خاصیت شفا نهاده در احادیث کثیره آمده که در غبار مدینه شفا

است از هر علت و در بعضی طرق آمده من الجذام والبرص و در بعضی اخبار بتراب موضع مخصوص که اور اصعیب گویند و وادی بطحان گویند تخصیص یافته و آنحضرت ﷺ بعضی اصحاب امر فرموده تا از عارضه تپ بداں خاک پاک علاج کنند و در مدینه منوره خلفاء عن سلف ایں معنی متوارث آمده و در نقل ایں تراب از برائے تداوی آثار درود یافته و آنکه منع نقل تراب حرم کنند ایں خاک را از عموم آں تخصیص نمایند و الله تعالی اعلم و اکثر علماء ایں علاج را با تجربه ضم کرده اند شیخ مجد الدین فیروز آبادی می فرماید که من خود تجربه کردم مرا غلامی بعد که مدت سال کامل رفته بعارضه تپ گرفتار مانده بود یکجاره ازیں خاک الخ

یعنی حکیم مطلق جل وعلا نے اس پاکیزہ شہر مدینہ منورہ کی مٹی اور پھلوں میں شفا رکھی ہے بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ غبار مدینہ میں ساری بیماریوں سے شفا ہے اور بعض طریقوں سے یوں وارد کہ جذام اور برص سے شفا ہے اور بعض احادیث میں ایک خاص موضع کی مٹی کے متعلق کہ جسے صعیب اور وادی بطحان کہتے ہیں تخصیص وارد ہوئی ہے اور حضور ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ بخار کی بیماری کا اس خاک پاک سے علاج کریں اور مدینہ منورہ میں اگلوں سے لیکر پچھلوں تک یہی معنی متوارث ہیں اور اس مٹی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ طبیعتوں کے علاج کی غرض سے لیجانا وارد ہوا ہے اور جو حضرات حرم شریف کی مٹی کو لے جانا منع کرتے ہیں وہ بھی اس خاک کو اس کے عموم سے مخصوص کرتے ہیں اور صرف اسی خاک بطحان کا لے جانا جائز قرار دیتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم اور اکثر علماء نے اس علاج کا تجربہ کیا ہے شیخ مجد الدین فیروز آبادی علیہ الرحمۃ نے خود بھی تجربہ کیا ہے فرماتے ہیں میں نے خود تجربہ کیا ہے الخ۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۹ شعبان ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: ﴿۱۳۶﴾:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کچھ عرصہ سے شہر میں خصوصا اور دوسرے علاقوں میں عموما ڈیرہ غازیخان میں ایک پیر صاحب آئے ہیں انہوں نے شہر میں شیعوں کے گھر آنا جانا اور ان کے گھروں میں دعوتیں اڑاتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں وہ پیر صاحب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں وہ کہتے ہیں خلافت میں حضرت علی چوتھے خلیفہ ضرور ہیں مگر شان میں سب سے افضل ہیں ایک میلاد شریف کی محفل میں ان کی صدارت میں کہا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور پاک ﷺ کو کندھوں پر اٹھایا جبکہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو کندھے پر اٹھایا اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان زیادہ ہے اسی محفل کے بعد کھانا کھاتے وقت پیر صاحب کی موجودگی میں ایک صاحب نے کہا کہ ہماری بہنیں، مائیں بیٹیاں ہیں پنج تن والی اور دوسروں کی بہنیں، مائیں بیٹیاں ہیں چار یاروں والی یہ پیر صاحب سنتے رہے اور یہ بات نہایت غلیظ اور طنزیہ انداز میں کی۔ مورخہ ۹۹۔۷۔۱۸ کو میلاد شریف ہوا اس پیر صاحب کی صدارت تھی یہ جلسہ کسی رافضی کے ایصال ثواب کے لئے ہو رہا تھا اب ان کے مرید کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے پیر کی ان خارجیوں کے لئے ڈیوٹی لگا رکھی ہے ان کے مرید کہتے ہیں کہ خارجی حضرت مولانا مولوی فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور دوسرا خارجی ان کا بیٹا علامہ محمد اسماعیل قریشی صاحب ہیں۔ ایسے دوسرے خارجی بھی ہیں۔ قرآن و حدیث کی رو سے اس کی بیعت کیسی ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے اس پر شرعا کیا فتوی ہے؟ پیر صاحب بریلویت کے روپ میں بریلویت کو مٹا رہے ہیں اور رافضیت کو فروغ دینے میں سرگرم عمل ہیں؟

سائل فقیر احمد بخش ڈیرہ غازی خان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

اگر واقعی یہ بیانات مبنی برصدق ہیں تو یہ پیر وہی ہے جس کے لئے مولانا عارف رومی قدس سرہ نے فرمایا اے بسا ابلیس الخ اور فرمایا

کار شیطان می کند نامش ولی
گر ولی اینست لعنت بر ولی

اہلسنت کو چاہیے کہ ایسے گمراہ پیر کی بیعت توڑ دیں ورنہ کل قیامت میں ایسے پیر کے ساتھ مرید بھی جہنم میں جائیں گے۔ مزید تفصیل فقیر کی تصنیف ''گمراہ پیر جاہل مرید'' نام الطریق المستوی فی ارشاد المرید والمراد الغوی میں ہے۔ عوام اہلسنت کو چاہیے کہ ایسے گمراہ پیر کو اپنی محفلوں میں نہ آنے دیں اگر آ جائے تو اسے بے عزت کر کے نکال دیں۔ یہ تفضیلی شیعہ تو ہے ہی لیکن در پردہ روافض کا ایجنٹ بھی ہے۔

و اللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ

مسئلہ: ﴿۱۳۷﴾:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ خواجہ غلام فرید قدس سرہ سجدہ تحیۃ کراتے تھے اور قوالیاں سنتے تھے اور بزرگوں کی تصاویر کو جائز سمجھتے تھے یہ امور شرعا ناجائز ہیں اور ولی اللہ خلاف شرع نہیں کرتا؟ بعینہ یہی سوال میرے استاد سراج الفقہاء مفتی سراج احمد لکھنوی بیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا تو آپ نے اسے مفصل و محقق لکھا فقیر ان کے فتوے کو اپنے جواب میں کافی سمجھتا ہے۔ **وھو ھذا**

بخدمت حجۃ المحققین سند الواصلین سجادہ نشین چاچڑاں حضرت فیض محمد صاحب سلمہ الرحمن السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں معتقدین حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوں مگر چند مقام ملفوظ سے افتاء طلب ہوں جواب شافی کافی تحریر ہو۔ مقام اول اشارات فریدی حصہ دوم ص ۱۳ منقول ہے

که سجده تحیة در امم سابقه مستحب بوده اما در امت محمدیه استحبابش منسوخ شده اما صرف اباحتش باقی مانده است (انتهی) ملخصا۔ پس آنچه در مشکوة از ابو دائود حدیث مروی است قیس بن سعد از آنحضرت ﷺ اجازت سجده خواست اورا منع فرمود بصیغة النهی لا تفعلوا جوابش چه و محملش چه خواهد بود۔ مقام دوم نیز در ص۱۹ مرقوم است که حضرت خواجه صاحب در تماشائی بازیگران در آتشبازان خصوصا در قوالی لولیاں تشریف نموده بچشم و گوش خود

معائنہ می نمودند شرعا اینچنین امور خصوصا سماعت قوالی تولیان ممنوع و حرام است چنانچہ در حصہ سوم اشارات فریدی ص ۶۰ مرقوم است کسیکہ قوالی تونیان می شنود پس او غالی است اھ پس چہ باعظ کہ مرتکب همین امر ممنوع گردیدہ مقام سوم در حصہ سوم ص ۲۳ اشارات مرقوم است کہ چند تصاویر پیشینیان بزرگان بخدمت صاحبزادہ صاحب خواجہ محمد بخش معائنہ نمایندہ باز بحفاظت داشتند پس درین سوال است کہ داشتن تصاویر ذوی الارواح در حدیث ناجائز و ممنوع آمدہ حتی کہ مصورین را دعائی لعن فرمودہ پس بکدام صورت دیدن و داشتن تصاویر بزرگان کہ ذوی الارواح اند جائز شدہ۔

سائل عبدالخالق

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

امابعد آپ کے سوالات مرسلہ میں تین دعوے ہیں ایک یہ کہ حضرت قبلہ مرشدی روحی فداہ نے سجدہ تحیۃ کو جائز فرمایا تماشا لولیاں وغیرہ کو دیکھنا اور سنا تصویرات اولیاء کرام کا معاینہ کرا کے گھر میں محفوظ کیا دوسرا یہ کہ امور ثلاثہ بالا شرعا ناجائز وحرام ہیں تیسرا یہ کہ ارتکاب معاصی بالا کیوں فرمایا یعنی یہ ارتکاب علۃ فسق ہے نہ ولایت استغفر اللہ اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اولا آپ کے تجسس عیوب کی مدار و بنا ملفوظ پر ہے جس کو اپنے مانند کتاب اللہ محفوظ عن الکذب والتحریف اور کثیر متواتر صحیح الاسناد متیقن الاتصال بصاحب المقال تصور کر کے ہدایات فقہاء سے احتراز کیا جو جابجا فرماتے ہیں

انالا نسن انض بالحلم و حملا لفعل المسلم علی الصلاح نہ آئمہ شریعت و محققین طریقہ کے ضوابط لا تتفحص فی عیوب الناس افعال المسلمین علی الخیر سبعین محمل سے اتقا فرمایا نہ وعیدات یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم، ولا

تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضا الایة و من یرم به بریا فقد احتمل بهتانا و اثما مبینا الایة و لا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا الایة ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث کفی بالمرء کذبا ان یحدث بما سمع انما ینشاء للظن الخبیث عن القلب الخبیث واذا الف القلب الاعراض عن الله صحبة الوقیعة فی اولیائه

کا اعتناء کیا افسوس کہ نہ آپ نے مصنف ملفوظ کی طرف غلط بیانی کی نسبت کی نہ اہل مطبع وغیرہ معاندین کی تحریف کا خیال کیا نہ اثر صحابی ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر عمل کیا جبکہ زید ابن وھب نے ان کو خبر دی کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اس کی داڑھی سے شراب ٹپکتا رہتا ہے تو جوابا فرمایا انا قد نهیناعن التجسس فان یظهر لناشی ناخذبه نہ آپ کا چشم دید واقعہ نہ شہادت وشہرت کا ثبوت صرف خبر واحد ملفوظ کو صحیح جان کر ایسے شیخ کامل کو مجرم گردانے کے لئے خود جرائم تجسس وسوء ظن وغیبت و بہتان کا مجرم ہو جانا بغیر تقلید وہابیہ کے کہاں جائز ہے ثانیا بشرط تسلیم صحت واقعہ ہر سہ امور بالا معاصی نہیں اس لئے کہ سجدہ تحیت مختلف فیہ علماء ہے فقہاء حرمت کی طرف گئے ہیں اور صوفیہ کرام جواز کی طرف اگرچہ فتویٰ حرمت کی طرف ہے مگر نقل دلائل جواز میں کون سی معصیت ہے حضرت نے یہ نقل حکایتا فرمایا ہے کہیں اپنی جانب سے حکم جواز نہیں دیا

کقوله تعالیٰ وقالت النصریٰ المسیح ابن الله

(سورہ توبہ آیت ۳۰ پارہ ۱۰)

عزیر ابن اللہ کہاں حکایت اور کہاں حکم هل هذا بهتان عظیم صوفیہ کرام کے دلائل بمعہ فتویٰ تو ملفوظ شریف میں دیکھ چکے ہو جس میں آپ کی حدیث محررہ وغیرہ کا جواب دیا گیا ہے کہ اس سے استحباب سجدہ تحیۃ آدم علیہ السلام و یوسف علیہ السلام منصوصہ فی کتاب اللہ منسوخ ہوا اور یہ مسئلہ اصول فقہ ہے کہ منسوخی استحباب سے اباحت اصلیہ باقی رہ جاتی ہے اور فقہاء کرام نے یہ جواب فتویٰ دیا

(فی حظر در مختار ص ۲۷۱)

و کذا تقبیل الارض بین یدی العلماء العظماء فحرام والفاعل الراضی هل یکفر

ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا و صار اثما مرتکبا للکبیرة و فی الملتقط والتواضع لغیر الله حرام اه و فی الشامی قوله کفرالخ و فی الزاهدی الایماء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود و فی المحیط یکره الانحناء للسلطان وغیره اه و ظاهر کلامهم اطلاق السجود علی هذا القبیل (تتمہ) اختلفوا فی سجود الملائکة قیل کان لله تعالیٰ والتوجه الی آدم تشریف کاستقبال القبلة وقیل لادم علی وجه التحیة والاکرام ثم نسخ بقوله علیه السلام امرت ان یسجد لامرت المراة ان تسجد لزوجها تاتار خانیه قال فی تبیین المحارم و الصحیح الثانی و لم یکن عبادة بل تحیة و اکراما و لذا امتنع عنه ابلیس لعن الله تعالیٰ و کان جائزا فیما مضی کما فی قصة یوسف علیه السلام قال ابو منصور الماتریدی و فیه دلیل علی نسخ الکتاب بالسنة انتهی

اس فتویٰ سے سجدہ تحیہ صوفیہ کرام اور جھک کر سلام کرنا مروجہ عوام اور قدموں پر ہاتھ رکھ کر اٹھانا کرنا مروجہ علماء وغیرہ سب حرام ہیں اور سجدہ میں داخل ہیں پھر تو ساری امت کی تضلیل کریں جس میں شاید آپ بھی ان کو کرتے کرواتے ہوں گے واللہ اعلم نیز ملفوظ میں تو یہ ہے کہ موقع شادی صاحبزادہ پر لولیاں کا تماشہ تو اور لوگوں نے دیکھا اور آتشبازی میں مشاہدہ عجائبات قدرت کا حضور نے بھی فرمایا افسوس کہ تجسس عیوب وسوء ظن نے شیخ متقی پر لغاء یہ تماشا لولیاں کا بہتان روا کر دیا۔

آیتہ لا تجسسوا اور آخری وصیة نبوی ان الله حرم علیکم دماء کم و اموالکم و اعراضکم کحرمة یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهر کم هذا

تو پہلے تجسس کے وقت سے بھول چکے اب آیۃ ومن یرم بہ بریا کا وعید بھی یاد نہ رہا آپ نے تو لکھا کہ میں حضور معصوم کے ارادت مندوں سے ہوں پھر یہ فرانتمندی کیسی میں آپ کی اس عجب نیز تناقض کلامی اور تخالف عملی پر حیران ہوں پس تخالف قول وفعل وتناقض کلام مقال وحال حضور کے ثابت کرنے میں خود متناقض ومتخالف ہونے اور عاصی ثابت کرنے میں خود عاصی بنے سبحان اللہ عجیب کرامت شیخ ہے حرمت آتشبازی کی علت ایک اسراف ہے جو حضور سے نہیں ہوئی ایک علت صوت ہے شامی نے لکھا

الات اللهو لیست محرمة لعینها بل لقصد اللهو منها

اور یہ قصد اولیاء کرام میں معدوم کیونکہ ان کے حق میں رب عزوجل نے یہ شہادت دی ہے

رجال لا تلهیهم تجارة و لا بیع عن ذکر الله

(سورہ نور آیت ۳۷ پارہ ۱۸)

نیز: ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللیل والنهار لایات لاولی الالباب الذین یذکرون الله قیاما و قعودا و علی جنوبهم الایة

(سورہ ال عمران آیت ۱۹۰۔۱۹۱)

اور دوسروں کے حق میں

الهکم التکاثر (پارہ ۳۰ آیت ۱ سورۃ التکاثر)

وارد ہے ولی اللہ کا قیاس اپنے اوپر کر کے ایک ہی حکم دینا خلاف عقل ونقل ہے ہمارے لئے ہر چیز حاجب اولاہی عن ذکر اللہ ہے الا ما رحم ربی (پارہ ۱۳ آیت ۵۳ سورہ یوسف)

اور ولی اللہ ہر چیز میں مشاہدہ ذات سے چشم کو ساہر اور قلب کو ذاکر رکھتا ہے بشرط تسلیم کہ شادیوں میں بفرمان نبوی ﷺ لہو مباح ہے بخاری میں عائشہ صدیقہ سے ہے

زفت امراة الی رجل من الانصار فقال نبی الله ﷺ ما کان معکم لهو فان الانصار یعجبهم اللهو قال العینی تحته فی التوضیع اتفق العلماء علی جواز اللهو فی النکاح کضرب الدف و شبهها الناس فی رسوم الاعراس میں ہے لم یخص النبی ﷺ الصوت بالدف فی قوله فصل بین الحلال والحرام الصوت والعرف فی النکاح بل اطلق و غایر بالعطف والبندقه صوت یحصل به الاعلام بل هو اجل فی المرام فلا یبحه فی جواز ضرب البنادیق والمدافع واللیل فی الاعراس انتهی ملخص۔

ہاں غیر شادی میں آتش بازی بغرض لہو ولعب میں شریک مجلس ہو بدعت شنیعہ ہے

کما ذکره المحقق الدهلوی فیما ثبت بالسنة ومن البدع الشنیعة ما تعارفه الناس فی اکثر بلاد الهند من اجتماعهم للهو واللعب بالنار و احراق الکبری

مختصر ایہاں اجتماع لھو ولعب کو بدعت شنیعہ گنا یا اور شادیوں میں غرض مندوب اعلان نے اس صورت لھو کو لقصد اللھو نہیں رہنے دیا جیسا کہ درمختار کے حاشیہ ردالمختار میں رقص اور سماع غنا کو حرام لکھ کر صوفیہ کرام کا وجد و سماع جائز لکھا

بقولہ عن التاتار خانیہ و ان کان سماع غنا فھو حرام باجماع العلماء و من اباحہ من الصوفیۃ فلمن تحلی عن اللھو وتحلی بالتقوی

پھر چند سطور کے بعد لکھا

الا تری من ضرب تلک الالۃ محل تارۃ وحرام نوی باختلاف انیۃ بسماعھا والامور بمقاصدھا و فیہ دلیل لساداتنا الصوفیۃ الذین یقصدون امورھم اعلم بھا فلا یبادر المعترض بالانکار کیلا یحرم برکتھم فانھم السادۃ الاخیار انتہی ۔

نیز شامی قبیل باب بغاۃ تحت قول و من یستحل الرقص قالوا بکفرہ (الخ)

نقل فی البزازیۃ عن القرطبی اجماع الامۃ علی حرمتہ ھذا الغناء و ضرب القضیب والرقص و قال اریت فتوی شیخ الاسلام جلال الدین الکرمانی ان یستحل ھذا الرقص کافر و نقل نور عین عن التمھید بتحقیق القاطع للنزاع فی امر الرقص والسماع یستدعی تفصیلا ذکرہ فی عوارف المعارف و احیاء العلوم و خلاصۃ ما اجاب ابن کمال باشا الرخصۃ فیما ذکر من الاوجاع للعارفین الصادقین اوقاتھم الی حسن الاعمال فھم لا یستمعون الامن دلالۃ و یشتاقون الالہ

اسی طرح آتش بازی وغیرہ لھو ولعب میں ہر معترض ولی وحدایۃ شامی سے مہتدی ہونا چاہیے بقولہ فلا یبادر المعترض بالانکار کیلا یحرم برکتھم اسی طرح تصویرات کو مستور کرکے یا بلا تعظیم رکھنا جائز جیسا حضور ﷺ سے الباب مانع دخول حرمل وسادتین بنا کر گھر میں محفوظ رکھا صاحب حلیہ امام فخر الاسلام شارح جامع صغیر سے

ناقل امساک الصلوۃ علی سبیل التعظیم ظاھر مکروہ لان ذلک یشبہ عبادۃ الصنم اہ شامی جلد اول الصوت ص ۴۷۹ تحت قولہ فی البحر منادتہ کراھۃ المتبین

لا السالکین او مرۃ ثوب اخردا اقرہ المصورات و اختلف المحدثون فی امتناع الملائکۃ الرحمۃ بما علی النقدین فنفاہ عیاض الخ فعدم دخول الملائکۃ انما ھو حیث کانت صورۃ معظمۃ و قال عیاض ان الاحادیث مخصصۃ الخرد ھو ظاھر کلام علمائنا فان ظاھرہ ان ما لا یوثر کراھۃ فی الصلوۃ لا یکرہ ابقانہ و صرح فی الفتح وغیرہ بان الصورۃ الصغیرۃ لاتکرہ فی البیت و قال نقل انہ کان علی خاتم ابی ھریرۃ ذبابتان و لو کانت تمنع دخول الملائکۃ کرہ ابقانہ فی البیت لانہ یکون شرا لبقاء وکذا المھانتہ کما مر انتھی ملخصا ۔

پس حضور ﷺ نے تصویرات بزرگان کو بغرض معائنہ شکل ذی صورۃ کے رکھا جیسے آئینہ کو بغرض ملاحظہ عکس صورۃ خود رکھا جاتا ہے یہ کہاں سے ثابت کہ حضور ﷺ نے بغرض تعظیم وعبادۃ ان کو رکھا تھا مولانا اگر آپ کو حضور ﷺ کی ولایت میں شک ہے اسلام میں تو شک نہ ہوگا اہل اسلام پر ایسی بدظنی کی شرع شریف اجازت دیتی ہے؟! اگر مطلقا تصویروں کا گھر میں رکھنا اور دیکھنا معصیت جانتے ہو تو اب کوئی شخص اس معصیت سے نہیں چھوٹ سکتا۔ حضور ﷺ کے وسادتین ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کے ذبابتین آپ کے روپیہ نوٹ ٹکٹ سب تصویریں ہیں جن کا ہر روز معائنہ کرتے ہو اور گھر میں محفوظ رکھتے ہو پس بکدام صورت دیدن رواشتن تصویر خارج کہ ذی روح است جائز شدہ دیکھو یہ وہی معصیت ہے جو الٹ کر آپ پر نازل ہوگئی، دیکھو زندہ کرامت شیخ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار

کراما ۃالاولیاء و مشاھدۃ لاتنکرہ والذی یقتصر و بدیں معہ ثبوتھا فی حیاتھم و بعد مماتھم لا تنقطع بتوجہ منکر ھا یخشی علیہ وھو الخاصۃ

حافظ ابن حجر شارح بخاری میں فرمایا

لا ینکر لکرامتہ بعد الموت فاسد الاعتقاد

پس جبکہ تینوں امور بالا یعنی نقل دلائل جواز سجدہ تحیت بغیر علامت فتوی اور معاینہ آتش بازی فی العرس اور تصویرات کو عند الفقھاء معاصی اور ارتکاب الشیخ لھا بارتکاب مخل ولایت نہیں کیونکہ شیخ کامل ارتکاب معاصی

میں یا تو کالخضر مامور ہوتے ہیں یا کامل البد مغفور قبل الصدور یا کسائر المسلمین مصحوب التوبہ پس امر اول تو اس لئے کہ ہر شیخ کامل مجتہد ہوتا ہے اور ہر مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہوتی ہے بلکہ اس کا ہر قول فعل حجت ہوتا ہے نہ یہ کہ دوسرے مذہب کی رو سے اس کے اقوال وافعال کو حرام وممنوع کہا جائے پس جس طرح آئمہ مجتہدین اجتہاد مسائل کرتے ہیں عارف کامل کشفا و سماعا من رسول اللہ ﷺ معلوم کرلیتا ہے۔ اس لئے مقدمہ درمختار میں خود فقہ حنفی کے حق ہونے میں استدلال بکشف واقتداء آئمہ طریقہ سے کیا گیا ہے اور امام شافعی امام احمد بن حنبل شیبان راعی امی سے مسئلہ صلوۃ میں استفسار کیا امام احمد بن حنبل تو ہر مسئلہ دقیقہ میں استفتاء ابوحمزہ سے کرکے یقین کرتے درمختار

یقول وقد اتبعہ علی مذھبہ کثیر من الاولیاء الکرام و ممن اتصف بثبات المجاھدۃ و رکض فی میدان المشاھدۃ کابراھیم بن ادھم و شقیق البلخی و معروف کرخی و ابی یزید البسطامی و فضیل بن عیاض و داؤد طائی و ابی حامد اللفاف خلف ابن ایوب و عبد اللہ بن مبارک و وکیع بن جراح و ابی بکر الوراق وغیرھم مما لا یحصی فلو وجد و ا فیہ شبھۃ ما اتبعوہ ولا اقتدوا بہ ولا وافقوہ وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالۃ مع صلابتہ فی مذھبہ و تقدمہ فی ھذا لطریقۃ سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا اخذ ت ھذہ الطریقۃ من ابی القاسم النصر آبادی و قال ابو القاسم انا اخذتھا من الشبلی و ھو اخذھا من السری السقطی وھو من معروف الکرخی و ھو من داؤد الطائی و ھو اخذ العلم والطریقۃ من ابی حنیفۃ و کل منھم اثنی علیہ و اقر بفضلہ فعجبا لک یا اخی لم یکن لک اسوۃ حسنۃ فی ھولاء السادات الکبار کانوا متھمین فی ھذہ الافتخار و ھم ائمۃ ھذہ الطریقۃ ارباب الشریعۃ والحقیقۃ و من بعدھم فی ھذا الامر فلھم تبع و کل ما خالف ما اعتمدوہ مردود و مبتدع ۔ نیز طبقات کبری شعرانی میں ہے و بالجملۃ فما انکر احوال الصوفیۃ الا من جھل حالھم و قال القشیری لم یکن عصر فی مدۃ الاسلام و شیخ من ھذہ الطائفۃالوائمۃ ذلک الوقت من العلماء قد استلموا لذلک الشیخ و تواضعوا لہ و تبار کوابہ و لو لا مزیتہ و خصوصیتہ للقوم

فکان الامر بالعکس اہ .قلت و یکفینی للقوم مرما اذعان الامام الشافعی بشان الراعی حین طلب الامام احمد بن حنبل ان یسالہ عمن نسی صلوۃ لا یدری ای صلوۃ منھن و اذعان الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بشان ککک حین قال الشبان ھذا رجل غفل عن اللہ تعالیٰ عزوجل فجزانہ ان یودب و ککک یکفینا اذعان الامام احمد بن حنبل لابی حمزۃ البغدادی الصوفی رضی اللہ عنہ و اعتقادہ حین کان یرسل لہ دقائق المسائل و یقول ما تقول فی ھذا کما سیاتی بیان ذلک فی ترجمۃ ابی حمزۃ رضی اللہ عنہ فشی یقف فی فھمہ الامام احمد و یعرفہ ابو حمزہ عایۃ المنقبۃ للقوم کفی شرف ا لعلم قول موسی علیہ السلام للخضر بل اتبعک علی ان تعلمنی مما علمت رشدا و ھذا عظیم دلیل علی وجوب طلب الحقیقۃ کما یجب طلب علم الشریعۃ و کل عن مقامہ یتکلم انتھم .و فی الدر المحتار اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین و ھو بقدر ما یحتاج لدینہ و فرض کفایۃ و ھو ما زاد علیہ لنفع غیرہ و مندوبا ھو التبحر فی الفقہ و علم القلب اہ قال الشامی تحتہ علم الاخلاق و فی مقدمۃ بحر الرائق و عرفہ الامام الاعظم بانہ معرفۃالنفس ما لھا و ما علیھا من الاعتقادیات والوجدانیات و العملیات فمعرفۃ مالھا و ما علیھا من الاعتقادیات علم الکلام و معرفۃ ما لھا و ما علیھا من الوجدانیات ھی علم الاخلاق والتصوف و معرفۃ ما لھا و ما علیھا من العملیا ت ھی علم الفقہ المصطلح ۔یہاں سب علماء منکرین بیعت اور استناد

من کتب التصوف والاسوۃ والاقتداء باھل التصوف عبرۃ

اور حدایۃ حاصل کریں کہ فقہاء کے نزدیک امام اعظم صاحب سلسلہ بیعت اور تصوف فقہ میں داخل اور اولیاء سے اقتداء اور ان کی معتمد رائے کے مخالف والے مردود ومبتدع ہیں۔ پس جبکہ حقیقۃ مذہب حنفی وغیرہ میں کشف مستند ہے تو جواز سجدہ تحیت میں کیوں کشف واقتداء امام طریقہ مستند نہیں؟ بلکہ بالعکس اقوال فقہاء بتقد اصحاب ترجیح سے طبقہ اولی والے مجتہد طریقہ کو تخطیہ دیکر مرتکب معاصی قرار دیا جاتا ہے اسی وجہ سے صاحب فتوحات مکیہ نے لکھا ہے کہ امام مہدی بوجہ مجتہد ہونے کے مسائل برخلاف اقوال فقہاء بتادیں گے

اور فقہا ءعصر اس کو معاذ اللہ گمراہ و بان کر جانی دشمن ہو جا ئیں گے مگر خوف تلوار سے خروج نہ کر سکیں گے

حرنالت فتوحات (ص ۳۳۶)

میں ہے کہ۔

کما انه لا یسوغ القیاس فی موضع یکون فیه الرسول موجودا و اهل الکشف النبی عندهم موجود فلا یاخذون الحکم الا عنه و لهذ االفقیر الصادق لا ینتهی الی مذهب انما هو مع الرسول الذی هو مشهود له کما ان الرسول مع الوحی الذی ینزل علیه ینزل علی قلوب العارفین الصادقین من الله التعریف بحکم النوازل انه حکم الشرع الذی بعث به رسول الله ﷺ و اصحاب علم الرسوم لیست لهم هذه المرتبة لما کما علیه من حب الجاه والریاسة فلا یفلحون فی انفسهم و لا یفلح بهم و هی حالة فقهاء الزمان و اذا اخرج المهدی الیهم فلا یکون له عدو مبین الاالفقهاء خاصة فانهم لا تبقی لهم ریاسته ولاتمیز عن العامة فمثل هؤلاء لو لا قهر المهدی بالسیف ما سمعوا له و لا اطاعوه بظواهر هم کما انهم یطیعونهم بقلوبهم بل یعتقدون فیه انه اذا حکم فیهم بغیر مذهبهم ائمة انه علی ضلالة فی هذا الحکم لانهم یعتقدون ان زمان اهل الاجتهاد قد انقطع و ما بقی مجتهد فی العالم و ان الله تعالی لا یوجد بعد ائمتهم احدا له درجة الاجتهاد و اما من یدعی التعریف الالهی بالاحکام الشرعیة فهو عندهم مجنون مفسود الخیال لا یلتفتون الیه فان کان ذا مال و سلطان انقادوا فی الظاهر الیه رغبة فی ماله و خوفا من سلطانه و هم بباطنهم کافرون به انتهی نیز (میزان کبری للشعرانی ص ۲۲۰) میں ہے فان قلت قد تقدم ان الولی الکامل لا یکون مقلدا و انما یا خذا علمه من العین یاخذ منها المجتهدون مذهبه و یری بعض الاولیاء مقلدا للبعض الائمة فالجواب قد یکون ذلک الولی لم یبلغ مقام الکمال و بلغه و اظهر تقیده فی تلک المسئلة بمذهب بعض الائمة ادبا معه حیث سبقه الی القول بها و جعله الله تعالی اماما یقتدی به اشتهر فی الارض دونه و قد یکون عمل ذلک الولی بما قاله ذلک المجتهد لاطلاعه

علی دلیله لا عملا بقوله علی وجه التقلید له بل لموافقة لما ادی الیه کشفه فرجع تقلید هذا الولی للشارع لا تغیره و ما ثم ولی یاخذ علما الا الشارع و یحرم علیه ان یخطو خطوة فی شی لا یری قدم نبیه امامه فیه و قد قال مرة لسیدی علی الخواص رضی الله عنه کیف صح تقلید سیدی و روحی و مرشدی عبد القادر الجیلانی للامام احمد بن حنبل و سید محمد الحنفی الشاذلی للامام ابی حنیفة رحمة الله علیه مع اشتهاء هما لقطبة الکبری و صاحب هذا المقام لا یکون مقلدا لا لشارع وحده فقال رضی الله عنه قد یکون ذلک منهما قبل بلوغهما مع خروجهما عن التقلید اه فاعلم ذلک انتهی تو

شامی نے شرح مقدمہ درمختار میں اور امام شعرانی نے یواقیت کے ابتداء حصہ دوم میں لکھا

فیشترط فی الولی ان یکون محفوظا لما یکون النبی معصوما ۔

ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں یہ سوال مکمل شائع ہوگا۔

مسئلہ ﴿۱۳۸﴾:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ بارے میں کہ ایک مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل وصفین کے معاملہ میں حضرت امیر معاویہ وحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جماعت معاذ اللہ باغی اور ناحق تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت حق پر تھی دوسرے مولوی صاحب کا بیان ہے کہ اس معاملہ میں خاموش رہنا چاہیے کسی ایک جماعت کو ناحق نہ کہنا چاہیے بلکہ دونوں جماعتیں قابل احترام ہیں اور دونوں حق پر تھیں علمائے اہل سنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کیا عقیدہ ہے اور قطعی فیصلہ کیا ہے علمائے اہل سنت وجماعت کے فیصلہ سے آگاہ فرمادیں؟

سائل فیض محمد لیہ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

تمام اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہدایت کے ستارے ہیں حدیث شریف میں فرمایا ہے

اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم

یعنی میرے تمام صحابہ ہدایت کی روشنی ہیں ستاروں کی طرح چمکتے ہیں ان میں جس کی اقتدا کرو گے ہدایت

پر رہو گے نیز حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق جو میرے بعد ہوگا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ اے محمد ﷺ آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں بعض ان کے بعض سے زیادہ قوی ہیں اور ہر ایک صحابی کے لئے نور ہے جس نے صحابہ کی اختلافی باتوں میں سے کسی بات پر عمل کیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے مشکوۃ شریف میں ہے

عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول سالت ربی عن اختلاف من بعدی فاوحی الی یا محمد ﷺ ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیء مماهم علیه من اختلافهم فهو عندی علی قال وقال رسول الله ﷺ اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم

صحابہ کرام میں جو آپس میں اختلاف ہوا تو اس اختلاف کی وجہ سے ان میں سے کسی کی عدالت میں فرق نہیں آئے گا وہ سب عادل تھے مجتہد تھے اور مجتہد سے اجتہادی مسئلہ میں خطا ہو جائے تو پھر بھی اس کو ثواب ملتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ٹھیک اجتہاد کرنے والے کو دہرا ثواب ملتا ہے اور وہ مجتہد جس سے اجتہاد میں خطا ہو جائے اس کو ایک ثواب امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں

وکلهم عدول و متاولون فی حروبهم وغیر ها لم یخرج شیء عن ذلک احد منهم من العدالة الانهم مجتهدون اور شرح عقائد میں فلذلک کان المخطی معذ وراهل ماجورا۔

یعنی مجتہد مخطی شرعاً معذور بلکہ اجر وثواب پانے والا ہے حضرت سیدنا مولانا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو اختلاف ہوا اجتہادی اختلاف تھا جس میں مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اہل سنت کے نزدیک حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد میں صورۃً خطا تھی مگر حقیقۃ میں وہ اجر کے مستحق تھے اہل سنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے مناقب ومحامد کو بیان کیا جائے ان کے شان میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کرنا بھی جائز نہیں کہ جس میں بے ادبی کا شائبہ ہو ان حضرات صحابہ نے جو اپنے اجتہاد سے کیا وہ ٹھیک کیا جب حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرمایا ہے اے پیارے نبی ﷺ

تیرے تمام صحابہ نور ہدایت پر ہیں اور حضور کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے تمام صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں تو اس سے صراحتہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب کے سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک ہدایت کے ستارے ہیں ان سب کا احترام مسلمانوں پر فرض ہے بے علم لوگ نہ باغی کا معنیٰ جانتے ہیں اور نہ حق اور ناحق کو سمجھتے ہیں بلکہ سینکڑوں نہیں ہزاروں نام کے مولوی ہوں گے کہ جن بیچاروں کو اجتہادی مسائل میں جو اختلاف ہوتا ہے اس کے متعلق وہ نہیں جانتے کہ ان کی اصطلاح میں خطا وثواب کے کیا معنیٰ ہیں تمام لوگوں میں یوں بیان کرنا کہ بعض باغی تھے اور ناحق پر تھے ہرگز درست نہیں عوام کے عقیدے اس سے بگڑ جائیں گے وہ اس کے غلط معنیٰ سمجھ کر صحابہ کرام کی شان میں ہلکے الفاظ استعمال کرنے یا بے ادبی کرنے کی جرات کریں گے (**العیاذبالله من ذلک**) اہلسنت کا یہی عقیدہ اور مسلک ہے کہ صحابہ کرام کا ذکر ذکر خیر ہونا چاہیے اور ان کی شانوں میں طعن کرنا یا بے ادبی کرنا حرام ہے شرح عقائد میں ہے ویکف عن ذکر الصحابة الابخیر لما ورد من الاحادیث الصحیحة و وجوب الکف عن مطاعنهم۔

والله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ﴿۱۳۹﴾:

ایک شخص واضح لفظوں میں یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ سے افضل ہیں اور اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم ان کے مرید ہیں کیا یہ عقیدہ مذہب اہلسنت حنفی امام کے اعتبار سے صحیح ہے یا غلط

سائل نذر حسین جھنگ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

مذہب اہلسنت کے مطابق جو شخص حضرت ابوبکر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما جن کی فضیلت قطعی ہے پر تفضیلیت ثابت کرے وہ بدمذہب گمراہ ہے تمام اہلسنت متقدمین اور متاخرین کا مذہب یہ ہے گیا

دسویں صدی کے مجدد حضرت سید عبدالواحد ملگرامی قدس سرہ لکھتے ہیں سبع سنابل ص۰ا مخدوم قاضی شہاب الدین ۔در تیر الاحکام نوشت کہ ہیچ ولی بدرجہ ہیچ پیغمبر نر سید وبعد او امیر المومنین ابوبکر بحکم حدیث بعد پیغبران در اولیا برتر است واو بدرجہ ہیچ پیغا مبری نرسیدہ و بعد او امیر المومنین عمر ابن الخطاب ست وبعد او امیر المومنین عثمان بن عفان است و بعد او امیر المومنین علی ابن ابی طالب ست رضی اللہ علیہم اجمعین ۔کسی کہ علی خلیفہ نداند او از خوارج است وکسیکہ او ابر امیر المومنین ابوبکر وعمر تفضیل کند او از روافض است کذافی عقیدہ کے اہل المعانی وتکمیل الایمان ونبر اس و نظام العقائد

(۲)امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت احمد سرہندی قدس سرہ مکتوبات مطبوعہ ترکی ص۲۸۲ مکتوب نمبر ۶۷ میں لکھتے ہیں کہ امام برحق وخلیفہ مطلق بعد حضرت خاتم الرسل علیہ علیہم الصلوۃ والسلام حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ وبعد ازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللہ عنہ بعد ازاں عثمان ذوالنورین است رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب است رضی اللہ عنہ و افضیلت ایشاں بترتیب خلافت است ۔

(۳)حضرت محمد اکبر عرف حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے باپ امیر المومنین علی کرم اللہ سے پوچھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر وافضل کون ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوبکر ہیں میں نے عرض کیا ان کے بعد کون ہیں فرمایا عمر رضی اللہ عنہ میں نے پوچھا ان کے بعد کون ہیں فرمایا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں نے عرض کیا ان کے بعد اے امیر المومنین آپ ہی افضل ہیں ؟آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں بھی خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں (رواہ البخاری)

وفی روایۃ ابی داؤد کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حتی افضل امتہ بعدہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان(زادالطبرانی) رسول اللہ ﷺ فلم ینکرہ .

(۵)وعن ابی ہریرۃ کنامعشر اصحاب رسول اللہ ﷺ و نحن متوا فرون نقول افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم لنسکت

(الصواعق المحرقہ ص ۶۰)

(۶)جامع الرموز ص ۷۷ کتاب الصلوۃ میں علامہ قہستانی حنفی لکھتے ہیں

و یکرہ امامۃ من فضل علیا علی العمرین رضی اللہ عنہم۔

غرض یہ کہ اہل حق یعنی اہلسنت و جماعت کا عقیدہ متفقہ ہے کہ بعد انبیاء ومرسلین وخواص ملائکہ سب خلق سے افضل و برتر کمال وشان میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں اس کے بعد حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجھہ ہیں جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ گمراہ و بد مذہب ہے امام ہو تو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یہ عقیدہ امام اہلسنت سیدی امام احمد رضا خان قدس سرہ کا ردالرفضہ سے ثابت ہے طریقت کے جاہل نے کہا کہ اصحاب ثلاثہ سمیت باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں یہ بالکل غلط بکواس ہے تمام حضور علیہ السلام کے مرید وخلیفہ ہیں بالخصوص اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم تو کمالات میں کسی طرح کم نہ تھے بلکہ اخذ فیض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کیا چنانچہ امام طریقت حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری کے خلیفہ اجل حضرت خواجہ محمد رسالہ قدسیہ ص ۳۶ مطبوعہ مجتبائی دھلی میں یوں رقم طراز ہیں وہمچنیں اہل تحقیق بر اسند کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ از حضرت رسالت ماب ﷺ از خلفائے رسول اللہ ﷺ کہ برامیر المومنین رضی اللہ عنہ مقدم بودہ از ہم بہ نسبت باطن تربیت یافتہ اند۔شیخ ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں لکھا ہے(ص ۳۸۴)

(۷)قدوۃ العارفین حضرت خواجہ اخوند درویزہ باوری قادری چشتی اپنی تصنیف کتاب ارشاد الطالبین مطبوعہ قدیم میں لکھتے ہیں۔بشنو اے فرزند کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ اصحاب اربعہ راتلقین ذکر وفکر دادہ بود اما چوں حضرت رحلت نمود ابوبکر صدیق کہ چوں خلیفہ رسول امیر المومنین

عثمان ذکر و فکر از فاروق آموخت چوں صدیق رحلت نمود مرتضی اماھت ذکر و فکر از ذوالنورین آموخت آنچہ اموختنی بوراین بنا بررعایت ادب یکدیگر ایشان بود کہ تادست بدست برسول اللہ ﷺ برسید و چوں ہمہ احباب رفتند مرتضی تلقین واجازت رابہ حسن و حسین داد الخ

مزید معلومات کے لیے اعلی حضرت شاہ محمد حسن لاہوری قدس سرہ کی کتاب تواریخ آئینہ تصوف کا مطالعہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شعبان ۱۳۸۳

مسئلہ: ۱۴۰

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ شیعہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا نمبر ہے سنی کہتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا نمبر ہے کون حق پر ہے۔

سائل صوفی مختار احمد نور پور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس کا تحقیقی جواب امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فتوی سے بڑھ کر اور کون دے سکتا ہے آپ کے فتاوی میں ہے جانشینی ونیابت دوقسم ہے اول جزئی مقید کہ امام کسی خاص کا خاص مقام پر عارضی طور پر کسی خاص وقت کے لیے دوسرے کو اپنا نائب کرے جیسے بادشاہ کا لڑائی میں کسی کو سردار بنا کر بھیجنا یا کسی ضلع کی حکومت دینا یا تحصیل خراج پر مامور کرنا یا کہیں جاتے ہوئے انتظام شہر سپرد کر جانا اس قسم کا استخلاف صریح حضور پر نور ﷺ سید یوم النشور ﷺ وعلی آلہ وعترتہ وازوجہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم سے بارہا واقع ہوا جیسے بعض غزوات میں امیر المومنین صدیق اکبر بعض میں حضرت اسامہ بن زید غزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تحصیل زکوۃ پر امیر المومنین فاروق اعظم وحضرت خالد بن ولید وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مقرر فرمایا۔یہ بھی یقیناً حضور اقدس ﷺ کی نیابت تھی کہ اخذ

صدقات اصل کام حضور والاصلوت اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ کا ہے۔

قال تعالیٰ خذمن اموالھم صدقۃ تطھر ھم و تزکیھم بھاو صل علیھم ان صلاتک سکن لھم۔(پارہ ۱۱ آیت ۱۰۳ سورۃ التوبہ)

تعلیم قرآن ودین کے لیے قرآن کے کرام شہدائے وظام کو مقرر فرمایا حضرت عتاب بن اسید مکہ معظمہ حضرت معاذ بن جبل کو والایت کندہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو زبید وعدن حضرت ابوسفیان والد امیر معاویہ یا حضرت عمرو بن حزم کو شہر نجران حضرت زیاد بن لبید کو حضرموت حضرت خالد سعید اموی کو صنعا حضرت عمرو بن العاص کو عمان کا ناظم وصوبہ کا کی باذان بن ساسان کیانی مغل کو صوبے داری یمن پر مقرر رکھا امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ملک یمن کا عہدہ قضا بخشا ۸ میں حضرت عتاب ۹ میں حضرت صدیق اکبر کو امیر الحج بنایا بعض وقائع میں امیر المومنین فاروق اعظم بعض میں حضرت معقل بن یسار بعض میں حضرت عقبہ کو حکم قضا دیا غزوہ تبوک کو تشریف لے جاتے امیر المومنین مرتضی علی کو اہلبیت کرام اور غزوہ بدر میں حضرت ابولبابہ اور تیرہ ۱۳ غزوات واسفار کو تشریف فرماتے حضرت عمرو ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا امیر ووالی فرمایا ازانجملہ غزوہ ابوا کہ حضور اقدس ﷺ کا پہلا غزوہ تھا وغزوہ بواط وغزوہ ذی العشیرہ وغزوہ احد وغزوہ حمراء الاسد وغزوہ نجران وغزوہ ذات الرقاع وسفر حجۃ الوداع کہ حضور پرنور ﷺ کا پچھلا سفر تھا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انحصا کل ذلک من صحیح البخاری

و شروحا والمواھب الدینہ و المنح المحمدیۃ وشرحھا للزرقانی والاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لامام الحافظ العسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین .

دوم کلی مطلق کہ حیات مستخلف سے جمع نہیں ہوسکتی ہے امام کا اپنے بعد کسی کے لیے امامت کبریٰ کی وصیت فرمانا اس کا نص صریح علی الاعلان تبصریح تام حضور اعلیٰ ﷺ نے کسی کے واسطے نہ فرمایا ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ضرور پیش کرتے اور قریش وانصار میں دربارہ خلافت مباحثے مشاورے نہ ہوتے امیر المومنین امام الاشجعین اسد اللہ الغالب علی مرتضے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم باسانید صحیحہ قویہ ثابت کہ جب ان سے عرض کی گئی الا تستخلف علینا ہم پر کسی کو خلیفہ کردیجئے فرمایا لالکن اترککم کما ترککم رسول اللہ ﷺ میں کسی کو خلیفہ نہ کروں گا بلکہ یونہی چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے تھے اخرجہ الامام احمد

بسند حسن والبز ار بسند قوی والدار قطنی وغیرہم بزار کی روایت میں بسند صحیح ہے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالی وجہہ نے فرمایا استخلف رسول الله ﷺ فاستخلف علیکم رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہ کیا کہ میں کروں۔ دار قطنی کی روایت میں ہے ارشاد فرمایا

دخلنا علی رسول الله ﷺ فقلنا یا رسول استخلف علینا قال لا ان یعلم الله فیکم خیر ابول علیکم خیرکم قال علی رضی الله تعالیٰ عنه فعلهم الله فینا خیرا فولی علینا ابابکر۔

ہم نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ہم پر کسی کو خلیفہ فرما دیجیے ارشاد ہوا اگر اللہ تعالی تم میں بھلائی جانے گا تو جو تم سب میں افضل ہے اسے تم پر والی فرما دے گا حضرت مولی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا رب العز وجل وعلا نے ہم میں بھلائی کی پس ابوبکر کو ہمارا والی فرمایا رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اسحاق بن راہویہ ودار قطنی وابن عساکر وغیرہم بطرق عدیدہ واسانید کثیرہ راوی دو شخصوں نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے ان کے زمانہ خلافت میں درباہ خلافت استفسار کیا اعہد عهد والیک النبی ﷺ ام رائی رایۃ کیا یہ کوئی عہد وقرارداد حضور اقدس ﷺ کی طرف سے ہے یا آپ کی رائے ہے فرمایا بل رائے رایۃ بلکہ ہماری رائے ہے

اما ان یکون عند ی عهد من النبی ﷺ عهده الی فی ذالک فلا و الله لئن کنت اول من صدقه به فلا اکون اول من کذب علیه۔

رہا یہ کہ اسباب میں میرے لئے حضور پرنور ﷺ نے کوئی عہدہ قرارداد فرمادیا ہو سوخدا کی قسم ایسا نہیں اگر سب سے پہلے میں نے حضور ﷺ کی تصدیق کی تو میں سب سے پہلے حضور پر افترا کرنے والا نہ ہوں گا۔

ولو کان عندی منه عهدفی ذالک ماترکت اخاہنی تیم بن مرة و عمر بن الخطاب ثوبان علی منبره ولقاتلتهما بیدی ولو لم اجد الا بردتی هذه

اور اگر اسباب میں حضور والا ﷺ کی طرف سے میرے پاس کو عہد ہوتا تو میں ابوبکر وعمر کو منبر اطہر حضور اقدس ﷺ پر جست نہ کرنے دیتا اور بے شک اپنے ہاتھ سے ان سے قتال کرتا اگرچہ اپنی اس چادر

کے سوا کوئی ساتھ نہ پاتا۔

ولکن رسول الله ﷺ لم یقتل قتلا و لم یمت فجاء ة مکث فی مرضه ایا ما ولیالی یا تیه الموذن یوذنه بالصلاة فیا مرابا بکر فیصلی بالناس و هو یری مکانی۔

بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ کچھ قتل نہ ہوئے نہ یکا یک انتقال فرمایا بلکہ کئی دن رات حضور کو مرض میں گزرے موذن آتا نماز کی اطلاع دیتا حضور ابوبکر کو امامت کا حکم فرماتے حالانکہ میں حضور ﷺ کے پیش نظر موجود تھا پر موذن آتا اطلاع دیتا حضور ﷺ ابوبکر کو ہی حکم امامت دیتے حالانکہ میں کہیں غائب نہ تھا

ولقدارادت امرآة من نساء تصرفه عنه ابی ابکرفابی وغضب وقال انتن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس

اور خدا کی قسم ازواج مطہرات سے ایک بی بی نے اس معاملہ کو ابوبکر سے پھیرنا چاہا حضور اقدس ﷺ نے نہ مانا اور غضب کیا اور فرمایا تم وہی یوسف والیاں ہو ابوبکر کو حکم دو کہ امامت کرے

فلما قبض رسول الله ﷺ نظر نا فی امور نا فاخترنا من رضیه رسول الله ﷺ بیننا و کانت الصلاة عظیم الا سلام و قوام الدین فبا یعنا ابوبکر رضی الله تعالیٰ عنه و کان لذلک اهلا لم یختلف علیه منا اثنا ن

پس جب کہ حضور پرنور ﷺ نے انتقال فرمایا ہم نے اپنے کاموں میں نظر کی تو اپنی دنیا یعنی خلافت کے لیے اسے پسند کرلیا جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین یعنی نماز کے لیے پسند فرمایا تھا کہ نماز تو اسلام کی بزرگی اور دین کی درستی تھی لہذا ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور وہ اس کے لائق تھے ہم میں کسی نے اس بارے میں خلاف نہ کیا یہ سب کچھ ارشاد کر کے حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنیٰ نے فرمایا

فادیت الی ابی بکر حقه و عرفت له طاعته و غزیت معه فی جنوده و کنت آخذ اذا عطانی و اغز و اذا غز انی و اضرب بین یدیه الحدود بسوطی۔

پس میں نے ابوبکر کو ان کا حق دیا اور ان کی اطاعت لازم جانی اور ان کے ساتھ ہو کر ان کے لشکروں

میں جہاد کیا جب مجھے لڑائی پر بھیجتے میں جاتا اور ان کے سامنے اپنے تازیانے سے حد لگاتا پھر بعینہ یہی مضمون امیر المومنین فاروق اعظم وامیر المومنین عثمان غنی کی نسبت ارشاد فرمایا رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین

ہاں البتہ اشارات جلیلہ واضحہ بارہا فرمائے مثلا ایک بار ارشاد ہوا میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کوئیں پر ہوں اس پر ایک ڈول ہے میں اس سے پانی بھرتا رہا جب تک اللہ نے چاہا پھر ابوبکر نے ڈول لیا دو ایک بار کھینچا پھر وہ ڈول ایک چل ہو گیا جسے چرسہ کہتے ہیں اسے عمر نے لیا تو میں نے کسی زبردست مرد کو اس کام میں ان کے مثل نہ دیکھا یہاں تک کہ تمام لوگوں کو سیراب کر دیا کہ پانی پی پی کر اپنی فرودگاہ کو واپس ہوئے رواہ الشیخان عن ابی حریرة وعن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھم امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ فرماتے ہیں میں نے بارہا بکثرت سنا حضور اقدس نے فرمایا آج کی رات ایک مرد صالح (یعنی خود حضور ﷺ) نے خواب دیکھا کہ ابوبکر رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہیں اور عمر ابوبکر سے اور عثمان عمر سے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں جب ہم خدمت اقدس حضور والا ﷺ سے اٹھے آپس میں تذکرہ کیا کہ وہ مرد صالح تو حضور اقدس ہیں اور بعض کا بعض سے تعلق وہ اس امر کا والی ہونا جس کے ساتھ حضور پرنور ﷺ مبعوث ہوئے ہیں رواہ عنہ ابوداؤد وحاکم انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں مجھے بنی المصطلق نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین ﷺ میں بھیجا کہ حضور سے دریافت کروں حضور ﷺ کے بعد ہم اپنے اموال زکوۃ کس کے پاس بھیجیں فرمایا ابوبکر کے پاس عرض کی اگر انھیں کوئی حادثہ پیش آئے تو کسے دیں فرمایا عمر کو عرض کی جب ان کا واقعہ ہو فرمایا عثمان کو رواہ عنہ فی المستدرک صحیح ایک بی بی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور کچھ عرض کیا حضور اقدس ﷺ نے حکم فرمایا کہ حاضر ہو انھوں نے عرض کی آؤں اور حضور ﷺ کو نہ پاؤں فرمایا مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا رواہ الشیخان عن جبیر بن مطعم رضی الله تعالی عنه یونہیں ایک مرد سے ارشاد فرمانا مروی کہ میں نہ ہوں تو ابوبکر کے پاس آنا عرض کی جب انھیں نہ پاؤں فرمایا تو عمر کے پاس عرض کی جب وہ بھی نہ ملیں فرمایا تو عثمان کے پاس

اخرجه ابو نعیم فی الحلیه و الطرانی عن سهل بن ابی حشمة رضی الله تعالی عنه

ایک شخص سے کچھ اونٹ قرضوں پر خریدے جب وہ واپس جا رہا تھا کہ مولی علی کرم اللہ وجہہ ملے حال پوچھا اس نے بیان کیا فرمایا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پھر حاضر ہو اور عرض کی کہ اگر حضور ﷺ کو

کچھ حادثہ پیش آئے تو میری قیمت کون ادا کرے گا فرمایا ابوبکر پھر دریافت کیا اور جو ابوبکر کو کچھ حادثہ پیش آئے تو کون دے گا فرمایا عمر پھر دریافت کرایا انھیں بھی کچھ حادثہ درپیش ہو فرمایا

ویحک اذامات عمر فان استطعت ان تموت فمت

ہائے نادان جب عمر مر جائے تو اگر تجھ سے ہو سکے تو مر جانا رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ وحسنہ الامام جلال الدین سیوطی انہیں اشارات جلیلہ سے ہے حضور پرنور ﷺ کا ایام مرض وفات اقدس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امامت مسلمین پر قائم کرنا اور دوسرے کی امامت پر راضی نہ ہونا نصب فرمانا جس سے امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے استناد فرمایا کہ رضیه رسول الله کا ﷺ لدیننا افلا نرضاہ لدنیا نا رسول اللہ ﷺ نے انہیں چن لیا ہمارے دین کی پیشوائی کیلئے انہیں ہم پسند کیوں نہ کریں اپنی دنیا کی امامت کو اور نہایت روشن وصریح نص وتصریح وہ ارشاد اقدس ہے کہ امام احمد وترمذی نے تحسین اور ابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے بافادہ تصحیح اور علی ابوالحاسن رویانی نے حضرت حذیفہ بن ایمان رضی اللہ عنہ اور ترمذی وحاکم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ اور طبرانی نے حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالی عنہ اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ حضور پرنور سید یوم النشور ﷺ نے فرمایا انی لا ادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعد ی ابا بکر و فی لفظ اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر میں نہیں جانتا میرا رہنا تم میں کب تک ہو لہذا تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے ان دو صحابیوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما ایک بار آخر حیات اقدس میں نص صریح بھی فرما دینا چاہا تھا پھر خدا اور مسلمانوں پر چھوڑ کر حاجت نہ سمجھی امام احمد وامام بخاری وامام مسلم ام المومنین صدیقہ محبوبہ سید المرسلین ﷺ سے راوی کہ وہ ارشاد فرماتی ہیں

قال لی رسول الله ﷺ فی مرضه الذی مات فیه ادعی لی اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن یقول قائل انا اولی ویاده بی الله و المومنون الا ابابکر حضور اقدس سید عالم ﷺ جس مرض میں انتقال فرمانے کو ہیں اس میں مجھ سے فرمایا اپنے باپ اور بھائی کو بلا لے کہ میں ایک نوشتہ تحریر فرما دوں کہ مجھے خوف ہے کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کوئی کہنے والا

کہہ اٹھے کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ نہ مانے گا اور مسلمان نہ مانیں گے مگر ابوبکر کو امام احمد کے ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ فرمایا

ادعی لی عبدالرحمن بن ابی بکر اکتب لابی بکر کتابا لا یختلف المومنون فی ابی بکر عبدالرحمن بن ابی بکر

گویا لوگ میں ابوبکر کے لیے نوشتہ لکھدوں کہ ان پر کوئی اختلاف نہ کرے پھر فرمایا رہنے دو خدا کی پناہ کہ مسلمان اختلاف کریں ابوبکر کے بارے میں۔ اس موضوع پر فقیر کی

تصنیف افضلیت صدیق۔ کا مطالعہ کیجئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ﴿۱۴۱﴾

ایک مولوی ہمارے ہاں کہتا ہے کہ تبرکات حرام ہیں اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے سخت مخالف تھے چنانچہ اس نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ درخت کاٹ ڈالا تھا جس کے نیچے حضور ﷺ بیعت رضوان صحابہ سے لی تھی اور کہا کہ اگر تبرک کا کوئی مسئلہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ درخت ہرگز نہ کٹواتے۔

سائل عبدالوحید

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

یہ مولوی افترا باز ہے اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس درخت کو کٹوایا تھا وہ مصنوعی تھا چنانچہ تفسیر خازن میں بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث مرقوم ہے نیز معالم التنزیل میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں حج کے لیے چلا تو راستے میں چند لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا میں نے دریافت کیا یہ کیسی مسجد ہے ان لوگوں نے جواب دیا کہ وہ درخت ہے جہاں رسول کریم ﷺ نے بیعت الرضوان فرمائی تھی یہ سن کر میں سعید ابن المسیب کے پاس آیا اور میں نے انہیں اس واقعہ کی خبر دی انہوں نے کہا کہ میرے والد گرامی بھی بیعت الرضوان میں شریک تھے انہوں

نے مجھ سے فرمایا۔ اللہ لم یعلموها علمتموها فانتم اعلم فضحک۔ کہ بیعت کے دوسرے سال جب ہم لوگ یہاں آئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور وہ درخت ہم سے چھپ گیا اور ہم اس پر قادر نہ ہوئے یہ فرما کر حضرت سعید کہتے ہیں کہ اصحاب رسول سے کوئی اس درخت کو نہ جانے اور تم نے جان لیا تم ان سے بھی زیادہ جاننے والے ہو یہ فرما کر ہنسنے لگے۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں۔

وفی روایه عن سعید بن المسیب عن ابیه قال لقدر ایت الشجرة ثم اتیتها بعد عام فلم اعرفها۔

سعید ابن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا وہ درخت جس کے نیچے بیعت الرضوان ہوئی تھی میں نے دیکھا تھا پھر ایک سال کے بعد جب میں وہاں آیا تو میں نے اس کو نہ پہچانا۔ اس کے علاوہ خازن وتفسیر معالم میں یہ روایت بھی ہے۔

وروی ان عمر بن الخطاب مر بذالک المکان بعد ان وهبت الشجرة فقال این کانت فقال بعضهم نقول هذا یقول هذا فلما کثر اختلافهم قال سیرو وهبت الشجرة

درخت بیعت الرضوان کے غائب ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس جگہ سے گزر ہوا تو آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا وہ درخت کہاں ہے۔ کسی نے کہا یہ ہے کسی نے کہا یہ ہے جب ان کا اختلاف بڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ درخت تو جاتا رہا۔ اس کے بعد تفسیر خازن میں بخاری شریف کی یہ حدیث مبارکہ بھی مرقوم ہے کہ

من عمر قال رجعنا من العام المقبل۔ فما اجتمع منا اثنا ن علی الشجرة۔ التی بایعنا تحتها وکانت رحمته من الله۔

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے ہم آئندہ سال بیعت الرضوان کے مقام پر واپس آئے تو ہم سے دو آدمیوں کا بھی اتفاق اس درخت پر نہ ہو سکا جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی اور وہ درخت گیا تھا اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

پس ان احادیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شجر بیعت الرضوان بیعت کے دوسرے

سال ہی لاپتہ ہو گیا۔ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "چلو وہ درخت تو غائب ہو گیا" ایسی صورت میں یہ بات کیونکر صحیح ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجر بیعت الرضوان کو کٹوا دیا تھا اور اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کسی درخت کا کٹوانا ثابت بھی ہو تو اس کا مطلب صرف یہ ہو سکتا ہے کیونکہ بعض لوگوں نے کسی دوسرے درخت کو شجر رضوان سمجھ لیا تھا اس لئے آپ نے اس غلط فہمی سے بچانے کے لیے اس درخت کو کٹوا دیا جیسا کہ طارق بن عبدالرحمٰن کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہی ہم کہتے ہیں کہ جو جعلی تبرک ہو وہ قابل تعظیم نہیں بلکہ واجب الدفن ہے تاکہ عوام غلط فہمی کا شکار نہ ہوں

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳۹۲ھ

مسئلہ ﴿۱۴۲﴾

صحابہ کے گستاخ کا شرعی حکم کیا ہے؟

سائل نور اللہ خیر پور سندھ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

الله فی اصحابی الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم من بعدی غرضا فمن احبهم فبحبی احبهم و من ابغضهم فببغضی ابغضهم و من اذاهم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی الله فیوشک ان یاخذه۔

ترجمہ اللہ سے ڈرو میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنالینا جو ان سے محبت رکھے گا تو میرے ساتھ محبت کی وجہ سے انہیں محبوب رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہوگا۔ جس نے انہیں دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے اللہ کو دکھ دیا اور جس نے اللہ کو دکھ دیا تو قریب ہے کہ اللہ اس پر اپنی گرفت کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ تحذیری (ڈرانے والے) انداز میں فرماتے ہیں کہ میرے بعد میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میرے جانثار ساتھی جن کی جانثاری وتقویٰ پر فرشتوں کو بھی رشک آیا ان کو نشانہ نہ بنالینا بصورت دیگر لازمی نتیجہ اللہ کی گرفت میں آنا ہوگا اب بھی اگر کوئی صحابہ کرام

پر تنقید کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینا بخشش خداوندی سے ناامیدی، ظلموں، اور خطاؤں کی ذلت وحقارت کو حضرت شیخ عبدالحق صاحب نے تکمیل الایمان میں گناہ کبیرہ لکھا ہے اور بعض علماء سب مومن فسق وسب صحابہ کفر بتاتے ہیں۔ امر واقعی کیا ہے؟ کہ مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے جو تحریر فرمایا ہے وہی صحیح ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے

قتال المسلم کفر سبابه فسوق۔

ترجمہ مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے اور اس کو گالی دینا فسق وفجور ہے یہاں پر لفظ مسلم سے عام مسلمان مراد ہے صحابی ہو یا غیر صحابی۔ پس مطلب یہ ہوا کہ مسلم کا قتل کفر ہے اور عام مسلم کو گالی دینا فسق ہے اور فسق گناہ کبیرہ ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ یکم شعبان ۱۴۲۲ھ

مسئلہ ﴿۱۴۳﴾

کیا فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا؟

سائل دین محمد قریشی مظفر گڑھ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہاں یعقوب کلینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ بیدها فانطلق الی بیته (فروع کافی جلد ۲ ص اول تہذیب جلد ۲ ص ۲۳۸) **ترجمہ** ام کلثوم کے پاس گئے اور ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے اپنے گھر میں لے آئے۔

(فائدہ) انہی دونوں کتابوں کے ان صفحات پر انہی الفاظ میں امام جعفر سے دوسرے راویوں کی روایت بھی موجود ومنقول ہے

(۳) فروع کافی مصنفہ محمد بن یعقوب کلینی میں ایک مستقل باب ہے جس کا یہ عنوان ہے دیکھئے فروع کافی ص ۱۴۱ حصہ اول مطبع لکھنؤ۔ باب فی تزویج ام کلثوم یہ باب سیدہ ام کلثوم کے نکاح میں ہے۔ جس میں محمد بن یعقوب کلینی نے حضرت امام جعفر صادق سے دو روایتیں نقل کی ہیں جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہو

تا ہے کہ بی بی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق اعظم سے ہوا۔

(فائدہ) قرۃ القول ص ۴۴۸ میں ان دونوں روایتوں کو حسن کہا گیا ہے اس سے اس شبہ کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح والی روایتیں ضعیف ہیں۔

(۴) قاضی نور اللہ شوستری شیعہ مجتہد لکھتا ہے کہ اگر

نبی دختر بعثمان داد و علی دختر بعمر فرستاد (مجالس المومنین ص ۸۷)

ترجمہ اگر نبی علیہ السلام نے عثمان کو بیٹی دی تھی تو حضرت علی نے عمر کو دے دی۔

(۵) قاضی نور اللہ شوستری نے یہ بھی لکھا ہے کہ کسی نے ابوالحسن سے پوچھا کہ

چرا آں حضرت دختر خود را بعمر بن خطاب داد گفت بواسطه آنکه اظهار شهادتین می نمود بزبان و ع اقرار بفضل حضرت امیر می کرد۔ (شیعہ مجالس المومنین ص ۱۸۸)

حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر نیک اختر عمر بن خطاب کو کیوں دی تھی اس نے جواب دیا اس وجہ سے کہ عمر توحید خدا تعالیٰ اور رسالت رسول اللہ ﷺ کی شہادت زبان سے ظاہر کرتا تھا۔ اور حضرت عمر کی دامادی اور اس کی فضیلت۔

(۶) قاضی نور اللہ شوستری شیعہ مجتہد لکھتا ہے محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف مصاهرت حضرت امیر المومنین علیه الصلوة و آله مشرف گشته و ام کلثوم را که بعدم کفات از روئے اکراه در حباله عمر بود تزویج نمود۔ (شیعہ کی کتاب مجالس المومنین ص ۸۳ آخری سطر)

(فائدہ) محمد بن جعفر طیار کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثوم سے نکاح کر کے حضرت سیدنا علی امیر المومنین کی دامادی کا شرف حاصل کیا اور یہ سیدہ ام کلثوم پہلے کراہ سے عمر کے حبالہ نکاح میں تھی باوجودیکہ عمران کے ہم کفو نہ تھے۔

فائدہ بعض لوگ اپنی نادانی سے کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا نکاح سیدنا علی کی بیٹی سیدہ ام کلثوم سے نہیں ہوا

تھا ان گذشتہ حوالہ جات سے بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ واقعی حضرت عمر کا نکاح سیدہ ام کلثوم دختر علی سے ہوا تھا جس کا انکار ممکن نہیں جیسے کہ قاضی نور اللہ شوستری مجتہد شیعہ نے لکھا ہے تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "قطف الثمر فی نکاح ام کلثوم بعمر"

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: ﴿۱۴۴﴾

شیعہ کہتے ہیں کہ تمام مہاجرین و انصار نہ رسول اللہ ﷺ کا جنازہ پڑھ سکے اور نہ شریک تجہیز اور تکفین ہوئے؟

سائل عبدالعلیم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

شیعہ کا یہ دعویٰ غلط ہے اس لئے شیعہ کی معتبر کتابوں سے انکا جنازہ میں حاضر ہونا ثابت ہے چند حوالے مندرجہ ذیل ہیں: نہر المصائب جلد (۱) مجلس مصائب جناب سیدہ میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح)

ترجمہ: محمد رسول اللہ یہ ہیں اور جو ساتھ ان کے ہیں سخت ہیں کافروں پر رحم دل ہیں آپس میں۔ جن کو خدا تعالیٰ رحم دل فرمائے ان کو ایسا سخت دل کہیں کہ کس کو رحلت حضور ﷺ سے مطلق رنج والم نہ ہوا بلکہ سب اعدا شاد و مسرور ہوئے حق تعالیٰ نے ان کے اس افترا کو ان کی اس کتاب سے جھوٹا کیا کہا اے ورقہ جو کچھ میں نے بچشم خود دیکھا اسے بگوش و دل سن وہ یہ کہ جب جناب رسول خدا ﷺ نے دنیا سے رحلت کی تمام خورد و بزرگ اور زن و مرد آنحضرت کے درد فراق سے مغموم ہوئے اور سب صغیر و کبیر بیقرار اور بے تاب ہوئے اور سب سے زیادہ غم و حزن اس مصیبت میں اہل بیت و اصحاب اخیار کو تھا اور کوئی شخص اہل مدینہ میں ایسا نہ کہ میں نے اسے روتے نہ دیکھا (بحر المصائب جلد (۱) صفحہ (۸۱) اور یہ افترا جو کیا کہ تمام مہاجرین انصار و اصحاب ایسے دنیا ناپائدار کی طرف متوجہ ہوئے و حضرات شیعہ نے ان کو دنیا ناپائدار کا طلب گار بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (پارہ ۲۸ آیت ۸ سورۃ حشر)

یہ مال واسطے فقیروں وطن چھوڑنے والوں کے لیے ہے۔ جو نکلے اپنے گھروں سے اور مالوں سے چاہتے ہیں فضل خدا کے لیے اور رضامند اور مدد دیتے ہیں خدا کو اور رسول کے لیے یہ لوگ وہ ہیں سچے اور یہ آیت قطعی صریح نص ہے کہ قدمائے مہاجرین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و باقی عشرہ مبشرہ و دیگر مہاجرین بلکہ جو فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر کے یعنی مہاجرین اولین کے بعد وہ مہاجرین خالد بن الولید عمرو بن العاص وغیرہ رضی اللہ عنہم کے سب قطعی صادقین ہیں اور حضرت خالق جل شانہ علام الغیوب کے آگاہ کرنے بعد جو کوئی اپنے نفس کی ایسے میں مخالفت کرے اس کے گمراہ ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہا جیسے خوارج رافضی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اصحاب مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطے اپنے علم قدیم کے ساتھ سچے صادقین ہونے کا فضیلت نامہ بوحی قرآن بھیج دیا تو صاف معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر قیامت تک لوگوں کو اپنے علم سے آگاہ فرماتا ہے اور نہایت تاکید سے آگاہ فرماتا ہے کہ اولئک هم الصادقون یہ لوگ بالکل سچے ہیں اور جو کوئی یہ گمان کرے کہ جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح وصف فرمایا ایسے نہ تھے یا ان کے صادق الایمان ہونے میں کچھ نقص ہے تو وہ احمق کافر ہے

والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلهم (پارہ ۲۸ آیت ۹ سورۃ الحشر)

اور جن بندوں نے مہاجرین سے پہلے اسلام و ایمان میں جگہ پکڑی جو کوئی ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس کو محبت سے لیتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یحبون من هاجر الیهم . لا یجدون فی صدورهم حاجة (پارہ ۲۸ آیت ۹ سورۃ الحشر)

اپنے دلوں میں اس چیز کی نسبت کوئی حاجت نہیں پاتے جو ان لوگوں کو دی گئی ہے یعنی مہاجرین کو جو کچھ دے دیا گیا ہے اس کی نسبت انصار اپنے دلوں میں کسی طرح کا حسد نہیں پاتے

و یوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة (پارہ ۲۸ آیت ۹ سورۃ الحشر)

یعنی انصار ایسے اچھے ایمان والے ہیں کہ اگر مہاجرین میں سے کوئی محتاج ان کے پاس آتا ہے تو اپنے کو چھوڑ کر اس کو کھلانا پسند کرتے ہیں اگرچہ تنگدستی سے خود اس کی جانب محتاج تھے اور یہی صفت اس کے علاوہ ہر چیز

میں ہے اور جب جنگ شام میں یرموک کے دن لڑائی ہوئی تو عکرمہ و انکے اصحاب رضی اللہ عنہم نے شہادت پائی اور اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح دی تو ان لوگوں میں کچھ رمق باقی تھی کہ ایک نے پانی مانگا پس دوسرے نے نگاہ کی تو کہا پہلے میرے بھائی کو پلا وہ جب اس کے پاس لے کر گئے تو تیسرے نے نگاہ کی پس کہا کہ میرے اس بھائی کو پلاؤ لیکن جب تک اس کے پاس پہنچے اس نے قضا کی اور لوٹ کر دیکھا تو دوسرے نے بھی قضا کی اور دیکھا تو اول نے بھی قضا کی پس ان میں سے کسی نے بھی نہیں پیا رضی اللہ عنہم اجمعین ۔(تفسیر مواهب الرحمن پارہ ۲۸ سورۃ حشر) جو لوگ ایسے جوانمرد ہوں کہ موت کے وقت پانی کا پینا دوسرے کی خاطر ترک کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی شان میں فرمائے

یوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة (پارہ ۲۸ آیت ۹ سورۃ الحشر)

یبتغون فضلا من الله و رضوانا (پارہ ۲۸ آیت ۸ سورۃ حشر)

باوجود تعریف خدا کے اگر مہاجرین و انصار دنیا کے طلبگار ہیں تو کون پرہیزگار ہو سکتا ہے ہر خارجی جو حضرت علی المرتضیٰ کو برا کہتا ہے اس کے نیک ہونے کا کیا ثبوت ہم دے سکتے ہیں؟۔ اور حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ جب جناب رسالت مآب ﷺ نے اس دار فانی سے طرف عالم جاودانی کے رحلت فرمائی ہنوز نوبت جن آنحضرت کی نہ پہنچی تھی کہ اشقیاء امت جفا کار نے باغواء ثانی فساد اور عناد رسول خدا ﷺ پر کمر باندھی اور دفعۃً سب کے سب دین خدا سے پھر گئے ادھر سب نے ابوبکر بن قحافہ سے بیعت کی (نہر المصائب جلد ۱ مجلس مصائب جناب سیدہ ص ۹۷) اس فرقہ نے تو اصحاب باصفا کو اشقیا جفا کار کہا اور اللہ تعالیٰ ان کی شان میں فرماتا ہے

کنتم خیر امة اخرجت للناس

(پارہ ۴ آیت ۱۱۰ سورۃ آل عمران)

ترجمہ ہو تم بہتر امت کے کہ ظاہر کیے گئے واسطے لوگوں کے یعنی تم ان تمام امتوں سے بہتر ہو جو ابتدا سے اب تک لوگوں کے فائدے اور ہدایت کے لئے پیدا ہوئی ہیں۔

تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تؤمنون بالله

(پارہ ۴ آیت ۱۱۰ سورۃ آل عمران)

حکم کرتے ہو معروف اور منع کرتے ہو منکر سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔ اس لئے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اس لئے کہا فخر الاسلام نے کہ آیت میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے اس لئے کہ ان صفات کے لوگ سب کے سب برائی پر جمع نہیں ہو سکتے۔

(پارہ ٤ ال عمران خلاصة التفاسیر ص ٢٨٧)

جن کی اللہ تعالی اس قدر تعریف فرمائے اگر وہ اشقیا جفا کار ہیں تو یہ مسلمان رہے یا کافر ہوئے اور یہ کہتے ہیں کہ دفعۃ سب کے سب دین خدا سے پھر گئے اور سب نے ابوبکر بن قحافہ سے بیعت کی۔ ان کو شرم اور حیا نہیں آتی کہ یہی دین سے پھرنے والے تھے کہ جن کی شان میں اللہ تعالی فرماتا ہے

اولئک کتب فی قلوبهم الایمان و ایدهم بروح منه

(پارہ ٢٨ آیت ٢٢ سورۃالمجادلہ)

وہی ہیں کہ لکھ دیا اللہ نے دلوں میں ان کے ایمان اور روح قدس کے ذریعے ان کی مدد کی

(پارہ ٢٨ مجادلہ خلاصہ التفاسیر ص ٣٩٠)

اور ان کی شان میں اللہ فرماتا ہے

ولکن الله حبب الیکم الایمان و زینه فی قلوبکم

(پارہ ٢٦ آیت ٧ سورۃالحجرات)

لیکن اللہ تعالی نے محبوب بنا دیا تمہاری طرف ایمان اور اچھا دکھایا اسے دلوں میں تمہارے

و کره الیکم الکفر و الفسوق والعصیان

(پارہ ٢٦ آیت ٧ سورۃالحجرات)

اور برا کر دیا تمہاری طرف کفر اور فسق اور گناہ

اولئک هم الراشدون

(پارہ ٢٦ آیت ٧ سورۃالحجرات)

ایسے ہی لوگ راہ پانے والے ہیں فضلا من الله و نعمة فضل سے اللہ کے اور نعمت سے و الله علیم حکیم اور اللہ دانا و حکمت والا ہے۔ (خلاصہ التفاسیر ص ٢٠٣ پارہ ٢٦ حجرات)

یہ آیات جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی شان میں اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں اور ان کا مومن ہونا ثابت کیا ہے اگر حضرات شیعہ کے نزدیک وہ مومن نہیں ہیں تو خوارج علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی مومن نہیں کہتے شیعہ کس دلیل سے حضرت علی کا ایمان ثابت کریں گے اگر رافضی اور خارجی قرآن مجید اور حدیث شریف پر عمل کرتے تو ہرگز گمراہی میں نہ پڑتے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے

اولئک هم المومنون حقا

(پارہ ١٠ آیت ٧٤ سورۃالتوبہ)

اللہ تعالیٰ عالم الغیوب جل شانہ نے قطعی مومنین برحق ہونے کی شہادت دے دی دوم وہ لوگ اس دیار کے منافقوں کی طرح ظاہر برتاؤ نہیں کرتے تھے بلکہ قول و فعل دونوں موافق رکھتے تھے اللہ تعالی نے فرمایا

اولئک هم الصادقون

(پارہ ٢٨ آیت ٨ سورۃ حشر)

اور فرمایا

وکونوا مع الصادقین

(پارہ ١١ آیت ١١٩ سورۃالتوبہ)

اور فرمایا

الصدیقون والشهداء عند ربهم

(پارہ ٢٧ آیت ١٩ سورۃالحدید)

جس بات پر وہ لوگ متفق ہوں وہ قطعی مومنوں کا اجماع ہے اور ذرہ برابر نافرمانی ان کے نزدیک پہاڑ ہے باپ و ماں و اولاد و گھربار سب خدا کے واسطے چھوڑ چکے تھے وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اپنی جان کو اللہ تعالی کے نام پر قربان کرتے تھے اس میں ذرہ برابر شک نہیں لیکن یہاں کے رافضیوں کو یہ بات خواب میں بھی نہ سوجھی اور یہ روافض جمع جیسے بالکل منافق خبیث اپنے نفس پر قیاس کر کے صحابہ رضی اللہ عنھم کے معاملات میں غور کرے گا وہ صرف کافر گمراہ مفرد ہوگا۔ (مواهب الرحمن ص ١٤٤ پارہ الحشر

) حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ رافضی اور خارجی فرقے پر یہود و نصاری کو ایک مد و فضیلت میں ہے ان کا بیان واضح یہ ہے کہ یہود سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے بہتر کونسا گروہ تھا یہود نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا دیدار پانے والے ان کے اصحاب ہم سب سے بہتر تھے اور نصاری سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے افضل کون گروہ ہے نصاری نے جواب دیا حضرت عیسیٰ مسیح کے یار سب سے افضل تھے اور رافضی سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب مہاجرین و انصار کیسے تھے تو رافضی نے کہا وہ سب سے بدتر تھے یہ لوگ اسلام کا دعوی کرتے ہیں۔

(مواهب الرحمن پارہ ٢٨ سورۃ حشر)

ف: یہ نبی کی صحبت کا اثر کہ ان کے نزدیک سب سے بدتر نکلے نعوذ باللہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے برابر بھی نہ سمجھا۔ اور خطیب نے لکھا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے وقت میں ایک مرتبہ آپ کے حضور میں کچھ اعرابی لوگ آئے اور باہم بیٹھ کر حضرت ابوبکر صدیق و عثمان و عمر رضی اللہ عنھم کی برائیاں کرنے لگے اور یہاں تک برائی کی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ جو نہایت حلم اور بردبار تھے غصہ میں آ گئے اور فرمایا اے لوگو کیا تم مہاجرین اولین میں سے ہو عراقیوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر کیا تم

والذین تبوء الدار والایمان

(پارہ ٢٨ آیت ٩ سورۃالحشر)

میں سے ہو عراقیوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا پھر تم نے ان دونوں جماعتوں سے تبرا کیا یعنی ان میں سے نہیں ہو اور ان سے بیزار ہوتے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم تیسری جماعت میں سے بھی نہیں ہو جن کے حق میں اللہ تعالی نے فرمایا والذین جاؤ من بعدهم الایة

(پارہ ٢٨ آیت ١٠ سورۃ حشر)

اب تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ اللہ تعالی تمہارا برا کرے اور آپ نے فرمایا ایک اور شخص کو بعد بیان کرنے دو آیتوں کے کہ قسم ہے اللہ وحدہ لاشریک کی کہ اگر تو تیسری آیت میں سے بھی ہوا تو اسلام سے خارج مترجم کہتا ہے کہ اس مقام سے جماعت مشائخ حنفیہ و مالکیہ و شافعیہ وغیرھم رحمھم اللہ نے فرمایا کہ رافضی اسلام

سے خارج ہیں۔

(مواهب الرحمن ص ١٤٢ پارہ ٢٨ الحشر)

اجتناب الحنفیہ میں صد علماء اسلام کے فتاوی ان کے ارتداد میں جمع کئے گئے ہیں

(شمس الاسلام ماهنامه عزا جلد ٩ ٣٠٣ ١٣)

منافقین فساد برپا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں گھر سے باہر نکلے اور فرمایا یا ایها الناس تحقیق کہ حضرت رسول جس طرح حالت حیات میں ہمارے امام و پیشوا تھے اسی طرح وفات کے بعد بھی امام و پیشوا ہیں اور خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسی جگہ دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض ہوگی چونکہ یہ لوگ غصب خلافت میں اپنا مطلب حاصل کر چکے تھے اس بارہ میں حضرت امیر سے کچھ نزاع نہ کیا اور کہا آپ جیسا مناسب مانتے ہیں اس طرح کیجئے پس حضرت امیر نے پہلے خود آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھی بعد اس کے حضرت کے جنازے کے گرد کھڑے ہی رہے اور حضرت امیر ان کے درمیان کھڑے ہو کر فرماتے تھے

ان الله و ملائکته یصلون علی النبی یاایها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما

(پارہ ٢٢ آیت ٥٦ سورۃالاحزاب)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مسئلہ: ﴿١٤٥﴾:

رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحاب ثلاثہ کی شان میں کلمات بے ادبی کہتے ہیں پڑھنی چاہیے یا نہیں۔؟

سائل شاہد رضا کراچی

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هدایة الحق والصواب

ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں لہذا اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے (فتاوی رشیدیہ ص ٤٠ حصہ دوم ١٣٠٢ھ) اور جو شخص صحابہ کرام اور حضور ﷺ کے اصحاب مہاجرین و انصار کی شان میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کے سبب

اہلسنت وجماعت سے خارج نہ ہوگا (فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۴۱ ۱۳۰۲ھ) عجیب بات یہ ہے کہ اصحاب باصفا محمد مصطفے ﷺ جن کا مومن صالح ہونا قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت ہے جو شخص ان کو کافر کہے وہ اہل سنت سے خارج نہیں ہوسکتا اور مولوی اسمٰعیل کو کافر کہنے والا کافر ہوجاتا ہے جیسا کہ مولوی رشید احمد نے کہا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیائہ الا المتقون کوئی نہیں اولیا حق تعالیٰ کا سوا متقیوں کے بموجب اس آیت کے مولوی اسمٰعیل ولی ہوئے اور حسب فتوے حدیث

من قاتل فی سبیل اللہ وجبت

پس وہ لوگ یہی آیت پڑھتے اور حضرت رسول پر صلوات بھیج کر باہر چلے جاتے تھے تا کہ تمام اہل مدینہ اطرف مدینہ والے اطرف آنحضرت پر صلوات بھی بھیجیں طبری نے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ اس آبادی میں داخل ہوتے اور بغیر امام اس طرح نماز جنازہ پڑھتے ہے روز دوشنبہ اور شب سہ شنبہ کو صبح تک اور ہر روز سہ شنبہ کو شام تک تا کہ اہل مدینہ واطراف مدینہ کے تمام مردوں عورتوں چھوٹوں بڑوں نے حضرت پر نماز پڑھی کلینی بسند حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت نے رحلت کی حضرت پر تمام ملائکہ اور مہاجرین وانصار نے گروہ گروہ نماز پڑھی (حیات القلوب ص ۱۰۸۸) تا کہ ان نماز کردند ہر او جمیع اہل مدینہ ونماز کردند براو ملائکہ ومہاجرین وانصار فوج فوج (الصافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جز سو حصہ باب مولد النبی و وفاتہ ص ۱۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ رجب ۱۴۲۱

مسئلہ: ﴿۱۴۶﴾:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بعض لوگ لعنت کے روادار ہیں کیا یہ صحیح ہے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ لڑی اس کا صحیح جواب لکھئے۔

سائل فدا حسین قادر آباد

الجواب بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

حضور علامہ تفتازانی قدس سرہ لکھتے ہیں لا یجوز اللعن علی المعاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان علیا صالح معہ و فیہ ان الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما صالح معہ و لو کان مستحقا للعن لکان لایجوز الصلح معہ

(شرح عقائد صفحہ ۱۱۶)

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعن جائز نہیں کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کر لی تھی اور اسی حاشیہ میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے مصالحت فرمائی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن کے مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی اور فرمایا وفی الا نوار لایجوز الطعن فی المعاویۃ لانہ من کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں طعن جائز نہیں کیوں کہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں

واما معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء

(نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۲ و نمتہ مظاہر حق ج ۴ ص ۵۲)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلاء عادلین اور صحابہ اخیار میں سے ہیں اور صاحب تاریخ الخلفاء چند واقعات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اس لئے مجال دم زدنی نہیں۔ بہر کیف اگر ذاتی عداوت ان باہمی لڑائیوں کا سبب ہوتی تو صلح مشکل ہوتی۔ اس کے علاوہ بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا (بیان الامراء ص ۲۰۵) کیا کوئی خلیفہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے حاشا وکلا ان کا آپس میں ذاتی عناد نہیں تھا اس لئے کسی پر بھی لعن جائز نہیں بلکہ اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں ۔

فتاوی اویسیہ جلد اول ۳۵۲

اہلسنت وجماعت سے خارج نہ ہوگا (فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۴۱ ۱۳۰۲ھ) عجیب بات یہ ہے کہ اصحاب باصفا محمد مصطفے ﷺ جن کا مومن صالح ہونا قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت ہے جو شخص ان کو کافر کہے وہ اہل سنت سے خارج نہیں ہوسکتا اور مولوی اسمٰعیل کو کافر کہنے والا کافر ہوجاتا ہے جیسا کہ مولوی رشید احمد نے کہا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ مولوی محمد اسمٰعیل عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیائہ الا المتقون کوئی نہیں اولیا حق تعالیٰ کا سوا متقیوں کے بموجب اس آیت کے مولوی اسمٰعیل ولی ہوئے اور حسب فتوے حدیث

من قاتل فی سبیل اللہ وجبت

پس وہ لوگ یہی آیت پڑھتے اور حضرت رسول پر صلوات بھیج کر باہر چلے جاتے تھے تا کہ تمام اہل مدینہ اطرف مدینہ والے اطرف آنحضرت پر صلوات بھی بھیجیں طبری نے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ اس آبادی میں داخل ہوتے اور بغیر امام اس طرح نماز جنازہ پڑھتے ہے روز دوشنبہ اور شب سہ شنبہ کو صبح تک اور ہر روز سہ شنبہ کو شام تک تا کہ اہل مدینہ واطراف مدینہ کے تمام مردوں عورتوں چھوٹوں بڑوں نے حضرت پر نماز پڑھی کلینی بسند حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت نے رحلت کی حضرت پر تمام ملائکہ اور مہاجرین وانصار نے گروہ گروہ نماز پڑھی (حیات القلوب ص ۱۰۸۸) تا کہ ان نماز کردند ہر او جمیع اہل مدینہ ونماز کردند براو ملائکہ ومہاجرین وانصار فوج فوج (الصافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جز سو حصہ باب مولد النبی و وفاتہ ص ۱۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ رجب ۱۴۲۱

مسئلہ: ﴿۱۴۶﴾:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بعض لوگ لعنت کے روادار ہیں کیا یہ صحیح ہے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ لڑی اس کا صحیح جواب لکھئے۔

فتاوی اویسیہ جلد اول ۳۵۳

سائل فدا حسین قادر آباد

الجواب بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

حضور علامہ تفتازانی قدس سرہ لکھتے ہیں لا یجوز اللعن علی المعاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان علیا صالح معہ و فیہ ان الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما صالح معہ و لو کان مستحقا للعن لکان لایجوز الصلح معہ

(شرح عقائد صفحہ ۱۱۶)

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعن جائز نہیں کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کر لی تھی اور اسی حاشیہ میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے مصالحت فرمائی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن کے مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی اور فرمایا وفی الا نوار لایجوز الطعن فی المعاویۃ لانہ من کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں طعن جائز نہیں کیوں کہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں

واما معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء

(نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۲ و نمتہ مظاہر حق ج ۴ ص ۵۲)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلاء عادلین اور صحابہ اخیار میں سے ہیں اور صاحب تاریخ الخلفاء چند واقعات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اس لئے مجال دم زدنی نہیں۔ بہر کیف اگر ذاتی عداوت ان باہمی لڑائیوں کا سبب ہوتی تو صلح مشکل ہوتی۔ اس کے علاوہ بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا (بیان الامراء ص ۲۰۵) کیا کوئی خلیفہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے حاشا وکلا ان کا آپس میں ذاتی عناد نہیں تھا اس لئے کسی پر بھی لعن جائز نہیں بلکہ اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں ۔

واماالحروب التی جرت بین الصحابة فکانت لکل طائفة شبهة اعتقدت تصریب انفسها و کلهم عدول ومتاولون فی حروبهم و غیرها ولم یخرج شیء من ذالک احد امن العدالة لانهم مجتهدون اختلفوافی مسائل من محل الاجتهاد کما یختلف المجتهدون بعد هم فی مسائل وغیرها ولم یلزم من ذالک نقص احدمنهم

(نووی ج ۲ ص ۲۷۲ مظاهر حق ج ص ۸۶) اور بہر حال وہ لڑائیاں جو مابین صحابہ واقع ہوئیں پس ہر گروہ کے لئے شبہ تھا جس کے سبب سے ہر شخص نے اپنے کو حق پر سمجھا اور سب کے سب عادل ہیں اور اپنے حروب وغیرہ میں متاول ہیں اور ان اشیاء میں سے کوئی شے عدالت سے ان کو نہیں نکالتی۔ اس واسطے کہ صحابہ مجتہد ہیں۔ مسائل میں اختلاف محل اجتہاد میں فرمایا ہے جیسا کہ ائمہ مجتہدین صحابہ کے بعد وغیرہ کے مسائل میں مختلف ہوئے ہیں اور اس اختلاف سے ان میں سے کسی کا نقص نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ رجب ۱۴۰۱

مسئلہ: ﴿۱۴۷﴾:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک شخص جو بظاہر نیک اور زاہد اور متقی نظر آتا ہے لیکن خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کھلم کھلا سب گالی بکتا ہے اور ان کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا اور نبی کریم ﷺ کے چار حضرات کا انکار کرتا ہے بلکہ ایک کو مانتا ہے اور تینوں کا منکر ہے اور رمضان المبارک میں اعتکاف میں بیٹھنے کو وہ یزید کی سنت قرار دیتا ہے اور خلفاء راشدین کو باغ فدک کے بارے میں ظالم کہتا ہے کیا ایسے آدمی کو پیر بنانا اور بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ بیعت کر چکے ہیں ان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔

سائل دین محمد خانپور ضلع رحیم یار خاں

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

نجات کا دارومدار صحیح عقائد پر ہے اگر عقیدہ میں بال برابر کمی واقع ہوئی تو جہنم انجام ہوگا۔ منافقین

اعمال صالحہ میں دوسرے اہل ایمان سے کچھ کم نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا و عذاب نسبت دوسروں کی نسبت سخت تر بتائی ہے

کما قال اللہ تعالیٰ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

(پارہ ۵ آیت ۱۴۵ سورۃ النساء)

بنابریں سوال مذکور میں جس پیر کی بیعت کا ذکر ہے اس کی بیعت حرام ہے اگر وہ پیر انہی عقائد پر مرا تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اور جو لوگ جان بوجھ کر ایسے جہنمی کے مرید ہو رہے ہیں وہ بھی اس کے ساتھ جہنم میں جائیں گے کیونکہ قیامت میں ہر پیروکار اپنے پیشوا کے ساتھ ہوگا

کما قال اللہ تعالیٰ یوم ندعوا کل اناس بامامهم۔

(پارہ ۱۵ آیت ۷۱ سورۃ بنی اسرائیل)

جو لوگ مذکور گمراہ پیر کی بیعت ہوئے ہیں انہیں بیعت فوراً توڑ دینا ضروری ہے اور یہ قاعدہ اسلامی اور تصوف کا مسلم ہے کہ نکاح کا توڑنا شوہر کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور بیعت کا توڑنا مرید کے ہاتھ میں یہی وجہ ہے کہ پیر اگر لاکھ بار مرید کو کہے کہ تو میرا نہیں تو اس کے کہنے سے بیعت نہیں ٹوٹتی جب مرید پیر سے بدظن ہو جائے تو بیعت ٹوٹ جاتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ربیع اول ۱۴۲۱

مسئلہ: ﴿۱۴۸﴾:

شیعہ کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں سے نہیں کیا یہ درست ہے۔

سائل طارق محمود خان پور

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

غلط ہے کیونکہ خود سرور عالم ﷺ نے آیت کی تفسیر میں اپنی ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمار فرمایا ہے چنانچہ مروی ہے۔ عن ام سلمة رضی اللہ عنها قالت فی بیتی نزلت انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت الآیة قالت فارسل رسول اللہ ﷺ الی فاطمة و علی

والحسن والحسین فقال هو لاء اهل بیتی قالت فقلت یا رسول اللہ ﷺ اما انا من اهل البیت قال نعم۔ یعنی بیان ام سلمہ زوجہ مخبر صادق نے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی پھر آپ نے حضرت علی اور فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم کو طلب فرما کر فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں اور بطور استفہام کے میں نے عرض کیا کہ میں اہل بیت سے نہیں ہوں آپ نے فرمایا ہاں (تفسیر کشاف و مدارک و تفسیر کبیر) اور بیضاوی شریف جلد دوم میں ہے کہ وتخصیص اهل الشیع ان اهل البیت علی و فاطمه و ابنا هما و هذا تخصیص لاینا سب بماقبل الآیات و ما بعد۔ تخصیص جو شیعہ کرتے ہیں کہ اہلبیت صرف یہی چار ہیں یہ غلط ہے آیات کا ماقبل و مابعد اس کی تائید نہیں کرتا۔ بلکہ خود قرآن مجید میں اہل بیت کا اطلاق ازواج پر آیا ہے چنانچہ بی بی سارہ زوجہ سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ رحمة اللہ و برکاته علیکم اهل البیت۔ (سورۃ ھود) آیت میں اہل بیت سے بی بی سارہ مراد ہے۔ شیعہ کا ازواج کا اہل بیت سے خارج کرنا اپنی مراد ہے جو سراسر غلط اور قرآن وحدیث کے مقاصد کے خلاف ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ۔ ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ

مسئلہ: ﴿۱۴۹﴾:

حضور سرور عالم ﷺ کے خلیفہ برحق حضرت صدیق اور حضرت عمر پر شیعہ الزام لگاتے ہیں کہ انہیں خلافت کی لالچ پڑ گئی ورنہ حضور نبی پاک ﷺ کی نماز جنازہ میں شامل ہوتے اور آپ کا جنازہ مبارکہ تین دن تک ایسے گھر میں رکھا رہا یہ لوگ دفنانے کے لیے نہ آئے بلکہ خلافت کے مسئلہ کو طے کرتے رہے۔ شیعہ کے سوال کا جواب تحقیقی دیں۔

سائل نور دین خانپور

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حضور سرور عالم ﷺ کے وصال کے بعد امام خلیفہ کا مقرر کرنا ضروری تھا اور یہ دونوں حضرات مہاجرین وانصار کا جھگڑا ختم کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے ان حضرات کو دونوں امر اہم محسوس ہوئے

کہ حضور ﷺ کے بعد صحابہ کا جھگڑا طول پکڑتا تو اس موقعہ پر امت کا بیڑا ڈوبنے سے بچایا۔ اور چونکہ امامت وخلافت کا معاملہ طے کرنا بھی اس لیے ضروری تھا کہ دین و دنیا جملہ امور اسی سے متعلق تھے۔ ادھر حضور ﷺ کا وصال کے بعد آپ ﷺ کا دفنا اس لئے اتنا ضروری نہ تھا کہ ان کا اور ہم سب کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام ظاہری وصال کے بعد نہیں بگڑتے اگر آپ ﷺ کا جسد مبارک قیامت تک مدفون نہ ہوتا تب بھی اصلاً فرق نہ پڑتا دیکھئے حضرت سلیمان علیہ السلام بعد از وصال ایک سال کھڑے رہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیک وقت نماز کیسے ادا کر سکتے جب کہ انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ جہاں وصال ہو وہاں مدفون ہوں اور حضور ﷺ سرور عالم ﷺ کا وصال مبارک حجرہ عائشہ میں ہوا تھا اور چھوٹا سا حجرہ تھا ظاہر ہے کہ تمام صحابہ کیسے بیک وقت نماز ادا کر سکتے اسلئے ٹولیاں ٹولیاں ہو کر نماز ادا فرمائی ایک جماعت پڑھ کر آتی تو دوسری بھی اسی طرح اور تیسری بھی اسی طرح اور یہ سلسلہ تین دن مسلسل رہا اور یہ تو تین دن تھے اگر تین برس گزرتے تب بھی حضور ﷺ کے جسم اقدس کو کچھ نہ ہوتا اور تمام صحابہ کرام مہاجرو انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جب نماز جنازہ کا یہ حال تھا تو تین دن تک حضور ﷺ کا مدفون نہ ہونا قدرتی امر تھا اور اس میں شخصیت اور دیگر صحابہ کا کیا قصور۔ اگر شیعہ قصور ثابت کرتے ہیں تو یہ قصور تو اہلبیت اور بالخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ثابت ہوتا ہے کیونکہ تکفین تدفین گھر والوں کے ذمہ ہوتی ہے نہ کہ باہر والوں کے۔ تفصیل فقیر کا رسالہ جنازہ رسول (مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور) میں دیکھئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: ﴿۱۵۰﴾:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ مسمی فیض محمد نے کہا کہ اسلام کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو کہ ہم ان کو ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ فتنہ اور فساد کا خطرہ ہے اس میں سے ایک بات یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن شریف کا کچھ حصہ جلا دیا تھا۔ اگر نہ جلاتے تو اس سے کہیں زیادہ فتنہ اور فساد ہوتا اس پر مسمی فیض محمد مذکور نے کہا کہ اگر حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ آیات نہ جلاتے تو اب شیعہ مذہب کو جگہ نہ ملتی اس پر مسمی اللہ بخش نے کہا کہ پھر تو نعوذ باللہ حضرت امیر المومنین عثمان

غنی رضی اللہ عنہ نے دھوکا کیا نیز مسمی فیض محمد مذکور کا عقیدہ ہے کہ آج کے تمام ولیوں سے یزید بہت اچھا تھا لہذا اس کا درجہ اور رتبہ کو آج کے ولی اللہ نہیں پہنچ سکتے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے اور الزام لگانے والا اور قرآن پاک کی تحریف کا قائل نیز موجودہ ولی اللہ پر یزید کو فوقیت اور فضیلت دینے والے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ برتاؤ رکھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کے نکاح کے متعلق کیا حکم ہے آیا اس کا نکاح باقی ہے یا نہیں۔

سائل غلام عیسیٰ جوئیہ بھکر

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس شخص کے متعلق سوال ہو رہے ہیں وہ لا مذہب معلوم ہوتا ہے اور جس طرح کے کلمات استعمال کئے ہیں ان سے مرتد ہو گیا اسے تجدید نکاح ضروری ہے اہل اسلام کے لیے لازمی ہے کہ جب تک وہ ان گندے اور فحش کلمات سے تائب نہ ہو اس سے بائیکاٹ کر دیں سوال میں پہلی بات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ احراق قرآن و فیانت فی الفراس کا مفہوم ظاہر کر کے خلیفہ ثالث پر بہتان تراشی کا مرتکب ہو کر ان سے خالص بغض کا ثبوت دیا ہے اور حضور سید دو عالم ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کا جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا چنانچہ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۲ عن جابر اتی النبی ﷺ رجل **لیصل فلم یصلی علیہ فقیل یا رسول اللہ مارئینا ک ترکت الصلوۃ علی احد قبل ھذا قال انہ کان یبغض عثمان بغض اللہ**۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ایک شخص کی نماز جنازہ کے لیے عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھنے سے انکار کر دیا عرض کی گئی کہ یہ تو آپ کی شان رحیم سے بعید ہے اور نہ ہی قبل ازیں آپ نے کسی کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے انکار فرمایا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بدبخت میرے عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا مبغوض ہے غور کیجئے اس سے زیادہ بدبخت کون شخص ہوگا جو حضور نبی پاک ﷺ کی نیک دعاؤں سے محروم بلکہ آپ کی ناراضگی کا باعث بنا کچھ یہی کیفیت سوال میں مندرج شخص کی ہے شخص مذکور کا کہنا کہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کا کچھ حصہ جلا دیا تھا سراسر بہتان اور صاف جھوٹ اور کھلا افتراء ہے شیعہ محققین بھی اس کے قائل ہیں چنانچہ شیعوں کا محقق مولوی برکت علی گوشہ نشین وزیر آبادی اپنی مایہ ناز

کتاب کلید مناظرہ جس کی تصحیح مرزا احمد علی امرتسری نے کی (مطبوعہ لاہور ص ٤٤٤) میں لکھتا ہے کہ ہم شیعوں کا اعتقاد ہے کہ قرآن جس کو خدا نے اپنے رسول پر نازل کیا اور جو اس وقت دو جلدوں کے اندر لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے وہ اس سے زیادہ نہیں تھا اور اس کی سورتیں ایک سو چودہ ۱۱۴ ہیں اور جو شخص ہم شیعوں کی طرف یہ نسبت دے کہ ہم شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید موجود مقدار سے زیادہ تھا وہ جھوٹا اور کاذب اور مفتری ہے اس عقیدہ پر دور حاضرہ کے محقق شیعہ دلائل قائم کرتے ہیں اور کلید مناظرہ میں اس پر بہت بڑا زور لگایا ہے متقدمین شیعہ سے درجنوں کتابوں کے حوالہ جات درج کئے ہیں سوال میں جس شخص کا قول مذکور ہے اس نے مرثیہ خانوں ذاکروں جاہلوں یا عام افواہ سن کر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ملعون ٹھہرا کر اپنے جہنمی ہونے کا ثبوت دیا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دے دراصل اس مسئلہ کی حقیقت یوں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں قرآن مجید مرتب بہترین معلوم تھا لیکن سنگریزوں اور درخت خرما کی چھال وغیرہ پر کندہ تھا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں کاغذوں پر یکجا جمع کر دیا گیا اس کی نقلیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارکہ میں ہوئی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اختلاف برپا ہوئے مختلف لغات کے لوگ اس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ ہماری قرآت (لغت) تمہاری قرآت سے افضل ہے اور بہتر ہے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اختلاف کو دور فرمایا کہ بامشورہ جلیل القدر صحابہ کرام بشمول سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو مختلف لغات سے علیحدہ کر کے صرف ایک لغت قریش پر علیحدہ مصحف (قرآن) لکھوایا اس سے قبل مختلف لغات سے ملے ہوئے صحائف تھے بتحقیق فقیر اویسی غفرلہ حروف پانی دھلوا کر تبرکاً تقسیم فرمایا اور وہ خرمائی چھال چمڑا جات جن پر حروف منقش تھے جلوا دیے تا کہ بعد کو سلیمان علیہ السلام کی امت کی طرح فتنہ برپا نہ ہو جائے انہی پرچہ جات اور چمڑا جات کو جلوانے سے بعض جاہل شیعہ کو اعتراض کا موقع مل گیا اور بلاتحقیق کچھ کا کچھ کہہ دیا جس سے بے شمار بندگان خدا کے ایمان ضائع ہوئے

دوسرا جواب۔ سوال میں دوسری بات یزید سے عقیدت کا ذکر ہے یہ بھی مبنی بر جہالت ورنہ اس غریب کو اتنی جرأت نہ ہوتی مندرج ذیل یزید کے چند حرکات نازیبا درج ہوتی ہیں (۱) ماؤں بہنوں بیٹیوں سے ہم بستری کی (۲) شراب کو عام کیا (۳) گانے والی نوجوان لڑکیوں سے گانے سنے (۴) مدینہ منورہ پر

حملہ کیا (۵) مسجد نبوی اور منبر رسول اللہ ﷺ کی بے حرمتی کی (۶) مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے (۷) مسجد نبوی میں ہی قتل و غارت کا بازار گرم کیا (۸) مدینہ پاک کی عصمت مآب عورتوں کے گھروں کو لوٹا (۹) مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر کے خانہ کعبہ پر پتھر برسائے اس پر پتھروں کی بارش کی (۱۰) کعبہ معظمہ کا غلاف جلایا اس کی یہ شرارتیں اس کے علاوہ ہے جو اس نے کربلا کے تپتے ہوئے ریگستان میں آل رسول اللہ ﷺ پر پانی بند کیا اور اپنے ظلم و استبداد سے خاندان نبوت کو اجاڑا وغیرہ وغیرہ کیا شخص مذکور ان مذکورہ حرکات کو موجود دور کے مشائخ و پیران عظام میں دیکھتا ہے اس نے اپنی بدبختی سے تمام اولیاء دور حاضرہ پر یزید پلید کو فوقیت دی شخص مذکور نے ولیوں کی توہین نہیں کی بلکہ اپنی بدقسمتی میں اضافہ کیا شخص مذکور کو یہ معلوم نہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ نے حدیث قدسی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب رواہ النبی ﷺ (مشکوۃ ص ۱۹۷)

ترجمہ۔ جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے اسے میرا اعلان جنگ ہے اس اعلان جنگ سے یہ مراد نہیں کہ اس کی روزی تنگ ہو جائے گی یا وہ بھوکا مر جائے گا یا اسے دنیا والے منہ نہیں لگائیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خاتمہ خراب ہوگا چنانچہ (روض الریاحین ص ۷) میں ہے کہ اول

عقوبۃ المنکر علی الصالحین ان یحرم برکاتھم قالوا ویخش علیھم سوء ایسے بدبخت کی معمولی سزا یہ ہے کہ وہ اولیاء کے برکات سے محروم اور اس کا خاتمہ خراب ہوگا اس نے یہ بکواس اس لیے کی کہ ہمارے دور میں ولیوں کی قدر و منزلت لوگوں کی نگاہوں میں نہیں رہی ادھر ایک بدبخت قوم نے یزید کو برحق ثابت کرنے کی کوشش کی ورنہ اسلاف خصوصاً غیور سلاطین یزید کے معتقدین کو سخت سزائیں دیتے سیدنا امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سے کون ناواقف ہے جن کی اسلام پروری چار دانگ عالم ہے انہوں نے ایک شخص کو بیس کوڑے لگوائے جس نے یزید کو امیر المومنین کہا کذافی الصواعق المحرقہ لابن الحجر ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر خلاصہ المرام یہ شخص مذکور اپنے اقوال سے مرتد ہو گیا اگرچہ ان اقوال سے کہتا رہے کہ میرا ارادہ کچھ اور تھا اب جب تک کہ تائب نہ ہو خارج از اسلام ہے اگر اسی حالت میں مرا تو سیدھا جہنم میں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ۔ ۲۳ ذیقعد ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: ﴿۱۵۱﴾

کیا سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے ہوا۔

سائل نذیر احمد صادق آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بی بی ام کلثوم بنت حضرت علی رضی اللہ عنہم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی رضا مندی سے ہوا تھا۔ اور بنت علی اپنے شوہر حضرت عمر کے گھر ان کی زندگی بھر آباد رہی تھیں ان سے اولاد بھی ہوئی اب اگر شیعہ محبان علی واقعی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے محب صادق ہیں تو پھر داماد علی کو گالی دینا چھوڑ دیں۔ ویسے تو شیعہ کہا کرتے ہیں۔ علی کو محمد ﷺ سے تو بہتر کہہ نہیں سکتے۔ وہ مگر اپنے سے بہتر کو ڈھونڈ کر داماد کرتے ہیں لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے کہ شیعہ حضرت علی کے عاشق ہو کر حضرت علی کے داماد حضرت عمر کو بہتر نہیں سمجھتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: ﴿۱۵۲﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثوم سے ثابت ہے دلائل سے ثابت کیجئے۔

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہمارا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین اور اہلبیت کا آپس میں نہ صرف اتحاد تھا بلکہ ایک دوسرے سے گہری عقیدت تھی لیکن دو فرقوں۔ سنیوں اور شیعوں کے مابین بعض نام نہاد ذاکرین اور پیشہ ور مقررین نے ایک طویل خلیج حائل کر رکھی ہے کسی مجلس میں شیعہ ذاکرین یہ کہہ کر داد حاصل کرتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ کا اسلام کے ساتھ (**معاذاللہ**) دور کا واسطہ بھی نہیں تھا کیونکہ انہوں نے مولا علی رضی اللہ عنہ شیر خدا سے خلافت چھین لی۔ باغ فدک کا رونا یہ لوگ قیامت تک روتے رہیں گے خصوصی مجالس میں

اکثر فتنہ پرور ذاکروں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہما کے اوپر دروازہ گرا کر حمل ساقط کر دیا۔ اس صاحبزادے کا نام محسن رضی اللہ عنہ تھا۔ اکثر مجلسوں میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر تبرہ بازی کی بوچھاڑ کی جاتی ہے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم جو جناب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے بطن اطہر سے تھیں ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا ہے فقیر اس مسئلہ کو تحریری طور پر کتابی شکل میں مسلمانان عالم کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ گمراہ کن ذاکروں کی آئے دن کی تقاریر کا پردہ چاک کیا جا سکے اور نکاح ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم ثابت ہو جائے تاکہ مومنین آپس میں شیر و شکر ہو کر زندگی بسر کریں چنانچہ فرصت پا کر فقیر نے شیعہ کی معتبر کتابوں سے نکاح ام کلثوم کے مسئلہ پر قلم اٹھایا فقیر کا مقصد اس مسئلہ کو واضح کرنا اصلاح المومنین کے سوا اور کچھ نہیں اور بفضلہ تعالیٰ یہ رسالہ بھی پہلی تصانیف۔ آئینہ شیعہ نما شرح شیعہ آئینہ نما۔ اور متعہ یا زنا اور المقول المقبو ل فی بنات الرسول۔ [مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور] کی طرح شیعہ کتب کے حوالہ جات سے مرتب ہوا ہے چنانچہ جن کتب شیعہ سے فقیر نے رسالہ ھذا کو مرتب کیا ہے ان کے اسماء مع مصنفین بھی درج کئے ہیں

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم۔

شیعہ کیا کہتے ہیں۔

ان غریبوں کے ہاں دلائل تو ہیں نہیں اس لئے ہر مسئلہ میں بے تکی باتیں کرتے ہیں چنانچہ اس مسئلہ میں بھی ان کا یہی طریقہ ہے مثلاً کوئی صاحب فرماتا ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھیں یہ غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس میں کیا اہمیت تھی جو شیعوں کے راس المحدثین نے اس کا ایک خاص باب قائم کیا پھر یہ کیا امام جعفر صادق کیوں فرماتے کہ یہ شرمگاہ ہم سے غصب کی گئی ہے۔ بعض صاحبان فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے بزور الا عجاز ایک جنیہ بشکل ام کلثوم متشکل کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیدی اور اصل ام کلثوم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی تک لوگوں کی نظر سے غائب رکھا غرض یہ کہ جتنا منہ اتنی باتیں مگر کوئی بات بنانے سے نہیں بنتی یہ نکاح واقعات کے عین مطابق ہے جو کتب شیعہ میں مسطور ہے۔ کتب شیعہ کی فہرست آخر کتاب میں ملاحظہ ہو۔

فضائل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔

مسئلہ کی تحقیق سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب پڑھ لیجئے تاکہ معلوم ہو کہ صحابہ کرام و اہلبیت رضی اللہ عنہم کی آپس میں محبت اور پیار تھا۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کا مرجع ہیں

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کو بے مثل و بے نظیر جانتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کو روئے زمین میں کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا مددگار۔ ملجا اور ماوا فرمایا۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں جانے سے روکا کہ مبادا وہ شہید نہ ہو جائیں۔ اور اگر بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے عداوت ہوتی تو روکنے کی بجائے میدان جنگ میں جانے کی ترغیب دیتے اور ان کی شہادت کو مسلمانوں کے لیے راحت تصور کرتے۔ (یہ ایک طویل خطبہ ہے جس کی اصل عبارت ہم نے شرح مثنوی میں درج کی ہے یہ اس کے نتائج ہیں)

(۴) نیز نہج البلاغہ جلد اول مطبوعہ مصر ص ۲۸۳ میں ہے۔

ومن کلام لہ علیہ السلام لعمر بن الخطاب وقد شاورہ فی غزوۃ الفرس بنفسہ ان ھذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا قلۃ وھو دین اللہ الذی اظہرہ و جندہ الذی اعدہ و امدہ حتی بلغ مابلغ و طلع حیث طلع و نحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخوز یجمعہ یضمہ فان انقطع النظام نفرق الخوز وذھب ثم لم یجتمع بجذا فیرہ ابدا وا لعرب الیوم و ان کانو قلیلا فھم کثیر ون بالاسلام و عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدارالرحی من العرب واصلھم دونک بنار الحرب فانک ان شخصت من ھذہ الا رض انتقضت علیک العرب من اطرافھا و اقطارھا حتی یکون ماندع وراء ک من العوراۃ اھم الیک مما بین یدیک ان الا عاجم ان ینظروا الیک ھذا المرء ھذا اصل العرب فاذا قطعتموہ استر حتم فیکون ذالک اشد لکلبھم علیک وبمعھم فیک واماذکرت من مسیر

القوم الی قتال المسلمین فان اللہ سبحانہ ھواکرہ لمسیر ھم منک وھم اقد ر علی تغییر مایکرہ واماذکرت من عددھم فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرۃ و انما کنا نقاتل بالنصر والمعو نہ

ترجمہ۔ جناب امیر علی رضی اللہ عنہ کا کلام ہے حضرت عمر بن خطاب سے جب کہ انہوں نے جناب امیر سے مشورہ لیا ایران کی لڑائی میں خود اپنے جانے کے متعلق تحقیق اس کام کی فتح و شکست کثرت لشکر و قلت لشکر سے نہیں ہے اور وہ اللہ کا دین ہے جس کو اس نے (سب پر) غالب کیا اور یہ اس کا لشکر ہے جس کو اس نے مہیا کیا اور بڑھایا یہاں تک کہ پہنچا جہاں تک کہ پہنچا اور طلوع ہوا جہاں تک کہ طلوع ہوا۔ اور ہم لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کا مددگار ہے اور قیم بالامر یعنی خلیفہ کی وہ حیثیت ہوتی ہے جو ہار کے دانوں میں دھاگے کی ہوتی ہے کہ وہ دھاگہ ان سب دانوں کو جمع کئے ہوئے اور ملائے ہوئے رہتا ہے اگر دھاگہ کٹ جائے تو سب دانے منتشر اور متفرق ہو جاتے ہیں پھر کبھی اپنی پہلی وضع پر جمع نہیں ہوتے اہل عرب آج اگرچہ کم ہیں مگر اسلام کے سبب سے کثیر ہیں اور باہمی اتحاد کے باعث باعزت ہیں پس آپ قطب بن جائیں اور چکی کو عرب سے گردش دیجئے اور دوسرے لوگوں کو آتش حرب میں ڈالیں خود نہ بڑھیئے کیونکہ اگر آپ اس سرزمین (مدینہ) سے اٹھے تو تمام عرب چاروں طرف سے آپ پر (پروانوں کی طرح) ٹوٹ پڑیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ مدینہ خالی ہو جائے گا اور آپ اپنے پیچھے جن مقامات کو بے حفاظت چھوڑ دیں گے وہ سامنے کی لڑائی سے زیادہ اہم ہو جائیں گے (پھر دوسری بات یہ ہے کہ) عجمی لوگ جب آپ کو کل میدان جنگ میں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ شخص عرب کی جڑ ہے اگر ایک کو کاٹ ڈالو گے تو ہمیشہ کے لیے آرام پاؤ گے لھذا یہ خیال ان کے حملے کو سخت اور ان کی امیدوں کو قوی کر دے گا باقی رہا یہ کہ جو آپ نے ذکر کیا کہ فوج عجم مسلمانوں کے قتال کے لیے روانہ ہو چکی ہے تو اللہ سبحانہ کو ان کی یہ روانگی آپ سے زیادہ ناپسند ہے اور وہ جس چیز کو ناپسند کرے اس کے بدل دینے پر قادر ہے اور جس نے ان کی کثرت بیان کی تو بات یہ ہے کہ ہم لوگ زمانہ گذشتہ میں اپنی کثرت کے باعث قتال نہ کرتے تھے بلکہ خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے لڑتے تھے (ف) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ کلام بھی حضرت عمر فاروق اعظم کے ساتھ ان کے اخلاص و محبت اور عقیدت کو روز روشن کی طرح ظاہر کر رہا ہے چند فوائد کلام

کے حسب ذیل ہیں (فوائد)

(۱) حضرت عمر کے دین کو اللہ کا دین اور ان کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرماتا۔

(۲) حضرت عمر کی جماعت میں ذات مبارک کو بھی شامل کر کے فرمایا کہ ہم لوگوں سے خدا نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے (۳) حضرت عمر کی ذات والا صفات کو مسلمانوں کا نظام فرمایا اور فرمایا کہ یہ نظام آپ کے بعد قیامت تک پھر کبھی نہ ہوگا۔ اس لئے آپ قیم بالامر ہیں۔

(۴) حضرت عمر کے زمانے کے عربوں کو باوجود قلت کے بوجہ اسلام کے کثیر اور بوجہ باہمی اتحاد کے باعزت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے زمانہ تک باہمی رنج و عداوت کے سب قصے غلط اور تراشیدہ ہیں

(۵) حضرت عمر کو میدان جنگ میں جانے سے یہ کہہ کر روکا کہ آپ کے بعد یہاں کا انتظام خراب ہو جائے گا اور دشمن لڑائی میں بڑی کوشش کریں گے اس خیال سے کہ آپ کے بعد ان کو ہمیشہ کے لیے چین مل جائے گا

(۶) حضرت عمر کے ساتھ مسلمانوں کی جاں نثاری اور محبت کو بیان فرمایا۔

(۷) حضرت عمر کے ساتھیوں کی شکست اور ان کے دشمنوں کی فتح کو خدا کا ناپسندیدہ اور مکروہ امر فرمایا۔

(۸) حضرت عمر کو زمانہ گزشتہ کے غزوات اور ان کو خدا کے الطاف و عنایات کی یاد دلا کر تسکین دی۔ ایسے جلیل القدر خلیفہ کو شرف دامادی حضرت علی المرتضیٰ سے حاصل ہوا تو شیعہ کو خواہ مخواہ اختلاف کیوں۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم کو جو حضرت فاطمۃ الزہرا کے بطن مبارک سے تھیں یعنی رسول خدا ﷺ کی نواسی تھیں۔ حضرت فاروق اعظم کے نکاح میں دیا۔ اور یہ ایک تاریخی واقعہ ہے سنی شیعہ دونوں کی اعلیٰ ترین مستند کتابوں میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے سنیوں کی سب سے بڑی مستند کتاب صحیح بخاری کتاب الجہاد باب حمل النساء القرب میں اس نکاح کا تذکرہ اس طور پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ چادریں مدینے کی بعض عورتوں کو تقسیم کیں۔ ایک نفیس چادر بچ گئی تو کسی نے ان سے کہا کہ

اعط ھذا بنت رسول اللہ ﷺ التی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی۔

ترجمہ:۔ یہ چادر رسول خدا ﷺ کی صاحبزادی کو جو آپ کے نکاح میں ہیں دے دیجئے مراد اس سے ام کلثوم بنت علی تھیں۔ مگر حضرت عمر نے اس کو قبول نہ کیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ نہیں اس چادر کی حقدار ام سلیط صحابیہ ہیں جو غزوات نبویہ میں مجاہدوں کو پانی پلایا کرتی تھیں درحقیقت یہ چادر حضرت ام کلثوم کو دینا گویا

اپنے ہی گھر میں رکھ لیتا تھا اور یہ بات فاروقی زہد و عدالت کے خلاف تھی۔ یہ ایک فضیلت ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی اور وہ معمولی شخصیت بھی نہیں جیسے وہ حضرت علی کے محبوب امام ہیں ایسے وہ اپنے نبی علیہ السلام کے محبوب و مراد بھی ہیں چنانچہ دعائے رسول اللہ ﷺ مشہور ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق مقبول احمد دہلوی رافضی تبرائی نے اپنے مقبول ترجمہ کے حاشیہ ص ۵۹۶ پر ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے تفسیر عیاشی میں جناب امام باقر سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے یہ دعا مانگی تھی اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام ۔

ترجمہ۔ یا اللہ تو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ سے اسلام کو عزت بخش۔ نبی کریم ﷺ کی دعا خالق کائنات نے قبول فرمائی۔ (عزوات حیدری ترجمہ حملہ حیدری ص ٤٦ مصنفہ سید محسن علی رافضی مطبوعہ لکھنو) عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور پیغمبر کے روانہ ہوئے جس وقت در دولت پر پہنچے دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کوئی دربان بھی حاضر نہیں۔ ناچار اسی آستان ملائکہ پاسبان پر حلقہ مارا اور منتظر کھڑے ہوئے اتنے میں کسی نے پست در سے آکر دیکھا عمر رضی اللہ عنہ تلوار باندھے ہوئے کھڑا ہے اور خباب بھی ردیف اس کا ہے پس جناب نبوی میں حاضری کی اطلاع دی اصحاب کو اس وقت بہت تعجب ہوا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا مضائقہ ہے دروازہ کھول دو اور بے دریغ آنے دو جب دروازہ کھلا تو عمر رضی اللہ عنہ بصد عذر خواہی خدمت رسالت پناہی میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے بعد تلقین مراتب اسلام کے اس کو مرحبا کہا اور باعزاز پاس اپنے بٹھلایا تب اصحاب نے عرض کی کہ یا نبی اللہ اب ہم کو اجازت دیجئے اور بے تکلف فرمایئے تا کہ حرم محترم میں جا کر آشکارا نماز پڑھیں۔ اور اطاعت الٰہی بجماعت بجالائیں۔ با دل ہے

رسید ایں خبر چوں بعرض رسول ۔ زخیر البشر یافت عزو قبول ۔

ہرگاہ اصحاب فضیلت انتساب نے جماعت پر اتفاق کیا۔ محبوب صادق نے بھی شاداں و فرحاں طرف سجدہ آفاق کے قدم رنجہ فرمایا۔ اس نوید بشاشت جاوید سے زمین نے اس قدر بالیدگی کی کہ اغلب تھا کہ آغوش آسمان سے باہر نکل جائے اور فلک نیلی فام کمال فرحناکی سے اس مرتبہ رقص میں آیا کہ قریب تھا کہ نثار انجم

کا فرق مبارک پر برساوے۔ آگے سب کے عمر رضی اللہ عنہ تیغ بکف بجماعت وافر پیچھے اصحاب اسلام کو بہ نیت اقتدا فرما کر برابر کھڑے ہو گئے خطیب مسجد اقصیٰ حبیب کبریا نے قصد امامت کیا اور واسطے نیت نماز کے دست مبارک تا گوش پہنچائے۔ فوائد مذکورہ شیعہ روایات سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہے۔

(۱) اول سے لے کر اخیر تک تمام کائنات کے داعیان الی الخیر حضور نبی کریم ﷺ کے مریدوں میں شامل ہیں لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مراد رسول ﷺ ہیں مرید وہ ہوتے ہیں جو اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کریں مراد وہ ہوتی ہے جو رب تعالیٰ سے مانگ کر لی جائے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (۲) ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمانے والا آمنہ رضی اللہ عنہا کا لال ہو اور عطا فرمانے والا رب ذوالجلال ہو تو پھر جو نعمت عطا فرمائی جائے وہ کیوں نہ بے مثال ہو۔

(۳) خالق کائنات نے اسلام کو عزت عمر فاروق کے اسلام لانے سے مزید عطا فرمائی

(۴) عمر فاروق اسلام قبول فرمانے کے لیے جب در مصطفیٰ ﷺ پر حاضر ہوئے در اقدس بند دیکھا غلاموں کی طرح منتظر کھڑے رہے۔

(۵) جب رحمت دو عالم ﷺ نے دروازہ کھولا مصطفیٰ ﷺ کے چہرہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو انھوں نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا جس پر حضور ﷺ نے مرحبا فرمایا اور نعرہ تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند ہوئیں۔

(۶) حضور ﷺ نے سینے سے لگا کر جو پہلے فقط تھا آج فاروق اعظم بنا دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اجازت فرمادیں اب پوشیدہ نمازیں پڑھنے کا دور گزر چکا ہے کیوں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے ہیں چنانچہ حرم پاک میں اذانیں اور باجماعت نمازیں ادا ہونے لگیں۔

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی خوشی میں خطہ زمین کو اس قدر مسرت ہوئی کہ اس نے اپنا مرتبہ آسمان سے بلند پایا

(۸) خانہ کعبہ تجھے مبارک ہو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی وجہ سے آج امام الانبیاء نے اپنے صحابہ کو باجماعت نماز پڑھائی۔

(۹) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان قبول فرمانے سے پیشتر مسلمانوں پر خوف کے بادل چھائے رہتے تھے آج اللہ کے فضل و کرم سے کفار و مشرکین کی کمریں ٹوٹ چکی ہیں اور فرزندان توحید کے دلوں میں مسرت کی لہریں دوڑ گئی ہیں

(۱۰) عمر فاروق رضی اللہ عنہ تیرے مقدر کا مقابلہ کون کر سکتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد آپ نے اول نماز بیت اللہ شریف میں باجماعت امام الانبیاء کے پیچھے ادا کی ۔

ابوبکر و عمر اور اہلبیت رضی اللہ عنہم کے اتحاد کی دلیل۔

جلاء العیون جلد اول مصنفہ ملا باقر مجلسی رافضی مترجم سید عبد الحیی مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور ص ۲۱۷ پر یوں مرقوم ہے ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے ایک روز ایک شقی جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا کہ علی ابن ابی طالب نے دختر ابوجہل کی خواستگاری کی ہے جناب سیدہ نے اس شقی سے کہا تو قسم کھا اس نے تین دفعہ قسم کھائی اور کہا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔ جناب فاطمہ کو غیرت آئی اس لیے حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیر میں بہت غیرت قرار دی ہے جس طرح مردوں پر جہاد واجب کیا ہے اور اس عورت کے لیے جو باوجود غیرت کے صبر کرے ثواب مقرر کیا ہے مثل ثواب اس شخص کے جو مسلمانوں کی حفاظت کے لیے سرحد پر نگہبانی کرے۔ یہ سن کر جناب فاطمہ کو نہایت صدمہ ہوا اور متفکر و متردد ہوئیں یہاں تک کہ رات ہو گئی امام حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں کندھے پر بٹھایا اور بایاں ہاتھ ام کلثوم کا اپنے داہنے ہاتھ میں لیا اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر تشریف لے گئیں جب جناب علی گھر آئے اور جناب فاطمہ کو وہاں نہ دیکھا۔ بہت غمگین ہوئے مگر تشریف لے جانے کا سبب نہ نکلا اور شرم حجاب دامن گیر ہوئے کہ جناب سیدہ کو ان کے پدر بزرگوار کے گھر سے بلا لائیں۔ پس گھر سے باہر نکل آئے اور مسجد میں جا کر بہت نمازیں ادا کیں اور ایک تودہ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ فرمایا جب رسول خدا نے جناب فاطمہ کو مغموم پایا۔ غسل کیا اور لباس بدل کر مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے خداوند۔ فاطمہ کے حزن و ملال کو زائل کر دے کیونکہ جس وقت گھر سے باہر تشریف لائے فاطمہ کو دیکھ آئے تھے کہ آپ کروٹیں بدلتیں اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی تھیں۔ پھر گھر میں تشریف لے گئے دیکھا فاطمہ کو نیند نہیں آتی اور بے قرار ہے فرمایا اے دختر گرامی فاطمہ اٹھو

۔ جب رسول خدا نے امام حسن اور فاطمہ نے امام حسین کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد میں تشریف لائے۔ یہاں تک کہ قریب جناب امیر (علی) پہنچے اس وقت جناب امیر کے نے پاؤں رکھا۔ اور فرمایا اے ابوتراب اٹھو بہت سے سونے والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے جاؤ ابوبکر اور عمر اور طلحہ کو بلا لاؤ پس جناب امیر گئے اور ابوبکر اور عمر کو بلا لائے۔ جب قریب جناب رسول خدا کے حاضر ہوئے حضرت رسول نے ارشاد فرمایا اے علی کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہ میری پارہ تن ہے اور میں فاطمہ سے ہوں۔ اگر اس کو میری وفات کے بعد ایذا دی گویا ایسا ہے جیسا کہ میری حیات میں ایذا دی۔ جناب امیر نے عرض کی کہ ہاں یا رسول اللہ اسی طرح ہے اس وقت جناب رسول خدا نے فرمایا تم کو کیا باعث ہوا جو تم نے ایسا کام کیا۔ جناب امیر نے فرمایا بحق اس خدا کے جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا قسم کھاتا ہوں جو کچھ فاطمہ سے کسی نے کہا وہ صحیح نہیں ہے اور میرے دل میں بھی وہ امور نہیں گذرے جناب رسول خدا نے فرمایا تم بھی سچ کہتے ہو اور وہ بھی سچ کہتی ہے یہ سن کر اس وقت فاطمہ ہنسنے لگیں۔

(فوائد) جناب خاتون جنت نے جب یہ سنا کہ مولا علی نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی خانہ آبادی کا پروگرام بنایا ہے تو آپ (یعنی فاطمہ) کو سخت صدمہ ہوا۔

(۲) جناب فاطمہ زہرہ حسنین کریمین امامین طیبین اور ام کلثوم کو ساتھ لے کر مولا علی کی عدم موجودگی میں اپنے والد گرامی جناب رسول اکرم ﷺ کے گھر تشریف لے گئیں۔

(۳) کتاب حذا چونکہ نکاح ام کلثوم کے متعلق ہے ملاں باقر مجلسی کی تصدیق کے مطابق جب ام کلثوم کا اپنی والدہ جناب خاتون جنت کے ساتھ نانا جان کے گھر پیدل جانا ثابت ہے تو پھر اس وقت ام کلثوم کی عمر یقینا چار پانچ سال ہو گی۔

(۴) نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ اے علی جاؤ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کو بلا لاؤ تا کہ میں اس معاملہ میں ان سے مشورہ کروں حیدر کرار گئے بلا کر لائے حضور نے حضرات شیخین سے مشورہ کیا صحیح واقعات سامنے آئے حضرت علی اور خاتون جنت کی صلح کرادی گئی اگر شیخین کریمین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم (معاذ اللہ) مولا علی کے دشمن ہی تھے جیسا کہ آج کل سیاہ پوش ذاکرین نے مال حلال کرنے کے لیے مشہور کر رکھا ہے پھر ان کو اس معاملہ میں بلانے کی کیا ضرورت تھی دشمنوں کو اپنے ذاتی معاملات میں کون بلاتا ہے۔

دعائے مرتضی مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ۔ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو مولا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ نے اس کفن پوش شہید کو دیکھ کر چشم پرنم ہو کر خالق کائنات کی بارگاہ میں یوں التجا کی جسے صاحب کتاب الشافی علم الہدی جو رافضی کی معتبر نایاب کتاب ہے (ص ۴۲۸ ج ۲) پر یوں درج کیا ہے روی جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر عن عبداللہ لما غسل عمر و کفن دخل علی علیہ السلام فقال ماعلی الارض احب الی من ان القی اللہ بصحیفۃ ھذا المسجی بین اظہر کم۔

ترجمہ۔ حضرت امام جعفر صادق امام محمد باقر سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق شہید ہوئے اور ان کو کفن پہنایا گیا تو حضرت مولا علی تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا اس پر اللہ تعالی کی صلوۃ (رحمتیں) ہوں تمام روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسند نہیں کہ میں خدا سے ملوں اور میرا نامہ اعمال بھی اس کفن پوش (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے نامہ اعمال کی طرح ہو جو اس وقت تمہارے سامنے ہے۔ (**فیصلہ**) مولا علی تو اپنے روحانی لخت جگر کے نامہ اعمال کو دیکھ کر رشک فرمارہے ہیں لیکن آج کل کے مدعیان تولا سیاہ پوش ذاکرین ان کو اپنی تحریروں تقریروں میں (معاذ اللہ) ظالم فاسق وفاجر کہہ کر روزی کمارہے ہیں اب حیرانگی تو یہ ہے کہ مولا علی شیر خدا کے فرمان پر عمل کریں یا ان پیشہ ور گویوں کی سنیں۔ مولا علی شیر خدا کا ناطق فیصلہ روافض کے علامہ متجر ابن ہشم کمال الدین شارح نہج البلاغت نے سیدنا مولا علی کے ارشادات یوں نقل کئے ہیں ابن ہشم ص ۴۸۷ وذکرت ان اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدھم بہ فکانوا فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وان افضلھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ الفاروق و لعمری ان مکانھما فی الا سلام لعظیم و ان المصائب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھم اللہ باحسن ما عملا۔

ترجمہ یعنی اے معاویہ تم یہ بیان کرتے ہو کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی علیہ السلام کے معاون و مددگار مسلمانوں سے منتخب فرمائے اور انکو حضور کے ساتھ تائید بخشی تو وہ لوگ اللہ تعالی کے نزدیک اپنے درجات میں وہی قدر رکھتے ہیں جیسا کہ اسلام میں انکے فضائل ہیں اور ان سب سے اسلام میں افضل اور سب سے اللہ اور اس

کے رسول ﷺ کا سچا محب خلیفہ صدیق اکبر (ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ) اور حضور کے خلیفہ کا جانشین فاروق (عمر رضی اللہ تعالی عنہ) ہیں جیسا کہ تو خود تسلیم کرتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے ان دونوں خلفاء کا رتبہ اسلام میں بہت عظیم ہے اور ان دونوں کی وفات اسلام کو ایک شدید زخم ہے اللہ تعالی ان دونوں پر رحمت فرمائے اور انکے اعمال کی جزا عطا فرمائے۔'' سادات پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا عظیم احسان: جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور اقدس میں ایران فتح ہوا تو دیگر مال غنیمت کے علاوہ یزدگرد بادشاہ کی بیٹی بھی ساتھ آئی:-

اس واقعہ کو **یعقوب کلینی** نے اپنی معتبر کتاب اصول کافی جس کا اردو ترجمہ سید ظفر حسن رافضی نے شمیم بک ڈپو ناظم آباد (۲) کراچی سے شائع کیا ہے الشافی فی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص (۵۷۸) عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما اقدمت بنت یزد جرد علی عمر اشرف لہا عذاری المدینۃ واشرق المسجد بضوئہا لم دخلتہ فلما نظر الیہا عمر غطت وجہہا وقالت افیروج یا ذاہرمز فقال عمر اتشتمنی ہذہ وہم بہا فقال لہ امیر المومنین علیہ السلام لیس ذالک لک خیرہا رجلا من المسلمین واجسہا بقیہ فخیرہا فجاءت حتی وضعت یدہا علی راس الحسین فقال امیر المومنین ما اسمک فقالت جہان شاہ فقال لہا امیر المومنین بل شہربانو بہ ثم قال للحسین یا ابا عبد اللہ لیلان منہا خیر اہل الارض فولد علی بن الحسین۔

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام نے فرمایا جب بنت یزدجرد حضرت عمر کے پاس آئی تو مدینہ کی باکرہ لڑکیاں اس کا حسن و جمال دیکھنے بالائے بام آئیں جب مسجد میں داخل ہوئیں تو چہرہ کی تابندگی سے مسجد روشن ہو گئی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جب انکی طرف دیکھا تو انہوں نے اپنا چہرہ چھپالیا اور کہا برا ہو ہرمز کا کہ اس کی سو تدبیر سے یہ روز بدنصیب ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کیا مجھے گالی دیتی ہے اور انکی اذیت کا ارادہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا ایسا نہیں ہے اس کو اختیار دو کہ یہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کو اپنے لئے اختیار کرے۔

اس کے حصہ غنیمت میں اسکو سمجھ لیا جائے۔ جب اختیار دیا گیا تو وہ لوگوں کو دیکھتی ہوئی چلیں اور امام حسین

رضی اللہ تعالی عنہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

امیر المومنین نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے بولی شاہ جہاں حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ شہربانو پھر امام حسین نے فرمایا اے ابو عبد اللہ تمہارا ایک بیٹا اس کے بطن سے ہوگا جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا چنانچہ علی ابن حسین پیدا ہوئے۔ سادات کرام احسان فراموش نہ ہوں تو مذکورہ واقعہ کی روشنی میں انکی خدمت میں چند معروضات عرض ہیں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر (معاذ اللہ) ایسے ہی تھے جیسا کہ ذاکرین نے مشہور کر رکھا ہے تو ان کا مفتوحہ مال غنیمت آئمہ طاہرین پر کیسے حلال ہوا۔ (۲) حضرت عمر فاروق کو مولا علی کا یہ مشورہ دینا کہ آپ اس شہزادی کو اختیار دے دیں کہ جسے چاہے قبول فرمائے۔ یہ باہمی طور پر شیر و شکر ہونے کی دلیل ہے یہ عداوت شقاوت پر مبنی ہے۔ (۳) اگر حضرت عمر (معاذ اللہ) دشمن اہل بیت ہی تھے تو حضرت امام حسین نے ان کا عطیہ قبول کیوں فرمایا۔'' مولا علی نے فرمایا خدا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے'' مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نہج البلاغت کے اوراق گواہ ہیں نہج البلاغۃ ص (۱۲۸۳) مترجم رئیس احمد جعفری ناشر غلام علی اینڈ سنز لاہور صفحہ مذکورہ پر یوں تحریر ہے

ودوراوی الصمد واقام السنۃ وخلف الفتنۃ ذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا اوی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق تشعبۃ۔

ترجمہ۔ خدا عمر کے شہروں کو برکت دے اور انکی حفاظت فرمائے کہ اس نے کجی کو درست کیا۔ بیماری کا معالجہ کیا۔ اور سنت کو قائم کیا۔ فتنہ کو ختم کر دیا۔ پاک جامہ و کم عیب اس دنیا سے رخصت ہوا خلافت کی نیکی تک پہنچا اور اس کے شر سے گذر گیا۔ خدا کی اطاعت بجالایا۔ اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا۔ اسکی اطاعت کا حق اچھی طرح سے ادا کیا۔ لیکن وہ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوا کہ لوگوں کو گوناگوں راستوں پر ڈال دیا۔ (فائدہ) لفظ فلاں سے مراد اہل تشیع کے مورخین مصنفین، مجتہدین کا یہ معمول ہے کہ جب صحیح واقعات بیان کرتے ہوئے اصحاب ثلاثہ کا ذکر آجائے اور حقائق کو چھپایا نہ جا سکے تو پیچ و تاب کھاتے ہوئے راہ فرار اختیار کرتے ہیں، براہین قاطعہ کے ساتھ جب تمام ابواب مسدود ہو جاتے ہیں تو یہ کہہ کر پہلو تہی اختیار کرتے ہیں لفظ فلاں سے مراد شارح نہج البلاغۃ سید علی نقی فیض الاسلام نے (مطبوعہ تہران ص

۷۰۳) پر یوں تحریر کیا۔ خدا شہرہائے فلاں (عمر بن خطاب) را برکت دہد ونگاہ دارد خدا (عمر بن خطاب) کے شہروں کو برکت دے اور نگاہ رکھے لفظ فلاں سے مراد شارح نہج البلاغۃ کمال الدین ابن ہیثم بحرانی نے بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی کو تسلیم کیا ہے چنانچہ ص (۴۱۴) پر یوں مرقوم ہے ان المراد بفلان عمر۔ بے شک لفظ فلاں سے مراد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہیں۔ نیز حضرت علی اور تمام اہلبیت کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اپنا امام مانا چنانچہ ملاحظہ ہو۔ ھما اماما ن عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ (کشف الغمہ) وہ ابوبکر و عمر امام عادل وقاسط دونوں حق پر تھے اور حق پر ہی انہوں نے وفات پائی پس ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو قیامت میں۔ (کشف الغمہ)

(**فائدہ**) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے اس خطبہ مبارکہ میں حضرت صدیق و فاروق کی خلافت عدالت اور دونوں کے حق پر ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ بلکہ اعلان فرمایا ہے اسی طرح حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

اس کے علاوہ حضرت علی کا ایک اور خط بھی ملاحظہ کیجئے جو آپ نے حضرت امیر معاویہ کو لکھا۔ اس خط کو تمام شارحین نہج البلاغۃ نے نقل کیا ہے۔ ہم اسکو علامہ ہیثم بحرانی کی شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ تہران جز (۳۱) سے نقل کرتے ہیں جو یہ ہے۔ وکان افضلہم فی الاسلام کما زعمت وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مقامہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما لجروح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا

ترجمہ:۔ اور اسلام میں سب سے افضل اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے خلیفہ صدیق تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق۔ مجھے اپنی جان کی قسم۔ کہ تحقیق ان دونوں کا مقام اسلام میں سب سے بڑا ہے اور تحقیق ان دونوں کی وفات سے اسلام کو سخت زخم پہنچا ہے اللہ ان دونوں پر رحمت نازل کرے اور ان کو ان کے کاموں کا بدلہ اچھا دے۔ یہ ہے حضرت علی امام الائمہ کے خط کی ایک عبارت اس میں بھی حضرت علی نے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کو اسلام میں سب سے افضل اور اللہ و رسول کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر مانا ہے۔ انکی خلافت کو تسلیم کیا

ہے اوران پر رحمت بھیجی ہے۔ غرضیکہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھتے تھے انکی عظمت و بزرگی اور خلافت کو تسلیم کرتے تھے۔

"حملہ حیدری کا بیان"

(حملہ حیدری ص ۱۵) میں ہے کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما دین اسلام کی قوت و شوکت کا باعث ہیں اور یہ حضرت حضور اکرم ﷺ کے جان نثاروں اور فدائیوں میں سے تھے چنانچہ عبارت یہ ہے کہ شد اصحاب خاص رسول کرام همی خواندیش فاروق نام چو روسوئی اسلام کیش بتافت ز اسلام او قوت اسلام یافت شد اصحاب خاص رسول امین۔ ازو رخ بر افروخت دین مبین ابوبکر صدیق و فاروق دین۔ شده جان فدائی رسول امین۔ حوالہ (۳): اور دوسری جگہ حملہ حیدری ص (۲۷) پر صدیق اکبر و فاروق اعظم کی فداکاری و جانبازی کی شہادت ملاحظہ ہو۔ بپاسخ ابوبکر از جا نخاست۔ وزان پس عمر نیز کرد قدم راست۔ بگفتند یا سید المرسلین۔ قدم پیش بگذار دم را بہ بین۔ که با دشمن دین چها می کنم۔ چسان در بیست جان فدا می کنم ازان گشته خوش دل رسول خدا۔ بفرمود در حق ایشان دعا۔

(ف) مندرجہ بالا حوالوں سے روز روشن کی طرح فضائل و کمالات فاروقی ثابت ہوئے۔

(۱) سر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح میں لکھتا ہے کہ حضرت عمر انتقال کے وقت اتنی بڑی سلطنت کے شہنشاہ اور خلیفہ تھے جس میں شام مصر اور ایران کے ملک شامل تھے۔ تاہم ایسے تعجب خیز دولت اور اقبال کے زمانہ میں انکی قوت فیصلہ میں ہمیشہ اعلیٰ اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے گزارہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آمیز طریقے سے کبھی تجاوز نہیں کیا اگر کوئی اجنبی دور کے ملک سے آتا تو بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا کہ خلیفہ کہاں ہے۔ حالانکہ وہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا۔ سادہ مزاجی اور اداۓ فرض انکے اصول تھے۔ بڑی ذمہ

داری کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے میں بے رعایتی اور پرہیزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ امور خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے کہ اکثر اوقات پکار اٹھتے کہ" کاش میری ماں مجھے نہ جنتی یا میں گھاس کا پودا ہوتا" جوانی میں آپ اکھڑ اور تند مزاج صاحب انتقام مشہور تھے اور ہمیشہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بدر کی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ مگر عمر رسیدگی اور تجربہ کاری نے آپکی فطرت کو نرم کر دیا۔ آپ کے عدل وانصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی حکام اور عمال کے تقرر میں آپ کا انتخاب طرف داری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ ہاتھ میں چابک لے کر آپ گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ تاکہ ملزموں کو موقعہ پر سزا دی جائے۔ یہ ایک کہاوت بن گئی تھی کہ عمر کا چابک دوسروں کی تلواروں سے زیادہ خوف ناک ہے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے آپ کا دل نہایت نرم تھا۔ اور آپ کے رحم کی بے شمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن میں آپ نے بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کی (کتاب سکسز اف محمد مؤلف سر ولیم میور)" ایسا ہی ڈاکٹر موسولیبان"

پیرس کا مشہور فاضل اپنی مشہور اور نامور کتاب سولیزیشن آف دی عربس میں حضرت عمر کے متعلق یوں رقم طراز ہے۔ حضرت عمر بعوض اس کی افواج اسلام کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں۔ محض ایک عبا کے حقدار تھے جسمیں متعدد پیوند تھے اور آپ راتوں کو مساجد کی سیڑھیوں پر غرباء کے ساتھ سویا کرتے تھے۔ جس وقت غسان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمر کو ملنے کیلئے آیا تو حسن اتفاق سے ایک عرب نے نادانستہ اسے دھکا دیا اس پر اس بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا عرب کی نالش پر حضرت عمر نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ عرب بادشاہ کو مارے اس پر بادشاہ نے کہا اے امیر المومنین یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک عام آدمی بادشاہ کو ہاتھ لگائے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ اسلام کا قانون یہی ہے اسلام میں درجہ عزت کا ہے نہ کہ دولت کا۔ ہمارے پیغمبر کی نظر میں سب مسلمان برابر تھے اور انکے خلفاء کی نظروں میں بھی یہی مساوات قائم رہے گی۔ حضرت عمر ہی کا زمانہ تھا جس میں اسلام کی بڑی ملک گیریاں شروع ہوئیں۔ آپ جس قدر زبردست منتظم تھے اسی قدر زبردست سپہ سالار بھی۔ اور آپ کا انصاف ضرب المثل ہے جس وقت آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو یہ تقریر کی۔ اے سامعین غور سے سنو امیری نظروں میں تم سے ضعیف سے ضعیف سب سے قوی ہے بشرطیکہ وہ حق پر ہو اور تم میں سے وہ شخص اضعف الناس ہے جو حق پر ہو۔ فی الحقیقت مسلمانوں کی ابتداء حضرت عمر سے ہوئی اور جس

وقت عربوں کے غلبہ سے شہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا تو اسکو معلوم ہوا کہ اب حکومت دوسروں کے ہاتھ چلی گئی۔ غیر مسلم مؤرخین کی ان شہادتوں سے حضرت عمر کے شہنشاہ اعظم ہو کر زہد و تورع، اتقاء و خشیت الٰہی انصاف پروری حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔

(۲) حضرت عمر کے دور خلافت میں دنیا کے بے شمار ممالک مثلاً قیسریہ، جلولاء، حلوان، تستر، خوزستانی، اصفہان، طبرستان، آذربائیجان، آرمینیا، فارس، سجستان، مکران، خراسان، اردن، حمص، یرموک، بیت المقدس، اسکندریہ اور طرابلس الغرب وغیرہ فتح ہوئے اور انکی مقبوضات اسلام کا رقبہ (۲۲۵۱۰۳۰) مربع میل تک پہنچ گیا اتنی کامیابیوں اور حکمرانی کے باوجود انکی سادگی کا یہ عالم تھا کہ انکے لباس پر پیوند اور پاؤں میں پھٹا جوتا ہوا کرتا تھا۔ اور خوف خدا کے پیش نظر سیدنا عمر رضی اللہ بیت المال سے راشن اپنے کندھوں پر اٹھا کر یتیموں اور مجبوروں کے پاس پہنچایا کرتے تھے۔ حضرت عمر کے حسن تدبر سے عدالتیں قائم ہوئیں قاضی مقرر ہوئے اور فوجی دفتر قائم ہوئے یہاں تک کہ اسلام اور کافر تک کہہ اٹھے کہ اگر ایک عمر رضی اللہ عنہ اور پیدا ہو جاتا تو دنیا سے کفر اور ظلمت کا نام تک مٹ جاتا۔ لیکن افسوس کہ شیعہ مسلمان ہونے کے دعویٰ کے باوجود اپنی گالی گلوچ اور لعن طعن سے (یہ صرف مشغلہ بلکہ عبادت سمجھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معاف نہیں کرتے چنانچہ ملاحظہ ہو۔ ملاں محمد تقی رافضی (شیعہ) نے حدیقۃ المتقین ص (۱۱۴) پر لکھا ہے کہ ہر نماز کے بعد خلفاء ثلاثہ (یعنی ابوبکر و عمر و عثمان) اور حضرت عائشہ پر لعنت بھیجنا سنت ہے۔ اور نماز کی قبولیت اور تکمیل اس کے بغیر نہیں اور عین الحیوۃ ملاں باقر مجلسی ص (۴۱۳) پر ہے

بسند معتبر منقول است که حضرت امام جعفر صادق از جائے نماز خود بر نمی خواستند تا چهار ملعون و چهار ملعونه را لعنت نمی کردند پس باید هر نماز بگوید "اللهم العن ابابکر و عمر و عثمان و معاویة و عائشة و حفصة و هند و ام الحکم"

ترجمہ۔ یعنی معتبر سند سے منقول ہے کہ امام جعفر نماز سے فارغ ہو کر جب تک ان چار مرد اور چار عورتوں پر لعنت نہ بھیجتے جائے نماز سے نہ اٹھتے۔ وہ آٹھ یہ ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ، عائشہ، حفصہ، ہند، ام الحکم۔

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

(۱) صحابہ ثلاثہ، (صدیق، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) کو بدترین مخلوق سمجھا جائے (کلید مناظرہ ص ۴۸۰) (اتحاد صحابہ و اہلسنت کی آخری دلیل)

اہل اسلام اپنے بچوں کے نام غلام نبی، غلام عباس، غلام حسین، غلام علی، وغیرہ محبت کے ساتھ رکھتے ہیں کسی مسلمان نے اپنے بیٹے کا نام آج تک شمر نہیں رکھا اس لئے کہ وہ ظالم قاتلان حسین کی صف میں شامل ہے۔ اگر اصحاب ثلاثہ بقول روافض ایسے ہی تھے۔ جیسا کہ انکی تقریروں تحریروں سے ثابت ہے تو پھر خلافت چھن جانے کے بعد باغ فدک غصب ہونے پر جناب خاتون جنت کے اوپر دروازہ گرانے والوں کے ناموں پر مولا علی نے اپنے تینوں بیٹوں کے نام کیوں لکھے رکھے۔

شیعہ حضرات کی مستند کتب سے نمونہ کے طور پر چند کتابوں کے نام مع صفحات اور عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

جلاء العیون مترجم عبدالحسین (ج ۲ ص ۱۹۵) پر مرقوم ہے۔

عبداللہ فرزند جناب امیر کہ انکو ابوبکر کہتے ہیں۔ میدان کارزار میں پہنچے ان کے بعد عمر بن علی رضی اللہ عنہ انکے برادر بزرگ نے عزم میدان کیا۔ پانچ برادران امام حسین اس صحرائے کربلا میں شہید ہوئے عباس رضی اللہ، جعفر رضی اللہ، عثمان رضی اللہ، محمد رضی اللہ، عبداللہ رضی اللہ، امام باقر رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس، جعفر و عثمان و عمر فرزندان جناب امیر علی جو صحرائے کربلا میں شہید ہوئے انکی مادر گرامی (**شمر کی ہمشیرہ**) ام البنین دختر حزام کلابیہ تھیں۔ طوالت کے خوف کی بنا پر دیگر چند کتابوں کے صرف نام اور صفحات ہی درج کئے جاتے ہیں۔ جن میں جناب مولا علی کے فرزندان کے اسماء ابوبکر و عمر و عثمان شہیدان کربلا کی صف میں موجود ہیں۔ منتخب التواریخ ص (۱۲۳) منتہی الآمال جلد اول (۴۰۴)، اعلام الوریٰ ص (۲۵۰)۔ ارشاد شیخ مفید ص (۱۶۸) علاوہ ازیں روافض کی جس کتاب میں بھی اولاد علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوگا ناظرین حضرات کو یہ نام روز روشن کی طرح شہیدان کربلا کی صف میں دکھائی دیں گے۔ اب قارئین کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ محب اہل بیت نبی و علی بیچارے اہل سنت والجماعت ہیں جو اپنے بچوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان رکھتے ہیں یا شیعہ۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے صرف ایک کتاب کی اصل عبارت یہ ہے۔ ارشاد شیخ مفید ص (۲۱۳)۔ **وجاء شمر حتی وقف علی اصحاب الحسین علیہ السلام فقال این بنو اختنا فخرج الیہ عباس و جعفر و عبد**

الله و عثما ن بنو علی علیه السلام :

ترجمہ :۔معرکہ کربلا میں، شمر جب امام حسین کے رفقا کے سامنے آیا اور کہا کہاں ہے میری ہمشیرہ (ام البنین بنت حزام) کے فرزند عباس (علم بردار) اور جعفر اور عبداللہ اور عثمان جو علی کے بیٹے ہیں (ف) اس لحاظ سے شمر امام حسین کا ماموں ثابت ہوا۔ ''تعداد ازواج واولاد حضرت عمر فاروق'' (ثبوت از تاریخ اسلام) تاریخ اسلام مصنف ابونعیم عبدالحکیم خاں نشر جالندھری ص (۱۶۱) پر یوں مرقوم ہے۔ حضرت عمر فاروق کی آٹھ بیویاں تھیں (۱) حضرت زینب بنت مظعون (۲) ملیکہ بنت برول (۳) قریبہ بنت ابی امیہ (۴) حضرت ام حکیم بنت الحراث (۵) حضرت جمیلہ بنت عاصم (۶) حضرت ام کلثوم بنت علی (۷) حضرت عاتکہ بنت زید (۸) فکیہہ۔

اولاد پاک۔ پہلی بیوی سے حضرت عبداللہ حضرت عبدالرحمن اکبر اور حضرت حفصہ۔ دوسری سے حضرت عبد اللہ چوتھی سے حضرت فاطمہ پانچویں سے عاصم۔ چھٹی سے رقیہ اور زید اور آٹھویں سے حضرت عبدالرحمن اوسط پیدا ہوئے۔

الفاروق :۔مصنفہ شبلی نعمانی ص (۶۱۴) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی (اخیر عمر میں حضرت عمر فاروق) کو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں جو مزید شرف اور برکت کا سبب تھا۔ چنانچہ جناب امیر (علی) سے حضرت ام کلثوم کیلئے درخواست کی، جناب ممدوح نے پہلے ام کلثوم رضی اللہ کی صغرسنی کے سبب انکار کیا۔ لیکن جب عمر رضی اللہ نے دوبارہ تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصول شرف مقصود ہے تو جناب امیر نے منظور فرمایا اور ۱۷ھ میں چالیس ہزار مہر پر نکاح ہوا۔ حاشیہ الفاروق پر یوں تحریر ہے۔ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کی تزویج کا واقعہ تمام معتد مؤرخوں نے بتفصیل لکھا ہے۔ علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں ابن حبان نے کتاب الثقات میں۔ ابن قتیبہ نے معارف میں۔ ابن اثیر نے کامل میں۔ تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔

(۲۹) (ثبوت نکاح ام کلثوم رضی اللہ با حضرت عمر فاروق رضی اللہ از کتب اہل سنت وجماعت)

(۱) نسائی شریف ص (۲۸۰) باب اجتماع جنائز الرجال والنساء۔ یہی حدیث ابوداؤد شریف ص (۹۹) جلد دوم میں بھی مرقوم ہے۔ ووضعت جنازة امّ کلثو م بنت علی امرأة عمر بن الخطاب وابن

لها یقال له زید (ترجمہ) اور ام کلثوم بنت علی زوجہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور انکے بیٹے زید کا جنازہ رکھا گیا۔

(۲) بخاری شریف باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو (۴۰۳) جلد اول حدثنا عبدان انا عبد الله ما یونس عن ابن شهاب قال ثعلبة ابن ابی مالک عن عمر بن الخطاب قسم مروطا بین نساء المدینة فبقی مرط جید فقال له بعض من عنده یا امیر المومنین البطنه هذا بنت رسول الله ﷺ التی عندک رای زوجتک یریدون امّ کلثوم بنت علی.

ترجمہ :۔ ثعلبہ ابن مالک نے فرمایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرمائیں۔ ایک بہترین چادر تقسیم سے بچ گئی۔ آپ کے قریب کے ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین یہ چادر رسول اللہ کی بیٹی جو آپ کے ہاں ہے (یعنی آپ کی بیوی ہے) عنایت فرمادیجئے۔ (ان کا مقصد رسول اللہ کی بیٹی) سے ام کلثوم بنت علی تھا۔

(۳) الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے۔ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب الها سمیة امها فاطمة بنت النبی ﷺ فی عهد النبی ثم قال تزوجها عمر علے مهر اربعین الفا ص ۴۹۲

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ان ام کلثوم کان عمر قد تزوج ام کلثوم بنت علی وامها فاطمة وهکذا قالو الها بنات فاطمه رضی الله عنها .

(**ترجمہ**) ام کلثوم بنت علی سے حضرت عمر نے نکاح کیا تھا۔ ام کلثوم کی ماں حضرت فاطمہ تھیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے انکو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کہا آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہی چھوٹی صاحبزادی تھیں رضی اللہ عنہا۔

(۵) تاریخ الخمیس میں ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی۔ پہلے تو حضرت علی نے صغرسنی کا عذر کیا لیکن حضرت عمر کے اصرار پر منظور کرلیا ۱۷ھ میں (۴۰) ہزار درھم مہر پر نکاح ہوا۔

(۶) علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں (۷) ابن حبان نے کتاب الثقات میں (۸) ابن قتیبہ نے معارف

میں (۹) ابن الاثیر نے تاریخ کامل میں تصریح کی۔ معارف میں ابن قتیبہ ص (۷۰) میں بنات علی میں لکھا۔ اما ام کلثو م الکبری هی بنت فاطمه فکانت عند عمر بن الخطاب رضی الله عنهم (الخ) (۳۰) پھر اس کتاب کے ص (۶۰-۶۱۰) میں لکھا ہے کہ امیر عمر کی اولاد سے فاطمہ و زید ہیں پھر فرمایا۔ وامهما ام کلثو م بنت علی ابن ابی طالب من فاطمه بنت رسو ل الله صلی الله علیه وسلم . اور تاریخ الخمیس ص (۳۱۸) میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت علی سے ام کلثوم رضی اللہ عنھم کے نکاح کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا میں حسنین سے مشورہ کراوں حضرت علی نے حسنین رضی اللہ عنھما سے مشورہ کیا تو حضرات حسنین خاموش ہوگئے۔ حضرت حسن نے عرض کی۔ یا اباه من بعد عمر صحب رسول الله ﷺ وتوفی عنه راض ثم ولی الخلافة فعدل . حضرت نے شہزادوں کی تقریر پر تحسین کرشاباش دی چنانچہ فرمایا۔ صدقت یا ابنی ولکن کرهت ان اقطع امرا دونکما پھر حضرت علی نے ام کلثوم کو بھیجکر حضرت عمر سے کہا قضی حاجتک التی طلبت

(۱۰) طبقات الکبری ابن سعد ص (۴۶۳) جلد (۸) ام کلثوم بنت علی ابی طالب وامها فاطمه بنت محمد ﷺ تزوجها عمر بن الخطاب وهی جاریة لم تبلغ فلم تزل عنده الی ان قتل وولدت له زید بن عمر ورقیه بنت عمر ثم خلف علی ام کلثوم بعد عمر عون بن جعفر بن ابی طالب فتوفی عنها ثم خلف علیها اخوه محمد بن جعفر بن ابی طالب

ترجمہ :۔ام کلثوم بیٹی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنکی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں جن کے ساتھ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا جبکہ نابالغہ تھیں اور وہ آپ کے پاس آپکی شہادت تک رہیں آپ کے بطن سے زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر پیدا ہوئے پھر حضرت عمر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح عون بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ کردیا۔ پھر انکے بعد آپ نے محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا۔ یہ تھی کتب اہلسنت۔ انکے علاوہ بھی درجنوں حوالہ جات لکھے جاسکتے ہیں لیکن مخالفین نہیں مانیں گے۔

شیعہ سے مطالبہ۔ وہ اپنی یا ہماری کتب سے ثابت کریں کہ نکاح ام کلثوم عمر سے ثابت نہیں تو ہم

انعام دینگے صرف یہ کہنا کہ ام کلثوم حضرت فاطمہ سے نہیں تھیں۔ یا معاذ اللہ جنیہ تھیں یا کنیز۔ یا یہ عذر کرنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرکے دیدی یا جبراً چھین لی گئی یہ تمام عذر لنگ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی توہین اور انکی شجاعت اور غیرت کو مجروح کرنے والی بات ہے اب ہم شیعہ کتب سے تصریحات نقل کرتے ہیں۔ (ثبوت از کتب شیعہ)

ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمر سے حضرت علی المرتضیٰ کو کمال محبت و پیار تھا اور انکے نزدیک انکی شرافت ونجابت مسلم تھی اسی لئے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر بلند اختر حضرت ام کلثوم کا رشتہ حضرت کو دیکر نکاح کردیا۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے سیدہ ام کلثوم کا کیوں ایک کافر منافق سے نکاح کردیا۔ شیعہ اس امر سے تو انکار نہیں کرسکتے۔ کہ حضرت ام کلثوم بنت علی حضرت عمر کی تزویج میں آئیں۔ شیعوں کی اقدم واعلیٰ کتاب ''فروع کافی میں اس کا ایک خاص باب ''تزویج ام کلثوم ہے'' انکی روایات یہ ہیں (۱) کہ فروع کافی جلد (۲) ص (۱۴۱) باب تزویج ام کلثوم میں ہے۔ عن زرارة عبد الله علیه السلام فی تزویج ام کلثو م فقال ان ذالک اول فرج غصبناه

(**ترجمہ**) زرارہ نے روایت کی کہ حضرت امام جعفر صادق سے دوبارہ نکاح ام کلثوم کے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔

اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں یوں ہے۔ عن هشام ابن سالم عن ابی عبد الله علیه السلام قال لما خطب الیه قال له امیر المومنین انها صغیرة قال لقی العباس فقال له ما لی ابی بئس قال فما ذاک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما والله لعودن زمزم ولا ادع لکم مکرمة الا هدمتها ولا قیمن علیه شاهدین بانه سرق الا قطعن عینه فاتاه العباس فاخبره وسا له ان یجعل الامر الیه فجعله الیه.

(**ترجمہ**) ہشام ابن سالم نے امام صادق سے روایت کی ہے۔ کہ جناب امیر سے ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا گیا آپ نے کہا کہ وہ چھوٹی لڑکی ہے فرمایا پھر عمر رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ کو ملے اور کہا کیا مجھ میں کوئی نقص ہے۔ عباس نے کہا کیا بات ہے۔ عمر رضی اللہ نے کہا میں نے ناطہ تمہارے بھتیجے (علی رضی اللہ) سے مانگا۔ اس نے انکار کردیا۔ قسم کھا کر کہا میں زمزم کو لوٹاؤنگا۔ اور تمہارے جملہ اعزازات کو مٹادونگا۔ اور

علی پردو گواہ سرقہ کرنے کے گذار کر اس کے ہاتھ کاٹ دونگا۔ حضرت عباس حضرت علی کے پاس آئے اور کہا اس ناطہ کا مجھے وکیل بنادو۔ حضرت علی نے انکو اجازت دی اور نکاح ہو گیا۔ ان دو روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا۔ لیکن پہلی روایت میں نہایت مکروہ لفظ (فرج) استعمال کرنا کہا گیا ہے۔ کہ ام کلثوم ہم سے جبراً چھین لی گئی تھی۔ دوسری روایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت علی ناطہ دینے پر اس لئے مجبور ہو گئے کہ انکو دھمکی دی گئی۔ کہ تمہارے اعزار چھین لئے جائیں گے۔ بلکہ تمہیں سرقہ کا اتہام لگا کر قطع ید کی سزا دی جائیگی سو اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کبھی ہوسکتا ہے۔ کہ شجاعت مآب فاتح خیبر حیدر کرار سے انکی صغیرۃ السن لڑکی جبراً چھین لی جائے۔ یا انکو ڈرا دھمکا کر ناطہ دینے پر مجبور کرلیا جائے۔ ایسا تو کوئی کم حیثیت کمیں شخص جولائی بھنگی بھی نہیں کریگا۔ کہ جیتے جی ذ کر اپنی کم سن لڑکی دوسرے کے حوالہ کردے یا خوف سزا بدنی سے ایک غیر مستحق شخص کو بلا رضا مندی خود لڑکی دیدے۔ ایسے موقعہ پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دیدینا گوارا کرلیتا ہے۔ لیکن یہ ذلت کبھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ کوئی غیر شخص اسکی دوشیزہ کم سن لڑکی جبراً چھین لے۔ ہر ایک دانش مند شخص قیاس کرسکتا ہے۔ کہ کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کرسکتا ہے۔ کلا و حاشا۔ یہ تمام باتیں یار لوگوں کی من گھڑت ہیں۔ جو اصلیت کو چھپانے کیلئے وضع کی گئی ہیں۔ لیکن حق کبھی چھپانے سے چھپ نہیں سکتا

(۲) اسی باب تزویج ام کلثوم میں ہے۔ **کتب علی ابن اسباط الی ابی جعفر فی امر بنا ته واله لا تجعل احدا مثلة تكتب اليه ابو جعفر عليه السلام فهمت ما ذكرت من امر بنا تك اونك لا تجد مثلك فلا تنظر فی ذالک رحمک الله فا ن رسول الله ﷺ قا ل اذاجاء كم ممن تر ضو ن خلقه ودينه فزو جو ه الا تفعلو ه تكن فتنة فی الارض وفسا د كبيرہ فرو ع کافی جلد (۲) ص (۱۲۱)**

ترجمہ:۔ علی ابن اسباط نے امام محمد باقر کو اپنی لڑکیوں کے بارہ میں لکھا۔ اور اسکو اپنے جیسا کوئی شخص نہ مل سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے تیرا مطلب سمجھا ہے کہ تجھے اپنے رتبہ کا دلہا نہیں مل سکتا۔ مگر تم اس بات کا انتظار مت کرو۔ رسول نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص ناطہ مانگنے آجائے جس کے اخلاق اور دینداری کا تمہیں اطمینان ہو تو اسے ناطہ دے دو ورنہ زمین میں فتنہ اور بھاری فساد کا اندیشہ ہوگا۔ اس حد

یث کو تزویج ام کلثوم میں درج کرنے سے مطلب صاف یہ ہے کہ حضرت علی بھی چونکہ عمر کے اخلاق و دینداری کو پسند کرتے تھے۔ اور ناطہ کے نہ دینے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ تھا اس لئے اپنی خوشی سے انہوں نے نکاح کردیا۔ نکاح ام کلثوم کے متعلق جب شیعہ حضرات کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور کچھ جواب نہیں بن سکتا کئی چالیں چلتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ام کلثوم کا نکاح تو حضرت عمر سے ہوا لیکن وہ ام کلثوم حضرت علی کی اپنی بیٹی نہ تھی۔ بلکہ بنت اسماء بنت عمیس اور علی کی اپنی دختر ربیبہ تھیں۔ سو احادیث بالا میں اس امر کی خاص تصریح ہے۔ کہ وہ حضرت علی کی اپنی دختر تھیں۔ اسی لئے اول فرج غصبناہ کہا گیا۔ ورنہ اسماء کی لڑکی اگر چھین لی جاتی تو جناب امیر اور انکے اہل بیت کو اسکی کیا شکایت تھی۔ اور حضرت عمر کو حضرت علی سے خواستگاری نکاح اور طرح کی ترغیب وترہیب کی کیا ضرورت تھی۔ جب لڑکی نابالغہ تھی۔ تو لڑکی کے ورثاء کی اجازت سے نکاح ہوسکتا تھا اور اس میں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی

(۴) (اصول کافی ص ۱۷۳) مطبوعہ نولکشور میں ایک اسمانی وصیت کا ذکر ہے۔ جس میں حضرت امیر کو جن مکارہ پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ منجملہ انکے ہتک عزت بھی ہے جو غصبنا ام کلثوم بنت فاطمہ کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ ملا خلیل قزوینی نے "صافی شامی اصول کافی ص ۲۸۲ میں یوں لکھا ہے"

کہ گفت امیر المومنین پس بفا هر مضطرب شدم وقتیکه فکر کردم آب سخن را از امین الهی جبریل علیه السلام که مرا شکستن عهد نیست بلکه مراد غصب دختر است بزور خواهند گرفت اشارت است بغصب عمر ام کلثوم بنت فاطمه علیه السلام را تا نکه افتادم بر روئے خود (الخ) اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو سنن کے معطل ہوجانے قرآن کے پارہ پارہ ہوجانے کعبہ کے گرادینے۔ آپکی ریش خون آلودہ کردینے سے اس قدر صدمہ نہ ہوا جتنا کہ غصب ام کلثوم کی خبر سن کر ہوا جسکی وجہ سے آپ منہ کے بل گرپڑے پھر آپ کی دختر حقیقی نہ تھی۔ تو آپکو غشی آجانے منہ کے بل گرپڑنے کی وجہ کیا تھی۔

(۵ ارشاد شیخ مفید مطبوعہ تہران ص ۱۶۷) **فا و لا د امیر المو منین کرم الله وجهه الکریم سبعة و عشر و ن ولدا ذکرا وانثی الحسن ولحسین وزینب الکبر ی وزینب الصغری المکنا ة**

با م کلثوم امهم فا طمة البتو ل سیدة النساء العا لمین بنت سید المر سلین۔

ترجمہ:۔ اولاد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ستائیس فرزند کرو مونث تھے۔ امام حسن وامام حسین زینب کبری۔ زینب صغری جنکی کنیت ام کلثوم رضی اللہ تھی ان سب کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بتول زہرا رضی اللہ تعالی عنہا تمام جہان کی عورتوں کی سردار سید عالم ﷺ کی صاحبزادی ہیں

(۶) مجالس المومنین ص ۷۹ قاضی نوراللہ شوستری شیعہ مجتہد نے لکھا کہ۔

اگر نبی دختر بعثمان داد۔ و ولی دختر بعمر فرستاد۔

ترجمہ:۔ اگر نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی عثمان غنی رضی اللہ کو دی تھی۔ تو اس کے ولی علی رضی اللہ نے بھی اپنی بیٹی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی (۷) مجالس المومنین ص ۷۵،۹۷۔ محمد بن جعفر بعد از خضرت عمر بن خطاب بشرف حضرت امیر المومنین علیه السلام مشرف گشتة ام کلثوم را که باعدم کفایت اکراه که حباله عمر بود تزویج نمود۔

ترجمہ:۔ محمد بن جعفر نے حضرت عمر بن خطاب کی وفات کے بعد امیر المومنین کی دامادی کا شرف حاصل کیا۔ ام کلثوم جو باوجود غیر کفو ہونے کے از روئے اکراہ عمر کے عقد میں تھیں۔ محمد بن جعفر کے ساتھ نکاح کیا

(۸) مجالس المومنین ص ۱۹۴۔ دیگر پرسید که چرا آنحضرت دختر بعمر خطاب داد گفت بواسطه آنکه اظهار شهادتین مینمود بزبانی واقرار بفضل قوت امیر می کرد

(ترجمہ:۔) کسی نے پوچھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے اپنی بیٹی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کیوں دے دی۔ تو جواب دیا چونکہ انھوں نے کلمہ شہادت کا اظہار زبان سے کیا تھا اور حضرت امیر کی امارت اور فضیلت کا اقرار کیا تھا۔ اس لئے نکاح کردیا تھا۔

(۹) مسالک شرح شرائع السلام میں لکھا ہے کہ۔ **یجوز نکاح العربیة با لعجمی والها شمیة بغیر الها شمیة کما زوج علی بنته ام کلثوم من عمر بن الخطاب**۔ یعنی عربی عورت کا نکاح عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا نکاح اغیر ہاشمی مرد کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ حضرت عمر سے حضرت علی

نے اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح کردیا۔

(۱۰) وهیچ کس منکر آن نیست که تزویج ام کلثوم با عمر بوسیلئه عباس رضی الله بود۔ (مصائب النواصب ۱۶۹)

ترجمہ:۔ شیعہ میں سے کوئی اس کا منکر نہیں کہ سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر کے ساتھ بذریعہ حضرت عباس کے کیا گیا تھا ویسے اس نکاح کا اعتراف واقرار شریف مرتضی نے اپنی کتاب کتاب الشافی کے (ص ۲۱۶ وص ۳۵۴) اور قاضی نوراللہ شوستری نے اپنی کتاب مجالس المومنین کے ص ۸۷ پر واضح طور پر کیا ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ دختر علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا (اس کے حوالے آتے ہیں

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۱۵۳﴾:

بعض شیعہ اس نکاح کا انکار اس طرح کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی نے عین شادی کے موقعہ پر اپنی صاحبزادی کو چھپالیا اور اپنے اعجاز واکرام سے ایک نجران کی اجنبیہ کو اپنی شاہزادی ام کلثوم کی شکل میں حضرت عمر کے گھر بھیج دیا تھا۔

سائل عبدالشکور

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

تفصیل آتی ہے سردست سمجھ لیجئے۔ گذشتہ تمام روایات اس بات کی تردید کرتی ہیں۔ کیا حضرت عمر کا بیٹا جو زید پیدا ہوا تھا جنیبہ سے پیدا ہوا تھا۔ یا محمد بن جعفر طیار سے جوان کا نکاح حضرت کی وفات کے بعد ہوا تھا وہ جنیہ تھیں۔ یا جو حضرات شیعہ یہ لکھتے گئے ہیں کہ اس نکاح کا انکار نہیں ہوسکتا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر شہادتین کا اظہار اور حضرت علی کی فضیلت کا اقرار کرتے تھے۔ اس لئے سیدہ ام کلثوم سے حضرت عمر کا نکاح درست تھا۔ چنانچہ علامہ باقر مجلسی لکھتا ہے۔ کہ ان روایات کی موجوگی میں حضرت عمر کے ساتھ ام کلثوم حضرت علی کی لڑکی کے نکاح کے بارے میں ثابت ہیں۔ شیخ مفید کا انکار کرنا نہایت تعجب ناک بات ہے بلکہ خود شیعہ کے اسلاف نے منکر کا رد کیا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۱۱)انکار ذالک عجیب والا صل فی الجواب هو ان ذالک وقع علی سبیل التقیه والاضطرار ولا استبعاد فی ذالک ۔(مراۃ العقول شرح الاصول والفروع جلد ۳ ص ۴۴۹)

ترجمہ:۔اس نکاح کا انکار کرنا (اتنی روایات کی موجودگی میں) عجیب ہے اصل میں اس نکاح کا جواب یہ ہے کہ یہ نکاح بطور تقیہ اور لاچاری کے کیا گیا تھا۔ جس میں کوئی استبعاد اور اشکال نہیں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ:﴿۱۵۴﴾:

بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمر کا نکاح جس ام کلثوم سے ہوا تھا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ جو حضرت بنت عمیس زوجہ صدیق سے پیدا ہوئی تھیں اور حضرت صدیق کی وفات کے بعد حضرت اسماء کا نکاح حضرت علی سے ہوا تھا جس کے باعث وہ حضرت علی کی پرورش میں رہی تھیں انکی ربیبہ ہونے کی وجہ سے مجازاً حضرت علی کی بیٹی کہا گیا۔

سائل عبدالکریم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

یہ بات تاریخی طور پر بالکل غلط ہے کیونکہ ام کلثوم بنت ابوبکر کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت عمیس نہ تھیں کہ جس کا حضرت علی سے نکاح کرنے کے بعد ام کلثوم ان کی ربیبہ ہوسکتیں بلکہ ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حبیبہ بنت خارجہ تھیں تفصیل سوالات وجوابات کے باب میں دیکھئے۔

(۱۲)تہذیب الاحکام ج ۲ ص ۳۸۰ مصنفہ شیخ طوسی متوفی ۴۶۰ھ

عن جعفر عن ابیه قال ماتت ام کلثوم بنت علی و بنها زید بن عمر بن خطاب فی ساعة واحدة **ترجمہ:** جعفر صادق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ام کلثوم بنت علی اور اس کا بیٹا زید بن عمر خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔ اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم جو حضرت عمر کی زوجہ محترمہ تھیں علی المرتضی کی دختر تھیں اور ان کے شکم سے زید بن خطاب پیدا ہوئے اور ماں بیٹا دونوں

ایک روز ایک ہی وقت میں فوت ہوئے تھے اب جو لوگ کہتے ہیں کہ ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے ہوا تھا وہ حضرت علی کی بیٹی نہ تھیں اس حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔

(۱۳)فروع کافی کیطرح تہذیب الاحکام مصنفہ شیخ طوسی ج ۲ ص ۲۳۸ میں ہے **عن سلیمان بن خالد قال سئلت ابا عبد الله عن امراة توفی عنها زوجها این تعتد فی بیت زوجها او حیث شاء ت قال بل حیث شاء ت ثم قال ان علیا صلوت الله علیه لما مات عمر ام کلثوم فاخذ بیدها فانطلق بها الی بیته** ۔(فروع کافی ج ۲ ص ۳۱۰ ۔ ۳۱۱)

ترجمہ: سلیمان بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو کیا وہ اپنے شوہر کے گھر عدت اور زینب کبری اور زینب صغری جن کی کنیت ام کلثوم ہے ان کی والدہ فاطمہ بتول الزہرا سیدہ النساء العالمین رسول اللہ کی بیٹی تھیں صلوۃ اللہ علیہما زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عبداللہ بن جعفر ابن ابی طالب کا نکاح ہوا۔ اور ام کلثوم وہ ہیں جن کے ساتھ عمر بن خطاب نے نکاح کیا

(۲۰)مناقب آل ابی طالب ص ۸۹ مصنفہ محمد علی شہر آشوب کلید سوم مطبوعہ حیدریہ النجف۔ **قال شیخ المفید فی الارشاد اولا خمسة عشرون البنون خمسة عشرو البنات ثمانیة عشر قوله من فاطمه الحسن والحسین والمحسن ۔ سقط و زینب الکبری وام کلثوم تزوجها عمر وذکر ابو محمد النوبختی فی کتاب الامامة ان ام کلثوم کانت صغیرة ومات عمر قبل ان یدخل بها و اخلف علی ام کلثوم عبد عمر عون بن جعفر ثم محمد بن جعفر ثم عبد الله بن جعفر ۔**

ترجمہ ۔شیخ مفید نے اپنی کتاب ارشاد میں کہا ہے کہ مولا علی کی کل اولاد تینتیس (۳۳) تھیں۔ پندرہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں (حضرت فاطمہ سے حسن وحسین ومحسن اور زینب الکبری اور ام کلثوم جن کے ساتھ حضرت عمر نے نکاح کیا)۔ پیدا ہوئے اور ابو محمد نوبختی نے اپنی کتاب امامت میں ذکر کیا کہ ام کلثوم چھوٹی تھیں۔ حضرت عمران کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے وفات پا گئے اور عمر کے بعد ام کلثوم نے عون بن جعفر کے ساتھ نکاح کیا ان کے بعد محمد بن جعفر ان کے بعد عبداللہ بن جعفر سے نکاح ہوا۔

(۲۱)منتخب التواریخ مصنفہ حاجی محمد بن ہاشم خراسانی ص ۹۴ در کامل بہائی است که مخدره خواهر حضرت سید الشهدا علیه السلام وفات نمود ودر دمشق۔

ترجمہ:۔اور کامل بہائی میں ہے کہ شہزادی ام کلثوم جناب امام حسین علیہ السلام کی ہمشیرہ نے دمشق میں وفات پائی۔(جناب ام کلثوم زوجہ فاروق اعظم کی ولادت ووصال)

(۲۲)منتخب التواریخ ص ۹۵ واما تاریخ ولادت ورحلت شان معلوم نیست همین قدر معلوم شد که این مخدره درحیات حضرت رسول بدنیا آمد ودر حیات حسن مجتبی از دنیا رفت۔

ترجمہ ۔اور انکی تاریخ پیدائش اور وصال معلوم نہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ شہزادی نبی کریم ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئی اور حضرت امام حسن مجتبی کی زندگی میں وصال پائی۔(۲۳)منتخب التواریخ ص ۹۴ واما جناب ام کلثوم بنت فاطمه این مخدره اسم شریفش رقیه الکبری چنانچه عمدة المطالب است او زوجه عمر بن خطاب بود۔

ترجمہ:۔اور اس کے بعد جناب ام کلثوم بنت فاطمہ الزہرا اس شہزادی کا اسم شریف رقیہ الکبری تھا۔ چنانچہ عمدۃ المطالب میں ہے کہ یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

حوالہ جات کیے بعد اب سوالات وجوابات پڑھیے۔

مسئلہ:﴿۱۵۵﴾:

روایات تو مان لیں لیکن ورایۃ یہ نکاح ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ روایت مان لینی چاہئے۔ جو عقل سلیم کے مطابق ہو۔ اور یہاں معاملہ برعکس ہے وہ اسطرح کہ بی بی ام کلثوم کا نکاح بچپن میں ہوا۔ کم سنی کے لحاظ سے بوڑھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کیسا۔

سائل حافظ محمد ابراہیم سرگودھا

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہم نے پہلے بھی ثابت کیا کہ وہ کم عمری اتنا نہیں تھی کہ جس سے نکاح صحیح نہ ہوسکے۔ ہاں صرف عقل

تو وہ عقل نقصان پہونچاتی ہے اور وہ بھی تعصب والی ورنہ عرب اسی طرح گرم علاقوں میں اس عمر سے چھوٹی عمر والی لڑکیوں کا نکاح ہوسکتا ہے۔ اسی لئے لڑکیوں کی بلوغت کی عمر کم از کم نو سال لکھی ہے۔ بلکہ بی بی فاطمہ الزہرا کا نکاح تو اس سے کم عمر کا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ کلینی صاحب کی تصدیق کے مطابق امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۲ھ یا ۳ھ کو ثابت ہے اس سے اندازہ کیجئے کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کل عمر اسوقت دس گیارہ سال بنتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی کم عمری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح کیلئے مانع نہیں۔ نیز عرض ہے کہ صغر سنی کے ہم بھی قائل ہیں لیکن بہ نسبت تاریخ ودیگر اولاد علی رضی اللہ عنہ اسکی دلیل یہ ہے کہ بی بی ام کلثوم رسول اللہ ﷺ کے وصال سے پہلے پیدا ہوئیں (کذا فی الخمیس ص ۳۱۷ اور طراز المذهب ص ۶۵) میں لکھا ہے کہ ام کلثوم در وفات مادرش ندبہ میکرد۔ یعنی ام کلثوم اپنی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت "یا اماہ" اے میری ماں کر روتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ وفات سیدہ پر حضرت ام کلثوم کو اتنی تمیز تھی کہ وہ مصیبت کو محسوس کرکے توبہ کرتی ہیں۔ اس سے کم از کم چار سال کی عمر ماننا پڑیگا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات سید عالم ﷺ کے بعد چالیس یوم یا ماہ بتائی جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بوقت نکاح نو یا دس سال عمر ہوگی اور ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ بلوغت کی پہلی منزل ہے۔ خود سرور عالم ﷺ کا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر لے جانے کا یہی سن ہے۔

ازالہ وہم: حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا بڑھاپا یعنی پچاس برس بھی مانع نکاح نہیں۔ اس لئے کہ یہ ہمارے زمانہ کے انسانی ضعف وکمزوری کا عیب ونقص ہے۔ ورنہ سرور عالم کے زمانہ اقدس میں اسے نقص وعیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ خود امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر لیجانا۔ ترپن ۵۳ سال کی عمر میں تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنت مصطفی ﷺ پر عمل کیا اور یہ عین ثواب ہے۔ اسے خطا پر محمول کرنا خود خطا کا شکار ہوتا ہے۔

(**فائدہ**) کم عمری کا صرف وہم ہے ورنہ ہم اگلے مضمون میں دکھاتے ہیں کہ بی بی فاطمہ کی پیاری صاحبزادی کب پیدا ہوئیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ کے ساتھ نکاح ہوا یانہ۔

مسئلہ:﴿۱۵۶﴾:

اگر چہ نکاح ام کلثوم صحیح ہے لیکن اس سے دختر ابوبکر مراد ہے چونکہ وہ ربیبہ (پروردہ) جناب علی تھی۔ اسی لئے ان کے نام سے مشہور ہوئی اور اسی کا نکاح حضرت عمر سے ہوا۔

سائل حافظ محمد انور فروکہ سرگودھا

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہی بات عموماً شیعہ کہتے تو ہیں لیکن حوالہ ندارد اور نہ دلیل قوی حالانکہ ہم نے قوی دلائل اور انہی کی کتابوں سے ثابت کیا۔ بلکہ خود امام جعفر رضی اللہ عنہ کا قول کہ ''ان ذالک اول فرج غصبناہ'' ہمارے دعویٰ کی نہایت پختہ دلیل ہے خدانخواستہ اگر حضرت بی بی ام کلثوم حضرت علی کی صاحبزادی نہ تھیں تو پھر افسوس کرنے کا کیا مطلب۔ اور اس کیلئے شیعہ اپنی تاریخ اور اپنی کتابیں کہاں تک چھپائیں گے جنہیں ہم نے صفحہ وار اور مطبع وغیرہ گذشتہ اوراق میں لکھی ہیں۔

جواب ۲ ۔ ہم تاریخی لحاظ سے بھی واضح کرنا چاہتے ہیں اور وہ بھی کتب شیعہ سے تاکہ منصف مزاج کو عذر کی گنجائش نہ ہو ولادت خاتون جنت رضی اللہ عنہا الشافی ترجمہ (اصول کافی ص ۵۶۷) میں ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام بعثت رسول سے پانچ برس بعد (مکہ میں) پیدا ہوئیں اور اٹھارہ سال پچھتر دن کی عمر میں وفات پائی اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پچھتر دن زندہ رہیں۔

ہجرت اور بی بی یعقوب کلینی کی تصدیق کے مطابق فاطمہ الزہرا حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد ڈھائی مہینے زندہ رہیں بوقت ہجرت آپکی عمر شریف آٹھ سال کی تھی۔ ولادت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۵۷۱ امام حسن علیہ السلام ماہ رمضان ۲ھ میں جو سال بدر ہے پیدا ہوئے اور ایک حدیث کے مطابق ۳ھ میں ولادت ہوئی۔ ولادت امام حسین الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۵۷۴ امام حسین علیہ السلام ۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ یاد رہے کہ مدت حمل امام حسین چھ ماہ تھی بحوالہ جلاء العیون و دیگر شیعہ کتب۔ ولادت ام کلثوم بنت فاطمہ زوجہ حضرت عمر فاروق۔ ولادت شریف یقیناً پانچ چھ ہجری کو ہوگی۔ (اب ام کلثوم بنت ابی بکر کی تاریخ پڑھیے)

ام کلثوم بنت ابی بکر امها حبیبة بنت خارجه ووضعتها بعد موت ابی بکر۔ (اصابہ ص ۴۶۹ جلد ۴ باب حرف الکاف) ترجمہ ام کلثوم بنت ابی بکر کی ماں حبیبہ بنت خارجہ تھیں اور یہ ام

کلثوم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد تولد ہوئیں تھیں
بہر حال یہ شیعوں کی طفل تسلیاں ہیں تحقیق وہی ہے جو فقیر نے عرض کر دی ہے

کتبه والله تعالی اعلم بالصواب

کتبه محمد فیض احمد اویسی رضوی ۲۳ محرم ۱۴۱۰ھ

نوٹ:۔ یہ مستقل رسالہ ہے۔ اسے علیحدہ بھی شائع کیا جا سکتا ہے بنام مقطف الثمر فی نکاح ام کلثوم بعمر عرف ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے۔

مسئلہ: ﴿۱۵۷﴾:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لعنت کے روادار ہیں کیا یہ صحیح ہے وجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ کے ساتھ جنگ لڑی اسکا صحیح جواب لکھئے۔

سائل ناصر حسین کراچی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت علامہ تفتازانی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ لا یجوز اللعن علی المعاویة لان علیا صالح معه وفیه ان الحسن بن علی صالح معه ولو کان مستحقا للعن لکان لا یجوز معه شرح عقائد ص ۱۱۶ یعنی حضرت معاویہ پر لعن جائز نہیں کیونکہ حضرت علی نے ان سے صلح کر لی تھی اور اسی حاشیہ میں ہے کہ حضرت حسن نے بھی آپ سے مصالحت فرمائی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہ لعن کے مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی اور فرمایا وفی الانوار لا یجوز الطعن فی المعاویة لانه من کبار الصحابه حضرت امیر معاویہ کے بارے میں طعن جائز نہیں کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں واما معاویة فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباء (نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۲ و تتمہ مظاہر حق ج ۴ ص ۸۲) یعنی حضرت امیر معاویہ فضلاء عادلین اور صحابہ اخیار میں سے ہیں اور تاریخ الخلفاء میں چند واقعات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اس لئے مجال دم زدنی نہیں بہر کیف اگر ذاتی عداوت ان باہمی لڑائیوں کا سبب ہوتی تو صلح مشکل ہوتی۔ اس

کے علاوہ بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت حسن کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا۔ (بیان الامراء ص ۲۹۵) کیا کوئی خلیفہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے۔ حاشا وکلا انکا آپس میں ذاتی عناد نہیں تھا اس لئے کسی پر بھی لعن جائز نہیں بلکہ اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں۔

واما الحروب التی جرت بین الصحابة فکانت لکل طائفة شبهة اعتقدت تصریب انفسها بسبها وکلهم عدول ومتاولون فی حروبهم وغیرها ولم یخرج شیء من ذالک احدا من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتهاد کمایختلف المجتهدون بعدهم فی مسائل من الدماء وغیرها ولم یلزم من ذالک نقص احد منهم (نووی جلد ۶ ص ۲۷۲ مظاهر حق جلد ۴ ص ۸۲) اور بہر حال وہ لڑائیاں جو مابین صحابہ واقع ہوئیں اپنے حروب وغیرہ میں متاول ہیں اور ان اشیاء میں سے کوئی شے عدالت سے ان کو نہیں نکالتی۔ اسی واسطے کہ صحابہ مجتہد ہیں مسائل میں اختلاف محل اجتہاد میں فرمایا ہے جیسا کہ ائمہ مجتہدین صحابہ کے بعد دعاوغیرہ کے مسائل میں مختلف ہوئے ہیں اور اس اختلاف سے ان میں سے کسی کا نقص نہیں

والله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی ۱۳ رجب ۱۴۰۱ھ

اولیاء کے متعلق

مسئلہ: ﴿۱۵۸﴾:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں باب رحمکم اللہ تعالی کہ مصیبت کے وقت اولیاء اللہ وصلحاء وشہداء کو لفظ یا کے ساتھ پکارنا اور ان سے مدد مانگنا کیسا ہے اور کیا یہ ذکر کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں ؟ حکم ہو تحریر فرمائیں بعض شخص اس فعل کو شرک بتلا کر مرتکب گناہ قرار دیتے ہیں۔

(**سائل** محمد نوید لاہور)

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

خداوند کریم جس نے اپنے حبیب کریم ﷺ پر قرآن پاک نازل فرمایا اور سورۃ بقرۃ میں ارشاد فرمایا

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

(پارہ ۲ آیت ۱۵۴ سورۃ بقرہ)

یعنی جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں ان کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں جانتے تفسیر قادری میں ہے کہ تم نہیں جانتے ہو اس زندگی کی کیفیت اس واسطے کہ اس زندگی کی کیفیت دریافت کرنا نہیں سورۃ نساء میں ہے۔

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما اتهم الله من فضله الخ

(پارہ ۴ آیت ۱۶۹ سورۃ آل عمران)

اس آیت شریف سے فائدہ ہوگیا کہ شہداء قبروں میں زندہ ہیں وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ ان کو مردہ بتلانے والا خود مردہ ہے اور تفسیر حسینی میں بل احیاء عند ربهم کے معنے یوں بیان ہیں بلکہ ایشان زندگانند نزدیک پروردگار خاک ایشان رانخورد یہ زندہ ہیں مردہ نہیں ان کو خاک قبر نہیں کھاتی یہ لوگ جہاں چاہتے سیر کرتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے

(صفحہ ۱۵۴ مشکوۃ شریف)

عن عائشه رضی الله عنها قالت کنت ادخل بیتی الذی فیه رسول الله ﷺ وانی واضع ثوبی واقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر رضی الله عنه معهم فوالله مادخلته الا انا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر رواه احمد ۔ اور یہ روایت مشکوۃ شریف زیارت القبور میں بھی ہے یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس مقام مقدس میں حضور اکرم ﷺ دفن ہیں میں اکثر اس جگہ بے ردا یعنی بلا چادر جایا کرتی تھی چونکہ وہ میرا ہی مکان ہے اور ایک طرف میرے شوہر سرور دو عالم شفیع محشر محبوب رب اکبر محمد رسول اللہ ﷺ دفن ہیں اور ایک طرف میرے والد خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دفن ہیں لیکن جب سے خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے ہیں میں

اس دن سے کبھی بلا چادر کے نہیں جاتی ہوں اب مجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شرم وحیا آتی ہے اب منکرین سے اس روایت کا مطلب دریافت کرو کہ اس کا اور کیا مطلب ہے لعنت ایسے منکرین پر جو روایت اولیاء اللہ کو مردہ سمجھیں اور عاقبت اپنی خراب کریں۔

شعر چوں خدا خواھد کہ پردہ کس درد اسیلش اندر طعنہ پاکاں برد

دیکھو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے صاف ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں اور خود عائشہ رضی اللہ عنہا ردا مبارک یعنی چادر مبارک اوڑھ کر جاتی تھیں چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں آرام فرما رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ وان اراد عونا فلیقل یا عباداللہ اعینونی یا عباداللہ اعینونی یا عباداللہ۔ صفحہ ۹۷ حصن حصین المنزل الرابع لیوم الاحد

یہ روایت کی ہے طبری نے اور حصن حصین میں بھی ہے پس اس عبارت مذکورہ سے لفظ یا کے ساتھ وقت مصیبت کے پکارنا اور مدد چاہنا ثابت ہے اور اعینونی یا عباداللہ تین مرتبہ فرمایا اور پکارنے والوں کو ہدایت فرمائی کہ یوں پکارو کہ اے اللہ کے نیک بندو مدد کرو اے کاملین اے صالحین مدد فرماؤ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ وہ تمہاری مدد کرتے ہیں اور تمہاری فریاد سنتے ہیں اور مدد کو پہونچتے ہیں مصیبتیں دور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا اختیار دیا ہے دیکھو تذکرۃ الموتے والقبور میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ارواح اولیاء کرام کی نسبت لکھتے ہیں۔ ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ھر جا کہ میخواھند میروند دوستان ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگار می فرمایند ودشمنان را ھلاک می سازند یعنی اولیاء کاملین کی ارواح زمین وآسمان اور جس جگہ وہ چاہتے جاتے اور دوستوں اور مریدوں کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں بہجۃ الاسرار میں حضرت پیران پیر غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

من استعان بی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی

الی اللہ عزوجل فی حاجتہ قضیت لہ۔

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ سے استغاثہ کسی بھی تنگی ومشکل میں کرے اور مجھ کو میرا نام لے کر ندا کرے تو میں اس استغاثہ کرنے والے اور ندا کرنے والے سے مشکل اور تنگی کو دور کروں گا اور جو شخص مجھ کو وسیلہ ٹھہراوے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حاجت میں تو میں اس کی حاجت پوری کروں گا اور یہ پوری عبارت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نزہۃ الخاطر میں ترجمۃ السید الشریف عبدالقادر مطبوعہ استنبول کی صفحہ ۶۱ میں لائے ہیں اور کتاب عمدۃ النکات فی اقوال اثقات میں بھی موجود ہے عین العلم میں شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

اذاتحیر تم فی الامور فاستعینونی یا اھل القبور۔

یعنی جب تم کسی مطلب کے لئے حیران ہو جاؤ اور مصیبت میں پڑ جاؤ تو تم اہل قبور سے مدد مانگو حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یستمد بہ فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ زندگی میں جس سے مدد مانگ سکتے ہو یعنی وہ جس طرح حیات میں فیض پہنچاتے ہیں اسی طرح بعد وفات بھی معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں عین العلم میں ہے۔

وملاقات الکبراء من المشائخ والعلماء وللاستفادۃ وزیارت قبور ھم ای الکبراء والصلحاء فانھم بمنزلۃ الشھداء لا یموتون ولکن ینقلبون من دار البقاء

ملاقات کرنا بزرگان دین ومشائخ کبار کا یا ان کی قبروں کی زیارت کرنا گویا ایسا ہے کہ ان کی حیات میں ملاقات کی چونکہ اولیاء اللہ شہیدوں کی مانند زندہ ہیں بلکہ اس دنیا سے اس دنیا کی طرف منتقل ہوتے ہیں یہ بھی علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں بروایت بیہقی فاطمہ خزاعہ سے نقل کرتے ہیں۔

وقفنا علی قبرہ فقلنا السلام علیک یا عم رسول اللہ ﷺ سمعنا کلا ما رد علینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وما قربنا احد من الناس۔

یعنی جب ہم امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پر ٹھہرے اور ہم نے عرض کی اے رسول اللہ ﷺ کے چچا آپ پر سلام تو ہم نے جواب میں وعلیکم السلام سنا اس وقت ہمارے پاس کوئی آدمی نہ تھا اور یہ جواب ہمیں قبر شریف سے ملا اب منکرین اور وہابیہ سے دریافت کرو اگر ولی اللہ قبر میں زندہ نہ ہوتے تو یہ جواب ہمیں کون

دیتا اور کتاب حصن حصین میں ہے

واذا انفلتت دابۃ فلینادا عینونی یا عباداللہ رحمکم اللہ۔

یعنی جب کسی کا جانور بھاگ جائے تو چاہیے کہ پکارے اور کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور نقل کی یہ بزاز نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور ابن ابی شیبہ نے اس کے ساتھ لفظ رحمکم اللہ کا اضافہ کیا ہے اور ابن مسعود نے حضور سرور عالم ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب کسی شخص کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو چاہیے کہ یہ کہے۔ یا عباداللہ احبسوا یا عباداللہ احبسوا۔

حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ کتاب الاذکار میں اپنے ایک شیخ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ ان کا ایک خچر بھاگ گیا انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے بندو اس کو روکو اے اللہ کے بندو اس کو روکو تو اللہ تعالیٰ نے اس خچر کو اسی وقت روک دیا اور حضرت امام نووی خود اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ ہمارا ایک چوپایہ بھاگ گیا ہم سب اس کے پکڑنے سے عاجز ہو گئے تو میں نے بھی کہا یا عباداللہ احبسوا یا عباداللہ احبسوا تو وہ چوپایہ اسی وقت کھڑا ہو گیا آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انہ انفلتت لہ دابۃ اظنھا بغلۃ وکان یعرف ھذا الحدیث فقالہ فحبسھا اللہ علیھم فی الحال وکنت انا مرۃ مع جماعۃ فانفلتت منھا بھیمۃ وعجزوا عنھا فقلتہ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی ھذا الکلام

جائے غور ہے کہ حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ بھی غیر اللہ سے استمداد جائز بتلا رہے ہیں اور خود بھی یا عباداللہ احبسوا یا عباداللہ احبسوا فرما رہے ہیں جس سے نتیجہ نکلا چوپایہ کھڑا ہو گیا اور آپ فرماتے ہیں کہ سوائے اس کلام کے اور کوئی سبب اس کے ٹھہرنے کا نہ تھا اے وہابیو عبارت پر غور کرو اور شرماؤ اور اولیاء کاملین سے مدد مانگنے کو اپنا طریقہ بناؤ امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان شریعت میں اس طرح فرماتے ہیں۔

جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظہ فی شدائد ھم فی الدنیا والآخرۃ ویوم القیمۃ

تمام ائمہ مجتہدین اپنے مقلدین کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا وبرزخ وقیامت کی سختیوں پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ پل صراط سے پار ہو جائیں۔ حضرت قبلہ سیدی محمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مرض موت میں فرماتے

ہیں۔

من کان لہ حاجۃ فلیات الی قبری ویطلب حاجتہ اقضیھا۔

جب کسی شخص کو کوئی حاجت پیش آوے تو وہ میری قبر شریف پر آ کر طلب کرے میں اس کی حاجت کو پوری کروں گا سیدی محمد ابن احمد فرغلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

انا من المتصرفین فی قبورھم فمن کانت لہ حاجۃ فلیات الی قبالۃ وجھی ویذکر ھالی اقضیھا لہ۔ قربان جائیے ایسے بزرگان دین پر جو خود اپنی زبان مبارک سے فرمائیں اور مدد چاہنے والوں کی مدد کریں ترجمہ عبارت کا یہ ہے کہ میں ان میں سے یعنی اولیاء کاملین میں سے ہوں جو اپنی قبروں میں تصرف فرماتے ہیں جب کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو وہ میرے سامنے عاجز ہو کر اپنی حاجت بیان کرے میں اس کی فریاد سنوں گا اور اس کی حاجت پوری کروں گا حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا وتنجحوا۔

کہ تم لوگ میرے رحم دل بزرگان دین یعنی اولیاء کاملین سے اپنی مرادیں مانگو اپنی حاجتیں طلب کرو تو رزق پاؤ گے رزق سے مراد ہے یعنی مراد کو پہنچو گے۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اولیاء کاملین کے حال بعد وصال میں فرماتے ہیں

دریں حالت تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بنسبت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد وآدمیاں تحصیل مطلب کمالات باطن از آنہا می نمایند وارباب حاجات در مطالب حل مشکلات خود در آنہا می طلبند ومی یابند (ترجمہ) اس حالت یعنی حال بعد وصال میں ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تصرف دیا ہے اور اولیاء اللہ کا استغراق بسبب اس کے کہ ان کے مدارج حد درجہ وسیع ہوتے ہیں اس سمت یعنی دنیا کی طرف متوجہ ہونے کو مانع نہیں ہوتا ہے اور آدمی اپنی طلبوں کا حصول ان کے باطنی کمالات سے کیا کرتے ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کے حل کے لئے ان کے ذریعے طلب کرتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں خزینۃ

الروایات میں ہے۔

کل من بمشاهدة فی حال حیاته یتبرک بزیارته بعد وفاته. یعنی زندگی کی حالت میں جن بزرگان دین کا دیکھنا موجب خیر و برکت کا ہو بعد وفات اس کی قبر کی زیارت کریں اور خیر و برکت مانگیں خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ اولیاء کاملین ہماری فریاد سنتے ہیں اور ہماری مصیبتوں کو دور کرتے ہیں اور لفظ یا کے ساتھ ندا کرنا یہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے اس میں کچھ شبہ و شک نہیں اور عبارات بالا مذکورہ سے بھی صاف ظاہر ہے البتہ منکرین اور وہابیہ اس کے خلاف ہیں اور شرک بتلاتے ہیں حقیقت میں یہ لوگ علم دین سے بے بہرہ ہیں اور جہالت سے کام لیتے ہیں عامل بالحدیث ہونے کا دعوی ہے مگر حدیث پر عمل نہیں خود جہالت کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں یہ لوگ اولیاء اکرام کے دشمن ہیں ان سے سلام وکلام نہ کریں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳۹۴ھ

مسئلہ: ﴿۱۵۸﴾:

کیا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاءللہ کا ورد جائز ہے۔

سائل عبدالسلام ڈالمیاں کراچی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

ہاں بلاشک جائز ہے چنانچہ حضرت علامہ خیر الدین رملی استاد مصنف درمختار نے اپنے فتاوی خیریہ میں لکھا ہے کہ مسائل فی دمشق عن الشیخ عادی فیما اعتاده السادة الصوفیة من حلق الذکر والجهریة الماجد من الجماعة ورثوا ذلک من آبائهم واجدادهم والصادرة من ذوی المعارف الالهیة کانها دریة والسعدیة یقولون یا شیخ عبد القادر یا شیخ احمد الرفاعی شیئا اور ونحو ذلک ویحصل لهم فی اثناء الذکر وجد عظیم واجاب بعد ما ذکر ان حقیقة ما علیه الصوفیة لا ینکر الا کل نفس جاهلة غهیة الخ.

دمشق میں شیخ عمادی سے کہ سادات صوفیہ کی عادت ہے کہ وہ مساجد میں حلقہ ذکر بالجہر کرتے ہیں اور وہ ایسے

ہی آباؤ اجداد سے کرتے چلے آئے ہیں اور وہ عارفین کاملین تھے اور سلسلہ قادری وسعدیہ کے حضرات ایسے ہی کرتے اور ساتھ یا شیخ عبدالقادر الجیلانی یا شیخ احمد الرفاعی شیاللہ وغیرہ وغیرہ اور ذکر کے اثنا میں بہت بڑا وجد کرتے ہیں آپ نے جواباً فرمایا کہ صوفیاء اکرام کا انکار کرنا جاہل اور نجس کا کام ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ یکم جنوری ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: ﴿۱۵۹﴾:

کیا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے شب معراج حضور سرور عالم ﷺ کو کاندھے پر بٹھایا اور حضور ﷺ نے فرمایا میرا قدم تجھ پر اور تیرا تمام اولیاء کرام پر کیا یہ حدیث ہے بعض حضرات اس حدیث کے منکر ہیں اور نہ ہی اسکے قائل ہیں کہ قدم غوث مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما پر ہو۔

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

جو حدیث حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کی جاتی ہے وہ کشف ہے اصطلاحاً اسے حدیث نہیں کہا جاتا اگرچہ اس کشف کی تائید اشارۃ حدیث معراج سے ہوتی ہے لیکن وہ بھی خبر واحد ہے اپنے کشفیات وخبر واحد سے عقائد ثابت نہیں ہوتے ہاں البتہ فضائل ثابت ہوتے ہیں اور حضور غوث اعظم کی فضیلت کا کوئی منکر نہیں۔

(۲) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک اولیاء حاضرین متقدمین ومتاخرین سب پر ہے حاضرین پر ظاہرا اور متقدمین ومتاخرین پر باطنا اور روحانی طور لیکن متقدمین سے مراد صحابہ کرام واہلبیت عظام کو مستثنی کرینگے ایسے ہی متاخرین سے امام مہدی کو مستثنی کیا جائیگا یونہی تابعین میں سے بعض حضرات تفصیلاً فقیر کی تصنیف قدم الغوث الجلی علی رقبۃ کل الولی میں ہے۔

(۳) حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بھی ان قدمی کے حکم میں داخل ہیں آپکے مکتوب جلد اول کی عبارت سے جسمانی قدم کی نفی مراد ہے اور قدم سے بزرگی اور غلبہ سلسلہ بھی مراد لیا گیا ہے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بھی منکر نہیں جیسا کہ مکتوبات غوث اعظم ------

(۴) بعض فضائل وکمالات مخصوصہ حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو اگر نصیب ہوئے تو وہ بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے صدقے میں ہے مکتوبات شاہ علی مجددی (مطبوعہ استنبول) اس کی تفصیل فقیر نے ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں تصریحات سیدنا مجدد الف ثانی اور آپکے خلفاء رحمھم اللہ کو موقف کی تائیدات درج کیگئی ہیں اس کا نام ہے فیوض محبوب سبحانی علی الشیخ مجدد الف ثانی۔

بدمذہب لکھتے ہیں یہ سوال وہابیوں نے کتاب غنیۃ الطالبین کی ایک عبارت سے بھی نکالا ہے اور محققین کے نزدیک یہ کتاب غوث پاک کی تصنیف نہیں۔ دیکھئے فقیر کی تصنیف بدۃ السالکین۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ پیران پیر بیشک تصوف علم اور راہ سلوک کے حاوی تھے ذکر وفکر مراقبہ وراہ کے اسرار ونکات میں راہ سلوک کی باریکیوں میں انکا قول لائق حجت ہے لیکن علم ظاہری دقائق وحقائق میں ناقل اخبار کے جرح وتعدیل میں اس کے اقوال معتبر ہونگے جو اس فن کے ماہر وامام مانے جاتے ہیں مثل مشہور ہے لکل فن رجال یہی سبب ہے غنیۃ میں فرقہ اشعریہ کو جو ابوالحسن اشعری کیطرف منسوب ہے معتزلہ میں اہلسنت انہی کی پیروی کرتے ہیں اتحاف النبلا میں اون کے فضائل دیکھو باوجود اس کے فرقہ اشعریہ کو معتزلہ میں شمار کرنا کیسی فاحش غلطی ہے۔

(۳) حضرت پیران پیر نے مسائل اختلافی میں ان ائمہ کا ذکر کیا ہے امام صاحب کا بھی ذکر فرمایا ہے وقال الامام ابوحنیفہ الاستاد افضل اگر امام صاحب مرجیہ سمجھتے تو لفظ امام نہ کہتے کیونکہ فرقہ مرجیہ فرقہ ضالہ اور امام کا لفظ پیشوائے دین پر بولا جاتا ہے۔

(۴) ارجاء کی دو قسم ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھا ہے کہ ارجاء کی دو قسم ہیں ایک ارجاء سنی کہ قائل اوس کا اہلسنۃ ہے وہ ایمان واعمال کو علیحدہ کہتا ہے اور ایک ارجاء ہے جس کا قائل اہل سنت سے خارج ہے وہ کہتا ہے تصدیق واقرار کے بعد کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا پس اگر امام صاحب کو مرجیہ لکھا ہے تو باعتبار اس قسم کے ہے چنانچہ علامہ شہرستانی لکھتے ہیں ولعمری ان یقال لابی حنیفه واصحابه مرجیة السنة ملل والنحل جلد صفحہ ۱۸۹۔

چنانچہ امام صاحب خود فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

لا نقول ان حسناتنا مقبولة وسیئاتنا مغفورة کقول المرجیة ولکن نقول من عمل

حسنة بجمیع شرائطها خالیة عن العیوب السیئة حتی خرج من الدنیا مومنا فان اللہ تعالی لا یضعها بل یقبلها منه و علیها.

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں خواہ مخواہ مقبول ہیں اور ہمارے گناہ ضرور معاف ہیں جیسا مرجیہ کہتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ جو نیک کام کریگا تمام شرائط کی ادائیگی کے ساتھ درحالیکہ وہ نیکی عیوب مفسدہ سے پاک ہو اور اس نے کفر وارتداد اور اخلاق سیئہ سے باطل نہ کر دیا ہو حتی کہ دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوا ہو تو اللہ تعالی اس کی نیکی کو ضائع نہ کریگا بلکہ اسے قبول کریگا اور جزا دیگا اسکو فقہ اکبر صفحہ ۲۸۔۳۰

علاوہ بریں مرجیہ کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ بعد ایمان کے مومن کو کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا مگر امام صاحب اس کے خلاف ہیں چنانچہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

لا نقول الا المومن لا یضره الذنوب.

یعنی ہم یہی کہتے ہیں کہ مومن کو گناہ ضرر نہیں کرتا۔

(۵) غنیۃ الطالبین میں اصحاب ابی حنیفہ ہے خود ابو حنیفہ نہیں بعض اصحاب ابی حنیفہ اگر مرجیہ تھے تو اسمیں امام صاحب کا کیا قصور ہے اس لئے اصحاب بمعنی دوست نہیں بلکہ امام صاحب کیطرف منسوب ہونے والے اس معنی پر اگر بعض بدمذہب آپکی طرف منسوب تھے تو وہ انکی اپنی غلطی ہے مثلا بعض معتزلہ خود کو حنفی کہلاتے جیسے زمخشری وغیرہ اور اسکی مثال آج ہمارے دور میں بھی ہے مثلا دیوبندی گروہ خود حنفیت کے علماء سمجھتے ہیں حالانکہ یہ پکے وہابی ہیں جسکی تفصیل فقیر کے رسالہ دیوبندی وہابی ہیں میں لکھدی ہے اس لئے امام صاحب کی طرف بعض منسوب لوگ اگر مرجیہ بدمذہب تھے تو اس سے امام صاحب کی بدمذہبیت نہیں ثابت ہو سکتی اسکی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ کیا غوث اعظم وہابی تھے میں پڑھئے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ رجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: ﴿۱۶۰﴾:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ مشہور ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے اسکا ثبوت اسلاف سے ملتا ہے یا نہ۔

سائل مظہر عباس سرگودھا

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہاں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد قدمی علی رقبات کل الاولیا مبنی برصدق اور یقیناً حق ہے فقیر نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے تحقیق الاکابر بعض معاصرین نے انکار کیا اور چند شبہات پیدا کئے انکے جوابات بھی عرض کر دیئے اور اسلاف صالحین میں کوئی بھی اس کا منکر نہیں اور مولفین نے اپنی تصنیفات میں تصریح فرمائی جسکی تفصیل فقیر نے کتاب مذکور میں لکھی ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی تفصیل سے دیئے ہیں

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ذیقعد ۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم - واجب الاحترام واکرام صاحب الحدیث والتفسیر حضرت العلامہ مفتی مولانا اویسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ۔

مسئلہ: ﴿۱۶۱﴾

بہت سے مسائل ہیں جو بندہ نے جناب والا شان سے حل کرانے ہیں مگر ضعیف العمری اور مثانہ کا آپریشن سفر کرنے سے مانع ہے اب فقیر چاہتا ہے کہ بذریعہ تحریر استفادہ کیا جاسکے جناب کی کئی مطبوعات فقیر کے پاس ہیں جو نہایت ہی مدلل ہیں البتہ مندرجہ ذیل مسئلہ جو کہ پیدا ہوا ہے کہیں سے دستیاب نہیں ہوا ایک مولوی نے بیعت پر اعتراض کیا ہے کہ میں جب حنفی المسلک ہوں قادری کیوں کہلاتا ہوں جبکہ حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی حنبلی تھے حنفی فرد کیوں حنبلی شیخ کی اتباع کرے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب حضور غوث صمدانی شہباز لامکانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی حنبلی تھے تو وہ شافعی مسلک پر فتاوی کیوں دیتے تھے؟ نیز انہوں نے حنفی مسلک پر کیوں کوئی فتوی نہیں دیا؟ دریں بارہ

فقیر کی رہنمائی فرمائیں کہ حضور جب شافعی فتاوی اکثر بیشتر دیتے تھے تو حنفی فتاوی دینے میں کیا مانع تھا دلائل سے رقم فرمائیں ممنون و احسان مند فرمائیں اور خاک پائے غوث اعظم بردہ اب عبدالنبی النور عبدالکریم معذور حنفی قادری عفاء الہ عنہ وا ڈ نمبر ا محلہ اسلام آباد کہروڑ پکا تحصیل لودھراں ضلع ملتان۔ المرقوم ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ۔

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

آپ کا مختصر جواب لکھ رہا ہوں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو مستقل اجتہاد کی استعداد حاصل تھی لیکن آپ نے اجماع امت کی لاج رکھتے ہوئے تقلید کو اپنایا تا کہ شیرازہ امت نہ بکھرے اور امام احمد حنبل کی تقلید کی صرف اس لئے کہ امام احمد حنبل نے استدعا کی کہ میرے مقلدین میں کمی ہے آپ کی وجہ سے میرا جرم رہ جائیگا (تفریح الخاطر) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کے مطابق فتوی صادر کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ گردو نواح کے لوگ شوافع تھے آپ امام احمد حنبل کی فقہ کے مطابق فتوی نہ دیتے تا کہ عوام میں انتشار نہ پھیلے ہم غوث اعظم کے نیاز مند ہو کر حنفی ہیں تو اسکے وجوہ ظاہر ہیں کہ ہم غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر ہیں کہ یہ مسائل فقہ کی تقلید ہے اگر وہ خود اجتہاد کر کے مستقل فقہ کی بنیاد رکھتے پھر ہم ان کی تقلید کا دم بھرتے تو موزوں تھا لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ چونکہ مجتہدین کے سرتاج ہیں اس لئے ہم ان کی تقلید کو نجات اخروی سمجھتے ہیں۔

واللہ اعلم تعالی با لصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

مسئلہ: ﴿۱۶۲﴾:

کیا رضی اللہ عنہ صحابی سے خاص ہے کسی ولی عالم کے لئے نہیں لکھنا پڑھنا چاہیئے جیسے جل جلالہ اللہ تعالی کے لئے اور صلی اللہ علیہ وسلم نبی علیہ السلام کیلئے وغیرہ وغیرہ ایک دیوبندی مولوی سختی سے روکتا ہے۔

سائل محمد عبداللہ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

رضی اللہ عنہ لکھنا پڑھنا صحابہ سے خاص نہیں فلہذا غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کا لفظ استعمال کرنا

جائز ہے جیسا کہ (در مختار مع شامی جلد ۵ ص ۴۸۰) میں ہے۔

یستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء الکبار و العباد و سائر الاخیار و کذا یجوز عکسه وهو الترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعد هم علی مذهب الراجح یعنی صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ کے لئے رحمۃ اللہ تعالی علیہ مستحب ہے اور اس کا الٹا یعنی صحابہ کے لئے رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور تابعین وغیرہ علماء و مشائخ کے لئے راجح مذہب پر رضی اللہ عنہ بھی جائز ہے اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم ص ۵۰۵) میں تحریر فرماتے ہے ویذکر من سو اهم ای من سوی الانبیاء من الائمة وغیر هم با لغفران والترضی فیقال غفر الله تعالی لهم ورضی عنهم ملخصا۔

یعنی اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ ائمہ وغیرہ علماء مشائخ کو غفران و رضا سے یاد کیا جائے تو غفر اللہ تعالی لھم و رضی اللہ عنھم کہا جائے ثابت ہوا کہ رضی اللہ تعالی عنہ کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ عنہ کہنا جائز نہیں ہم چند شواہد پیش کرتے ہیں

(۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند نے اخبار الاخیار شریف کے ٹائٹل پیج پر سید المحققین اور برگزیدہ جناب باری لکھا ہے انہوں نے اپنی مشہور کتاب اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۳۷ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

فائدہ: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے۔

(۲) ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ایسے تابعی ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے ان کو خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے (شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵/ ۳۶/ ۳۷) اور صفحہ ۴۲ پر کل چھ جگہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے

(۳) انہی حضرت علامہ شامی نے اپنی اسی کتاب اسی جلد (مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵/ ۳۸/ ۴۱

) اور صفحہ ۴۴ پر کل سات جگہ حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور صفحہ ۳۷ پر حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈریں۔ (تفسیر مدارک جلد چہارم مصری ص ۲۷۱) میں ہے (ذلک) ای الرضا لمن خشی ربه اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں رب کی خشیت ہو۔

فائدہ: رب کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے جیسا کہ علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں هذه الایة اذا ضم الیها ایة اخری صار المجموع دلیلا علی فضل العلم والعلماء و ذلک لانه تعالی قال انما یخشی الله من عباده العلماء فدلت هذه الایة علی ان العالم یکون صاحب الخشیة یعنی اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت پر دلیل ہے تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الہی علماء کا خاصہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۰۴ جلد ہشتم) تفسیر روح البیان جلد دہم ص ۴۹۱ میں اس آیت کریمہ ذلک لمن خشی ربه کے تحت ہے ذلک الخشیة التی من خصائص العلماء بشون الله تعالی مناط لجمیع الکمالات العلمیة و لاالعملیة المستتبعة للسعادات الدینیة والدنیویة قال الله تعالی انما یخشی الله من عباده العلماء یعنی خشیت الہی جو خدائے تعالی امور و احوال جاننے والوں کا خاصہ ہے اسی پر تمام کمالات علمیہ و عملیہ کا دارومدار ہے کہ جن سے دینی و دنیاوی سعادتیں حاصل کی جاتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اس کے لئے ہے جسے خشیت الہی ہو اور خشیت الہی خدائے تعالی کے امور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے یعنی جلیل القدر علماء و مشائخ کے لئے نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیت الہی حاصل نہیں ہے اور جب خشیت الہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں حقیت میں عالم نہیں ہیں۔ تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل جلد پنجم ص ۳۰۲ میں ہے قال الشعبی انما العالم من خشی الله عزوجل یعنی امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدائے عزوجل کی خشیت حاصل ہو اور تفسیر خازن کے اسی صفحہ ۳۰۲ پر ہے قال الربیع بن انس من لم یخش الله فلیس بعالم یعنی امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیت الہی حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں۔ ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہ صرف با عمل علماء و مشائخ کے لئے ہے مگر یہ لفظ چونکہ عرف میں بڑا موقر ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ

اسے صحابہ کرام کے لئے خاص سمجھتے ہیں لہذا اسے ہر ایک کے لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء ومشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے جیسا کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: ﴿۱۶۳﴾

بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دروازے کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں اس کے متعلق کچھ فرمادیجئے۔

سائل عبدالرزاق

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانوار ۶۸۸ھ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور امیر خسرو نے تعمیر کروایا تھا وہ اپنے ساتھ دہلی سے ۲۰۰ حفاظ قرآن پاک لے گئے تھے ہر اینٹ پر ایک قرآن شریف پڑھ کر دم کیا گیا تھا اس کے بعد انہی دم شدہ اینٹوں سے مزار کی تعمیر کی گئی فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ تعمیر کے آخری ایام میں خواجہ نظام الدین اولیاء کو رسول مقبول ﷺ خواب میں ملے اور فرمایا نظام الدین تو نے بہت اچھا کیا جو اپنے مرشد کا مزار اتنے ذوق وشوق سے بنوایا اور ایک ایک اینٹ پر ختم قرآن کروایا ہم تجھ سے بہت خوش ہیں جنوبی دروازہ کا نام بہشتی دروازہ رکھنا۔ اعلان کردو کہ جو شخص اس دروازہ میں سے یہ پڑھ کر گزرے گا حق تعالیٰ اسے جنت سے سرفراز فرمائے گا کہ آئندہ سے گناہوں سے توبہ کرے اور پابند صوم وصلوۃ رہے بہشتی دروازہ سے گزرتے وقت تین بار یہ پڑھے اللهم انی اتوب الیک من کل ذنوب باری تعالیٰ میں ہر گناہ سے پکی توبہ کرتا ہوں اگر ان شرائط کے ساتھ اس دروازہ سے گزرے گا تو حق تعالیٰ جنت سے سرفراز فرمائیگا یہ تھا اس دروازے کا تاریخی پس منظر حضرت امیر خسرو نے خود نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہما سے جو ملفوظات قلمبند کئے ان میں یہی لکھا ہے اب ہوتا یہ ہے کہ اہل علم دانش تو اس دروازہ میں سے اوپر کی دعا اور توبہ کا وعدہ پڑھتے ہوئے گزر جاتے ہیں مگر بے عمل وغیر تعلیم یافتہ افراد ویسے ہی گزر جاتے ہیں گذشتہ سات سو سال سے اس دروازہ میں سے ایک عورت بھی نہیں گذری خواجہ نظام الدین

اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی کہ اس میں سے صرف مرد گزرا کریں اور وہ بھی یہ دعائیں پڑھ کر گزریں۔ اب اس اقدام کی تمام ذمہ داری محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی ہے جنہوں نے چشتی مسلک کے صوفیاء کو یہ احکام دیئے اگر کوئی شخص ان شرائط کیساتھ اس دروازے میں سے گزرے تو شرعاً اس میں کسی قسم کا اعتراض یا گناہ نہیں ہے ماضی میں مندرجہ ذیل خاصان خدا اس دروازے میں سے کئی بار گزرے ہیں خواجہ نظام الدین اولیاء، امیر خسرو، خواجہ شمس تبریز ترک، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی، سید محمد گیسو دراز، سید جلال الدین بخاری عرف مخدوم جہانیاں جہاں گشت، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ مزید تشریح وتحقیق کے لئے فقیر کی تصنیف بابا فرید گنج شکر کا بہشتی دروازہ پڑھئے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۱۶۴﴾

کیا خضر علیہ السلام تاحال زندہ ہیں بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں؟

سائل محمد عمر

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں زندہ ہیں خدمت بحر انہیں سے متعلق ہے اور حضور اقدس ﷺ سے ان کی ملاقات سے بھی ثابت ہے اور کسی نبی کی حضور اقدس ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی سب انبیاء ومرسلین نے تو حضور ﷺ کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی ہے۔ علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام۔

فائدہ: چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو وعدہ الٰہی ابھی آیا نہیں (اور ایک آن کے لئے بھی موت ان پر طاری نہیں ہوئی) دو آسمان پر سیدنا ادریس وسیدنا عیسیٰ علیہما الصلوۃ والسلام اور دو زمین پر سیدنا الیاس وسیدنا خضر علیہما الصلوۃ والسلام سیدنا الیاس علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام ہر سال حج میں جمع ہوتے ہیں حج کرتے ہیں اور ختم حج پر زمزم شریف کا پانی پیتے ہیں جو سال بھر کے کھانے پینے سے ان کو کفایت کرتا ہے (الملفوظ سیدنا اعلحضرت علیہ الرحمۃ ودیگر کتب)

مشکوۃ شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کے وصال شریف پر گھر کے ایک گوشہ سے ایک آواز سنائی دی جس میں سلام کے بعد حضور ﷺ کے وصال شریف پر اہل بیت سے تعزیت کی گئی تھی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا جانتے ہو یہ کون ہیں هذا اخوا لخضر علیہ السلام تفصیل فقیر کی تصنیف خضر علیہ السلام کی حیات۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شعبان ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: ﴿۱۶۵﴾

ولی اللہ کعبہ سے بھی افضل ہے کیا یہ صحیح ہے

سائل محمد مسعود طاہر دیپالپور

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہاں فقیر کی اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف ہے (القول الحسن) احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن سے بڑھ کر اور کوئی شے مکرم نہیں (طبرانی مجمع الزوائد جلد صفحہ ۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو اس کی طرف چہرہ انور کر کے فرمایا کہ اے مکہ تو محترم ہے اور تیری حرمت کس قدر بلند ہے اور تیری خوشبو کس قدر پاکیزہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھ سے زیادہ محترم مومن ہے (طبرانی مجمع الزوائد جلد صفحہ ۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی کہ اے اللہ تو نے اولاد آدم کو دنیا بخشی ہے وہ اس میں کھاتے پیتے ہیں اور نہ ہم دنیا میں اس طرح کھیلتے ہیں جس طرح وہ کھیلتے ہیں لہذا آپ آخرت کو ہمارے لئے مختص فرمادیجئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے ان کے صالحین کو ان کی طرح نہیں کروں گا جنہیں میں نے کہا کن تم ہو جاؤ تو وہ ہو گئے یعنی فرشتے۔ (طبرانی مجمع الزوائد جلد ص ۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بنی آدم سے بڑھ کر کوئی مکرم نہ ہوگا۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ملائکہ بھی نہیں

آپ نے فرمایا ملائکہ بھی نہیں۔ ملائکہ تو شمس وقمر کی طرح مجبور ہیں۔

(طبرانی مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا مومن بندہ میرے نزدیک بعض فرشتوں سے بھی محبوب ہے۔ (طبرانی مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۲) اور یہ روایت ابن ماجہ میں بھی ہیں جس کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض فرشتوں سے بھی زیادہ مکرم ومحترم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندے کی موت پر زیادہ بخیل ہیں تم میں سے کسی ایک کے اپنے پسندیدہ مال کی نسبت حتی کہ اس کی روح اس کے بستر پر قبض کرتا ہیں۔ (بزار مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مومن کی ہوا سے بہتر کوئی ہوا نہیں اس کی ہوا آفاق میں پائی جاتی ہے اور اس کی ہوا اس کا عمل ہے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۱۶۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (ترمذی مقاصد الحسنہ ص ۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے کعبہ تیری خوشبو کس قدر پاکیزہ ہے اور اے حجر اسود تیرا کس قدر عظیم حق ہے اللہ کی قسم ایک مسلمان کا حق تم دونوں سے زیادہ ہے۔

(کنز العمال ج ۱ ص ۱۶۴)

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ جنوری ۱۹۷۴ء

مسئلہ: ﴿۱۶۶﴾

سماع جو آجکل سلسلہ چشتیہ میں مروج ہے جائز ہے یا نہیں؟

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

فقیر چونکہ سلسلہ قادریہ سے منسلک ہے اس لئے موجودہ مشائخ اور گدی نشین حضرات کی محافل سماع میں

شامل نہیں ہوتا شرعاً اہلیت وصلاحیت پر جواز کا فتوی ہے مندرجہ ذیل اوصاف کے حامل کیلئے جائز ہے ورنہ ناجائز۔

(۱) بعض فقہاء نے بعض صالحین سے کہا کیا تم جھانجو کو نہیں سنتے ہو جو کہ دف میں ہے انہوں نے کہا کہ میں ان کو نہیں سنتا میں تو ان کو اللہ اللہ کہتے ہوئے سنتا ہوں۔

(۲) روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی فرمایا تم جانتے ہو کہ یہ کیا کہتا ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا وہ کہتا ہے حقاً حقاً ان المولی صمد یبقی۔

(۳) جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیا فرماتے ہیں ان سماعوں میں جن میں ہم رات کو حاضر نہ ہوں۔ لیکن تم قرآن سے شروع کرو اور قرآن کے ساتھ ختم کرو۔

(۴) امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو کچھ باب سماع میں شیوخ سے ذکر کیا گیا اس کے ساتھ کوئی جاہل دھوکا نہ کھا بیٹھے اور یہ سمجھ لے کہ سماع ہر ایک کے لئے جائز ہے ہیہات وہ تو انہیں لوگوں کے لئے جائز ہے جن کو حاوی شوق حضرت قدسیہ میں مواطن قرب کھینچے لئے جاتا ہے جو لوگ ہوائے نفس وصفات دنیا سے خالی اور احوال سنیہ کے ساتھ متصف ہیں۔

(۵) شیخ عارف ابوعثمان حیری رضی اللہ عنہ نے باب سماع میں کیا خوب فرمایا ہے کہ سماع تین طرح ہوتا ہے [۱] مبتدی مریدوں کے لئے یہ لوگوں سے احوال شریفہ طلب کرتے ہیں ان پر فتنہ و ریا کا خوف ہے۔ [۲] صادق مردوں کے لئے یہ لوگ سماع سے اپنے احوال میں زیادتی چاہتے ہیں (۳) عرفاء اہل استقامت کے لئے ان پر جو حرکت وسکون وارد ہوتا ہے۔ یہ نفوس کے لئے کسی شی کو اختیار نہیں کرتے بلکہ جو کچھ اللہ نے ان کے لئے پسند کیا وہی انہیں مرغوب ہے اور بس۔

ایسے لوگ آج میرے خیال میں کالعنقاء ہیں ہم نے بچپن میں حضرت مولانا فیض محمد شاہجمالی اور حضرت مولانا محمد یار گڑھی اختیار کان قدس سرہما کے متعلق مذکورہ طریقہ کا سماع اور پھر ان کا وجد وحال کا تذکرہ سنا لیکن ہمیں اشخاص سے بحث نہیں مسئلہ سے ہے سو اگر کوئی واقعی صاحب وجد وحال ہے تو اسکے لئے روا ہے اور جو رواجی اور قال کا بندہ ہے اس کے لئے ناروا ہے اس لئے مقولہ مشہور ہے یجوز لاہلہ ولا یجوز لغیر اہلہ

لئے محدث اعظم علامہ سردار احمد لائلپوری قدس سرہ فرمایا کرتے نہ اینگا می کنم نہ انکاری کنم فقیر انہی کے قول مبارک کا پابند ہے الحمد للہ علی ذلک۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ رجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: ﴿۱۶۷﴾:

کیا شرعاً وطریقۃً نابالغ لڑکے کی بیعت لینا جائز ہے اگر وہ بیعت کا خواہاں ہو تو کیا کیا جائے؟

سائل احمد حیات سرگودھا

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت شاہ ولی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں کہ فاعلم انہ یجب ان یکون المبایع بالغا عاقلا راغبا و قد جاء فی الحدیث انہ عرض علی النبی ﷺ صبی لیبایعہ علی راسہ دعا لہ بالبرکۃ و لم یبایع یعنی واجب ہے کہ یہ بیعت کرنے والا جوان ہوشیار رغبت والا ہو اور مقرر حدیث میں آیا ہے کہ نبی کے سامنے ایک لڑکا پیش عرض کیا گیا تھا آپ سے بیعت کی تو حضرت نے اس کا سر سہلایا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی اور بیعت نہ لی اس کی وجہ یہ ہے کہ بالغ اور عاقل ہونا بیعت کے واسطے اس طرح مشروط ہے کہ نابالغ اور مجنون خود ایمان کا مکلف نہیں۔ ہاں بعض مشائخ جواز کے بھی قائل ہیں چنانچہ شاہ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ

و من المشائخ من یجوز بیعۃ الصغار تبرکا و نقولا و اللہ اعلم اور بعضے مشائخ لڑکوں کی بیعت کو جائز رکھتے ہیں بنا برکت اور نیک فالی کی اس جواز کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث کی ہے کہ حضرت زبیر اپنے بیٹے عبداللہ کو بیعت کے واسطے لائے اور وہ سات یا آٹھ برس کے تھے رسول خدا ﷺ ان کو اپنے طرف متوجہ دیکھ کر مسکرائے پھر ان سے بیعت لی بہر حال چھوٹے بچوں کو سلسلہ میں داخل کر لینا چاہئے تاکہ بیعت سلسلہ نصیب ہو بعد کو نامعلوم کسی بدمذہب کے ہتھکنڈے چڑھ جائے اگر طے سلوک کا خواہشمند ہوگا تو وہ بھی کر سکے گا جبکہ عندالطریقہ شیخ کی زندگی میں اس کی اجازت سے اور ان کے وصال کے بعد کسی دوسرے

شیخ سے سلوک طے کرنا جائز ہے

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ رجب ۱۴۰۰

مسئلہ: ﴿۱۶۸﴾:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ پیر و مرشد فوت ہو گئے ہیں اب میرا جی چاہتا ہے کہ میں کہیں دوسری جگہ بیعت کر لوں کیا یہ میرے لئے روا ہے یا نہ؟

سائل ظفر شاہ ملتان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ اپنے معروف رسالہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں عن الصوفیۃ اما من الحصلین فان کان بظھور خلل فیمن بایعہ فلا باس و کذلک بعد موتہ او غیبتہ المنقطعۃ و اما بلاعذر فانہ یشبہ المتلاعب و یذھب بالبرکۃ لو یصرف قلوب الشیوخ عن تعھدہ واللہ اعلم رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے اور اس طرح حضرات صوفیہ سے لیکن دو پیروں سے بیعت کرنا اگر بسبب ظہور خلل کے ہو اس پیر میں جس پیر سے بیعت کر چکا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اسی طرح اس کی موت کے بعد یا اس کی غیبت منقطعہ کے بعد کہ اس کی توقع ملاقات کی باقی نہیں رہی اور بلا عذر تو دوسرے مرشد سے بیعت کرنا مشابہ ہے کھیل کے اور ہر جگہ بیعت کرنا برکت کو کھوتا ہے اور مرشدوں کے دلوں کو اس کی تعلیم اور تہذیب سے پھیرتا ہے واللہ اعلم یعنی اس کو ہرجائے اور دم خیالی سمجھ کر اس پر کچھ التفات نہیں فرماتے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ رمضان ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: ﴿۱۶۹﴾:

سلاسل اولیاء چشتیہ قادریہ سہروردیہ کا دارومدار سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ پر ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ انکا لقاء حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح نہیں۔ محدثین نے اس اتصال کا انکار کیا ہے۔ شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ سے بھی انکار ثابت ہے۔

سائل رب نواز نواب شاہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہمارے اکابر کی اس اتصال پر مستقل تصانیف ہیں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا رسالہ اس موضوع پر بہترین ہے حضرت مولانا فخر الدین بردوی قدس سرہ نے سیدنا حسن بصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملنا اور فیض پانا اور خرقہ خلافت حاصل کرنا دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔ بلکہ خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ سے القول الجمیل سے مندرج ذیل عبارت سے ثابت ہے کہ جاء علی الی النبی و فقال یا رسول اللہ ولنی علی اقرب الطریق الی اللہ وافضلھا عند اللہ و اسھلھا بعبادہ فقال رسول اللہ ﷺ علیک بملازمۃ الذکر فی الخلوۃ فقال علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کیف ذکر یا رسول اللہ فقال رسول اللہ ﷺ قال لا الہ الا اللہ ثلث مرات و علی یسمع ثم قال علی کرم اللہ وجہہ لا الہ الا اللہ ثلث مرات و ﷺ یسمع ...... علی کرم اللہ وجہہ الحسن البصری و ھکذا حتی وصل الینا و ھذا الحدیث انما وجدنا ہ عندھولاء المشائخ و علی قوانین اھل الحدیث فیہ بحث طویل مشائخ چشتیہ کہ امام الاولیاء علی مرتضی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے سو کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو وہ راہ بتایئے جو راہوں سے زیادہ تر قریب ہو اللہ کی طرف اور وہ راہ افضل ہو خدا کے نزدیک اور اس کے بندوں پر آسان ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اوپر لازم کرلے مداومت ذکر کی خلوت میں سو علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ کیونکر ذکر کروں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا اپنی آنکھوں کو بند کر اور مجھ سے سن تین بار سو آنحضرت ﷺ نے تین بار فرمایا لا الہ الا اللہ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ سنتے رہے پھر علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا اور آنحضرت ﷺ اس کو سنتے رہے پھر علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ حسن بصری کو تعلیم کیا اس طرح بدرجہ مرشد بمرشد ہم تک پہنچا مولانا نے فرمایا کہ اس حدیث کو تو ہم نے فقط ان مشائخ چشتیہ کے پاس پایا اور اہل حدیث کے قوانین پر تو اس میں طویل بحث ہے۔ (ف) مولانا نے فرمایا بحث کی یہ وجہ ہے کہ یہ حدیث بطور محدثین نہایت غریب ہے اور بشدت منقطع ہے اس واسطے کہ ملاقات حسن بصری کی علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے

باعتبار تاریخ کے ثابت نہیں اور رکاکت الفاظ اس پر علاوہ ہے مترجم کہتا ہے فی الواقع کتب اسماء الرجال سے اتصال اس روایت کا مشکل ہے لیکن اولیاء چشت رضی اللہ عنھم کے ساتھ حسن ظن ہے کہ یہ حدیث کو پایہ اعتبار سے بشبہ انقطاع ساقط نہ کیجئے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ بشرط عدالت رواۃ حدیث مرسل کو حجت ماننے والے ہیں۔ واللہ اعلم

ترجمہ: القول الجمیل اور اس کے فائدہ سے ثابت ہوا کہ یہ اتصال سند اور ملاقات حسن بصری رضی اللہ عنہ ثابت ہے اس لئے انکار مبنی بر بغض وعداوت بہ ولایت ہوسکتا ہے اور بس۔

تفصیل ''فخر الحسن'' اور اس کی شرح ''القول المستحسن'' میں ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: ﴿۱۷۰﴾:

عورتوں کا کسی ولی کے مزار شریف پہ جانا کیسا ہے؟

سائل اختر رضا لاہور

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صالحین کے مزارات پہ برکت کیلئے اگر بوڑھی عورتیں جائیں تو کوئی حرج نہیں البتہ نوجوان عورتوں کا جانا ممنوع ہے۔(در مختار) اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز نے مطلقا ممانعت کو اسلم فرمایا ہے کہ عورتیں مطلقا منع کی جائیں اس لئے کہ یہ صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گذریں گی یا بے ادبی کریں گی۔(فتاوی رضویہ)

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۹ شوال ۱۴۱۱ھ

مسئلہ: ﴿۱۷۱﴾:

ہمارے ہاں مولوی نیا پڑھ کے آیا ہے وہ کہتا ہے کہ اولیاء کرام کو علم غیب نہیں وہ کہتا ہے

کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حنفیوں کا بہت بڑا عالم گذرا ہے انہوں نے تو حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار کیا ہے آپ ہمیں چند حوالہ جات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے ثبوت علم غیب میں لکھئے۔

سائل نظیر احمد سکھر

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مولوی مذکور غلط کہتا ہے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں حضور ﷺ اور اولیاء کرام کے علم غیب کی تصریح فرمائی ہے ان سب کو فقیر نے اپنی کتاب ''زواہر الجنان'' میں جمع کیا ہے۔ نمونہ کے طور صرف دو حوالے بھیج رہا ہوں:

(۱) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث جبرائیل علیہ السلام کی تشریح کرنے کے بعد فرماتے ہیں ما التوفیق بین الایۃ و بین ما اشتھر عن العرفاء من الاخبار الغیبۃ کما قال الشیخ الکبیر ابو عبد اللہ فی معتقدہ و نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب حاصل کلام شیخ کبیر ابو عبد اللہ نے اپنی معتقد میں کہا کہ بندہ نقل احوال سیر روحانیت سے متصف ہو جاتا ہے پس وہ اس وقت غیب جانتا ہے۔(مرقاۃ ص ٦٢)

(۲) آگے چل کر لکھتے ہیں و فیضان الانوار الالٰھیۃ حتی یقوی النور و ینبسط فی فضا قلبہ فتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ و یطلع علی المغیبات حاصل ترجمہ علم وعمل سے انسان پر انوار الٰہیہ کا فیضان ہوتا ہے تو اس کے دل میں نقوش لوح محفوظ مرتسم ہو جاتے ہیں تو اس وقت وہ غیب پر مطلع ہوتا ہے۔(مرقاۃ ص ٦٢)

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۹ ذیقعد ۱۳۹۲ھ

مسئلہ: ﴿۱۷۲﴾:

آج کل لوگ پیشہ کو معیوب سمجھتے ہیں آپ اس کے متعلق تحقیق فرمایئے؟

سائل گلزار احمد جوئی

انبیاء اکرام علیھم السلام کے پیشے

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت آدم علیہ السلام زراعت کاری اور پارچہ بافی کا کام کرتے تھے حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے حضرت ادریس علیہ السلام کا زیادہ روزگار سینا (درزی) تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام بزازی کا کام کرتے تھے حضرت شیث علیہ السلام خود کپڑا بنا کر فروخت کرتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر بناتے تھے حضرت صالح علیہ السلام تھیلیوں کی تجارت کرتے تھے حضرت لقمان علیہ السلام رسیاں بنا بنا کر فروخت کرتے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جوتے سیتے تھے اور ان کی تجارت بھی کرتے تھے حضور نبی کریم ﷺ نبوت سے قبل ۱۳ برس تجارت کرتے تھے علامہ سرخسی نے مبسوط میں تحریر فرمایا ہے کہ مقام جرف میں خود حضور ﷺ نے زراعت فرمائی ہے۔

صحابہ کرام علیھم الرضوان کے پیشے:

انبیاء کرام علیھم السلام کی طرح صحابہ کرام علیھم الرضوان نے بھی کسب معاش میں ذرا بھر تامل نہ فرمایا ان کے روزگار کا زیادہ تر دارومدار تجارت پر تھا مگر وہ زراعت بھی کرتے تھے اور صنعت وحرفت سے بھی دلچسپی رکھتے تھے جس کی وجہ روزمرہ ضروریات کی چیزیں مثلاً زیورات پارچہ بافی برتن سامان حرب خود تیار کرتے تھے کتب واحادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت سوید بن قیس رحمۃ اللہ علیہ زیادہ تر بزازی کا کام کرتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وسیع پیمانہ پر زراعت کا کام کرتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں غلہ فروشی ومیوہ فروشی عام طور پر آڑھت کی معرفت ہوتی تھی حضرت عبدالرحمن بن عوف بزازی کے کام کے علاوہ بامداد حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ غلہ کی درآمد اور روغن زرد بیچنے کا کام بھی نہایت اعلیٰ پیمانہ پہ کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن ہشام رضی اللہ عنہ اجناس کی خرید وفروخت کرتے تھے حضرت عثمان بزازی کے علاوہ کھجوروں کی تجارت میں

بھی انہماک رکھتے تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیر ساز تھے حضرت خباب لوہار کا کام کرتے تھے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حضرت براء بن حازب صرافہ کا کام کرتے تھے حضرت قیس بن مخزمہ و حضرت عثمان بن طلحہ نے درزی کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تیل اور چمڑے کا کاروبار کرتے تھے اسی طرح بعض صحابہ چمڑہ سازی قیصر گنی اور بوجھ اٹھانے کا کام کرتے تھے اس سلسلہ میں امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوحذیفہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنھم کے نام گنوائے ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تجارت کے ساتھ ساتھ مدینے میں سکونت اختیار کرنے کے بعد زراعت بھی کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر غلہ فروشی کے علاوہ اونٹوں کی تجارت بھی کرتے تھے جو بقیع میں جا کر فروخت کرتے تھے حضرت عطا تمیمی رضی اللہ عنہ اشیاء برآمد کرتے تھے حضرت حاطب بن ابی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی طباخی کا کام کرتے تھے اور ان کا مدینہ میں ایک ہوٹل بھی تھا حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کاشت کاری کا کام کرتے تھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چٹائیاں بنایا کرتے تھے یہاں تک کہ صحابیات بھی گھروں میں بیکار نہ بیٹھتی تھیں ان میں سے اکثر پارچہ بافی کا شغل رکھتی تھیں۔ اب اندازہ لگایئے کہ مسلمان اپنے عروج کے زمانہ میں قبائے خلافت اوڑھے ہوئے سروں پر کپڑے کی گانٹھیں اٹھائے یا گورنر ہوتے ہوئے چٹائیاں بننے میں ذلت محسوس نہ کرتے تھے بلکہ کسب حلال کے لئے طباخی، قصائی، درزی، مزدوری، کاشتکاری ایسے پیشوں کو اختیار کرنے میں آج کل کی طرح عار سمجھنے کے بجائے فخر محسوس کرتے تھے اور اپنے پیشوں کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔

تابعین رضی اللہ عنھم کے پیشے:

تابعین کرام کا دور مبارک بھی قریبا اسی طرح گذرا اس وقت بھی جلیل القدر تابعین اپنی روزی ایسے ہی پیشوں سے کما کر کھاتے تھے اور انہیں اختیار کرنے میں کوئی عار نہ سمجھتے تھے مگر اس کے ساتھ وہ علم وفضل کے آسمان پر بھی مہر وماہ کی طرح چمکتے تھے یہاں تک کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک کسی نے ایسے پیشوں کو اختیار کرنے میں رذالت وشرافت کا سوال پیدا نہ کیا۔ چنانچہ علامہ قاضی خان نے اپنے فتویٰ میں اور علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ''امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیشوں کے اختیار

کرنے میں کوئی برائی نہ سمجھی جاتی تھی بلکہ اگر کسی شخص میں ایسا جذبہ نہ پایا جاتا تھا تو اس کے علم پر اہل علم معترض ہوتے تھے حجاج بن ارطاۃ کوفی المتوفی ۱۴۵ھ ایک مشہور فقیہ تھے ان کے اندر اس معاملہ میں کچھ متکبرانہ شان تھی چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ امام یحیی بن سعید القطان رضی اللہ عنہ امام یحیی بن معین رضی اللہ عنہ امام محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ امام نسائی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ان پر سخت جرح کی''۔

(صبح صادق جلد ۲۲)

اہل علم اور اہل تقوی کے نزدیک پیشوں کی کتنی اہمیت تھی اس کا اندازہ صرف اسی ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ خالد ابن احمد امیر بخارا نے اپنے لڑکوں کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے فن حدیث کی تعلیم دلانی چاہی تاکہ اس کی تعلیم ایک فردی حیثیت سے امام بخاری امیر کے لڑکوں کو پڑھایا کریں میری غیرت کو یہ بات گوارہ نہیں کہ کپڑا اپنے والے (پاولی) موجود ہوں مگر امام بخاری نے نڈر اور بے باک ہوکر جواب دیتے ہوئے فرمایا'' یہ علم پیغمبر علیہ السلام کی میراث ہے کسی کے لئے مخصوص نہیں کیا جا سکتا گو اس حق گوئی کی پاداش میں انہیں تکلیف اٹھانی پڑی لیکن امام بخاری کی بزرگی آج تک فضا میں گونج رہی ہے۔'' صحابہ تابعین کے سلسلہ میں بکثرت ایسے لوگ ملتے ہیں جن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اخیار و ابرار کے اختیار کردہ پیشہ خرازی (چمڑے کے سلائی کا کام کرنا جو (درزی کا کام کرنا) حذائی (جوتے گانٹھنا) قصائی ،حدادی (لوہار کا کام کرنا) غزالی (چرخہ کا کام کرنا) نویسی کا کام کرنا)۔

علامہ زرنوجی رسالہ تعلیم المتعلم میں لکھتے ہیں'' زمانہ قدیم میں طالبان علوم (دین) دستکاری میں مشغول ہوتے تھے تاکہ کسی کے دست نگر نہ رہیں''۔ ابرار کے پیشوں کے سلسلہ میں علامہ مرتضی نے تین پیشوں کا اور اضافہ کیا ہے ایک زراعت دوسرا نجار تیسرا اونٹ بکری کا چرانا مگر مشکل یہ ہے کہ ابرار و اخیار نے جن پیشوں کو اختیار فرمایا ان کی تحدید مشکل ہے اصل یہ ہے کہ ان سب کے لئے جتنے پیشے درکار ہیں اور ہر ایک کے جواز میں کوئی شبہ نہ تھا ان سب کو ہمارے بزرگوں نے اختیار کیا ہے یہاں تک کہ پاخانہ صاف کرنے اور کوڑا کرکٹ اٹھانے کا پیشہ بھی اختیار کیا ہے۔ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں ان دونوں پیشوں کو ذکر کیا نیز ان پیشوں کے ذکر کرنے کے بعد جن کو لوگوں نے حقیر و ذلیل سمجھ رکھا ہے تحریر فرمایا ہے'' ان پیشوں کو صالحین کی ایک جماعت نے اختیار فرمایا ہے۔''

علامہ خیرالدین رملی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے ہم نے بہت سے ان پیشہ وروں کو دیکھا ہے کہ جن پیشہ وروں کو ذلیل سمجھا جاتا ہے ان کے اندر دین داری اور تقوی اس قدر ہے کہ منصب اور عہدہ والوں کے پاس نہیں ہے غرض کہ صالحین نے ہر جائز پیشہ کو اختیار فرمایا ہے اور عوام کی ذہنیت کی پرواہ کئے بغیر انہوں نے اسلام کی سادگی کے عملی نمونے پیش کئے ہیں جو عہد اول کے مسلمانوں کا طرہ امتیاز تھے۔ اور جنہیں آج حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے'' کمین'' سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ سب حبیب اللہ کے زمرہ میں آتے ہیں

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۱۷۳﴾:

سنا ہے کہ حضرت غریب نواز خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ کو سنجری کہنا غلط ہے بلکہ سجزی (بالزاء) کہنا چاہئے آپ اپنی تحقیق سے ہمیں نوازیے۔

سائل نصیر احمد پنڈی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کو لوگ عموماً سنجری لکھتے ہیں مگر محققین نے اس لفظ کو غلط اور بگڑا ہوا قرار دیا ہے کیونکہ حضور (اجمیری علیہ الرحمۃ) کا کوئی تعلق سنجر سے نہیں بلکہ سجستان کے باشندہ تھے اور آپ کو سجزی (بالزاء) کہا جاتا تھا مگر زاء کے نقطہ کو جیم کے اوپر لکھا دیکھا تو نون سمجھ لیا اس طرح سے یہ غلطی واقع ہوگئی مگر اب یہ غلطی ایسی مشہور معروف ہوگئی کہ بڑے بڑے قابل اور فاضل ایسا ہی لکھتے ہیں۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شعبان ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: ﴿۱۷۴﴾:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مذہب حنفی اس بارے میں کہ ایک مخالف جاہل وہابی دیوبندی نے اعتراض کیا ہے کہ لفظ رضوی کا معنی اور مطلب ہے سید اور شیعہ رضوی سید اور شیعہ کو کہتے ہیں شریعت

میں رضوی سید و شیعہ کو کہتے ہیں جو لوگ اپنے آپ کو سید اور شیعہ کہلواتے ہیں رضوی کا معنی و مطلب کیا ہے سید و شیعہ۔ مخالف جاہل کے اعتراض کا مکمل طور پر جواب دلائل شرعیہ کی روشنی میں جلد از جلد دیں۔

سائل محمد مومن رضوی کراچی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

رضوی کوئی قوم نہیں ہے بلکہ ایک نسبت ہے جو شیعہ یا بعض سادات حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اس سے لازم نہیں آتا کہ ایک نسبت دوسرے معتبر بزرگ کی طرف منسوب نہ ہو۔ مثلاً مودودی اپنے آپ کو حضرت سید مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتا ہے اگر کوئی چشتیہ خاندان میں سے اپنے آپ کو موصوف الصدر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے مودودی لکھے تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ وہ بھی مودودی فرقہ سے ہوگیا۔ بخاری کے علاوہ صحاح ستہ اور دیگر احادیث و سیر کی کتب میں ہزارہا نسبتیں ایسی ہیں جو ہماری نسبتوں سے ملتی ہیں مثلاً قبلہ اویس کو روایات میں راوی اویس نام کے بہت آتے ہیں اسی طرح حنفی راوی بکثرت ہیں کیا لازم آتا ہے وہ بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے یا سیدنا اویس رضی اللہ عنہ سے بیعت تھے حالانکہ بہت سے راوی ایسے تھے جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے بعد پیدا ہوئے اور انہیں امام صاحب کی تقلید سے دور کا واسطہ نہیں تھا اسی طرح کی سینکڑوں نسبتیں ملیں گی۔ ویسے مخالف کی کس کس بات پر جواب تیار کئے جائیں جبکہ ان کے اعتراضات جاہلانہ ہوتے ہیں اور مشہور مقولہ انکا جواب ہے جواب جاہلاں باشد خموشی۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۶ نومبر ۱۹۹۵ء

مسئلہ: ﴿۱۷۵﴾:

ہمارے ہاں ایک پیر بکر نامی عقائد دیوبند کو حق مانتا ہے مرید اس کے اہل سنت ہیں کیا اب بکر سے بیعت توڑنا ضروری ہے یا نہیں؟ ذرا تفصیل سے بیان فرمادیجئے۔

سائل غلام رسول شورکوٹ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فتاوی علماء کرام حرمین شریفین کے مبسوط و مفصل فتاوی مبارکہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین کے بعد کسی اور تفصیل کی ضرورت نہیں اس میں نانوتوی و دیوبندیوں کی نسبت صاف صریح تصریح ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے نہ کہ مسلمان سمجھنا نہ کہ صاحب ارشاد جاننا نہ کہ پیر بنانا تو مریدان بکر کو بیعت توڑنا کیا معنی بیعت ہے ہی نہیں توڑی کیا جائے؟ ہاں ان پر فرض ہے کہ بکر کو اپنا پیر نہ سمجھیں ورنہ یہ بھی اسی کے مثل خارج از اسلام ہوں گے اللہ تعالی فرماتا ہے

ومن یتولھم منکم فانہ منھم

(پارہ ٦ آیت ٥١ سورۃ المائدہ)

اور فرماتا ہے

انکم اذا مثلھم

(پارہ ١٥ آیت ١٤٠ سورۃ النساء)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

مسئلہ: ﴿۱۷٦﴾:

امام کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسائل دو قسم کے ہیں: (۱) ایسے مسائل جو کہ قرآن و سنت میں واضح طور پر بیان ہو چکے کہ جن کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کا فرض ہونا اور شراب اور خنزیر وغیرہ کا حرام ہونا (۲) ایسے مسائل جن کے متعلق قرآن و سنت میں یا کوئی خصوصی نص ارشاد نہیں فرمائی گئی اس لئے ان تک رسائی انتہائی دشوار کام ہے ایسے مسائل تک رسائی کے لئے اجتہادی قوت ضروری ہوئی۔

پہلی قسم کے مسائل کو منصوص صریح مسائل اور دوسرے قسم کے مسائل کو غیر منصوص صریح یا اجتہادی مسائل کہا جاتا ہے۔ چونکہ منصوص صریح مسائل تو قرآن و سنت کی خصوصی نص کے ذریعے طے ہو چکے تھے لہذا ان

میں تو اجتہادی بالکل ضرورت نہیں۔ غیر منصوص صریح مسائل چونکہ بغیر اجتہادی قوت کے حل نہیں ہو سکتے اور اجتہادی قوت چونکہ مجتہد کے پاس ہوتی ہے اس لئے مجتہد کے ذمہ ہے کہ ان کا حل اجتہادی قوت کے ذریعے تلاش کرے۔ اجتہادی قوت سے عاری لوگوں کیلئے لازم ہے کہ وہ مجتہد کی پیروی کریں ان پر مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

(پارہ ۱۷ آیت ۷۷ سورۃ الانبیاء)

پوچھ لیا کرو علماء سے اگر تم علم نہیں رکھتے۔ اس آیت میں فاسئلوا (تو پوچھ لیا کرو) صیغہ امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جب کوئی مسئلہ درپیش ہو اور تمہیں اس کا علم نہ ہو تو تم پر واجب ہے کہ اسے اہل علم وفقہ سے دریافت کر کے اس پر عمل کرو۔ لہٰذا تمام ایسے لوگ جو اجتہادی مسائل کے استنباط کی اہلیت نہیں رکھتے خواہ عام مسلمان ہوں یا غیر مجتہد علماء، ان پر واجب ہے کہ ان مسائل کو امام مجتہد سے دریافت کر کے ان کی پیروی کریں۔ فان الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص السبب کما ثبت فی اصول التفسیر عند اھلہ اور یہی تقلید ہے تو اس آیت کریمہ سے تقلید کا ضروری ہونا ثابت ہوا۔

اور ترمذی، ابوداؤد، دارمی وبیہقی وغیرھم آئمہ حدیث اپنی قوی اسانید کے ساتھ روایت فرماتے ہیں:

عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ لما بعث الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء ؟قال اقضی بکتاب اللہ تعالیٰ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ ؟قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،قال فان لم تجد ہ فی کتا ب اللہ قال اقفی سنۃ رسو ل اللہ ﷺ قا ل فا ن لہ تجد ہ فی سنۃ رسو ل اللہ ؟قال اجتھد بر انی و لا آلو .فضرب بید ہ فی صدری فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ ﷺ لما یرضی رسول اللہ ﷺ۔ (جامع الاصول ج ۱۰ ص ۵۵۱ طبع بیروت ،سنن الدارمی ج ۱ ص ۵۵ طبع ملتان ،السنن للبیھقی ج ۱۰ ص ۱۱٤ طبع بیروت) ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن (قاضی ومعلم ومفتی بنا کر) بھیجا تو فرمایا

جب کوئی قضیہ تمہارے سامنے پیش آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ گے تو؟ انہوں کہا پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ مسئلہ تمہیں کتاب وسنت دونوں میں نہ ملے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اجتہادی قوتوں کو بروئے کار لانے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ تو رسول اللہ نے ان کا سینہ ٹھونک کر فرمایا شکر ہے اللہ کا جس نے رسول اللہ ﷺ کے اس نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جو رسول اللہ ﷺ کو پسند ہے۔

اس حدیث پاک سے علاوہ دیگر امور کے یہ بات بھی وضاحت وصراحت کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے کہ جو مسائل کتاب وسنت میں صراحۃً منصوص نہ ہوں مجتہد اپنے اجتہاد کے ذریعے ان کا حکم بیان کرے۔ یہی طریق کار توفیق الٰہی سے ہمکنار اور مرضی رسول ﷺ سے سرشار ہے نیز یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے ایک فقیہ ومجتہد صحابی کو اہل یمن کے پاس قاضی ومعلم ومفتی اور امام مجتہد کی حیثیت سے بھیج رہے ہیں اور اجتہادی مسائل میں انہیں اپنے اجتہاد سے فتویٰ دینے کی بڑی خوشی سے اجازت بھی دے رہے ہیں اور اہل یمن پہ ان کی اطاعت وپیروی بھی لازم فرما رہے ہیں اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ نے اجتہادی مسائل میں ایک مجتہد کو اجتہاد کی اجازت دے کر اہل یمن پر ان کی تقلید لازم کر دی چنانچہ یمن زمانہ ظاہر نبوی میں، خود حضور ﷺ کی اجازت ومرضی اور حکم سے پورے یمن کے مسلمان ایک مجتہد امام کی تقلید کر رہے تھے اور وہ بھی تقلید شخصی وللہ الحجۃ البالغۃ۔

اور علامہ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ اقسام مسائل اور مواقع اجتہاد وتقلید پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: و اما الاحکام الشرعیۃ فضربان احدھما یعلم ضرورۃ من دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا لصلوات الخمس والزکوۃ و ما اشبہ ذلک فھذا لا یجوز التقلید فیہ لان الناس کلھم یشترکون فی العلم بہ فلا معنی للتقلید فیہ و ضرب اخر لا یعلم الا بالنظر والاستدلال کفروع العبادات والمعاملات والفروج والمناکحات و غیر ذلک من الاحکام فھذا یسوغ فیہ التقلید بدلیل قول اللہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون .ملخصا۔ (الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۶۷،۶۸)

ترجمہ: شرعی احکام کی دو قسمیں ہیں ایک وہ مسائل جن کا دین رسول ﷺ سے صریح ہونا یقینا معلوم ہے مثلاً نماز پنجگانہ اور زکوۃ وغیرہ تو اس قسم کے مسائل میں تقلید جائز نہیں کیونکہ ان باتوں کا علم وادراک تو سب لوگوں کو ہوتا ہے تو ان مسائل میں تقلید بے معنی ہے، دوسری قسم وہ مسائل ہیں جن کا علم غور ونظر اور دلائل کی جستجو کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا مثلاً عبادات ومعاملات اور شادی بیاہ وغیرہ کے فروعی مسائل کی تفصیلات تو ان (مشکل وپیچیدہ قسم کے) مسائل میں تقلید درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (علماء وفقہاء) سے پوچھ لیا کرو۔

خطیب بغدادی مزید لکھتے ہیں اما من یسوغ لہ التقلید و ھو العامی الذی لا یعرف طرق الاحکام الشرعیۃ فیجوز لہ ان یقلد عالما و یعمل بقولہ قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون لانہ لیس من اھل الاجتھاد فکان فرضہ التقلید کتقلید الاعمی فی القبلۃ فانہ لما لم یکن معہ الۃ الاجتھاد فی القبلۃ کان علیہ تقلید البصیر فیھا (الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۶۸)

ترجمہ: لیکن یہ بات کہ تقلید کس کے لئے درست ہے؟ وہ شخص جو (مسائل اجتہادیہ) شرعی احکام کے طریقوں واصولوں سے ناواقف ہو تو ایسے شخص کے لئے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

(پارہ ۱۷ آیت ۷۷ سورۃ الانبیاء)

پر عمل کرتے ہوئے کسی (فقیہ ومجتہد) عالم کی تقلید کرے اور اس کے اجتہادی رائے پر عمل پیرا ہو۔ کیونکہ جب وہ خود اجتہاد کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو تقلید کرنا ہی اس کا فریضہ ہے جیسے نابینا شخص قبلہ کا رخ معلوم کرنے میں (آنکھ والے) کی تقلید کرتا ہے کیونکہ جب اس کے پاس قبلہ میں اجتہاد کرنے کا آلہ (آنکھ) ہی نہیں ہے تو اس پر یہی واجب ہے کہ اس میں آنکھ والے کی تقلید کرے۔

اور غیر مقلدین وہابیوں کے مشہور عالم علامہ نواب وحید الزمان فرماتے ہیں: بل الواجب علی صاحب العلم الاجتھاد و علی العامی السؤال عن عالم .(ھدیۃ المھدی ج ۱ ص ۱۱۰)

ترجمہ: جو عالم اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اس پر اجتہاد کرنا اور عامی پر اس سے پوچھنا (تقلید کرنا) واجب

ہے۔ یہی علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں: لا بدللعامی من تقلید مجتھد ا و مفتی۔ (نزل الابرار من فقہ النبی المختار ج ۱ ص ۷ طبع بنارس ۱۳۲۸ھ) **ترجمہ:** عام آدمی کے لئے (جو کہ اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو) مجتہد یا مفتی کی تقلید ضروری ہے۔ نیز رقمطراز ہیں لا بد للعامی من تقلید العلماء فی الاصول والفروع اذ کل احد لا یقدر علی النظر والاجتھاد فتکلیفھم بذلک تکلیف لھم بما لیس فی وسعھم ولا یطیقونہ۔ (ھدیۃ المھدی ج ۱ ص ۱۰)

ترجمہ: عام آدمی کو اصول وفروع میں مجتہد عالموں کی تقلید کرنا ضروری ہے کیونکہ ہر شخص (اجتہادی مسائل میں) نظر واجتہاد پر قدرت نہیں رکھتا تو ان کو (بجائے تقلید کے) اجتہاد کی تکلیف دینا انہیں ایسے کام پر مجبور کرنا ہے جو ان کی وسعت میں نہیں ہے اور وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱ شوال ۱۳۸۹ھ

مسئلہ: ﴿۱۷۷﴾:

بعض لوگ تو علمائے دین سے محبت وعقیدت اور ادب واحترام سے پیش آتے ہیں جبکہ بعض لوگ ایسا نہیں کرتے اس سلسلے میں وضاحت فرما دیجئے۔

سائل ابو احمد غلام حسن اویسی علاقہ پاکپتن شریف

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

علمائے دین سے دراصل دین کی جلاء وبقاء ہے ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صاحب دین علماء پے درپے اس دنیا سے اٹھتے چلے جائیں گے (اس وقت) لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا اور امام بنا لیں گے۔ آج کا دور بڑا پرفتن دور ہے لوگ علمائے دین کی بے ادبی کے درپے ہیں آج کے دور میں یہ بات بڑی افسوسناک ہے

قال اللہ تعالیٰ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

(پارہ ۲۳ آیت ۱۹ سورۃ زمر)

آپ فرما دیں کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں۔

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات

(پارہ ۲۸ سورۃ المجادلہ)

اللہ تعالیٰ نے تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں سے ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند فرماتا ہے اور ایک مقام پر فرمایا

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

(پارہ ۲۲ آیت ۲۸ سورۃ فاطر)

اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت کا علم رکھتے ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی خشیت حاصل ہے اس میں خاص اولیاء اللہ کا ذکر ہے۔

فائدہ: (۱) عربی زبان میں انما حصر کیلئے آتا ہے پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔

(۲) اس طرح ہی انما کسی کی خصوصیت بیان کرنے کیلئے بھی آتا ہے یہاں یہی مراد ہے یعنی خشیت اللہ علماء کا خاص وصف ہے۔

فائدہ: یہ بھی یاد رکھنا کہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ غیر عالم میں خشیت نہ ہو۔

تفسیر: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ عالم وہ ہے جو خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے وہ اسے مرغوب ہو اور جو چیز اللہ تعالیٰ کو مبغوض ہو اسے اس سے نفرت ہو۔ اور قرآن کی ایک آیت میں فرمان باری تعالیٰ ہے

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا

(پارہ ۲۲ آیت ۳۲ سورۃ فاطر)

ترجمہ: پھر ہم نے وارث کئے کتاب کے وہ لوگ جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو ہمارے بندے منتخب اور برگزیدہ ہیں انہیں ہم نے اپنی کتاب کا وارث بنایا ہے ظاہر ہے کہ علماء ہی کتاب اللہ اور علوم نبوت کے وارث ہیں حدیث شریف میں بھی ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علماء انبیاء علیھم السلام کے وارث ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنہیں قرآن و سنت کے علوم سے بہرہ ور فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔ ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز علماء امت سے خطاب فرما کر کہے گا کہ میں نے تمہارے سینوں میں اپنا علم و حکمت صرف اسی لئے رکھا تھا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ تمہاری مغفرت کردوں عمل تمہارے کیسے بھی ہوں۔ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ محشر میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جمع فرمائے گا پھر ان میں سے علمائے کرام کو ایک ممتاز مقام پر جمع کر کے فرمائے گا: میں نے اپنا علم تمہارے قلوب میں اس لئے رکھا تھا کہ میں تم سے واقف تھا (کہ تم اس امانت علم کا حق ادا کرو گے۔ میں نے اپنا علم تمہارے سینے میں اسلئے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کردی۔ (مظہری)

فائدہ: نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ علمائے کرام ہیں زرقانی (شرح مواهب ص ۳٦٤ ج ٥) میں ہے کہ منجملہ معجزات کے اس امت کے علماء و صلحاء آپ کی نبوت و رسالت کا معجزہ ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی امت کو خیر الامم بنایا اور انبیاء کرام کا وارث بنایا اور ایسا بے مثال حافظہ اور بے نظیر علم و فہم عطا کیا کہ اولین و آخرین میں اس کی نظیر نہیں۔ ترمذی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ مسلمان پر اور پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور باشندگان آسمان و زمین یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور حتی کہ مچھلی دریا میں نیک علم سکھانے والے لوگوں کے لئے دعائیں کرتی رہتی ہیں۔ علم و علماء کے بے شمار فضائل ہیں کوئی ان کی تعظیم و تکریم کرتا ہے تو اس کا اپنا دارین کا فائدہ ہے اگر کوئی نہ بھی کرے تو بھی علماء باعمل کو اللہ تعالیٰ آخرت میں جو اجر و ثواب بخشے گا وہی ان کے لئے کافی ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: ﴿۱۷۸﴾:

مجتہدین کے بارے میں مختصر تشریح فرمائیے؟

سائل محمد نواز علی پور ضلع مظفرگڑھ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فقہائے اولین: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد ان صحابہ کرام علیھم الرضوان کے استنباط اور فتاویٰ ہیں جن کا درجہ متوسط ہے ایسے حضرات تیرہ (۱۳) ہیں:

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (٦) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۹) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (۱۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (۱۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ ان کے علاوہ اور اصحاب بھی ہیں جن کے فتاویٰ ایک یا دو محفوظ ہیں امت اسلامی متفق ہے کہ یہی حضرات حامل دین و شریعت ہیں اور ان کے بیانات سب کے نزدیک مسلم ہیں کیونکہ ان حضرات نے جو کچھ حاصل کیا وہ بالواسطہ انوار نبوت سے ماخوذ تھا یہ مسلم ہے کہ تقویٰ و خشیت الٰہی ان حضرات کا شعار تھا ناممکن تھا کہ یہ لوگ ایسے احکام کو اپنے فتووں میں منسوب کرتے جن کا اسلام میں ہونا ان کے نزدیک مسلم نہ ہو گیا ہو۔

مدار علم:

صحابہ کرام علیھم الرضوان کے علوم شریف مندرجہ ذیل چار اصحاب کے شاگردوں سے اطراف عالم میں منتشر ہوئے: (۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۲) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۴) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ مدار علم کا ان چار حضرات کی طرف ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے مدینہ منورہ میں علم پھیلا اور اہل مکہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور اہل عراق نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے۔

طبقہ تابعین میں مدینہ کے علماء:

ان حضرات کے بعد احکام اور فتاویٰ کا مدار انہیں حضرات کے شاگردوں پر رہا۔ طبقہ تابعین میں وہ علما ہیں جو

علم کے بحر ذخار تھے مگر ان کے تمام علوم ان ہی حضرات سے ماخوذ تھے تابعین کے طبقہ میں مدینہ کے علمائے عظیم تھے جن پر اس وقت استنباط اور فتویٰ کا مدار تھا مثلاً (۱) سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ (۲) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۳) قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ (۴) خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ (۵) سلیمان بن داؤد رضی اللہ عنہ (٦) ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ (۷) عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ان کے علاوہ اور بھی صاحب افتاء حضرات موجود تھے جیسے (۱) عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ (۲) حارث بن کیسان رضی اللہ عنہ (۳) مجاہد بن جبیر رضی اللہ عنہ (۴) عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ (۵) عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ (٦) عکرمہ رضی اللہ عنہ (۷) عبید اللہ بن ابی الحکیم رضی اللہ عنہ

بصرہ میں صاحبان افتاء تابعین:

بصرہ میں (۱) عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ (۲) ابو مریم الحنفی رضی اللہ عنہ (۳) کعب بن اسود رضی اللہ عنہ (۴) حسن بصری رضی اللہ عنہ (۵) جابر بن ساریہ رضی اللہ عنہ (٦) ابوقلابہ رضی اللہ عنہ (۷) مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ (۸) ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ (۹) مطرب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (۱۰) زرارہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ (۱۱) ابوہریرہ بن ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ۔

کوفہ میں تابعین حضرات:

کوفہ کے تابعین حضرات میں (۱) علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ (۲) اسود بن زبیر رضی اللہ عنہ (۳) عمر بن شرجیل رضی اللہ عنہ (۴) مسروق بن الاجدع رضی اللہ عنہ (۵) شریح بن الحارث القاضی رضی اللہ عنہ (٦) سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ (۷) عبداللہ بن عشب بن مسعود رضی اللہ عنہ (۸) القاضی عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ (۹) وصلہ بن زفر رضی اللہ عنہ (۱۰) عبید بن غفلہ رضی اللہ عنہ۔ وغیرہ تھے۔

فائدہ: یہ لوگ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے جلیل القدر اصحاب کی موجودگی میں ان سب سے فتوے پوچھے جاتے تھے ان کے فتووں کی اصحاب رسول تصدیق کرتے تھے ان ہی حضرات میں عبداللہ بن ابی یعلیٰ کا بھی شمار ہے جنہوں نے ایک سو بیس (۱۲۰) صحابہ کرام سے علم حاصل کیا ان کے بعد ابراہیم نخعی عامر الشلقین اور سعید بن جبیر وغیرہ ہیں اور ان کے بعد حماد بن ابی سلمہ پھر قاسم بن سفیان ثوری، امام اعظم ابوحنیفہ اور حسن بن صالح رضی اللہ عنہم اجمعین ان سب نے اصحاب رسول

اللہ سے علم اخذ کیا ان سے مسائل سیکھے استنباط کے قواعد حاصل کیے حلال وحرام کے قواعد منضبط کیے اور ہر قسم کے مسائل کو مدون کیا آج ہم تک سرور عالم ﷺ کی تعلیم دو طرح پہنچی ہے اصحاب حدیث نے ان الفاظ کو محفوظ رکھا جو سرور کونین ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے اور اصحاب فقہ نے فتاوی اور مدون مسائل کو جمع کیا جنہیں اصحاب رسول ﷺ یا حضرات تابعین نے استنباط کیا تھا اور فتاوی دیئے تھے

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۱ ذیقعد ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: ۱۷۹

آجکل علماء کرام صرف امامت وخطابت یا وعظ وتبلیغ اور تدریس وتعلیم کو اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں دنیوی امور میں حصہ لینے کو خفت سمجھتے ہیں اس لئے تفصیل چاہیے؟

سائل محمد رمضان گجرات پاکستان

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جن علماء کرام کا یہ خیال ہے غلط ہے علماء کرام اپنی معاش کے لئے کسب حلال کریں یہی ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا چند نمونے ملاحظہ ہوں:

شمس الائمہ حلوائی فقہ حنفی کے بہت بڑے امام تھے محمد حلوائی بہت بڑے محدث ابو المعالی، عبداللہ بن احمد حلوائی ابو المحاسن عبدالرحیم بن عبداللہ حلوائی اس طبقہ کے مایہ ناز بزرگ ہیں۔ یعنی وہ صرف مٹھائی بنانے والے اور بیچنے والے ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے علم وعمل کی وہ شیرینی بھی تقسیم کی ہے جس کی لذت سے مسلمان ہمیشہ مزے لیتے رہیں گے۔ علم دین کی قبولیت کا یہ حال تھا کہ آٹا پیسنے والوں میں بھی ایسے فضلاء روزگار اور یکتائے زمانہ علماء پیدا ہوئے ہیں جن کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں مل سکتی۔ شام کے حبیب بن صالح طحان واسطہ کے خالد بن عبداللہ طحان کوفہ کے ابو یزید رستم زماں اس طویل فہرست کے گوہر آبدار ہیں جن کے علم وفضل کا فیضان عام جاری ہوا کہ بے شمار لوگ اس سے شکم سیر ہوتے ہیں اور اپنی روح کی پرورش کی ہے جسد ملت میں ان کے علوم وفضائل کے گوہر اب تک گردش کر رہے ہیں اور مسلم قوم پر تازگی

کے آثار باقی ہیں۔ علماء کرام واجلہ عظام میں وہ کاریگر بھی شامل ہی نہیں بلکہ ان کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے علم کے صابن سے انسانی جسم وروح کے گناہ اور بدعقیدگی کی میل کو صاف فرمایا ہے اور اسلام کو پاکیزہ صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے شیخ الاسلام اسماعیل بن حسین صابونی جرجان کے ابو محمد عبد اللہ احمد صابونی بغداد کے ابو الطیب محمد بن عمر صابونی سب کے سب بلند پایہ علمائے دین اور مفکرین اسلام۔ گوشت فروخت کرنے والے کوفہ میں حبیب بن ابی عمرہ بڑے عالم فقیہ گزرے ہیں ان کے علاوہ بے شمار علماء کرام وآئمہ عظام کے اسماء گرامی پیش کیئے جاسکتے ہیں صرف چند نمونے عرض کر دیئے ہیں اس سے ہمارے علماء حضرات سبق حاصل کریں تو کافی ہے بلکہ دور حاضر میں بہت سے علماء کسب حلال میں بہت خوشحال ہیں منجملہ ان میں سے حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال دی جاسکتی ہے انہوں نے خود اسلامی زندگی میں اپنا حال بیان فرمایا ہے اسی لئے فقیر کی علماء کرام سے گزارش ہے کہ دینی خدمات کا پیشہ زوروں پر ہے اور یہ باعزت پیشہ بھی ہے اور معاش کے لئے بھی بہت بڑی سودمند ہے اس کے بارے میں عرض ہے کہ افلاس کی عام طور پر جو شکایت کی جاتی ہے اس کے اسباب وعلل پر اگر غور کیا جائے تو سب سے بڑا سبب یہی معلوم ہوگا کہ ان میں تجارت کا مذاق بہت ہے وہ نوکری یا چند ذلیل اور ادنی پر قناعت کے بیٹھے ہیں اگر وہ کاروبار پر اپنی توجہ مبذول کریں تو تمام قوم آسودہ حال اور دولت مند ہو سکتی ہے مگر ہمارے اسلاف دینی خدمات بجالانے کے ساتھ ساتھ ذریعہ معاش کا خیال رکھتے تھے بلکہ اسی ذریعہ سے وہ دینی خدمات بجالاتے تھے۔ تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ بزرگان دین کی ایک کثیر جماعت ایسی تھی جن کا ذریعہ معاش اور پیشہ تجارت تھا بہت سے انبیاء اور صحابہ کرام نے بھی تجارت کی ہے خود رسول خدا ﷺ نے بھی تجارت کی تھی اور اسی تجارت کے سلسلہ میں شام وغیرہ ملکوں کی سیاحت فرمائی ایک مرتبہ سفر شام میں بحیرہ راہب نے آپ کو دیکھ کر کہا تھا۔

بالائے سرش زھوشمندی | می تافت ستارہ بلندی

اس بوڑھے راہب نے آپ کے مربی سے کہا کہ اس ہونہار بچے کی حفاظت کیجئے نبوت کے آثار ان میں معلوم ہوتے ہیں۔ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بھی تجارت پیشہ تھا آپ کی تجارت بڑی زبردست تھی اسی تجارت کے مال کی بدولت آپ نے راہ خدا میں ہزاروں لاکھوں درہم صرف کئے اور اسلام

کو تقویت پہنچائی۔ چنانچہ خود ان کا قول ہے کہ قریش میں سب سے بڑے تاجر اور سب سے زیادہ مالدار تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس وقت ایمان لائے تو ان کی تحویل میں چالیس ہزار درہم موجود تھے جسے وہ اسلام کی نشر واشاعت اور حمایت میں صرف کرتے رہے یہاں تک کہ جس وقت وہ ہجرت کرنے لگے تھے تو صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے۔ امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تجارت کیا کرتے تھے اسی تجارت کی برکت تھی کہ جب آپ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا تو صرف حق مہر چالیس ہزار درہم تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کاروبار کا کیا کہنا ہے آپ کا کاروبار نہایت وسیع تھا ہزاروں من غلہ آپ کے پاس موجود تھا ایک مرتبہ ایک ہزار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے ملک شام سے آپ کے پاس آئے اس غنی دل مرد خدا نے سب راہ خدا میں دیدئے اسی تجارت کی برکت تھی کہ بیررومہ پینتیس ہزار درہم (۳۵۰۰۰) نقد پانچسو گھوڑے اور ہزار اونٹ مختلف مواقع پر اسلام کی تبلیغ واشاعت میں صرف کئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف ہجرت کے بعد جب مدینے پہنچے تو حضور ﷺ نے حسب دستور ان کی مواخات سعد بن ربیع انصاری سے کر دی سعد نے ان سے کہا کہ میں سب سے زیادہ دولتمند ہوں تم کو اپنا نصف مال دیتا ہوں عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ خدا تعالیٰ تمہیں مبارک کرے مجھے اس کی ضرورت نہیں مجھے یہاں کا بازار (مارکیٹ) بتادو یہی تمہاری بڑی مہربانی ہوگی چنانچہ وہ بازار گئے اور دیکھ بھال کر تجارت شروع کر دی خدا تعالیٰ نے ان کی تجارت میں بڑی برکت دی۔ یہ تجارت ہی کا کرشمہ تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جب انتقال فرماتے ہیں تو تین کروڑ بارہ لاکھ روپیہ کی جائداد چھوڑتے ہیں اور چار بیبیوں میں سے ہر ایک کو گیارہ گیارہ لاکھ درہم ملتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کپڑوں کی تجارت تھی جو دور دراز ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی الغرض بہت سے ائمہ عظام صوفیائے کرام تجارت میں مشغول رہے اس وقت تک دوسروں کے محتاج دست نہ تھے۔ افسوس آج علمائے کرام نے کسب معاش کے بجائے صرف امامت، خطابت تقریر ووعظ اور تدریس وتعلیم پر سہارا کرلیا ہے جب ان امور میں مشکلات پیش آتے ہیں تو شکایت کرتے ہیں کہ علماء کی کوئی قدر نہیں وغیرہ وغیرہ اگر وہ کسب معاش میں خود کفیل ہوں تو کسی کے دست نگر نہ ہوں۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ جمادی الاول۔

حصہ سوم

مسئلہ: ۱۸۰

التحیات، میں ایھا النبی الخ سے یہ مراد لینا کہ حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہیں درست نہیں کیونکہ یہ تو معراج کی شب کے الفاظ کی نقل ہے۔

سائل محمد رفیق گجرات

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

تمام محدثین وفقہاء نے کہا ہے ان الفاظ سے نقل مراد نہیں بلکہ حضور ﷺ کو بالمشافہ کی طرح کا سلام عرض کرتا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں درمختار میں ہے کہ (۱) **ویقصد بالفاظ التشھد معانیھا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحی اللہ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیاء لا الاخبار عن ذالک ذکرہ فی المجتبی** (درمختار ج ۱ ص ۳۵۴)۔

ترجمہ۔ تشہد کے الفاظ سے اسکے معانی اپنی مراد ہونیکا ارادہ کرے، انشاء کے طور پر گویا کہ نمازی اللہ کی تحیت کرتا ہے اور اس کے نبی ﷺ پر اور اسکے اولیاء پر اور اپنے اوپر سلام پیش کرتا ہے اخبار کا ارادہ نہ کرے۔

(۲) علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر یوں فرمایا ای **لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ ﷺ من ربہ سبحانہ ومن الملائکۃ علیھم السلام** (رد المحتار ص ۳۵۸) (۳) حضرت شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بیان میں فرماتے ہیں ونیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصا در حالت عبادت وآخر آنکہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تراست وبعضے از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ

است درذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تابانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردد

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ص ۳۱۲)

ترجمہ:۔ کہ حضور نبی اکرم ﷺ مومنوں کے نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ تمام حالتوں میں اور تمام وقتوں میں خصوصاً عبادات کی حالت میں کیونکہ اس مقام میں نورانیت وانکشاف بہت زیادہ قوی تر ہوتا ہے اس لئے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ حقیقت محمدیہ ﷺ موجودات کے ذریذرے اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے پس حضور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود وحاضر ہیں نمازی کو چاہئے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور اس مشہود سے غافل نہ ہوتا کہ نور ومعرفت کے اسرار سے منور اور کامیاب ہوجائے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی ۲۵ شوال ۱۳۹۱ھ

مسئلہ :﴿۱۸۱﴾:

بدعت کا کیا مطلب ہے۔

سائل اللہ یار کاموکی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بدعت لغت میں نئی ایجاد کو کہا جاتا ہے اور شریعت میں بدعت کے معنی اسلام میں ایسا کام ایجاد کرنا جو شریعت کے خلاف نہ ہو اور بدعت ضلالہ (بدعت گمراہی) بری ہے ورنہ اچھی ہے۔

بدعت کی دو قسمیں ھیں۔(۱) بدعت حسن (۲) بدعت سیہ بدعت حسنہ کی تین قسمیں ہیں (۱) بدعت واجبہ (۲) بدعت مباحہ (۳) بدعت مستحبہ، اور بدعت سیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) بدعت حرام (۲) بدعت مکروہ، بدعت سیہ وہ ہیں، جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں یہ بدعت کے احکام محدثین علامہ ملا علی قاری

حنفی، علامہ عبدالحق محدث، جلال الدین سیوطی، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے لکھے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز با جماعت پڑھنے والوں کو فرمایا، نعمۃ البدعۃ ھذہ، یہ اچھی بدعت ہے، اور حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے علم النحو کی ایجاد کی جو دین سمجھنے میں سب سے زیادہ ضروری ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ڈاک کا نظام ایجاد کیا۔ اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ایک شہر میں دو عید پڑھانے کی بدعت ایجاد کی، حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے جماعت ثانی کا اذان واقامت کے ساتھ طریقہ ایجاد کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے چاشت کی نماز کو اچھی بدعت فرمایا۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ رمضان ۱۳۹۵ھ

مسئلہ :﴿۱۸۲﴾:

شیطان (ابلیس) کا کفر کس وجہ سے تھا؟

سائل نذیر حسین گوجرانوالہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب:

شیطان کا کفر نبی ﷺ کی توہین تھی اور وہابیہ میں بدرجہ اتم موجود ہے مثلاً صراط مستقیم مصنفہ اسمعیل دھلوی اس نے لکھا ہے کہ نماز میں نبی کا خیال آنے سے گدھے کا خیال آجائے تو اچھا ہے یا نبی ﷺ کے خیال سے اپنی عورت کے ساتھ جماع کا خیال پیدا ہوجائے تو اچھا ہے پس جو نبی کے تصور کو گدھے کے تصور سے بدتر کہے اور یہ کہے کہ انبیاء، اولیاء، جن شیطان اور بھوت پری میں کچھ فرق نہیں (تقویۃ الایمان) حضور ﷺ کے علم کو حیوانات کے علم سے مشابہت دینی کیا توہین نہیں؟ ضرور توہین ہے اور یہ کہتے ہیں کہ ہماری عورت اور گدھے کا تصور بہتر ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پس ثابت ہوا اس سے یہ شیطان کے دوسرے کفر میں بھی برابر ہیں بلکہ بڑھکر ہیں نیز کفر شیطان کا یہ تھا کہ وہ جماعت سے علیحدہ ہوا اور یہ کفر وہابیہ میں بھی موجود ہے کیونکہ زمانہ اربعہ سے لیکر اب تک جتنے اہلسنت مسلمان گزرے ہیں وہ سب کے سب مقلد ہی

گزرے ہیں کوئی غیر مقلد نہیں گزرا اور اسی پر امت کا اجماع ہے تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ہے ''صحاح ستہ کے مصنفین مقلد تھے'' خود اللہ تعالی شیطان کے کفر کی وجہ بتاتا ہے

واذقلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکفرین

(پارہ ۱ آیت ۳۴ سورۃ بقرہ)

اس آیت میں جو شیطان کا کفر بیان ہورہا ہے یہی بات وہابیہ ودیوبند میں موجود ہے کیونکہ ان کو بھی اگر کہا جائے کہ حضور علیہ السلام کی طرف رجوع کرو ان سے سفارش کراؤ کہ خدا تعالی تمہیں بخشدے یا یہاں سے ہی عرض کرو یا رسول اللہ ہمارے لئے بخشش کی دعا فرمائیں تو وہابی اسکا انکار کرتے ہیں بلکہ سفارش کرانیوالے کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے

ولو انھم اذظلموا انفسھم جاءوک فستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما

(پارہ ۵ آیت ۶۴ سورۃ النساء)

ترجمہ: یہ لوگ اے محمد ﷺ تمہاری خدمت میں حاضر ہوکر مجھ سے بخشش طلب کرتے اور تم بھی ان کے واسطے بخشش مانگتے تو میں ضرور بخش دیتا دوسری جگہ فرماتا ہے

واذا قیل لھم تعالوا یستغفرلکم رسول اللہ لووا رءوسھم ورأیتھم یصدون وھم مستکبرون

(پارہ ۲۸ آیت ۵ سورۃ المنافقون)

یعنی جب ان کو کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول کی طرف کہ تمہارے لیے خدا سے بخشش طلب کریں تو سر ہلاتے ہیں انکار سے دیکھا تو نے اے محمد ﷺ کیسا تکبر سے رکتے ہیں۔

یہی کیفیت وہابیوں اور نجدیوں میں ہے کہ وہ ان آیات کے لئے کہتے ہیں کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا اور بس۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ۔ ۱۳ رجب ۱۳۹۹ھ

مسئلہ :﴿۱۸۳﴾:

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بیچ مسئلہ ذیل کے کہ پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب نے اپنی تقریر بعنوان اسلام اور فرقہ پرستی میں فرمایا کہ اے اہل اسلام تم میں سے جو بھی مسلک ہو بریلوی ہو یا دیوبندی اہل حدیث ہو یا شیعہ کوئی مسلک ایسا نہیں جو رسول پاک ﷺ کی غلامی کا دم نہ بھرتا ہو جو حضور ﷺ کا کلمہ گو نہ ہو جو خود کو سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کا وفادار نہ تصور کرتا ہو اور میں یہ کہتا ہوں کہ اپنی جگہ سارے کے سارے حضور ﷺ کے غلام ہیں حضور ﷺ ہی کے امتی ہیں میں کسی مسلک کو اسلام سے خارج یا کفر کا علمبردار تصور نہیں کرتا۔ سب مسلمان ہیں جن دیوبندی وہابی اہل حدیث شیعہ کو طاہر القادری صاحب کا مسلمان قرار دینا حق وصداقت پر مبنی ہے تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کا ان کو کافر قرار دینا اگر جھوٹ پر مبنی ہے تو احمد رضا خاں صاحب از روئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلمان ہیں یا نہیں؟

(۲) اگر احمد رضا خان صاحب کا دیوبندی اور شیعوں کو کافر قرار دینا حق وصداقت پر مبنی ہے تو پروفیسر طاہر القادری صاحب کا ان کو مسلمان قرار دینے پر محمد طاہر القادری صاحب از روئے قرآن وحدیث مسلمان ہیں یا نہیں۔؟

سائل عبدالعزیز مکان نمبر ۹۶ یونٹ نمبر ۷ لطیف آباد حیدر آباد سندھ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

پروفیسر طاہر القادری کا فتنہ بہ نسبت دوسرے فتنوں کے زیادہ خطرناک ہے اس لیے کہ منشور ودستور اہلسنت کے مطابق عشق رسول ﷺ اور حب اولیاء پیش کرتا ہے لیکن بغل میں چھرا مودودی کا چھپائے رکھتا ہے مذکورہ بالا پروفیسری بیان دراصل مودودی کا چھوڑا ہوا ایک شوشہ ہے نہ صرف یہی بلکہ اس کی تحریروں اور تقریروں سے اس طرح کے کئی شوشے ملیں گے اسی لئے اسے ''بریلوی مودودی'' کہا جائے دوسرے لفظوں میں شتر مرغ'' کہ پینترا بدلنے کا بھی استاد ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے دام تزویر میں بڑے بڑے مولوی پھنستے جارہے ہیں جس طرح دیوبندیوں کو دیر سے مودودی کا بھید کھلا پروفیسر کی چالیں سنی برادری بھی بعد میں سمجھے گی خدا کرے ابھی سے یہیں اس کی چالوں کو سمجھ میں مزید تفصیل کے لیے تصنیف

الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب فتنہ ظاہری کا مطالعہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم الصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ شعبان ۱۴۲۱ھ

مسئلہ ۱۸۴

اللہ تعالیٰ کے فرمان

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

(پارہ ۲۰ آیت ۵۶ سورۃ القصص)

سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ جس کے لئے چاہیں تو ہدایت نہیں دے سکتے اس طرح آپ مختار کل ثابت نہ ہوئے۔

سائل صاحبزادہ محمد امین سیالوی محمدی شریف جھنگ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔علماء مشائخ اہلسنت کے عقائد میں حبیب رب غفار سرکار ابد قرار ﷺ کو امور تکوینیہ ہوں یا تشریعیہ باذنہ تعالیٰ اختیار حاصل ہے جن کے دلائل باصرہ بے حد وحساب ہیں یہاں چند آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ مقدسہ اور تصریحات علماء ومشائخ اہلسنت بکار ثواب تحریر کرتا ہوں مخالفین کی پیش کردہ آیت کا جواب ملاحظہ ہو (۱) مسلمات سے ہے کہ قرآن عظیم کی آیات میں تضاد وتناقض ممتنع ہے بلکہ ہر آیت جملہ دوسری آیات بینات کی موید ومصدق ہے چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتبا متشابھا مثانی حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تشابھا کا ترجمہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے فلانہ یشبہ بعضہ بعضا فی الحسن و الصدق (اتقان ص ۵۱ ج ۱ مصر) اس بنا پر حق حقیقت یہ ہے کہ قرآنی آیات میں ایک دوسرے کے ساتھ نہ تضاد ہے نہ تناقض جس آیت کو مخالفین پیش کرتے ہیں اس کے بالمقابل قرآن پاک میں سورۃ شوریٰ شریف ہے

وانک لتھدی الی صراط مستقیم

(پارہ ۲۵ آیت ۵۲ سورۃ الشوریٰ)

۔میرے حبیب پاک بے شک آپ صراط مستقیم کی ہدایت فرماتے ہیں۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ جہاں مخالف پہلی آیت پیش کرتے ہیں انہیں یہ دوسری آیت بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ مولیٰ تعالیٰ جل مجدہ تو اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کو ہدایت کی دانائے سبل ارشاد فرما رہا ہے ہیں منکر نبی کا اظہار خیال بصورت دیگر ہے کیونکہ اس کا عقیدہ بنتے نبی کے امکان سے وابستہ ہے یہ وجہ ہماری پیش کردہ آیات وتصریحات اور مشائخ اہلسنت کے عقائد وارشادات کے انکار میں مسلمانوں کو تاریکی میں رکھنے کے لئے بالعموم ارشاد ربانی کی غلط ترجمانی کرتے کہتا ہے

انک لتھدی (الخ)

(پارہ ۲۵ آیت ۵۲ سورۃ الشوریٰ)

حضور ﷺ منزل ہدایت تک پہنچانے سے قاصر ہیں (معاذ اللہ) پیش کردہ آیت میں عموم ہے حضرات فن تفسیر کا قاعدہ یہ ہے کہ خصوصی کی نفی سے عموم کی نفی نہیں ہوتی (تفسیر اتقان) ملاحظہ ہو

(۳) انک لتھدی (الخ)

(پارہ ۲۵ آیت ۵۲ سورۃ الشوریٰ)

مخالف کا یہ اعتراض سورت قصص کی ایک آیت ہے جو کہ سورت شوریٰ سے پہلے اتری ہے چنانچہ علامہ سیوطی اپنی (تفسیر اتقان کے صفحہ ۲۵ ج اول) میں سورتوں کی ترتیب کے قواعد مرتب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں (پچھلی آیات) کہ پچھلے ارشادات پہلے فرمودات کے لئے یا تو ناسخ ہے یا ان کے اجمال کی تفصیل یا پھر ذاتی وعطائی کا فرق واضح مطلوب ہے تاہم ایسے ہی انک لتھدی ارشاد ربانی میں ذاتی تصرفات کی نفی ہے اور

انک لتھدی الی صراط المستقیم

(پارہ ۲۵ آیت ۵۲ سورۃ الشوریٰ)

میں عطائی ہدایت کا اثبات موجود ہے اور یہ طریقہ قرآن کریم میں عام ہے ان تمام قوانین کی تفصیل فقیر نے اپنی تفسیر احسن البیان میں عرض کر دی ہے۔(۴) اہلسنت کے نزدیک ہدایت کے معنی خلق کی ھدایت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ رجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ ۱۸۵

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ صحیح النسب سید وہ دیگر مشائخ عظام کی اولاد بدمذہب ہو جاتی ہے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ ہو۔

سائل محمد قمر بخش پرو

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

فقیر امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ کا فتویٰ مبارک پیش کرتا ہے۔ جو کافر مرتد ہو وہ قطعاً سید نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صلح

(پارہ ۱۲ آیت ۴۶ سورۃ ھود)

وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔

نہ اسے سید کہنا جائز رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لاتقولوا المنافق سید فانہ ان یکن سید فقد اسخط ربکم عزوجل ۔منافق کو سید نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سید ہو تو بے شک تم پر تمہارے رب عزوجل کا غضب ہو۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی بسند صحیح) عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت حاکم کے لفظ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اذاقال للمنافق یا سید فقد اغضب ربہ عزوجل ۔ جو منافق کو اے سید کہے اس نے اپنے رب عزوجل کا غضب اپنے اوپر لیا ۔والعیاذ باللہ رب العلمین ۔ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں انما سمیت فاطمہ لان اللہ فطمھا و ذریتھا عن النار یوم القیمۃ ۔فاطمہ اس لئے نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی نسل کو روز قیامت آگ سے محفوظ فرمایا۔

اگر کہے بکثرت کفار مرتدین کہ صراحۃ منکرین ضروریات دین ہیں سید کہلاتے ہیں میر فلاں لکھے جاتے ہیں اقوال کہلانے سے واقعیت تک ہزاروں منزل ہیں نسب میں اگر چہ فصرت پر قناعت و الناس امناء علی انسابھم مگر جب فلاں پر دلیل قائم ہو تو شہرت بے دلیل نامقبول وعلیل اور خود اس کے کفر سے بڑھ کر کونی

سیادت پر اور کیا دلیل درکار کافر نجس ہے

قال تعالیٰ انما المشرکون نجس

(پارہ ۱۰ آیت ۲۸ سورۃ التوبہ)

اور سادات کرام طیب وطاہر

فقال تعالیٰ ویطھرکم تطھیرا

(پارہ ۲۲ آیت ۳۳ سورۃ الاحزاب)

اور نجس وطاہر باہم متباین ہیں کہ ایک شے پر معاً ان کا صدق محال جب علمائے کرام تصریح فرما چکے کہ سید صحیح النسب سے کفر واقع نہ ہوگا اور یہ شخص صراحۃ کافر اس کا سید صحیح النسب نہ ہونا ضرور ظاہر اب اگر اس نسب کریم سے انتساب پر کوئی سند معتمد نہ رکھتا ہو تو امر آسان ہے ہزاروں اپنی اغراض فاسدہ کے لیے فرازدعوی سید بن بیٹھیں گے۔ غلہ ارزان شود امسال سیدی شوم (تو فلاں کافر سے کیا دور ہے کہ سید بن بیٹھا ہو یا اس کے باپ دادا میں کسی نے ادعائے سیادت کیا اور جب سے یونہی وہ مشہور چلا آتا ہو اور اگر بالفرض سید بھی ہو تو اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ اسی خاندان کا ہے جس کی نسبت یہ شہادت نام ہے یہ وجوہ ہیں ورنہ معاذ اللہ ہزار ہا شانہ ناپاک حضرت بتول زہرا میں معاذ اللہ کفر و کافری کی گنجائش نہ جسم اطہر سید عالم ﷺ کا کوئی پارہ کتنے ہی بعد پر عیاذ باللہ یہ دعوی کے لائق۔ الحمد للہ یہ دو جلیل واجب التعویل ہیں کہ کوئی عقیدہ کفر پر رکھنے والا ہرگز سید صحیح النسب نہیں۔ فقیر اویسی غفرلہ قصہ نوح علیہ السلام سے استدلال کرتا ہے کہ کنعان نبی زادہ تھا اس نے کفر کیا کہ خاندان نبوت سے خارج ہو گیا قرآن میں ہے انہ لیس من اھلک کی صریح نص موجود ہے شیخ سعدی قدس سرہ اس کی ترجمانی فرماتے ہیں۔

پسر نوح بابدان بنشست خاندان نبوتش گم شد

اس موضوع پر فقیر کا رسالہ ہے بنام بدمذہب سید نہیں میرے استاذ مکرم حضرت سراج الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ علماء کا اختلاف ہونے کا فیصلہ آپ نے فتوی کی صورت میں فرمایا فقیر وہ فتوی مع استفتا نقل کرتا ہے۔

محترم المقام حضرت مولانا محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی ،سلام مسنون خیریت موجود خیریت نیک مطلوب ہوں میری دلی دعا ہے کہ مولا تعالیٰ حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے آپکو ہمیشہ مدینے کے مہکتے

پھولوں کی طرح مسکراتا اور خوش وخرم رکھے آمین ثم آمین آمدم برسر مطلب اس سے قبل ایک عریضہ حاضر خدمت کیا تھا آپ نے عمرہ کی ادائیگی کے خط میں ذکر کیا تھا اب پھر عریضہ حاضر خدمت ہے۔ اور ایک سوال نامہ حاضر خدمت ہے۔ اس کا جواب ضرور تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ اور ماجور ہوں۔ مستقلہ سوال کی بابت دوسرے جید علماء کے فتاوی موجود ہیں چند ایک آپ کی خدمت میں حاضر خدمت ہیں۔ ہمارے پاس جن علماء کے موجود ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب فیصل آباد (۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور (۳) نباض قوم حضرت مولانا الحاج ابوداود محمد صادق صاحب گوجرانوالہ (۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب لاہور (۵) شیخ الحدیث حضرت مولانا ابومحمد عبدالرشید صاحب رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمندری (۶) مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی (۷) حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب جامعہ رضویہ فیصل آباد۔ اس کے علاوہ متعدد علماء کے فتاوی موجود ہیں برائے مہربانی آپ بھی اپنے فتوی سے مطلع فرمائیں اگر تفصیلی بھی ہو تو بھی درست ہے اور اگر آپ فرمائیں تو ان شاء اللہ ہم اسکو شائع کرنے کو بھی تیار ہوں گے لیکن یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے فی الوقت ہمارا ارادہ شائع کرنے کا نہیں۔ ہمارے ہاں چند افراد صوفی برکت علی کے معتقد ہیں صرف انکی تسلی کے لیے فتاوی جمع کر رہے ہیں آپ اعلی حضرت اور محدث اعظم کی تعلیمات سے فیض یافتہ ہیں قرآن وسنت کے مطابق جواب دیں۔ دوسرا یہ کہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب اصدق الرؤیا کی ضرورت ہے اگر آپ کے پاس ہو تو مطلع فرمائیں تو ہم فوٹو اسٹیٹ آپ سے کروالیں گے جواب دے کر ماجور ہوں والسلام۔ سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ دارالاحسان والے صوفی برکت علی سالاروی صاحب کے بارے میں کہ وہ صحیح العقیدہ سنی حنفی بریلوی تھے یا کہ نہیں جبکہ اس کی مندرجہ ذیل عبارات ملتی ہیں۔ تو مسلمان ہیں نہ دیوبندی بریلوی..... جب ہم تعصب سے بالاتر ہو کر فراخ دلی سے دور حاضر کی اس سب سے بڑی کشمکش کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دیوبندی اور بریلوی دونوں ہی حضور اقدس ﷺ کے شیدائی بھائی بھائی ہیں (روزنامہ امروز لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۸۵، مضمون مقالات حکمت) چھوٹی چھوٹی غیر ضروری باتوں پر اتنی اتنی بحث ہر بات پر نکتہ چینی اور اتنی تحقیق کہ بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا دیا اور اصل بات کو بحث ومباحثہ کی نذر

کر دیا اور اتحاد جو اسلام کی روح ہے اس کے پرخچے اڑا دیئے ہر بات پر بحث ہر بات پر نکتہ چینی ہر کسی کو حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھنا ہرگز اسلام نہیں اور نہ یہ اسلام کی تعلیم ہے اور پھر کبھی ہم نے اس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ آخر کس بات پر ہم باہم دست وگریباں ہیں ایک ہی امام کے مقلد دیوبندیت اور بریلویت کے بلاجواز جھگڑوں میں اس قدر الجھ گئے ہیں کہ ایک دوسرے سے سلام تک لینا پسند نہیں کرتے نفرت کی یہ مصنوعی دیواریں یہاں تک بلند ہو چکی ہیں کہ ایک ہی پیر کے مرید آپس میں متفق نہیں (رسالہ دار الاحسان جون ۱۹۷۱ هیو ن ذ بحست صوفی برکت علی نمبر صفحہ ۱۰۷۹) فرقہ وارانہ منافرت اور کشیدگی ہمارا شیوہ بن چکا ہے ہم ایک دوسرے کو کافر کہنے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے حالانکہ جو شخص ایک بار کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جائے اسے ہم اس وقت تک کافر نہیں کہہ سکتے جب تک وہ اس کلمہ کا منکر نہ ہو اسے ہم گناہگار تو کہہ سکتے ہیں کافر نہیں ہم نے کسی کافر کو تو کیا مسلمان کرنا تھا مسلمانوں کو کافر بنا کر رہے ہیں فرقہ وارانہ کشیدگی کا حامل مسلمان اسلام کا غیر ذمہ دار نمائندہ ہے اور وہ کبھی مقبول الاسلام نہیں ہو سکتا ہم قادری ہیں چشتی ہیں سہروردی ہیں مالکی ہیں حنفی ہیں حنبلی ہیں اہل قرآن ہیں اہل حدیث ہیں اہل سنت والجماعت ہیں دیوبندی ہیں بریلوی ہیں عربی ہیں عجمی ہیں شرقی ہیں غربی ہیں گورے ہیں کالے ہیں جو کچھ بھی ہیں بہرحال مسلمان ہیں ایک اللہ کے بندے ہیں ایک رسول کے امتی ایک قرآن کو ماننے والے آخری نبی کی آخری اور سب امتوں میں سے بچی ہوئی امت کے ایک فرد ہیں مگر ہم نااتفاقی اور انتشار کا شکار ہیں اس فرقہ وارانہ کشیدگی اور باہمی انتشار نے ملت اسلامیہ کے شیرازے کو بکھیر دیا اسلام کے وقار کو پامال کر دیا (حوالہ بالا) (۴) تبلیغ میں فرقہ واریت کی کوئی گنجائش نہیں یہ بالکل غیر جانبدارانہ ہے دیوبندی بریلوی مالکی حنفی یا حنبلی کی اس میں گنجائش نہیں (سو ن ذالحست برکت علی نمبر صفحہ ۲۱) (۵) خدا کی قسم بھلائی کی صدا بلند کی جاتی ہے خواہ یہ عیسائیوں کی طرف سے ہو یا کسی اور کی طرف سے تو اللہ کامیاب کرتے ہیں (حوالہ مذکورہ) ان عبارات کی روشنی میں صوفی برکت علی کا صحیح العقیدہ ہونا یا نہ ہونا بیان فرمایا جائے اور اسے ولی اللہ بتانے والے اور نماز جنازہ پڑھنے والے کی اقتدا میں نماز کا کیا حکم ہے اس کے باوجود کہ مذکورہ عبارات سے وہ مطلع بھی ہو۔

سائل: محمد ارشد رضوی شاہکوٹ

﴿سوال مذکور کا جواب بقلم شیخ قرآن وحدیث مفتی غلام رسول رضوی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ﴾

مذکور تحریر کے مطابق مذکور شخص سنی صحیح العقیدہ نہیں وہ کوئی نیا مذہب رکھتا ہے اس کا یہ کہنا کہ کلمہ توحید پڑھنے والا مسلمان ہے یہ تو مرزائی بھی پڑھتے ہیں انگویوں کا فر کیوں کر اقلیت قرار دیا گیا ہے؟ انہوں نے کب کلمہ توحید کا انکار کیا ہے؟ مذکور تحریر کے مطابق وہ صرف گنہگار ہیں معاذ اللہ حالانکہ وہ ختم نبوت محمد ﷺ کے منکر ہیں اور کلمہ کا انکار نہیں کرتے اسی طرح یہ حضرت صحابہ کرام کی توہین کرتے وہ کلمہ کا انکار نہیں کرتا جبکہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی تو اب اس کا رد کرنا کیسے ممکن ہے بہر کیف جو موجودہ تمام فرقوں کو ایک نظر سے دیکھے اور کہے سب کلمہ گو ہیں وہ اہلسنت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اس کو ولی کہنا عبث ہے حق مذہب سید عالم ﷺ کی طاعت ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی ہے حضور ﷺ نے وما انا علیہ واصحابی فرمایا پس یہی حق جماعت مع واللہ ورسولہ اعلم۔

غلام رسول رضوی فیصل آباد۔

﴿سوال مذکور کا جواب بقلم مفتی اعظم پاکستان جناب عبدالقیوم ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ﴾

مذکور بالا مضمون کا قائل کھلا گمراہ ہے اور جاہل ہے کہ اہلسنت مسلمان اور وہابی دیوبندیوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتا ہے حالانکہ دیوبندیوں کے امام اشرف علی تھانوی۔ رشید احمد گنگوہی۔ قاسم نانوتوی۔ خلیل احمد اسمعیل دہلوی۔ کے کفریات سے انکی کتب بھری پڑی ہیں جن پر عرب وعجم نے انکی تکفیر کی ہے اگر صرف کلمہ پڑھنا ہی مسلمان ہونے کیلئے کافی ہے تو زمانہ رسالت کے منافقین بھی اس شخص کے نزدیک تمام مسلمان کے مساوی ہیں اور یوں ہی موجودہ دور کے مرزائی بھی اس شخص کے نزدیک مسلمان ہوں گے کیونکہ اس شخص کے نزدیک جو شخص ایک بار کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جائے اسے ہم اس وقت تک کافر نہیں کہہ سکتے جب تک وہ اس کلمہ کا منکر نہ ہو۔ جب کہ منافقین اور مرزائیوں کا کلمہ سے انکار کہیں ثابت نہیں بلکہ وہ بدستور کلمہ گو ہیں اگر یہ شخص منافقین اور مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے جیسا کہ اس کی تحریر سے معلوم ہے تو یہ شخص اپنے مذکورہ ضابطہ کے تحت ان کو مسلمان کہنے پر خود کافر ہے اور اگر وہ ان مرزائیوں کو کافر جانتا ہے تو واضح ہو گیا کہ اس کا ضابطہ اور یہ سارا مضمون جھوٹ اور کھلی گمراہی ہے واللہ تعالی اعلم۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۶۔۷۔۹۹

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

صورۃ مسئولہ میں جو کچھ علمائے اہلسنت نے لکھا ہے فقیر کا ان کے ساتھ اتفاق ہے۔

والله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۹ ج ۱۴۲۰

مسئلہ ﴿۱۸۲﴾

ایک شخص احکام شرعیہ سے اکثر مذاق اڑاتا رہتا ہے شرعا اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

سائل نذر حسین میانوالی

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

عالمگیری میں ہے (ص ۲۸۸ ج ۲) پر ہے (الاستهزاء باحكام الشرع كفر)

احکام شرع کے ساتھ مذاق کفر ہے

الهازل و المستهزی اذا تكلم بكفر استخفا فا واستهزاء و مزاحا يكون كفرا عند الكل وان كان اعتقاده خلاف ذلك۔

والله تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۱

مسئلہ ﴿۱۸۳﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سید آل رسول ﷺ بدمذہب وہابی۔ دیوبندی۔ شیعہ۔ مرزائی وغیرہ ہو جائے کیا اس کی تعظیم کرنی چاہیے یا نہ۔

سائل نور الحسین دریا خان

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب۔

بدمذہب کوئی ہو سید ہو یا غیر سید کسی طرح کی تعظیم کا مستحق نہیں استاذی المعظم سراج الفقہاء مفتی اعظم مفتی سراج احمد لکھن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دو علماء کا اس میں اختلاف ہوا تو آپ سے فتوی پوچھا گیا آپ نے اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا سوال وجواب ملاحظہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ ۱۸۸

اسلامی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ثبوت قرآن وحدیث میں کہاں ہے جبکہ ایک شخص اسکا ثبوت قرآن وحدیث سے مانگتا ہے اور شیعہ مذہب میں علی ولی اللہ کا اضافہ کہاں تک صحیح ہے؟

سائل نصر اللہ شاہ کوٹ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ سوال دراصل دیو بند کے فضلاء میں سے ایک جدید گروہ نے اٹھایا تھا جسکا رد خود دارالعلوم کے مہتمم قاری طیب نے لکھا وہ کتابی صورت میں انارکلی لاہور کے کتب خانہ ادارہ اسلامیات لاہور سے چھپا سائل نے سوال کی نوعیت وہی اختیار کی جو عموماً ہمارے لئے عموماً دردسر بنی ہوئی ہے کہ ہر مسئلہ پر سوال ہوتا ہے کہ میلاد شریف کا ثبوت قرآن میں دکھلاؤ گیارہویں شریف قرآن سے ثابت کرو اسطرح مسائل مختلفہ کہتا ہے کہ کلمہ اسلام قرآن وحدیث کی صریح الفاظ دکھاؤ تو مہتمم دارالعلوم دیو بند نے اپنے کتابچہ کلمہ طیب میں وہی راہ اختیار کی ہے جو ہم اہلسنت اپنے مخالفین کو بتاتے ہیں چنانچہ اس کتابچہ کو پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ قاری طیب مہتمم دارالعلوم دیو بند وہی اصول لکھ رہا ہے جو امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے اپنے مخالفین کیلئے بیان فرماتے۔

ثبوت کلمہ اسلام:۔ کلمہ اسلام کا ثبوت قرآن مجید میں یونہی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو معبود اور حضرت محمد ﷺ کو رسول برحق ماننا ہے اور وہ آیات کلمہ اس کا ثبوت ہیں۔

ثبوت از احادیث مبارکہ: پیغمبر اسلام ﷺ کی احادیث کے مطابق اسلام کے پانچ ستون ہیں جنہیں ارکان اسلام کہا جاتا ہے حضور پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے **بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لاالہ الااللہ وان محمدار سول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الز کوۃ وصوم رمضان۔**

(صحیح بخاری جلد اول)

اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں اول شہادت دینا اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں

دوم نماز قائم کرنا سوم زکوۃ ادا کرنا چہارم حج کرنا پنجم رمضان کے روزے رکھنا (۲) حضور کریم ﷺ کی ایک اور مستند حدیث کے مطابق جو صحیح مسلم کی جلد اول میں زیر عنوان کتاب الایمان درج ہے انہی پانچ چیزوں کو اسلام قرار دیا گیا ہے اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

الاسلام ان تشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا۔

(صحیح مسلم جلد اول کتاب الایمان صفحہ ۲۷)

اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو زکوۃ دو ماہ رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر طاقت ہو۔ (۳) مذکورہ بالا حوالہ جات سے بالکل واضح ہے کہ ایک غیر مسلم کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے سب سے اول بات کلمہ کا اعلانیہ اقرار ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا اسلئے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ کلمے کو اس کے الفاظ اور معانی کے ساتھ تحفظ دیا جائے اور کلمے کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافے کی اجازت نہ ہو حضور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کافروں کو مسلمان بناتے ہوئے جس کلمہ اسلام کا اقرار کرایا ہے اس میں صرف توحید ورسالت کا اقرار ہوتا تھا چاروں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سمیت قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جو کلمہ پڑھایا ہے اور دور رسالت اور دور صحابہ سے لیکر آج تک تمام مسلمان متفقہ طور پر اسلام مانتے چلے آئے ہیں وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے

کلمہ شیعہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل۔ یہ کہ شیعہ کے نزدیک اس کلمہ پر اگر کوئی اعلانیہ اقرار وتصدیق نہیں کرتا مسلمان نہیں بن سکتا اس کی رو سے زمانہ رسالت سے لے کر قیامت تک کے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد غیر مسلم اور کافر قرار پاتی ہے کیونکہ مذکورہ بالا کلمہ کی پیغمبر ﷺ نے کلمہ اسلام کے طور پر کبھی تعلیم نہیں دی اور نہ اس کا کبھی اعلان کیا نہ ہی پیغمبر ﷺ کے دور حیات میں اسلام میں داخل ہونے والے کسی شخص نے اس کلمہ کا اقرار کیا ہے یہ کلمہ ہرگز وہ نہیں جسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضرت ابوبکر حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے جو نبوت کے ابتدائی دنوں میں پیغمبر

ﷺ کے دست مبارک پر (اسلام میں داخل ہونیوالوں) میں اولین افراد تھے کبھی پڑھا ہو اس کلمہ کا شیعہ مکتب فکر کی مستند کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی ذکر نہیں ملتا درحقیقت کلمے کے الفاظ اور حروف متن کے بارے میں آغاز اسلام سے چند سالوں تک مختلف مکاتب فکر کے مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہا پیشتر اسلام کے مخالفین نے ایک سازش کے تحت کلمے میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل۔ مذکورہ بالا اضافی الفاظ بجائے خود اس حقیقت کا ثبوت پیش کرنے کیلئے کافی ہیں کہ وہ اصل اور حقیقی کلمہ کا حصہ نہیں ہو سکتے اور یہ کہ ان کا کسی مقصد کے تحت بعد میں اضافہ کیا گیا ہے اس بحث کے حق میں اہل تشیع علماء کی تصنیف کردہ کتابوں کے جن پر شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا کامل اعتماد ہے کے مندرجہ ذیل حوالہ جات کو دیکھئے۔ **عن جیل بن دراج قال سالت ابا عبداللہ عن الایمان فقال شھادۃ ان لاالہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ قال الیس ھذا عمل قال بلی قلت فا العمل من الایمان قال لایثبت لہ الایمان الا بالعمل و العمل منہ**

(اصول کافی ص ۵ ج ۱)

ترجمہ:۔ راوی نے کہا میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایمان کے متعلق دریافت کیا فرمایا۔ گواہی دینا اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں راوی نے کہا کہ کیا یہ عملی صورت نہیں فرمایا ہاں ہے میں نے کہا تو کیا عمل ایمان کا جزو ہے؟ ایمان بدون عمل ثابت نہیں ہوتا اور عمل اس کا جزو ہے

(۲) **فلما اذن اللہ لمحمد فی الخروج من قلۃ الی المدینۃ نبی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا للہ و ان محمد اعبدہ و رسولہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ و حج البیت و صیام شھر رمضان۔** (اصول کافی ج ۲ ص ۴۶)

ترجمہ:۔ جب اللہ نے حضرت رسول اللہ کو مکہ سے مدینہ کی طرف خروج کی اجازت دی تو اسلام کی بنیاد ۵ چیزوں پر رکھی گواہی دینا اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں (۲) قائم کرنا نماز کا (۳) زکوۃ دینا (۴) حج کرنا اور (۵) ماہ صیام میں روزے رکھنا پھر وحی کی کہ اے محمد! لوگوں کے پاس جاؤ اور کہو کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کریں۔

(حیات القلوب اردو ص ۴۳ مؤلفہ علامہ مجلسی ترجمہ مولوی سید بشارت کامل)

اگر کافر شہادت ایں بگوید یعنی بگوید اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ مسلمان میشود

(توضیح المسائل مجموعہ فتاوی سید محمد کاظم شریعتمداری ایران ۳۹)

یعنی اگر کافر مذکورہ دو شہادتیں دے تو مسلمان ہو جائے گا۔

فائدہ:۔ تمام اسلامی مکاتیب فکر کی مذہبی کتابوں میں اس کلمہ کا کہیں ذکر نہیں جو مذکورہ بالا کلمہ شیعوں میں مروج ہے تو جس طرح مرزا قادیانی کو نبی ماننے والے (قادیانی ہوں یا لاہوری) باوجود توحید ورسالت ماننے کے ایک خود ساختہ نبوت کے قائل ہونے کی وجہ سے ملت اسلامیہ سے جدا ہو چکے ہیں۔ اسی طرح شیعہ ایک خود ساختہ کلمہ دیگر شرائع اسلام وضع کرنیکی بنا پر خود ہی ملت اسلامیہ سے کٹ گئے ہیں اب ان کے اور مسلمانوں کے درمیان اسلام کی بنیاد پر کوئی مشترکہ بات باقی نہیں رہی کیوں کہ اسلام کی بنیاد کلمہ اسلام ہے اور انہوں نے کلمہ اسلام ہی جدا مان لیا ہے لہذا اسکی حیثیت سے بھی شیعہ اسلام سے رشتہ جوڑنے کے حقدار نہیں ہوں گے۔ دیگر کتب شیعہ کی تصریحات کے علاوہ انکی مناقب اہلبیت کے بیان میں کلمہ صرف اتنا ہے جتنا اہلسنت کہتے ہیں۔ حیوۃ القلوب میں ہے

آدم گفت خداوندا چوں مرا فریدی نظر کردم بسوی عرش تو دیدم دراں نوشتہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(حیوۃ القلوب جلد ۲ ص ۱۴۵)۔

غزوات حیدری:۔ پھر آدم نے سر اپنا اوپر اٹھایا دیکھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(غزوات حیدری)

حیوۃ القلوب پیغمبر کہ درمیان کتف است دو سطر نوشتہ است سطر اول لا الہ الا اللہ وسطر دوم محمد رسول اللہ (حیوۃ القلوب جلد ۲ ص ۲۶) ایضاً اسی حیوۃ القلوب کی ایک اور روایت ملاحظہ ہو درمیان دیدہ براق نوشتہ است لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسکی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ کلمہ شیعہ کا رد پڑھئے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ شعبان ۱۴۱۱ھ

مسئلہ : ۱۸۹

کیا کتب شیعہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بی بی ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا؟۔

سائل عبدالماجد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یعقوب کلینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ فاخذبیدھافانطلق بھا الی بیتہ

(کافی ج ۲ ص ۳۱۲ حصہ اول تہذیب ج ۲۳۸)

ام کلثوم کے پاس گئے اور ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر سے اپنے گھر میں لے آئے۔

فائدہ : انہی دونوں کتابوں کے ان صفحات پر انہی الفاظ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دوسرے راویوں کی روایت بھی منقول ہے۔ (۳) فروع کافی مصنفہ محمد بن یعقوب کلینی میں ایک مستقل باب ہے جس کا یہ عنوان ہے دیکھئے فروع کافی حصہ اول مطبع لکھنو باب فی تزویج ام کلثوم یہ باب سیدہ ام کلثوم کے نکاح میں ہے جس میں محمد بن یعقوب کلینی نے حضرت امام جعفر صادق سے روایتیں نقل کی ہیں جن سے بخوبی ثابت ہے کہ خاندان نبوت کی چشم چراغ سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کیا گیا تھا اور (مراۃ العقول ص ۴۴۸) پر ان دونوں کو حسن کہا اس سے اس شکر کا بھی رد ہو گیا کہ جو کہتے ہیں کہ نکاح عمر کی روایات ضعیف ہیں معلوم ہوا کہ یہ روایتیں ضعیف بھی نہیں ہیں۔ (۴) قاضی نور اللہ شوستری شیعہ مجتہد لکھتا ہے کہ

نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد

اگر نبی علیہ السلام نے عثمان کو بیٹی دی تھی تو حضرت علی نے عمر کو دے دی مجالس المومنین ص ۸۷ (۵) قاضی نور اللہ شوستری شیعہ نے لکھا ہے کہ کسی نے ابوالحسن سے پوچھا کہ

آں حضرت دختر خود را بعمر بن خطاب داد گفت بوا سطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود بزبان راز

وبفضل حضرت امیر کرد (مجالس المومنین ص ۱۸۸ سطر ۴) کہ حضرت شیر خدا علی المرتضی نے اپنی دختر نیک عمر بن خطاب کو کیوں دی تھی اس نے جواب دیا اس وجہ سے کہ عمر توحید خدا تعالی اور رسالت رسول اللہ ﷺ کی شہادت زبان سے ظاہر کرتا تھا اور حضرت عمر کی دامادی اسکی فضیلت (۶) قاضی نور اللہ شوستری شیعہ مجتہد لکھتا ہے کہ

محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف مصاحرت حضرت امیر المومنین علیہ الصلوۃ وآلہ شرف گشتہ وام کلثوم را کہ بعد کفت از روئی اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود

(کتاب مجالس المومنین ص ۸۳ آخری سطر) محمد بن جعفر طیار نے عمر بن خطاب کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثوم سے نکاح کر کے حضرت سیدنا علی امیر المومنین صلوات اللہ علیہ وآلہ کی دامادی کا شرف حاصل کیا اور یہ سیدہ ام کلثوم پہلے اکراہ سے عمر کے حبالہ نکاح میں تھی باوجودیکہ عمر ان کے ہم کفو نہ تھے (۷) بعض لوگ اپنی نادانی سے کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوا تھا ان گزشتہ حوالہ جات سے بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا دختر علی رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جس کا انکار ممکن نہیں جیسا کہ قاضی نور اللہ شوستری شیعہ نے لکھا ہے تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب قلف الثمر نکاح ام کلثوم بعمر۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ : ۱۹۰

ما انا علیہ واصحابی سے کون فرقہ اسلامیہ مراد ہے وہابی ہیں یا نیچری یا رافضی یا مرزائی یا چکڑالوی یا اہلسنت والجماعت ما انا علیہ واصحابی ہے۔

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فرقہ اسلامیہ فرقہ ناجیہ اہلسنت والجماعت ہے اور ناجی فرقہ ہونیکے لیے مختصر طور پر دلائل اور ہر بد مذہب کے عقائد لکھے جاتے ہیں تا کہ ناظرین خو انصاف کر لیں اور سمجھ لیں کہ نجات کا کونسا رستہ ہے اور کون ناجی ہے

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

(پارہ ۴ آیت ۱۰۲ سورۃ ال عمران)

یعنی اے ایمان والو تم اللہ سے ڈرو جیسا کہ حق ڈرنیکا اور نہ مرو تم مگر بحالت فرمانبرداری اور مسلمان ہو یعنی ایسی روش اختیار کرو کہ جب مرو تو ایمان پر ہو گر مرو یہ جب ہو سکتا ہے کہ تمام احکام خداوند کریم اور حضور ﷺ دل وجان سے مان کر انپر عمل کرو۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

(پارہ ۴ آیت ۱۰۳ سورۃ ال عمران)

اور یقین ہے کہ جو شخص اس رسی مضبوط پکڑ یگا وہ ضرور ایمان سے مریگا اور حبل مراد باختلاف دین اللہ وقرآن مجید وقا اتباع اہل سنت چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے ہم لوگ مراد ہیں نحن حبل اللہ الذی قال اللہ (صواعق محرقہ) اور ترمذی میں روایت جابر رضی اللہ تعالی عنہ ہے چنانچہ حجۃ الوداع میں ناقہ پر بایں طور پر خطبہ فرمایا یا ایھا الناس یعنی اے لوگو ں میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ نیوالا ہوں کہ اگر تم اسکو پکڑ و گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی یعنی کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت اور مسلم شریف میں اسی مضمون کی حدیث وارد ہے اور خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اتفاق جماعت میں قائم رہو اور غیر راہوں کیطرف مت جاؤ

فتفرق بکم عن سبیلہ (پارہ ۸ آیت ۱۵۴ سورۃ الانعام)

اس سے معلوم ہوا کہ اجمالی طور سے جس نے اس رسی کو پکڑا وہی ایمان پر مریگا کیونکہ یہی سواد اعظم جماعت ہے چنانچہ اور حدیث میں ہی اتبعوا سوا د الا عظم بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ لا یجتمع علی الضلالۃ اسکی تائید پر ہے اور قرآن مجید میں بھی صاف صاف اسی طرح ذکر ہے ناجی

فرقہ وہی ہے

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

(سورۃ الفاتحہ آیت ۵،۴)

کے لوگوں کی اتباع کا خواہشمند ہے وہ لوگ وہ برگزیدہ ہیں اور انکی پیروی کرنے سے نجات حاصل ہوتی وہ لوگ یہ ہیں من النبین الصدیقین والشھداء والصالحین اور ان ہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین آ جاتے ہیں اور ان کی اتباع کرنے کا نام ما انا علیہ واصحابی ہوا اور جو سبیل المومنین کی پیروی سے منحرف ہوا وہ یقینا ناری ہوا

کما قال اللہ تعالی ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا

(پارہ ۵ آیت ۱۱۵ سورۃ النساء)

وساءت مصیرا اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ بہتر فرقے کس لئے ناری ہیں کیا وہ خدا کو نہیں مانتے اور رسول ﷺ وقرآن کو پیشوا نہیں نے اور قبلہ وکعبہ کیطرف نماز نہیں پڑھتے سب کچھ کرتے ہیں لیکن خلاف ما انا علیہ واصحابی کے ہو کر طرح طرح کے راستے مطابق نفس ہو کر نکالتے ہیں تقلید شخصی کو حرام وشرک وبدعت قرار دے رکھا ہے اور حالانکہ صحابہ کرام ایک دوسرے کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس اللہ عنہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالی عنہ کو کہا کہ قرآن مجید آ چکا ہے

فان کان لہ اخوۃ یعنی میت کے کم از کم تین بھائی ہوں تو ان کی ماں کو چھٹا حصہ ملنا چاہیے دال دیتے ہیں آپ چونکہ اخوۃ جمع کا صیغہ ہے جو زبان عرب میں تین سے کم پر نہیں آ سکتا اور آپ دو معین بھائی پر بطور رواج ماں کو چھٹا حصہ دلا دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اسکا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے میں ان کی پیروی کرونگا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی لیکن عوام الناس کو اسطرح کہا کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو کبھی نہ چھوڑونگا کیونکہ وہ ہم سے بہتر ہیں اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کعبہ کے خزانہ کو بیت المال کیطرح تقسیم کر دینا کا بال ظاہر کیا اور ایک صحابی نے کہا کہ آپکے دونوں رفیقوں نے یہ کام نہیں کیا ہے تو فرمایا کہ میں ان کی پیروی کو نہ چھوڑونگا ان دلائل مختصر سے معلوم ہوا کہ بدوں تقلید شخص آئمہ دین

مجتہدین کی فرقہ پر نہیں اور اسلئے ہمارے بزرگان دین نے لکھا ہے کہ جو شخص آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی نہ کرے وہ ناری اور اہل بدعت ہے چنانچہ طحطاوی حاشیہ درمختار سے نقل کیا ہے۔ من کان خارجا ھذالمذھب الا فی اھل البدعۃ والنار

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۳ رجب ۱۴۱۱ھ

مسئلہ: ۱۹۱

ایک شخص علمائے حق اہلسنت کی توہین کرتا رہتا ہے اور کہا ہے انہیں گالی گلوچ تک نوبت پہنچا دیتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟۔

سائل قیصر خان کوئٹہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

علماء کی توہین اور ان کی سب و شتم کفر اور اس قبیح فعل سے اس کی عورت مطلقہ ہو جاتی ہے چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے۔

لما فی البریقۃ المحمودیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ قال فی الاشباہ الاستہزآء بالعلم و العلماء کفر و عن مجموع النوازل اھانۃ علماء الدین کفر و عن المحیط من شتم عالما فقد کفر فتطلق امرئتہ

سلف صالحین علماء محققین کی شان میں گستاخی اور بے ادبی اور تخفیف کرنے والا اور ان کو نسبت کفر و شرک کرنے والا خود مطلق کافر ہے اور اسی پر اسکی منکوحہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۲۳ شعبان ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: ۱۹۲

اللہ تعالیٰ کا فرمان انک لا تھدی من احببت و لکن اللہ یھدی من یشاء

(پارہ ۲۰ آیت ۵٦ سورۃ القصص)

سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ جسکی ہدایت کیلئے چاہیں تو ہدایت نہیں دے سکتے۔ اسطرح آپ مختار کل ثابت نہ ہوئے۔

سائل محمد امین سیالوی

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

علماء و مشائخ اہلسنت کے عقائد میں حبیب رب غفار سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو امور تکوینیہ ہوں یا تشریعیہ کا باذنہ تعالیٰ اختیار حاصل ہے جن کے دلائل باصرہ بے حد و حساب ہیں یہاں چند آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ مقدسہ اور تصریحات علماء و مشائخ اہلسنت بجواب تحریر کرتا ہوں سر دست مخالفین کی پیش کردہ آیت کا جواب ملاحظہ ہو مسلمات سے ہے کہ قرآن عظیم کی آیات میں تضاد و تناقض ممتنع ہے۔ بلکہ ہر آیت من جملہ دوسری آیات بینات کی مؤید و مصدق ہے چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے متشابھا کا ترجمہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے

فلا نہ یشبہ بعضہ بعضا فی الحسن والصدق (اتقان ص ۵۹ جلد ۱ مصر)

اس بنا پر حق حقیقت یہ ہے کہ قرآنی آیات میں ایک دوسرے کے ساتھ نہ تضاد ہے نہ تناقض جس آیت کو مخالفین پیش کرتے ہیں اس کے بالمقابل قرآن پاک میں سورۃ شوریٰ شریف میں ہے انک لتھدی الی صراط مستقیم۔ انک لا تھدی میرے حبیب پاک بیشک آپ ہی صراط مستقیم کی ہدایت فرماتے ہیں۔ ہاں جہاں مخالف پہلی آیت پیش کرتے ہیں نہیں یہ دوسری آیت بھی سامنے رکھنی چاہیئے کہ مولیٰ تعالیٰ جل مجدہ تو اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کو ماوائے کل فرماتا ہے لیکن منکرین کا اظہار خیال بصورت دیگر ہے کیونکہ اس کا عقیدہ نئے نبی کے ساتھ وابستہ ہے بایں وجہ ہماری پیش کردہ آیات و تصریحات اور مشائخ اہلسنت کے عقائد و ارشادات کے انکار میں مسلمان کو تاریکی میں رکھنے کے لئے بالعموم ارشاد ربانی کی غلط ترجمانی کرتے ہوئے مخالف کہتا ہے انک لا تھدی الخ کہ حضور منزل ہدایت تک پہنچانے

سے قاصر ہیں معاذ اللہ پیش کردہ آیات میں عموم ہے حضرات فن تفسیر کا قاعدہ یہ ہے کہ خصوص کی نفی سے عمومی کی نفی نہیں ہوتی (تفسیر اتقان) ملاحظہ ہو انک لا تھدی (الخ) مخالف کا یہ اعتراض صورت قصص کی ایک آیت ہے جو کہ صورت شوریٰ سے پہلے اتری ہے چنانچہ علامہ سیوطی اپنی (تفسیر اتقان کے صفحہ ۵ ۲ جلد اول) میں کی ترتیب کے قواعد مرتب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں (پچھلی آیات) کہ پچھلے ارشادات پہلے فرمودات کیلئے یا تو ناسخ ہیں یا ان کے اجمال کی تفصیل یا پھر ذاتی عطائی کا فرق واضح مطلوب ہے تاہم ایسے ہی انک لا تھدی ارشاد ربانی میں ذاتی تصرفات کی نفی ہے اور انک لتھدی الی صراط المستقیم میں عطائی ہدایت کا اثبات موجود ہے اور یہ طریقہ قرآن کریم میں عام ہے ان تمام قوانین کی تفصیل فقیر نے اپنی تفسیر احسن البیان میں عرض کر دی ہے

(۴) اہلسنت کے نزدیک ہدایت معنی خلق الھدایت ہے مزید تحقیق فقیر رسالہ انک لا تھدی کی تفسیر پڑھئے

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلی ۱۳ شوال ۱۳۹۹ھ کر دی ہے

(۴) اہلسنت کے نزدیک ہدایت معنی خلق الھدایت ہے مزید تحقیق فقیر رسالہ انک لاتھدی کی تفسیر پڑھئے

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلی ۱۳ شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: ۱۹۳

شیعہ کافر ہیں کیوں؟

سائل عبداللہ

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بعض فقہاء نے سب صحابہ کو کبائر سے لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہوتا۔

(نووی جلد ۲ ص ۳۱۰) میں قاضی عیاض فرماتے ہیں و سب احدھم من المعاصی الکبائر و مذھبنا و مذھب الجمھور انہ یعزر و لا یقتل کہ کسی صحابہ کو گالی دینا کبائر سے ہے جمہور کا مذہب

یہ ہے کہ اسے تعزیر لگائی جائے علیحدہ وقتل نہ کیا جائے حضرات فقہاء علیہم الرحمۃ نے تو سب شیخین کو گالی دینا بھی کفر لکھا ہے خلاصہ میں ہے

الرافضی اذا کان یسب الشیخین و یلعنھما العیاذ باللہ تعالیٰ فھو کافر۔

یعنی رافضی جو شیخین کو برا کہے کافر ہے۔ (غنیۃ شرح منیہ میں ہے ص ۵۱٤) میں

اما لو کان مودیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوھیۃ لعلی رضی اللہ عنہ او ان النبوۃ کانت لہ فغلط جبریل و نحو ذلک مما ھو کفر و کذا من یقذف الصدیقۃ او ینکر صحبۃ الصدیق او خلافتہ او یسب الشیخین

یعنی بدمذہب کا عقیدہ اگر کفر تک پہنچ جائے تو اس کا اقتداء اصلاً جائز نہیں جیسے غالی رافضی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے ہیں یا یہ نبوت ان کے لئے تھی جبریل نے غلطی کی اور اسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں اور اسی طرح جو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت ملعونہ کی طرف نسبت کرے یا صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو یا خلافت کا انکار کرے یا شیخین رضی اللہ عنہما کو برا کہے اور مراقی الفلاح کی شرح

(طحطاوی ص ۱۹۸) میں ہے

ولا تجوز الصلوۃ خلف منکر المسح علی الخفین او صحبۃ الصدیق و من یسب الشیخین او یقذف الصدیقۃ ولا خلف من انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ لکفرہ فلا یلتفت الی تاویلہ و اجتھادہ۔

عقود الدریہ میں ہے کہ

الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منھا انھم ینکرون خلافۃ الشیخین و منھا انھم یسبون سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بھذہ الاوصاف فھو کافر مطلق

یعنی روافض کافر ہیں اس لئے کہ ان میں کئی قسم کے کفر جمع ہیں بعض ان میں یہ ہے کہ وہ شیخین کو گالی دیتے ہیں اور بعض ان میں یہ ہیں کہ شیخین کی خلافت کے منکر ہیں خدا دونوں جہانوں میں ان کا منہ کالا کرے شرع کا قاعدہ ہے جس میں یہ امور ہوں وہ کافر ہے اس طرح تنویر درمختار میں ہے۔ یاد رہے کہ شیعہ مذہب کے ارتداد کے وجوہ بہت ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ سوائے چند صحابیوں کے باقی صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کو مرتد اور خارج از اسلام کہتے ہیں چنانچہ

(فروع کافی ج۳ ص ۱۱۵) میں ہے عن ابی جعفر علیہ السلام قال کان الناس اھل ردة بعد النبی ﷺ الا ثلاثة و من الثلاثة فقال مقداد بن الاسود و ابو ذر غفاری و سلمان الفارسی ۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ مرتد ہو گئے سوائے تین صحابیوں کے راوی کہتا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہیں فرمایا مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ۔تفصیل کے بجائے ہم اور وجوہ اجمالا لکھتے ہیں بعض تو صرف ان کے غلط مذہب کا نمونہ ہیں اور بعض کفر کے وجوہ:

(۱) قرآن مجید محرف ہے (۲) امامت نبوت سے افضل ہے (۳) حضرت علی تا امام مہدی معصوم امام ہیں یہ بارہ امام سابقہ انبیاء سے افضل ہیں (۴) توحید و رسالت کی طرح امامت پر ایمان واجب ہے (۵) ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو حق پر ماننے والے بھی غیر مومن منافق جہنمی ہیں (۶) امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ کی بیویاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی غیر مومن اور منافق ہیں ۔(حالانکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو قرآن حکیم میں تمام مومنوں کی مائیں فرمایا گیا ہے)(۷) خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو سب کرنا (یعنی برا کہنا) عبادت ہے ۔(ملاحظہ ہو دعاء عاشورہ، بحوالہ تحفۃ العوام) (۸) تقیہ یعنی امر حق کے خلاف ظاہر کرنا عبادت ہے (۹) متعہ یعنی بلا گواہوں کے وقتی طور پر کسی غیر محرم مرد و عورت کا باہمی معاہدہ برائے مجامعت اتنا بڑا عمل صالح ہے کہ اس کی وجہ سے متعہ کرنے والے کو جنت میں امام حسین رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور ﷺ کا درجہ نصیب ہوگا (العیاذ باللہ) (ملاحظہ ہو علامہ حائری لاہوری مجتہد کے والد علامہ سید ابو القاسم لاہوری کی کتاب برہان المتعہ اور مولوی ڈھکو صاحب کی کتاب (تجلیات صداقت ص ۲۹۹) جس میں ڈھکو صاحب مجتہد نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ معصومین نے بھی متعہ کیا ۔(متعہ کی تحقیق فقیر کی کتاب متعہ یا زنا میں ہے ۔

تصریحات آئمہ مشایخ و دیگر مذاہب

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے

المنقول عن العلماء فمذھب ابی حنیفة رضی اللہ عنہ ان من انکر خلافة الصدیق و عمر رضی اللہ عنھما فھو کافر علی خلاف حکاہ بعضھم و قال الصحیح انہ کافر الخ

پس امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے بخلاف اس کے کہ جو بعض نے حکایت کی ہے اور فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب شیخین کفر است و حدیث صحیحہ بر آں دال است (رسالہ رد الروافض ص ۱۴) یعنی سب شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کفر ہے اور صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں ۔

(ب) شک نیست کہ شیخین از اکابر صحابہ اند بلکہ افضل ایشاں پس تکفیر کہ تنقیص ایشاں موجب کفر مرو زندقہ و ضلالت باشد (ص ۱۵) اس میں شک نہیں کہ شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اکابر صحابہ میں سے ہیں بلکہ ان میں سے افضل ہیں پس ان کی تکفیر بلکہ تنقیص بھی کفر زندقہ وضلالت کا موجب ہے ۔

فریضہ علماء اسلام:

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ رد الروافض کی وجہ تصنیف یہ لکھی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اذا ظھرت الفتن والبدع و سبت اصحابی فلیظھر العالم علمہ و من لم یفعل فعلیہ لعنة اللہ و الملئکة والناس اجمعین لا یقبل اللہ لہ صرفا و لا عدلا ۔

یعنی جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں گی اور میرے اصحاب کو برا کہا جائے گا تو اس وقت عالم پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے پس جو ایسا نہیں کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالی نہ اس کی نماز فرض قبول کرے گا اور نہ نفل

فتاوی دار العلوم دیوبند

روافض وہ فرقہ جو بہ سبب سب شیخین و تکفیر صحابہ کافر ہے ان کی تجہیز و تکفین میں امداد کرنا اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا درست نہیں اور ان سے بالکل متارکت اور مقاطعت کی جاوے تا کہ ان کو تنبیہ ہو اور وہ سدھر جائیں ۔

(مفتی عزیز الرحمن مفتی فتاوی دارالعلوم دیوبند مکمل و مدلل جلد پنجم ص ۴۶۵)

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قاسم نانوتوی نے اپنی مشہور تصنیف ھدیۃ الشیعہ میں جو ایک شیعہ مجتہد مولوی عمار صاحب کے خط کے جواب میں ہے مسئلہ مفصل محققانہ بحث کی ہے اسی کتاب میں مذہب اہل سنت کی حقانیت کے سلسلہ میں لکھا ہے آخر مذہب اہل سنت بشہادت کلام اللہ اور عترت رسول اللہ ﷺ صحیح اور مذہب شیعہ بشہادت کلام اللہ اور عترت رسول اللہ ﷺ سراسر غلط ہے ۔(ص ۵) سورہ الفتح کی آیت لیغیظ بھم الکفار کی تشریح میں لکھتے ہیں یعنی یہ جو کچھ صحابہ کے حق میں کہا گیا تو کفار یعنی ان کے دشمنوں کو جلانے اور چڑانے کیلئے کہا گیا ہے سبحان اللہ کیا علم محیط خداوندی ہے کہ بعد کے تمام احوال کی طرف اشارہ فرما دیا ۔خدا کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ شیعہ اور نواصب اور خوارج صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں غمازیاں کریں گے اور ان کی قدر و منزلت جو خدائی درگاہ میں ہے کچھ خیال نہ کریں گے ۔(ص ۷۳)

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ:

محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے غنیۃ الطالبین میں یہ حدیث درج کی ہے

سیجیء فی اخر الزمان قوم ینتقصون اصحابی فلا تجالسوھم و لا تشاربوھم و لا تواکلوھم و لا تناکحوھم و لا تصلوا معھم

یعنی آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کرے گی پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو، نہ ان سے مل کر پیئو اور نہ کھاؤ نہ ان سے رشتہ بندی کرو نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو اور نہ ان سے مل کر نماز پڑھو۔

مولوی حسین احمد مدنی کانگریسی دیوبندی:

اس سے کسی نے شیعوں کے کھانے پینے کے متعلق استفسار کیا تو کہا کہ نہایت شہرت کو پہنچ چکا ہے کہ شیعہ اگر سنی کو کھانا پانی دیتے ہیں تو اس میں نجاست ضرور ملا دیتے ہیں اگر کوئی موقع نہیں ملتا تو تھوک ضرور دیتے ہیں اس لئے حتی الوسع اس سے احتراز چاہیے ۔(مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۳۰۱)

امام احمد رضا فاضل بریلوی کا فتوی:

اہلسنت مسلک کے مشہور مقتدر امام احمد رضا خان قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) خواہ ان میں سے ایک کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اس قدر کہ امام و خلیفہ برحق نہ مانے کتب معتبرہ فقہ حنفی کی تصریحات اور علامہ آئمہ ترجیح و فتوی کی تصحیحات پر مطلقا کافر ہے ۔ (رد الرفضہ ص ۳)

(۲) رافضی اگر مولی کرم اللہ وجہہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل جانے بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے ۔ (ایضاً ص ۳)

(۳) اسی طرح خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا منکر صحیح تر قول میں وہ کافر ہے ۔(ایضاً ص ۵)

(۴) جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے بالاجماع مسلمین کافر بے دین ہے ۔(ایضاً ص ۱۷)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

مسئلہ: ﴿۱۹۴﴾

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا اور مرثیہ سننا، ان کی نیاز کی چیز لینا، خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟

سائل عبد المجید

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

امام و مجدد و سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے ۔انکی نیاز کی چیز

نہ لی جائے۔ انکی نیاز نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے۔ اور اس میں شرکت موجب لعنت۔ محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مسئلہ: ﴿۱۹۵﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اہلسنت والجماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا وہ شخص دائرہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے یا نہیں اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہیے یا نہیں؟

سائل عبدالعلیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیناہ فی رد الرفضہ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں ان سے میل جول نشست برخاست سلام کلام سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین.

مولوی عبد الشکور لکھنوی دیوبندی:

پیشتر میں بھی شیعوں کو اسلامی فرقوں میں سمجھتا تھا اور وجہ اس کی محض یہ تھی کہ مذہب شیعہ کی کیفیت سے پوری واقفیت نہ تھی اگرچہ بہ نسبت اپنے معاصرین کے پھر بھی بہت زیادہ تھی جب قرآن شریف کے متعلق شیعوں کا عقیدہ معلوم ہوا اس وقت میں نے اپنے خیال سابق سے رجوع کر لیا شیعوں کے اور عقائد تو جیسے بھی ہیں وہ تو ہیں ہی مگر تمام صحابہ کرام کو بلا استثناء کاذب اور کفتی کے تین چار کو مستثنیٰ کر کے باقی سب کو مرتد کہنا ایک ایسے فساد عظیم کی بنیاد ہے کہ یہ عقیدہ رکھنے والا یقیناً اسلام کے دشمن کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا پھر اس پر بھی قناعت نہ کر کے قرآن مجید کو محرف کہنا اور اس میں پانچ قسم کی تحریف کی زائد از دو ہزار روایات تعین کرنا قطعاً

کفر صریح ہے علمائے سابقین میں بعض حضرات نے شیعوں کو اہل کتاب کے حکم میں داخل کیا ہے یعنی ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی لڑکی لینا جائز ہے لیکن یہ فتویٰ بھی مذہب شیعہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے عقیدہ تحریف کے معلوم ہونے کے بعد ہرگز کسی طرح ان کے ذبیحہ کو حلال نہیں کہا جا سکتا اور نہ ان کی لڑکی لینا جائز ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس مسئلہ پر تمام علمائے ہندوستان غور فرما کر متفقہ فتویٰ شائع کریں کیونکہ شیعوں کو مسلمان سمجھنے سے بڑی مضرتیں دین الٰہی کو پہنچ رہی ہیں۔

(النجم لکھنو ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا ارشاد:

بلا شبہ فرقہ امامیہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت سے منکر ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے جس نے انکار کیا وہ اجماع قطعی کا منکر ہوا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے

الرافضی اذا کان یسب الشیخین و یلعنھما العیاذ باللہ فھو کافر و ان کان یفضل علیا کرم اللہ وجھہ علی ابی بکر رضی اللہ عنہ لا یکون کافر لکنہ مبتدع و لو قذف عائشۃ رضی اللہ عنھا بالزنا فقد کفر الخ.

یعنی رافضی جو برا کہتا ہو حضرت شیخین کو اور ان حضرات پر لعنت بھیجتا ہو نعوذ باللہ من ذلک کافر ہے اور اگر برا نہ کہتا ہو مگر اس امر کا قائل ہو کہ حضرت ابوبکر پر حضرت علی رضی اللہ عنہما کو فضیلت حاصل ہے تو وہ کافر نہیں البتہ بدعتی ہے اور اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں قذف کا مرتکب ہو تو وہ بھی کافر ہے الخ۔

(فتاویٰ عزیزی مبوب ص ۳۷۸)

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۵ رجب ۱۴۱۱ھ

مسئلہ: ﴿۱۹۶﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ عاشورہ کے دن سبیل لگانا لنگر لٹانا اور واقعات شہادت پڑھنا سننا سنانا کیسا ہے یوں ہی مجلس محرم مرثیہ سننے کا کیا حکم ہے؟۔

سائل خدایار رحیم یار خان

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پانی یا شربت کی سبیل لگانا جبکہ نیت نیک ہو بالخصوص ارواح طیبہ اہل بیت اطہار اور شہدائے کربلا تو بلاشبہ بہتر و مستحب و کار ثواب ہے حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

اذا کثرت ذنوبک فاسق لماء علی الماء تتناثر کما یتناثر الورق من الشجر فی الریح لواصف.

جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑ جائیں گے جیسے سخت آندھی میں پیڑ کے پتے (کنز الاعمال) اسی طرح کھانا کھلانا لنگر بانٹنا بھی باعث اجر ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

ان اللہ یباھی ملائکتہ بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں، فرشتوں کے ساتھ مباہات (یعنی فخر) فرماتا ہے (کہ دیکھو کیسا اچھا کام ہے)۔

انتباہ: لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں، کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں، کچھ زمین پر گرتی ہیں پاؤں کے نیچے آتی ہیں یہ منع ہے کہ اس میں رزق الٰہی کی بے حرمتی ہے بہت علماء نے تو روپوں پیسوں کا لٹانا، جس طرح دلہن دولہا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا ہے کہ روپیہ پیسہ کا پھینکنا تو سخت بے ہودہ ہے۔ بزازیہ میں ہے

ھل یباح نثر الدراھم قیل لا باس بہ و علی ھذا الدنانیر والفلوس و قد یستدل من کرہ بقولہ ﷺ ادراھم والدنانیر حتمان من خواتیم اللہ فمن ذھب بخاتم من خواتیم اللہ قضیت حاجتہ

(یعنی کیا دراہم کا لٹانا جائز ہے؟ کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور انہیں پر دینار اور پیسوں کو

قیاس کیا گیا ہے اور جس نے اس لٹانے کو مکروہ قرار دیا اس نے رسول اکرم ﷺ کے اس قول مبارک سے دلیل پکڑی ہے کہ دراہم اور دنانیر اللہ تعالیٰ کی مہروں میں سے مہریں ہیں پس جو اللہ تعالیٰ کی مہروں میں سے کسی مہر کو لے جائے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

☆☆ تمت بالخیر ☆☆

گذارش! اگر آپ کو کہیں کوئی غلطی ملے تو ہمیں رجوع کریں۔ اراکین صدیقی پبلشرز کراچی

صدیقی پبلشرز کی جانب سے منظر عام پر آنے والی بہترین کتاب جو تقریباً پچپن (۵۵) سال کے بعد دوبارہ شائع ہونے والی کتاب ہے جس کا نام ہے

﴿انوار آفتاب صداقت﴾

جس کے بارے میں امام اہلسنت مجدد دین وملت عظیم البرکت المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان نے فرمایا، فقیر غفرلہ المولے تقدیر نے مولینا المکرم ذی اللطف والکرام حامی سنت ماحی بدعت راشدارشد مولوی قاضی فضل احمد ایدہ للہ بفضل احمد ﷺ وکرم وحمد کی یہ کتاب انوار آفتاب صداقت خود مصنف کی زبان سے بالا ستیعاب سنی ان کے ثبات علی الیقین وصلابت فی الدین مہتدین واہانت مفسدین پر حمد الٰہی بجالایا وللہ الحمد فی۔ اور آخر میں فرمایا فقیر اپنے تمام اخوان اہلسنت اور بالخصوص برادران طریقت سے اس کتاب کی سفارش کرتا ہے

اس کے علاوہ پاک ہند کے تقریباً (۴۱) علماء کرام جن میں

پیر طریقت رہبر شریعت بانی دین ملت محدث علی پوری مفتی پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور

علوم معقول ومنقول فاضل تحریر مولینا مولوی محمد غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ

مدرسے کے طلباء کے لئے اصول حدیث پر ایک مفید کتاب

﴿ناصر الاصول فی حدیث الرسول ﷺ﴾

مصنف: فاضل نوجوان علامہ مولانا ناصر الدین ناصر المدنی

باہتمام: محمد امجد مدنی (بفرزون)

فیض ملت رئیس تحریر حضرت علامہ مولانا مفتی فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ کی تحریر کردہ کتب

(۱) فتاوی اویسیہ جلد اول

(۲) شادی خانہ آبادی

(۳) مردوں کی زندوں سے ملاقاتیں

(۴) حضور ﷺ ہر شے کی بولی جانتے ہیں

(۵) نزول کے بعد عیسی علیہ السلام کے مشاغل

(۶) ماں کے پیٹ میں کیا ہے

علوم معقول ومنقول فاضل نوجوان مفتی محمد قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ کی مشہور کتب

﴿ایمان کی حفاظت﴾

﴿اللہ کی عطائیں﴾

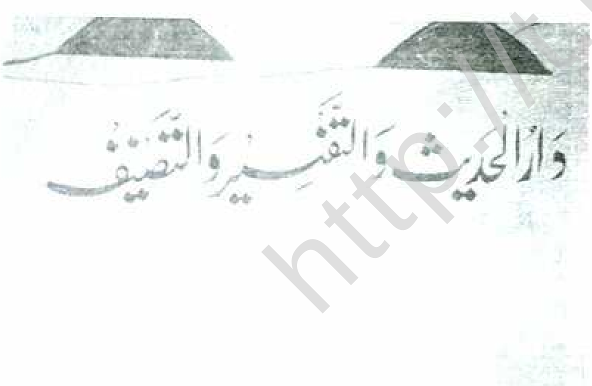
الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذہبی المعروف

﴿رو غیر مقلدین﴾

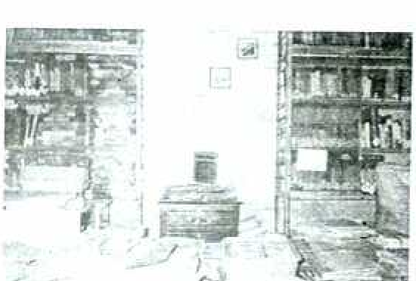
فقیہ العصر حضرت علامہ ومولانا ڈاکٹر مفتی محمد ابوبکر صدیق دامت برکاتہم العالیہ

کی جدید مسائل پر تحقیقات کا مجموعہ

﴿رسائل ضیائیہ حصہ اول وحصہ دوم﴾



دار الحدیث والتفسیر والتصنیف کے کمرے کے باہر کا منظر



لائبریری کا منظر

صدیقی پبلشرز کراچی کی

انشاءاللہ عنقریب آنے والی کتب

(۱) رسائل ضیائیہ حصہ دوم

مفتی محمد ڈاکٹر ابوبکر صدیق دامت برکاتہم العالیہ

(۲) فتاوی اویسیہ جلد دوم

رئیس تحریر شیخ التفسیر والحدیث مفتی محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ

(۳) فتاوی فیضیہ

مناظر اسلام مفتی محمد منظور احمد فیضی دامت برکاتہم العالیہ

